طبع جدید

مِصباح المعانی

شرح اردو شرح مُلّا جامی

مع اردو ترجمہ

الصرح النامی

حصہ چہارم

بحث حرف

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

Marfat.com

طبع جدید

مصباح المعانی

شرح اردو شرح ملّا جامی

مع اردو ترجمہ

الصرح النامی

حصہ چہارم

بحث حرف

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الحرف

مادل علی معنی فی غیرہ ای کلمۃ دلت علی معنی حاصل فی غیرھا

بحث حرف

جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کے غیر میں ہوں یعنی حرف وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کلمہ کے غیر میں حاصل (پائے جاتے) ہوں۔

قولہ الحرف مادل الخ مصنف کافیہ ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کتاب میں کلمہ کی تین قسمیں اسم، فعل، حرف بیان کی تھیں اور بتایا تھا کہ کلمہ کا انحصار انہیں تین قسموں میں ہے اس موقعہ پر جو دلیل انحصار بیان کی تھی اس سے اسم، فعل، حرف تینوں کی تعریفیں بھی معلوم ہو گئیں تھیں، مگر صاحب کافیہ نے بحث اسم شروع کرنے سے قبل تعریف اسم کو مستقل طور سے بیان کیا تھا پھر اسم کی بحث ختم کرکے جب بحث فعل شروع کی تھی تو فعل کی تعریف بھی مستقل طور سے بیان کی اب جب بحث فعل ختم ہو گئی اور بحث حرف کو شروع کرنا چاہا تو یہاں پر بھی حرف کی تعریف سے بحث کا افتتاح کیا چنانچہ حرف کی تعریف اصطلاحی ان الفاظ سے ذکر فرمائی الحرف مادل علی معنی فی غیرہ یعنی حرف وہ کلمہ ہے جو غیر مستقل پر دلالت کرے، غیر مستقل معنی سے یہ مراد ہے کہ حرف کے ایسے معنی ہوتے ہیں کہ اس کے سمجھنے کے لئے کسی ایسے دوسرے کلمہ کے ملانے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ معنی مستقل ہوں۔

خواہ کلمہ اسم ہو یا فعل ہو غرضیکہ حروف کہ ان کے معانی جب تک دوسرا کلمہ نہ ملایا جائے سمجھ میں نہیں آتے جیسے من، الی، فی وغیرہ کہ انکے معانی دوسرے کلموں سے ملانے کے بعد ذہن میں آتے ہیں مثلاً کہا جائے ذہبت من الدار الی المدرسۃ حضرت عارف کامل ملا جامیؒ نے الحرف مادل علی فی غیرہ کی تفسیر کلمۃ دلت علی معنی حاصل فی غیرہا الخ سے کی، مادل کی شرح میں کلمۃ دلت لانے سے حضرت شارحؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ما موصولہ سے مراد کلمہ اور مادل کا مفہوم کلمۃ دلت ہے اور علی معنی کے بعد لفظ حاصل اضافہ کرکے یہ بتانا ہے کہ فی غیرہ جار مجرور کا متعلق عبارت میں کوئی مذکور لفظ نہیں ہے بلکہ یہ جار مجرور حاصل مقدر کے متعلق ہے اور فی غیرہ حاصل سے مل کر معنی کی صفت ہے اور معنی موصوف مع صفت کے مجرور ہے اور جار مجرور ملکر دل کے متعلق ہے اور فی غیرہا سے شارحؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فی غیرہ کی ضمیر غائب کا مرجع وہ ما موصولہ ہے جو مادل میں ہے اور یہ ضمیر اگرچہ مذکر ہے مگر ما سے مراد کلمہ ہے اور کلمہ مؤنث ہے اس وجہ سے ضمیر مذکر کو ضمیر مؤنث سے بدل دیا لیکن مصنف کا ضمیر مذکر لانا اس بنا پر ہوا ہے کہ ما موصولہ لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اگرچہ یہاں معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے اسکے بعد شارح نے فرمایا مستقل بالنسبۃ الیہ یہ بتانا ہے کہ حرف کی تعریف میں جو کہا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کلمہ غیر میں حاصل اور موجود ہو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ کلمہ اپنے معنی پر بغیر دوسرے کلمہ کے ملائے ہوئے دلالت نہ کرتا ہو جیسے من اور الیٰ وغیرہ اور یہ دلالت اس بنا پر ہوتی ہے کہ حرف کا مفہوم مستقل نہیں ہوتا اس وجہ سے معنے پر دلالت کرنے کے لئے دوسرے کلمہ کے ملانے کی حاجت ہوتی ہے معلوم ہو کہ شارحؒ فی غیرہ کے ضمیر کے مرجع میں جو دوسرا احتمال ہے اور اس کو یہاں پر اختصاراً اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ اسم و فعل کی تعریف میں اس احتمال کو ذکر کر دیا تھا پس یہاں پر بھی احتمال ہے کہ فی غیرہ ضمیر کا مرجع معنی ہو اب حرف کی تعریف اسطرح ہو جاویگی کہ حرف وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو معنی کہ دوسرے معنی میں حاصل ہیں اور معنی میں دوسرے معنی میں حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ معنی جس پر حرف دلالت کرتا ہے مستقل بالمفہوم نہ ہو یعنی حرف جس معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی ایسے ہوں کہ اس پر کلمہ کی دلالت اسوقت ہو جب اس معنی کے ساتھ دوسرے ایسے معنی مل جاویں جو مستقل بالمفہوم ہو۔

متعقل بالنسبۃ الیہ ای لایکون مستقلا بالمفھومیۃ بحیث یصلح لان یحکم علیہ اوبہ بل لابد لہ فی ذلک من

جو اس کی بہ نسبت مستقل ہو یعنی حرف مستقل بالمفھومیت (سمجھے جانے پر مستقل) نہ ہو بایں طور کہ محکوم علیہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یا اس کے ذریعہ حکم دیا جاسکتا ہو (یعنی محکوم بہ نہ ہو) بلکہ اس کے لئے اس میں (محکوم علیہ و بہ ہونے میں) اسکی

تعریف حرف پر چند شبہات

فی غیرہ ضمیر کا مرجع خواہ ما موصولہ قرار دیا جاوے خواہ لفظ معنی دونوں صورتوں میں اشکال ہے اگر ضمیر فی غیرہ کا مرجع ما موصولہ ہے تو یہ اشکال ہے کہ فی غیرہ ضمیر تو مذکر ہے اور ما سے جو مراد ہے وہ کلمہ ہے جو مؤنث ہے لہذا مرجع ضمیر اور ضمیر میں مطابقت نہیں۔ دوسرا اشکال اس پر یہ ہے کہ تفصیل اور اجمال میں مطابقت باقی نہ رہی کیونکہ دلیل حصر کے ذیل میں جب حرف کی تعریف صاحب کافیہ نے کی تھی تو وہاں فی غیرہا فرمایا تھا اور مرجع ضمیر کلمہ تھا اور یہاں پر مرجع ما موصولہ ہے لہذا اجمال اور تفصیل میں مطابقت باقی نہ رہی اور اگر فی غیرہ کی ضمیر کا مرجع معنی کو قرار دیا جاوے تو اس صورت میں معنی مدلول کلمہ کا غیر معنی میں حاصل ہونا لازم آتا ہے اور نیز اس تقدیر پر بھی اجمال اور تفصیل میں مطابقت پیدا نہیں ہوتی ہے کیونکہ اجمال میں فی غیرہا کہکر ضمیر کا مرجع کلمہ قرار دیا تھا اور یہاں پر ضمیر کا مرجع معنی ہے۔ محقق شارحؒ نے اول تقدیر پر جو اعتراض ہوتا ہے... اس کا جواب ما دل کی تفسیر کلمۃ دلت سے کرکے دیدیا۔ تفصیل اس حل کی یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع ما موصولہ ہے اور وہ تلفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اس لئے دل اور فی غیرہ میں ضمیر مذکر لائی گئی تاکہ عدم مطابقت ضمیر اور مرجع کا شبہ نہ ہو اور چونکہ ما سے مراد کلمہ ہے لہذا اجمال اور تفصیل میں عدم مطابقت کا شبہ نہ رہا اور معنی کا غیر کلمہ میں ہونا یا معنی کا غیر معنی میں ہونے کا جواب اس سے دیدیا کہ فی یہاں پر ظرفیت حقیقیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ فی ظرفیت مجازیہ کے لئے ہے اعتبار کے معنی میں یعنی کلمہ کی دلالت اپنے معنی پر دوسرے کلمہ کے اعتبار سے ہو اور ایسے ہی دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ معنی غیر کی طرف نسبت کے ساتھ متعقل ہو یعنی حرف کے معنی کا حصول ذہن میں جب حرف بولا جاوے جب ہو جب ایک کلمہ اور اس کلمہ کے ساتھ ملایا جاوے جس کے معنی خود بخود ذہن میں آجاویں اور جب کلمہ کے ساتھ کلمہ ملے گا تو لامحالہ معنی کے ساتھ معنی ملیں گے پس متعقل بالنسبۃ الیہ یعنی الی الغیر یہ معنی کی صفت ہے اس سے یہ اعتراض دفع ہوگیا جو کہا جاتا ہے کہ حاصل فی غیرہا کا مفہوم یہ ہے کہ حرف کے معنی غیر حرف میں موجود اور حاصل ہوں یا حرف کے معنی غیر معنی میں حاصل ہوں اور یہ باطل ہے۔ پس شارح نے بتادیا کہ حصول فی غیرہ سے مراد یہ ہے اور معنی کا ذہن میں حاصل ہونا غیر کے سبب اور اعتبار سے ہو خود حرف کے بولنے سے حاصل نہ ہو پس اس میں بار سببیت یا اعتبار کے معنی میں ہے۔ اور جب فی بمعنی بار سببیہ لی گئی تو اس وقت فی غیرہ ظرف لغو ہوکر دل کے متعلق ہوسکتا ہے یعنی کلمہ کی دلالت معنی پر اس کے غیر کے سبب سے ہو

قولہ لایکون مستقلا بہ یہ قول شارحؒ متعقل بالنسبۃ الیہ کی تفسیر ہے یعنی اس کلمہ کے معنی خود اپنے اعتبار سے مدرک نہ ہوں بلکہ دوسرے کلمہ کے ملانے کے اعتبار سے مدرک ہوں یعنی وہ کلمہ اپنے معنی کے سمجھانے اور ذہن میں آنے کے لئے مستقل نہ ہوں بلکہ اس غیر کے ملاحظہ کے لئے آلہ ہو اس کلمہ کا مستقل بالمفھومیۃ نہ ہونا اس طور پر ہو کہ وہ تنہا کلمہ اپنے معنی کے اعتبار سے نہ محکوم علیہ بن سکے اور نہ محکوم بہ بلکہ اس کے محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کے لئے اس کی طرف دوسرا امر یعنی دوسرا کلمہ کا ملانا ضروری ہو۔ بحیث یصلح منفی یعنی قولہ لایکون کی قید ہے معلوم ہو کہ شارح کی اس عبارت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ تنہا وہ کلمہ محکوم علیہ یا محکوم بہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو لیکن اس کے ساتھ امر آخر (دوسرے کلمہ) کا انضمام (ملنا) واقع ہوجاوے تو محکوم علیہ یا محکوم بہ بن سکے اور اس وقت وہ مستقل بالمفھومیۃ ہوجاوے گا حالاں کہ ایسا نہیں بلکہ اس انضمام سے معنی پر البتہ دلالت ہوجائے گی اور اس انضمام سے اس کلمہ کے معنی اس غیر کے ملاحظہ کے لئے آلہ ہوجائینگے یعنی اس غیر کے اعتبار اس کلمہ کے معنی ذہن میں حاصل ہوجاویں گے۔ معلوم ہو کہ شارحؒ نے ما کی تفسیر کلمہ سے کرکے اس امر کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ تعریف جنس قریب پر مشتمل ہے اور یہ حرف کی جنس قریب ہے اور علی معنی فی غیرہ

Marfat.com

انضمام امر آخر الیہ (من ثم) ای ولاجل انہ یدل علی معنی فی غیرہ احتاج فی جزئیتہ للکلام رکنا کان او غیرہ (الی اسم یتعقل معناہ بالنسبۃ الیہ نحو من البصرۃ او فعل کذلک نحو قد ضرب حروف الجر ما وضع للافضاء بفعل) ای ایصالہ فان معنی الافضاء الوصول ولما عدی بالباء صار معناہ الایصال او معناہ ای معنی الفعل وھو کل شیء استنبط منہ معنی الفعل

طرف انضمام (کلمہ آخر) کی ضرورت ہو اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہیں وہ اس کے جزء ہونے کا محتاج ہے یعنی کلام کا خواہ رکن ہو کر یا غیر رزائد اسم کی طرف جس کے معنی اس کے عقل میں آتے ہوں جیسے من البصرۃ یا فعل کا اسی طرح جیسے قد ضرب اور حروف جر وہ ہیں جو فعل تک پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہوں یعنی ایصال کے لئے۔ اس لئے کہ افضاء کے معنی وصول کے ہیں اور جب اس کو باء کے ساتھ متعدی لایا گیا تو اس کے معنی ایصال کے ہو گئے یا اس کے معنی کو یعنی فعل کے معنی اور وہ ہر اس شئ کا نام ہے جس سے فعل کے معنی کا استنباط

فصل قریب ہے اس سے حرف کے ساتھ اسم اور فعل جو شریک ہیں، خارج ہو گئے اور اس نے حرف کو اسم اور فعل سے ممتاز کر دیا لیکن مصنف کی تعریف پر اسماء لازم الاضافۃ جیسے ابوۃ اور بنوۃ اور اخوۃ اور اسماء موصولہ اور اسماء اشارہ سے جو اعتراض پڑتا ہے کہ ان کے معانی بھی بلا انضمام امر آخر کے مفہوم نہیں ہوتے تو شارح نے متعقل بالنسبۃ الیہ الخ سے اس کا جواب دیدیا کہ ان کے معانی کا ذہن میں حاصل ہونا بالوضع امر آخر کے لحاظ کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ بنفسہ ذہن میں حاصل ہوتے ہیں۔ البتہ امر آخر کا انضمام اس کو استعمال میں لازم ہوتا ہے۔

قولہ من ثم الخ۔ یعنی چونکہ حرف ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اپنے غیر کے اعتبار سے ذہن میں حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کا ذہن میں آنا بذاتہ نہیں ہوتا اپنے کلام کے لئے جزء بننے میں ایسے اسم کی طرف محتاج ہوتا ہے جس کے اعتبار سے اس کے معنی متعقل ہو جاویں۔ جیسے من البصرۃ یا ایسے فعل کی طرف محتاج ہوتا ہے جس کے اعتبار سے اس کے معنی متعقل ہو جاویں جیسے قد ضرب اور جزء بننے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کلام کا رکن ہو جاوے کبھی رکن ہو جاتا ہے اور کبھی رکن نہیں ہوتا۔ شارح رح کا اسم اور فعل کے ساتھ یتعقل معناہ بالنسبۃ الیہ کی قید کا لگانا قرینہ مقام کے اعتبار سے ہے اور اس قید کا اس وجہ سے اضافہ کیا تاکہ موصولات وغیرہ سے اعتراض واقع نہ ہو کیونکہ وہ کلام کا جزء ہونے میں اسم و فعل کی طرف محتاج ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان کے معانی اسم یا فعل کی طرف نسبت کے اعتبار سے متعقل ہوتے ہیں چونکہ ان کے معانی مستقل بالمفہومیۃ اصل وضع میں عارض استعمال کے اعتبار سے احتیاج واقع ہوتی ہے اور کلمہ او اسم اور فعل میں منع خلو کے لئے ہے اس لئے کہ حروف کبھی اسم اور فعل دونوں کی طرف ایک دم سے محتاج ہوتے ہیں جیسے حرف شرط اور حرف تحضیض۔

قولہ حروف الجر الخ۔ یعنی حروف جر وہ حروف ہیں جو اس واسطے وضع کئے گئے ہیں کہ فعل کو اپنے مدخول کی طرف پہنچا دیں، شارح رح نے افضاء کی تفسیر ایصال سے کی اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ افضاء کی تفسیر ایصال سے درست نہیں کیونکہ افضاء لازم ہے اس کے معنی وصول (پہونچنا) اور ایصال (پہونچانا) متعدی ہے۔ پس یہ شئ کی تفسیر اور اس کے مباین کے ساتھ ہوئی اور یہ جائز نہیں اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ افضاء اگرچہ لازم ہے لیکن قولہ بفعل میں جو باء ہے اس کے ساتھ متعدی ہو گیا پس اس وقت اس کی تفسیر ایصال سے درست ہے جیسا کہ ذہب لازم ہے جانے کے معنی میں لیکن یہ باء کے ساتھ متعدی ہو جاتا ہے جیسے ذہبت بزید اے اذہبتہ۔ معلوم ہو کہ حروف کی اضافت الجر کی طرف یا اضافت جنسی ہے پس معرف جنس ہے اور حروف کا جمع لانا

(بقیہ صـــ آئندہ)

Marfat.com

کاسمی الفاعل والمفعول والصفة المشبهة والمصدر والظرف والجار مع المجرور وغیر ذلك الی مایلیه سواء کان اسما صریحاً مثل مَرَرتُ بزید وانا مار بزید او کان فی تأویل الاسم کقوله تعالیٰ وضاقت علیهم الارض بما رحبت ای برحبها

کیا گیا ہو، جیسے اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اور مصدر اور ظرف اور جار مجرور وغیرہ۔ جو اس سے ملا ہوا ہو برابر ہے کہ اسم صریح ہو جیسے مررتُ بزید ہے اور انا مارٌ بزید میں۔ یا اسم کی تاویل میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وضاقت علیهم الارض، بما رحبت یعنی وسعت کے باوجود زمین اس پر تنگ ہوگئی)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس وجہ سے ہو آیا کہ دلالت حروف جر کی کثرت پر باضافت استغراقی ہے پس اس صورت میں بھی معرف جنس ہے اور حروف جر کی کثرت پر دلالت موجود ہے اور بغیر اس تقدیر پر قولہ حروف الجر یہ فائدہ دیتا ہے کہ حرف جر کی یہ تعریف معرف کے تمام افراد کو جامع ہے۔ یعنی اس وقت جامعیت تعریف مصرح اور منصوص ہوگئی اگرچہ تعریف کے لئے جامعیت لازم ہے پس قولہ حروف الجر کل حرف الجر ما وضع کی تاویل میں ہے۔

قولہ معناہ۔ یعنی فعل کے معنے اور یہاں پر فعل کے معنی سے ہر ایسی شئی مراد ہے جس سے فعل کے معنی مستنبط اور نکلتے ہوں اعم اس سے کہ وہ شئی فعل کی ترکیب سے ہو یا اس طور پر ہو کہ اس میں فعل یا شبہ مقدر کیا جاتا ہو جیسے ظرف یا جار مجرور یا اس طور سے ہو کہ فعل کے معنی کلام کے مضمون سے سمجھے جاتے ہوں تصریح اور تقدیر کے بغیر۔

(متعلقہ صفحہ ہذا) جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور مصدر اور ظرف اور جار مع المجرور جیسے زید عندک لاکرامک یا زید فی الدار لاکرامک پس لاکرامک میں جو لام ہے اس نے ظرف اور جار مجرور کو اکرام کی طرف پہونچا دیا اور وہ فی الحقیقہ فعل مقدر یا شبہ فعل مقدر کو پہنچانیوالا ہے کیوں کہ اس کی تقدیر استقر یا مستقر ہے لیکن جب کہ ظرف اور جار مجرور فعل یا شبہ فعل کے قائم مقام ہوگیا تو یہ کہنا جائز ہوگیا کہ حرف جر ظرف اور جار مجرور کو اپنے مدخول کی طرف پہنچانے والا ہے ایسے ہی یا لزید میں یا ہے کیوں کہ انادی کے قائم مقام ہے۔

قولہ الیٰ مایلیہ۔ یہ درست ہے کہ یلیہ کی ضمیر مرفوع ما اول کی طرف راجع ہو اور ضمیر منصوب ثانی ما کی طرف راجع ہو، اول پر معنی ہے کہ حرف جر فعل یا معنی کو اس کی طرف پہنچاتا ہے جس کے ساتھ حرف جر متصل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں معنی ہے کہ حرف جر کے ساتھ جو شئی متصل ہے اس کی طرف حرف جر فعل یا معنی فعل کو پہنچاتا ہے۔

قولہ سواء کان اسماً الخ یعنی حرف جر جس سے متصل ہو وہ عام خواہ اسم صریح ہو جیسے مررتُ بزید اور انا مار بزیدٍ میں زید صریح اسم ہے خواہ اسم کی تاویل میں ہو جیسے قولہ تعالیٰ وضاقت علیهم الارض بما رحبت یعنی برحبها الرحب کے معنی وسیع اور چوڑا ہونا ہے یعنی ان پر زمین باوجود اپنے وسیع ہونے کے تنگ ہوگئی۔ شارحؒ نے فرمایا کہ اسم کی طرف فعل کو پہنچانے کا یہ مطلب ہے کہ فعل اسم کیطرف متعدی ہوجاوے اور وہ اسم اس فعل کے واسطے مفعول بہ ہو پس اسم منصوب المحل ہوگا۔ اسی وجہ سے اس پر نصب کے ساتھ عطف کو جائز رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول وارجلکم میں اور حق یہ ہے کہ ایصال سے مراد معنی فعل مابلی کے ساتھ تعلق پکڑنا ہے جیسا کہ مررت بزید میں مرور زید کیساتھ متعلق ہے اگر کہا جاوے کہ حرف جر کی یہ تعریف مانع ہے چوں کہ بعض حرف عطف پر یہ تعریف صادق آتی ہے جیسے رایت زیداً و عمراً۔ جواب حروف عطف کی وضع تشریک کے واسطے ہے ایصال کے واسطے نہیں ہے اگرچہ بعض جگہ میں ایصال لازم آجاتا ہے جیسا کہ اس وقت میں جس وقت کہ فعل کے مفعول پر عطف کریں۔ سوال تمام حروف پر حروف جر کو کیوں مقدم کیا، جواب اول چوں کہ حروف جر بالنسبۃ دوسرے حروف کے کثیر الاستعمال ہیں (۲) حروف جر میں

Marfat.com

وسميت هذه الحروف حروف الاضافة ايضا لانها تضيف الفعل او معناه الى ما يليه وحروف الجر لانها تجر معانى الافعال الى ما يليه اولان اثرها فيما يليه الجر وهى اى حروف الجر من والى وحتى وفى ذكر هذه الحروف على سبيل الحكاية لانه ليس لها اسماء خاصة يعبر بها عنها]

اوران حروف کا نام حروف اضافت بھی رکھا گیا ہے اس لئے کہ یہ فعل یا معنی فعل کو مایلیہ تک پہنچاتے ہیں اوران کا نام حروف جر اس لئے رکھا جاتا ہے کہ یہ افعال کے معانی کو مایلیہ تک کھینچ کر لاتے ہیں یا اس وجہ سے (ان کا نام جر رکھا گیا کہ) کیوں کہ ان کا اثر مایلی میں جر کا ہوتا ہے اور وہ یعنی حروف جر من اور الی، حتی اور فی ہیں یہ حروف بطور حکایت نقل کئے گئے ہیں کیوں کہ ان کے مخصوص نام نہیں کہ جن ناموں سے ان کی تعبیر کی جائے۔

سے حرف کثیر کثیر معانی کے لئے موضوع ہے بخلاف دیگر حروف کے کہ ان میں سے ہر ایک کثیر کثیر معانی کے لئے موضوع نہیں

سوال مصنفؒ نے حروف جر اور تنوین کی تعریف کی اور باقی اقسام حروف کی تعریف نہیں کی، مصنفؒ نے ایسا کیوں کیا۔

جواب نحاۃ کی اصطلاح میں حروف جر کے واسطے ایک مشترک مفہوم ہے جو تمام حروف جر میں موجود ہے اور ایسے ہی تنوین کے واسطے نحاۃ کی اصطلاح میں مشترک مفہوم جو تمام اقسام تنوین میں موجود ہے بخلاف باقی اقسام حروف کے کہ ان کی کسی قسم کے واسطے مشترک مفہوم نہیں جو اس قسم کے تمام حروف میں موجود ہوں جیسے حروف مشبہ بالفعل اور حروف عطف اور بعض حروف ایسے ہیں ان کے واسطے مفہوم اصطلاحی نہیں ہے بلکہ لغوی معنی ان حروف کا مفہوم ہے حروف تحضیض اور حروف ردع اور حروف جر کے واسطے مشترک مفہوم یعنی فعل یا معنی فعل کو اپنے مدخول کی طرف پہونچانا اس بیان سے یہ بات ظاہر ہو گئی ما وضع للافضاء میں لام صلہ کے واسطے نہ عوض کے واسطے ہے

قولہ سمیت هذه الحروف حروف الاضافة الخ. ان حرفوں کا نام حروف اضافت بھی رکھا جاتا ہے کیوں کہ اضافت کے معنی ملانا آتے ہیں اور یہ حروف فعل اور فعل کے معنی کو اس چیز سے ملا دیتا ہے جس کے ساتھ یہ ملتا ہے اور وہ اسم صریح یا تاویلی ہوتا ہے دوسرا نام ان حروف کا حروف الجر۔ اور انکو حروف الجر دو وجہ سے کہتے ہیں. ایک وجہ یہ ہے کہ جر کے معنی لغوی کھینچنا ہے اور یہ حروف بھی افعال کے معانی کو اپنے مدخول کیطرف کھینچ لاتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان حروف جر کا اثر جر ہے اور یہ اثر ان کے مدخول پر مرتب ہوتا ہے پس جر اول جواب پر مصدر ہے بمعنی لغوی اور دوسرے جواب پر اصطلاح میں مخصوص اعراب کا نام اور اسم ہے جیسے حروف النصب اور حروف الجزم.

قولہ لانها تضيف. یعنی یہ حروف فعل یا معنی فعل کو اپنے مدخول کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ملاتے ہیں اضافت کے سبب سے پس ان حروف کی اضافت اضافة المؤثر الی الاثر کے گروہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حروف کی اضافة الاضافة" کی طرف اضافة "المسبب الی السبب سے ہو کیوں کہ کلام میں ان حروف کے لانے کا سبب اضافت (ملانا) ہوتا ہے پس اضافت ان حروف کے واسطے علتِ غائیہ ہے.

قولہ ذکر هذه الحروف. مصنفؒ نے ان چار حرفوں کو حکایت کے طور پر ذکر کیا یعنی شمار اور تعداد میں اسی طرح ذکر کیا جیسا کہ ان کو ترکیب میں ذکر کیا جاتا ہے. شارحؒ کا یہ کلام ایک اعتراض کا جواب ہے. اعتراض یہ ہے کہ ان حروف یعنی حروف جارہ کو علی سبیل الاختلاف کیوں لایا کہ ان میں سے بعض کو حکایت کے طریق پر ذکر کیا. اور بعض کو ان کے ناموں کے ساتھ اور ظاہر یہ تھا کہ سب کو ایک ڈھنگ پر ذکر کرنا چاہیئے. شارحؒ نے انکے واسطے اسماء خاصہ کی نفی کی کیوں کہ اسم عام ان چاروں

Marfat.com

والباء واللام ذکرهما باسمیهما لوجودهما وکذٰلک ذکر الواو —— و التاء والکاف باسمائها حیث وجدت بخلاف ما بقی منها ورب وواوها ای الواو التی یقدر بعدها رب وفی عدها من حروف الجر تسامح۔

اور باء اور لام ان دونوں کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے کیوں کہ ان کے نام موجود ہیں۔ اور اسی طرح ماتن نے واو تاء اور کاف کو بھی ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے کیوں کہ وہ موجود ہیں۔ برخلاف ما بقی حروف کے (کہ ان کے نام موجود نہیں ہیں) اور رُبّ اور اس کا واو یعنی وہ واو جس کے بعد رُبّ مقدر ہوتا ہے۔ اور اس کو حروف جر شمار کرنا تسامح ہے۔

کے واسطے موجود ہے یعنی حرف الجر معلوم ہوکر دھی من الخ ھی ضمیر راجع ہے حروف جر کی طرف مبتدا ہے اور قولہ من والی آخرہ خبر ہے یعنی من مع اپنے تمام معطوفات کے ساتھ مل کر خبر ہے اور ربط پر عطف مقدم ہے جیسے البیت، سقف وجدران اور اسکنجبین خل وماء وعسل میں عطف ربط پر مقدم ہے۔

قولہ ذکرھما الخ یعنی باء اور لام کو ان دونوں کے نام سے ذکر کیا اور ان دونوں کو ان دونوں کے مسمّیٰ کے ساتھ ذکر نہیں کیا چوں کہ ان دونوں کے لئے اسم موجود ہیں اور ہر شئی میں اصل یہ ہے کہ اس کو اس کے نام کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

قولہ وکذٰلک ذکر الواو الخ اور اسی طرح واو اور تاء اور کاف کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا چوں کہ ان کے واسطے نام موجود تھے اور ہر شئی میں اصل یہ ہے کہ اس کو اس کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے اور بخلاف جو رہ گئے ہیں ان باقی کو ان کے ناموں سے ذکر نہیں کیا شارح کے اس کلام سے مصنف پر ایک اعتراض کرنا ہے کہ ان حرفوں میں سے جن کے لئے نام اور اسماء ہیں ان کو ایک ترتیب میں ذکر کر دیتے اور جن کے لئے اسماء نہیں ان کو علیحدہ ایک ترتیب میں ذکر کر دیتے تو اچھا رہتا۔ جواب اگر مصنف ایسا کرتے تو اس صورت میں وہ ترتیب فوت ہو جاتی جس کو قولہ فالعشرۃ الاولیٰ متضمن میں بیان کیا تو ممکن ہے مصنف اس ترتیب کی طرف نظر کر کے اس شان کے ساتھ لایا ہو۔

قولہ وفی عدھا الخ۔ اور واو ربّ۔ اس واو کو واو ربّ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے بعد رب کو مقدر کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کو اس نام سے موسوم کیا ہے اور جب کہ اس کے بعد رب کو مقدر کیا جاوے تو اس کا حرف جر سے شمار کرنا غلط ہوتا ہے اسی وجہ سے شارح نے کہا اس کو حروف الجر سے شمار کرنا تسامح ہے۔ مجاز کے ساتھ قول کرنا ہے، التسامح کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کے بعد حرف (رب) کی تقدیر لازمی ہے تو حقیقت میں عامل جر وہ رب ہوا نہ کہ واو، پھر واؤ کو حرف جر کہنا کیسے صحیح ہے۔ شارح نے کہا کہ واو رب کو حرف جر کہنا مجاز کے طریق پر ہے چوں کہ اس مقام میں حروف جر سے عام مراد ہے یہ کہ بنفسہا جر ہوں یا رب کی تقدیر کے ساتھ واو کے بعد، یعنی خود بخود حرف جر ہوں یا جس کو اس نے لازم پکڑا ہو اس کے اعتبار سے حرف جر ہے چوں کہ یہ واو حرف جر کی تقدیر کو مطردۃً مستلزم ہے اور اس کے بعد ربّ ظاہر نہیں ہوتا ہے گویا کہ یہ خود جار ہو گیا اور حروف جر سے عام مراد ہے کہ خود جارہ ہو یا اسے مستلزم کے اعتبار سے حرف جار ہو لیکن سیبویہ اور کوفی کہتے ہیں کہ یہ خود واو ہی ربّ کے معنی میں جارہ ہے اس کے بعد رب کی تقدیر نہ کی جائے گی۔

Marfat.com

دواو القسم و تاؤه وعن وعلی والکاف ومذ ومنذ وخلا وعدا وحاشا فالعشرة الاول لا تکون الاحرفا والخمسة التی تلیها تکون حرفا واسما والثلثة البواقی تکون حرفا وفعلاً

اور واو قسم اور تاء قسم اور عن، علی، کاف، مذ، منذ، خلا، عدا اور حاشا، پس (ان میں سے) شروع والے دس صرف حرف ہی ہوتے ہیں اور ان سے ملے ہوئے پانچوں حروف وہ حرف بھی ہوتے ہیں اور اسم بھی اور باقی تین حروف حرف اور فعل ہوتے ہیں۔

قولہ فالعشرة الاول الخ یعنی اول دس یعنی من سے لیکر تا وَہ تک صرف حرف ہیں اور وہ پانچ جو ان سے متصل ہیں یعنی عن سے لیکر منذ تک حرف اور اسم ہیں اور باقی تین خلا وعدا وحاشا حرف اور فعل ہیں۔ شارح کا یہ حکم مطرد نہیں ہے چوں کہ من جیسے حرف جر ہے ایسے ہی مان یمین سے فعل امر ہے اور الیٰ بھی اسم ہے بمعنی نعمت اور جمع آلاء آتی ہے اور فی بھی امر مخاطب موئنث آیا ہے وفی یعنی وفاء سے اور لام بھی امر مخاطب ہے ولی یلی ولایۃ سے اور عن اسم آیا ہے بمعنی جانب اور علی بھی بمعنی فوق اسم ہے اور علی فعل ماضی بھی ہے علا یعلو سے اور کاف بھی اسم آیا ہے بمعنی مثل، حضرت جامی کا قول العشرة الاول لا تکون الاحرفا صحیح نہیں رہتا ہے کیوں کہ من فعل بھی ہے اور الیٰ اسم بھی ہے اور ایسے ہی باقی۔ ایسے ہی الخمسة التی یلیہا تکون حرفا واسماً بھی مسلم نہیں۔ اس لئے کلمۂ علی حرف واسم اور فعل آیا ہے، مصنف کے کلام سے اس اعتراض کا جواب مفہوم ہوتا ہے چنانچہ کہا کہ علی کو اسم اور فعل اور حرف شمار نہیں کیا اس لئے کہ شمار میں داخل یہ ہے کہ دونوں مختلف جگہوں کے درمیان ایک نوع ہے اور لفظاً دو متماثل من حیث المعنی دونوں میں توافق اور تناسب ہو جیسے علی کا تشارک اسمیۃ اور حرفیت کے اندر معنی علو میں، پس اسی وجہ سے من کو بھی فعل سے شمار نہیں کیا باوجودیکہ

مان یمین کا امر ہے اور ایسے ہی فی وفی یفی کا امر ہے اور لام ولی یلی کا امر ہے۔ اور ایسے ہی الیٰ بمعنی النعمۃ کو اسم نہیں گنا یا، چوں کہ دونوں معنی مختلف ہیں۔ اور گنتی میں بھی تشارک فی المعنی کے ساتھ اصل لفظ میں تساوی بھی معتبر ہے اور علی جب فعل ہوتا ہے الف سے لکھا جاتا ہے اور اس کی اصل واو ہے بخلاف اس صورت کے جب اسم یا حرف ہو اور ایسے ہی من اور فی اس لئے کہ ان دونوں کی اصل این اور اوفی ہے رضی نے فرمایا اور اس میں نظر ہے کیوں کہ علی اسمی الف سے لکھا جاتا ہے اور اس کی اصل اسمیت ہے اس کے بعد مصنف نے خود اعتراض کیا ہے حاشا اور عدا ان کے الفات کے کچھ اصل نہیں۔ برخلاف ان کے فعلیہ۔ جواب چونکہ یہ استثناء کے معنی کو متضمن ہوئے تو یہ عدم التصرف میں حروف کے مشابہ ہو گئے پس یہ گویا کہ ایسے ہیں کہ الفات کے واسطے اصل نہیں شیخ رضی نے فرمایا کہ یہ عذر بارد ہے سوال ان حروف میں تقدیم اور تاخیر کی کیا وجہ ہے۔ جواب کلمۂ من کو اس وجہ سے

ذکر میں مقدم کیا کہ من ابتداء کے واسطے ہے اور اس کے بعد طباق کی بنا پر الیٰ کو لائے چوں کہ الیٰ انتہاء کے واسطے ہے اور طباق محسنات معنویہ سے ہے اور یہ دو متقابل معانی کو جمع کرنے کا نام ہے اور طباق کے اقسام ہیں جن کو علم البدیع میں بیان کیا ہے اور اس کے بعد حتیٰ کو ذکر کیا تناسب کی وجہ سے چونکہ یہ بھی انتہاء کے واسطے آتا ہے اور ان تینوں حرفوں کے بعد فی کو ذکر کیا چوں کہ یہ ساتھ تینوں کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے چوں کہ ابتداء اور انتہاء مکان سے تعلق رکھتی ہے چوں کہ ظرف کی دو قسموں میں سے ایک قسم ہے اور فی کے بعد باء کو ذکر کیا چوں کہ باء بمعنی فی آتا ہے جیسے اطلبوا العلم ولو بالیقین۔ اور اس کے بعد لام کو ذکر کیا چوں کہ لام کو باء جارہ سے مناسبت ہے ایک تو لزوم حرفیت میں اور دوسرے کسرہ میں تیسرے ایک حرف پر ہوتے ہیں اور لام کے بعد رب کو ذکر کیا چوں کہ لام میں اس کے حرف ہونے میں تفرع ہے اور رب میں اختلاف

Marfat.com

فمن للابتداء ای لابتداء الغایۃ والمراد بالغایۃ المسافۃ اطلاقاً لاسم الجزء علی الکل اذ لا معنی لابتداء النہایۃ

پس من ابتدار کے لئے آتا ہے، یعنی ابتدار غایت کے لئے اور غایت سے مراد مسافت ہے جزر کا نام کل پر اطلاق کرتے ہوئے اس لئے کہ نہایت کی ابتدار کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

ہے۔ بعض اسم کہتے ہیں اور بعض حرف پس لام اور رب کے درمیان تقابل ہے اور اس کے بعد واو رب کو ذکر کیا کیوں کہ وہ رب کی فرع ہے اور اس کے بعد واو قسم کو لایا اس وجہ سے کہ واو قسم کے ساتھ مناسبت ہے حرفیت اور فرعیت میں اور حرفیت میں فرع ہونا ظاہر ہے اور فرعیت میں اس وجہ سے مناسبت ہے کہ واو رب رب کی فرع ہے ایسے ہی واو قسم بار قسم کی فرع ہے جیسا کہ اس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آوے گی اور واو قسم کے بعد تار قسم کو لائے چونکہ تار قسم واو قسم کی فرع ہے اس کے بعد مصنف نے ایسے حروف کو ذکر کیا جو اسم اور حرف میں مشترک ہیں اور عن کو کاف پر مقدم کیا باوجودیکہ کاف کی وضع وضع حرف ہے۔ اس وجہ سے کہ عن کثیر الاستعمال ہے کاف کے نسبت چوں کہ عن اسم مظہر اور مضمر دونوں پر داخل ہوتا ہے اور کاف مضمر پر داخل نہیں ہوتا اس کے بعد مذ اور منذ کو ذکر کیا اس لئے کہ وہ بنسبت کاف کے قلیل الاستعمال نہیں صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتے ہیں جو ظروف زمانی سے ہیں اس کے بعد ایسے حروف لائے جو فعل اور حرف میں مشترک ہیں اور حاشا کو عدا پر مقدم ذکر کیا چونکہ اس میں فعلیت ضعیف ہے بخلاف عدا اور خلا کے کہ ان دونوں میں فعلیت قوی ہے۔

قولہ فمن للابتداء۔ یعنی کلمہ من جو کہ حروف جارہ سے ہے ابتدار غایت کے واسطے موضوع ہے یعنی کلمہ من کا مجرور وہ محل ہوتا ہے کہ جس محل سے وہ فعل شروع کیا جائے کہ کلمہ من اپنے مجرور سمیت جس کے ساتھ متعلق ہو۔ پس قولہ من مبتدا ہے اور قولہ للابتدار خبر ہے۔ سوال: من حرف ہے اور اسناد الیہ اسم کا خواص ہے پس قولہ من کس طرح مبتدار ہو سکتا ہے۔ جواب: اسناد الی معنی اللفظ اسم کے خواص سے ہے وہ یہاں پر موجود ہے اس لئے اس کا مبتدا بننا درست ہے جیسا کہ بحث الاسناد الیہ کی تحقیق میں گذرا۔

قولہ لابتداء الغایۃ۔ یعنی لام تعریف الابتدار میں عہد کے لئے ہے یا مضاف الیہ کے عوض میں ہے (علی اختلاف الرائین)

اور اس مقام میں غایت سے مراد مسافت ہے اور نہایت جو کہ غایت کے حقیقی معنی ہیں یعنی غایت ہر چیز کے آخر نقطہ کو کہتے ہیں خواہ وہ چیز زمان ہو یا مکان ہو یا مسافت ہو پس غایت کے معنی مجازی مسافت ہیں پس وہ اس گروہ سے ہے کہ جزر (غایت) بول کر کل (مسافت) مراد لے لیا کیوں کہ نہایت اخیر نقطہ ہے اور نقطۂ اخیرہ مسافت کا جز ہے اور یہ مسافت اس نقطہ کو شامل ہے۔ پس غایت کو ذکر کرنا اور مسافت مراد لینا مجاز کے گروہ سے ہے اور علاقہ کلیت و جزئیت ہے اور مسافت سے مراد امر ممتد ہے پس یہ ذکر الخاص و ارادۃ العام کے گروہ سے ہے، حضرت مولانا جامیؒ نے حقیقت و مجاز مرسل کے احتمال کو اختیار کیا اور مجاز مرسل وہ ہے کہ لفظ کے حقیقی معنی اس کے مجازی معنی کے درمیان وہ علاقہ جو مجاز کے ارادہ کو صحیح قرار دینے والا ہے تشبیہ کا علاقہ نہ ہو۔ مولانا جامیؒ کے اشتراک پر حقیقت و مجاز مرسل کو اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ غایت سے نہایت متبادر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مجاز اشتراک سے اولیٰ ہے چوں کہ اشتراک میں دوسری وضع کی طرف احتیاج واقع ہوتی ہے بخلاف مجاز کے کہ اس میں دوسری وضع کی طرف احتیاج واقع نہیں ہوتی۔ مولانا عصام الدینؒ نے فرمایا کہ غایت سے مراد یہاں پر نہایت ہے اور ابتدار کی غایت کی طرف اضافت ادنی ملابست کی وجہ سے ہے اور اضافت

وقیل کثیرا ما یطلقون الغایۃ ویریدون بہا الغرض والمقصود فالمراد بہا الفعل لانہ غرض لفاعل ومقصودہ وھذا الابتداء اما من المکان نحو سرت من البصرۃ او من الزمان نحو صمت من یوم الجمعۃ

اور کہا گیا ہے کہ بکثرت غایت بولتے اور غرض اور مقصود مراد لیتے ہیں پس ان سے مراد فعل ہے اس لئے کہ وہ فاعل کی غرض اور اس کا مقصود ہوتا ہے اور یہ ابتداء یا مکان سے ہوگی جیسے سرت من البصرۃ ۔ یا ابتداء زمان سے ہوگی جیسے صمت من یوم الجمعۃ ۔

کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ کلمہ من صرف ان چیزوں میں مستعمل ہوتا ہے جو چیزیں کہ نہایت رکھتی ہوں جیسا کہ امور ابدیہ میں لیکن یہ توجیہ بہت ضعیف ہے چوں کہ اس کا قول انتہاء الغایۃ میں جاری نہیں ہوتی ہے اور بعض نے کہا ابتداء سے ابتداء ذی الغایۃ مراد ہے اور بعض نے کہا کہ غایت کے دو فرد ہیں ایک ابتداء فرد ہے دوسرا فرد انتہاء ہے۔

قولہ قیل کثیرا ما یطلقون ۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ غایت بہت زیادہ بولتے ہیں اور اس سے غرض اور مقصود کا ارادہ کرتے ہیں اور علماء لفظ غایت کو بول کر اس کے اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں یعنی وہ فائدہ جو شیٔ پر مرتب ہو اور غایت بمعنی غرض ہی آتا ہے یعنی وہ شی جس کی وجہ سے فاعل فعل میں پیش قدمی کرتا ہے اور لفظ غایت کو مقصود کے معنی میں مطلقاً بولتے ہیں، مولانا عصام الدین نے اس معنی پر جو حضرت جامیؒ نے بیان کئے اعتراض کیا ہے کہ اس صورت میں من ابتدائیہ ان افعال اختیاریہ کے ساتھ خاص ہوگی جن کے واسطے غرض ہو اسی وجہ سے علا القدر من اول النہار بولنا درست نہیں ہوگا معلوم ہو کہ جامیؒ کے قول کا مطلب اس طور پر کہ یہ اعتراض واقع نہ ہو یہ ہے کہ علماء کی اصطلاح میں لفظ غایت اس چیز پر بولا جاتا ہے جو شیٔ پر مترتب ہوتی ہے ۔ زیادہ تر اس کو علماء بمعنی غرض استعمال کرتے ہیں اور غرض وہ شیٔ ہے جس کی وجہ سے فاعل فعل پر پیش قدمی کرتا ہے اور اس کو بمعنی مقصود استعمال کرتے ہیں خواہ وہ فاعل کا فعل پر پیش قدمی کرنے کا سبب ہو یا سبب نہ ہو پس ان کے قول من للابتدائیۃ سے جو ان کے قول میں واقع ہے غایت سے مراد فعل ہے اس بنا پر کہ فعل کبھی غرض اور مقصود ہوتا ہے خاص فاعل کے واسطے چنانچہ جس وقت کہ فاعل مختار ہو اور غایت سے یہاں پر غرض مراد نہیں کہ جس سے من ابتدائیہ کا افعال اختیاریہ کیساتھ اختصاص لازم آوے اور علا القدر من اول النہار الی آخرہ مثال درست نہ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

قولہ ھذا الابتداء اما من المکان الخ اور کلمہ من کبھی مکان سے فعل کی ابتداء کے واسطے ہوتا ہے جس وقت کہ من کا مجرور مکان ہوتا ہے جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ ۔ اور کبھی زمان سے فعل کی ابتدا کے واسطے ہوتا ہے اگر من کا مجرور زمان ہو جیسے صمت من یوم الجمعۃ الی الاثنین معلوم ہو کہ یہ ابتداء جو مکان سے ہو اس میں تعمیم ہے ۔ خواہ حقیقی ہو یا تنزیلی اور ان کے قول لابتداء المسافۃ اس کے معنی ہیں فعل کی ابتداء مسافت سے پس ضروری ہے کہ وہ فعل جو من ابتدائیہ سے متعدی ہوتا ہے وہ شیٔ ممتد ہو جیسے سیر اور مشی اور وہ شی جو من کے ساتھ مجرور ہو اس سے اس فعل کا ابتداء ہو جیسے سرت من البصرۃ یا شیٔ ممتد کی اصل ہو جیسے تبرأت من فلان الی فلان اور خرجت من الدار ۔

قولہ او من الزمان ۔ شارحؒ نے کوفیوں کے مذہب کو اختیار کیا کہ من ابتدائیہ من الزمان میں حقیقۃً مستعمل ہوتا ہے کیونکہ یہی ظاہر ہے کثیر الاستعمال ہے جیسا کہ رضی میں ہے اور ابن مالک نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور بصریوں کے نزدیک یہ ہے کہ من ابتدائیہ ابتداء غیر زمان کے واسطے ہے خواہ مجرور مکان ہو جیسے مثال

Marfat.com

وعلامۃ من الابتدائیۃ صحۃ ایراد الی اوما یفید فائدتہا فی مقابلتہا نحو سرت من البصرۃ الی الکوفۃ ونحو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم لان معنی اعوذ بہ التجئ الیہ والتبیین بالجر عطف علی الابتداء ای وتجئ من للتبیین ایضاً ای لاظہار المقصد من امر مبہم

اور من کے ابتدائیہ ہونے کی علامت الیٰ کے ذکر کرنے کا صحیح ہونا ہے۔ یا اس کا جو اس کے مقابل اس کا فائدہ دے جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اور جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اس لئے کہ اس جگہ اعوذ بہ کے معنی التجئ الیہ (میں اس کی طرف پناہ لیتا ہوں) کے ہیں۔ اور تبیین بالجر ابتداء پر عطف ہے یعنی من تبیین کے لئے بھی آتا ہے یعنی کسی امر مبہم کے مقصد کو ظاہر کرنے کے لئے۔

مذکور یا غیر مکان ہو جیسے ہذا الکتاب من زید الی عمر اور لباب میں یہ ہے کہ من ابتدائیہ فقط مکان میں غایت کی ابتداء کے واسطے آتا ہے اور غیر مکان میں اس کا استعمال خواہ وہ زمان ہو یا غیر زمان استعارہ کے طریق پر ہے۔

قولہ علامۃ من الابتدائیۃ الخ اور من ابتدائیہ کی علامت یہ ہے کہ کلمہ الیٰ کا اور ہر اس چیز کا اس کے مقابل لانا درست ہو کہ وہ الیٰ کا معنی دیتا ہو اول کی مثال سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اور جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ پس اس میں بار جارہ الیٰ کے معنی میں ہے کیوں کہ اعوذ باللہ کے معنی التجئ الیہ اس کی طرف التجاء کرتا ہوں پناہ پکڑتے ہوئے۔

قولہ بالجر۔ یعنی التبیین الابتدائیہ پر معطوف ہے جو مجرور لام ہے یعنی من تبیین کے لیے بھی آتا ہے اور بعض نسخوں میں للتبیین ہے جار کو لوٹانے کے ساتھ اور یہ غلط ہے کیونکہ یہاں پر جار کے لوٹانے اور والتبعیض میں لام جار کو چھوڑنے کے کچھ معنی نہیں۔

یعنی جس طرح کلمہ من ابتداء کے لئے موضوع ہے یعنی ابتداء کے واسطے آتا ہے اسی طرح کلمہ من موضوع ہے تبیین کے واسطے جمہور کے نزدیک اور زمخشری کے نزدیک من ابتداء کے واسطے موضوع ہے اور تبیین ابتداء کی طرف راجع ہے۔ شارحؒ نے فرمایا ای تجئ من للتبیین ایضاً اس نظیر سے اس وہم کو دور کرنا ہے کہ دونوں معنی ایک جار کے تحت میں داخل ہیں یہ داخل ہونا وہم ڈالتا ہے کہ مجموع من کے معنی ہیں پس شارحؒ نے یہ تفسیر کر کے اس وہم کو زائل کر دیا کہ من کا تبیین کے لئے آنا محقق ہے خواہ اس کے لئے موضوع ہو جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے خواہ معنی ابتداء کی طرف راجع ہو جیسا کہ زمخشری کا مذہب ہے پس من کا تبیین کے واسطے آنا اس طور پر ہے کہ امر مبہم سے مقصود کو ظاہر کرتا ہے پس اظہار مقصود من امر مبہم من کے اس معنی کی علامت معنوی ہے اور وہ یہ ہے کہ من کے پہلے یا من کے بعد ایسا امر مبہم ہوگا کہ من کا مجرور اس کے واسطے تفسیر بن سکے گا۔

قولہ علامۃ صحۃ وضع الموصول الخ یہ لفظی علامت ہے من کے تبیین کے واسطے ہونے کی۔ لفظی علامت یہ ہے کہ اسم موصول من کی جگہ پر رکھنا درست ہو جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان من سے پہلے الرجس مبہم ہے کہ اس سے کیا مراد ہے من کے مدخول نے اس کی تفسیر کر دی کہ رجس سے مراد اوثان ہیں۔ اور لفظی علامت کہ من کی جگہ میں اسم موصول الذی کا رکھنا درست ہوتا ہے یعنی الرجس الذی ہو الاوثان۔ الرجس شئی قذر یعنی پلیدی کو کہتے ہیں۔ اس میں بتوں کی طرف رغبت کرنے سے نہی میں بہت مبالغہ ہے یعنی کسی طرح بھی رغبت کرنے کے لائق نہیں تو عبادت کرنا کب لائق ہو سکتا ہے پس اگر فاجتنبوا الرجس الذی ہو الاوثان کہا جائے تو معنی مستقیم اور درست رہتے ہیں۔ سوال۔ قولہ وقد کان من مظ میں من تبیین کے واسطے ہے یعنی قد کان

Marfat.com

وعلامته صحة وضع الموصول فی موضعه نحو فاجتنبوا الرجس من الاوثان فانك لو قلت فاجتنبوا الرجس الذی هو الوثن لاستقام المعنی والتبعیض ای وقد تجیٔ من للتبعیض و علامته صحة وضع بعض مکانه نحو اخذت من الدراهم ای بعض الدراهم۔

اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ موصول کا ذکر کرنا درست ہو جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان اس لئے کہ اگر تو نے فاجتنبوا الرجس الذی ہو الوثن کہا تو بھی معنی درست رہیں گے۔ اور تبعیض یعنی من کبھی تبعیض کے لئے بھی آتا ہے اور اس کی علامت لفظ بعض کو اس کی جگہ ذکر کر دینا صحیح ہو۔ جیسے اخذت من الدراہم یعنی بعض الدراہم۔

شئ من مطر اور اس کی لفظی علامت بیان موجود نہیں ہے کیوں کہ موصول کا اس کی جگہ میں رکھنا درست نہیں ہوتا کیوں کہ اس وقت معرفہ کے ساتھ نکرہ کا موصوف کرنا لازم آوے گا۔ جواب موصول کو من کی جگہ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ اسم موصول کو من بیانیہ کی جگہ میں رکھنا موصول کے مقتضیات کے لانے کے ساتھ ہو اور اس کی یہ بھی علامت ہے کہ من کے مجرور کا محل مبہم پر درست ہو اور من للتبیین کے خواص سے یہ بھی ہے کہ اس کا عامل وجوباً محذوف ہوتا ہے جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان یعنی الکائن منہ اور اس کی یہ بھی علامت ہے کہ ھو کو جب اس کی جگہ میں لادیں تو صحیح معنی حاصل ہوں اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسم مبہم مقدم ہوئے خواہ اسم ظاہر ہو یا اسم مضمر جیسے ان کا قول عز من قائل یعنی عز ہو۔ اور جب اس من کے بعد اسم مبہم مذکور ہو تو ایک اور مبہم مقدر مانتے ہیں اور اس.. مذکور کو اس کا عطف بیان بنادیتے چوں کہ بیان مبہم پر مقدم نہیں ہوتا ہے۔ اور مقصود ابہام کے بعد حصول بیان مقصود ہے جیسے یعجبنی من زید کرمہ اس کے معنی ہے یعجبنی شئ من خصال زید کرمہ۔

قولہ قد تجیٔ من للتبعیض۔ شارح اس سے اشارہ کرتے ہیں کہ من کا تبعیض کے لئے آنا سابق دونوں معنوں کے اعتبار سے قلیل ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے اس معنی کے لئے موضوع ہی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے معنی ابتدار

کی طرف یہ معنی بھی راجع ہوں جیسا کہ اس کی طرف مبرد اور عبد القاہر اور زمخشری گئے ہیں کیونکہ الدراہم مثال مذکور میں لینے کا مبدأ ہے یعنی اخذ دراہم سے بعض کے ساتھ متعلق ہے اور کل دراہم کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔

قولہ علامتہ الخ یعنی من تبعیضیہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ میں لفظ بعض کا رکھنا درست ہو۔ یعنی من تبعیض کے واسطے اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کے مجرور سے بعض مراد ہو جیسے اخذت من الدراہم یعنی اخذت درہماً من الدراہم اور جیسے زید من الناس اور اگر اس مجرور کے پہلے بعض ہو تو اس وقت من تبیین کے لئے ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان اور یہ من تبعیضیہ کی علامت معنوی ہے اور شارح نے جو علامت

ذکر کی وہ علامت لفظی ہے اور صاحب المباحث نے کہا اگر دونوں کی علامتیں موجود ہونے کی وجہ سے امر مشتبہ ہو جاوے تو دونوں امر جائز ہیں کیوں کہ جب جنس دراہم کا تو ارادہ کرے تو اس وقت وہ مبینہ ہے اور اگر دراہم معینہ کا ارادہ کیا جاوے تو جمیں درہم سے زیادہ مراد ہوتے ہیں پس وہ مبعضہ ہے اور اگر اس سے پہلے نکرہ ہو جیسے اخذت شیئاً من الدراہم تو محذوف کے ساتھ متعلق ہونا جائز ہے پس اس وقت یہ نکرہ کی صفت ہوگی اور فعل مذکور کے ساتھ متعلق ہونا بھی جائز ہے پس اس وقت یہ من تبیین کے لئے ہوگا۔

قولہ وزائدۃ الخ۔ اور من زائدہ وہ من ہے کہ اگر اس کو عبارت سے ساقط کر دیا جائے تو اس کے معنی درست رہیں

وزائدۃ عطف علی قولہ للابتداء فانہ مرفوع بالخبریۃ وزیادتھا لا تکون الا فی غیر الکلام الموجب نحو ماجاء نی من احدٍ وھل جاءك من احدٍ خلافا للکوفیین والاخفش فانھم یجوزون زیادتھا فی الموجب ایضاً مستدلین بقولھم قد کان من مطر فاجاب عن استدلالھم بقولہ وقد کان من مطر وشبھہ مما یتوھم منہ زیادۃ من فی الکلام الموجب مأوّل بکونھا للتبعیض او للتبیین ای قد کان بعض مطر او شیٔ من مطر او ھو واردٌ علی الحکایۃ کان قائلاً قال ھل کان

اور زائدہ اس کا عطف اس کے قول للابتداء پر ہے اس لئے کہ یہ خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور اس کا زائد ہونا نہیں ہوتا مگر غیر میں کلام موجب کے غیر میں جیسے ماجاء نی من احد اور ھل جاءک احدٌ اس میں کوفیوں اور اخفش کا اختلاف ہے کیونکہ وہ اس کے زائد ہونے کو کلام موجب میں بھی جائز کہتے ہیں اور اپنے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ قد کان من مطر. تو مصنفؒ نے ان کے اس قول کا جواب اپنے اس قول سے دیا ہے کہ وقد کان من مطر اور اس کے مشابہ دوسری مثالیں کہ جن سے کلام موجب میں من کے زائد ہونے کا گمان کیا جاتا ہے تاویل شدہ میں (ان کی تاویل کرلی گئی ہے) کہ وہ تبعیض کے لئے ہیں. یا تبیین کے لئے. یعنی قد کان بعض مطر یا شیٔ من مطر. یا پھر اس جگہ من بطور حکایت وارد ہوا ہے گویا کسی کہنے والے نے کہا ہل کان من مطر

اور فالبًا اس کا فائدہ تاکید ہے جیسا کہ وہ حروف زائدہ کی شان ہے، شارحؒ نے کہا کہ زائدہ کا عطف قولہ للابتداء پر ہے اس وجہ سے زائدہ مرفوع ہے. خبریت کی بناء پر. سوال: مصنفؒ والزیادۃ کیوں نہ کہا تاکہ تمام معانی علی السویہ ہوجائے. جواب: یہ من زائدہ ہوتی ہے اور زیادتی کے واسطے نہیں ہوتی بلکہ من زائدہ معنی نفی کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے.

قولہ وزیادتھا لا تکون الخ یعنی من کی زیادتی صرف کلام غیر موجب میں ہوتی ہے. غیر الموجب میں تقیید کو تخصیص پر محمول کیا تاکہ قولہ خلافاً للکوفیین والاخفش صحیح ہو کر مفید ہو کیوں کہ ان کا خلاف صرف جزء سلبی میں ہے نہ جزء ثبوتی میں جو مرجحاً مذکور ہے اور الموجب کیوں کہ مشتق کے واسطے موصوف کی تقدیر ضروری ہے اور غیر کا موصوف ذکر نہیں کیا کیوں کہ ذہن اس کے موصوف کی طرف جاتا ہے پس معنی ہے فی کلامٍ غیر الکلام الموجب.

قولہ ماجاء نی من احد الخ ان مثالوں میں من کے زیادہ ہونے کی دلیل ہے کہ من اس شیٔ پر داخل ہورہی ہے کہ فعل اس کی طرف من کے واسطے سے نہیں پہونچتا ہے یعنی من فاعل پر داخل ہورہی. شارح نے ان کی مثال بیان کی اس کی اصالت کی وجہ سے اور نہی اور استفہام نفی کے مشابہ ہے اس وجہ سے ان کی مثالیں بیان نہیں کیں. البتہ ہل کی مثال ہل جاءک من احد بیان کی. یہ حکم ہل کے ساتھ مختص ہے اور حرف استفہام ہے

قولہ مستدلین یعنی کوفی اور اخفش یہ حضرات فی کی زیادتی کو موجب میں بھی جائز رکھتے ہیں اور عرب کے قول جس کی حکایت بغدادیوں نے کی سے استدلال کرتے ہیں یعنی وقد کان من مطر ایسے ہی جو اس کے مشابہ ہوں جیسے نغفر لکم من ذنوبکم اور ان کے قول قد کان من مطر کے معنی ہے حدث شیٔ من مطر یا من مطر شیٔ ہم نے مبہم کو آخر میں مقدر کیا کیوں کہ اشہر یہ ہے کہ من بیانیہ حال ہوتا ہے اور المطر الماء المنصب من السماء (بارش).

Marfat.com

من مطر فاجاب بانه قد کان من مطر والی لانتهاء اے لانتهاء الغایة فهی بهذا المعنی مقابلة لمن سواءکان فی المکان نحو خرجت الی السوق اوالزمان نحو اتموا الصّیام الی اللّیل

تو جواب دیا کہ قد کان مطر اور الیٰ انتہار کے لیے آتا ہے یعنی غایت کی انتہار کے لیے پس یہ ان معنی کے لحاظ سے من کے مقابل ہے برابر ہے کہ مکان میں ہو جیسے خرجت الی السوق اور یا زمان کے جیسے اتموا الصیام الی اللیل ۔

قولہ فاجاب یعنی مصنف نے ان کے قول قد کان من مطر وشبہہ الخ سے جواب دیا ۔ یعنی قد کان من مطر اور جواس کہ مشابہ ہے کہ اس میں من کی زیادتی کلام موجب میں متوہم ہے وہ سب متاول ہیں یعنی وہ من زیادہ نہیں ہے بلکہ تبعیض کے لیئے ہے یا تبیین کے واسطے ہے قولہ قد کان بعض مطر ہے یا شئی من مطر ہے یہ لف کی ترتیب پر نشر ہے رضی نے اس تقدیر پر اعتراض کیا کہ موصوف کا حذف اور جملہ کا اس کی جگہ قائم کرنا اس کے ساتھ مشروط ہے جبکہ اس جملہ کا بعض ان میں سے ہو جس کے قبل مجرور بمن یا بفی ذکر کیا گیا ہو ۔ جیسے ما منا الا لہ مقام معلوم یعنی الا ملک اور اس کے ماسوا میں اس کا حذف کرنا قلیل ہے خاص کر جبکہ محذوف فاعل ہو ہمیں یاکہ ہم اس میں ہیں کیوں کہ جار مجرور مبنی للفاعل کے لیئے فاعل ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ جار زیادہ ہو جیسے کفی باللہ شہیداً ۔ یا یہ حکایت کے طریق پر ہے یعنی غیر موجب کلام میں من زیادہ تھا اور یہ کلام موجب اس کا جواب ہے اس وجہ سے اس میں بھی من کو زیادہ کر دیا پس مصنف کے قول الانی غیر الموجب کا مطلب یہ ہوا کہ ابتدائً کلام موجب میں زیادہ نہیں ہوتا البتہ جب نفی منہ کی حکایت کی جاتی ہے اسوقت من زیادہ کر دیا جاتا ہے بطریق حکایت ہل کان من مطر کا جواب بطریق حکایت کے قد کان من مطر ہے ۔

قولہ الی للانتہاء ۔ یعنی الیٰ انتہار کے جزئیات کے لیئے موضوع ہے اس کی تقدیر لجزئیات الانتہار پس یہ بتقدیر مضاف ہے کیونکہ ابتداء انتہار کے مانند ہے معنی اسمی اس لیئے کہ اس سے خاص انتہار مراد ہے جوں کہ وہ مشہور اور معلوم ہے ۔

قولہ لانتہاء الغایۃ یعنی الانتہار میں الف لام مضاف الیہ کے بدلے میں ہے یا الف لام عہد خارجی ہے یعنی انتہار غایت کے واسطے ہے اور یہاں پر بھی غایت مسافت کے معنی میں ہے اور نہ بمعنی نہایت اس لیئے کہ نہایت کے واسطے نہایت نہیں ہوتی ہے کیوں کہ نہایت نقطۂ آخیرہ ہے اور شارح نے یہاں غایت کے معنی صرف مسافت کے ذکر کیئے اور غرض کے معنی ذکر نہیں کیئے ماسبق پر کفایت کر کے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں پر غایت کے معنی امر ممتد کے ہوں خواہ بنفسہ ممتد ہو یا امر ممتد کے واسطے منشا ہو جیسے خرجت الی السوق چنانچہ خروج اگر چہ ممتد نہیں لیکن یہ خروج امر ممتد کی سبب ہے جیسے سیر اور جلوس پس یہ الیٰ اس معنی کے اعتبار سے یعنی انتہار المعنی معنے کے اعتبار سے من کے مقابل ہے اس میں اس کو من کے بعد ذکر کرنے کی طرف بھی اشارہ ہوگیا خواہ یہ انتہار الغایۃ مکان میں ہو جیسے خرجت الی السوق ۔ یا زمان میں ہو جیسے اتموا الصیام الی اللیل یعنی شرعاً اول یوم سے اول اللیل تک پس غایت اول صور میں داخل ہے اور ثانیہ میں داخل نہیں ہے ۔

قولہ اوغیرہما ۔ مکان اور زمان دونوں کے غیر میں ہو جیسے قلبی الیک کیوں کہ مخاطب ۔ یعنی متکلم کا دل جو کہ قلبی سے مفہوم ہے اور ضمیر اللہ مخاطب اسم مفعول کی طرف راجع ہے جو قولہ الیک سے مفہوم ہوتا ہے پس ضمیر غائب کا مرجع جو الیہ میں معنی مذکور ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ حکماً

Marfat.com

اوغیرہما نحو قلبی الیک فان قلب المخاطب منتہٍ الیہ باعتبار الشوق والمیل وبمعنی مع قلیلاً کقولہ تعالیٰ ولا تاکلوا سواء لہم الی اموالکم ای مع اموالکم وحتی کذلک ای مثل الیٰ فی کونہا لانتہاء الغایۃ وبمعنی مع کثیرا ولم یکتف فی کونہا بمعنی مع بتشبیہہا بالیٰ کما اکتفی فی کونہا لانتہاء الغایۃ بہ للتفاوت الواقع بینہما بالقلۃ والکثرۃ وتختص ای حتی بالظاہر ای بالاسم الظاہر فلا یقال حتاہ کما یقال الیہ لانہا لو دخلت علی المضمر

یا ان دونوں کے علاوہ کے معنی ہیں جیسے قلبی الیک کیونکہ مخاطب کا قلب اس تک منتہی ہے شوق اور میلان کے اعتبار سے۔ اور قلت کے ساتھ مع کے معنی میں (بھی آتا ہے) جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولا تاکلوا اموالہم الی اموالکم یعنی مع اموالکم اور حتی بھی اسی طرح ہے یعنی الیٰ کی طرح غایت (مسافت) کی انتہاء کے لئے ہونے میں اور کثرت سے مع کے معنی میں اور مع کے معنی میں ہونے میں الیٰ کے ساتھ صرف تشبیہ دینے پر اکتفا نہیں کیا جس طرح الیٰ کے انتہاء غایت کے بیان کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ اس فرق کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان قلت وکثرت کا پایا جاتا ہے۔ اور خاص ہے یعنی حتی ظاہر کے ساتھ یعنی اسم ظاہر کے ساتھ۔ لہذا حتاہ نہ کہا جائے گا جس طرح الیہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ اگر وہ ضمیر پر داخل ہوگیا

مذکور ہے۔

قولہ باعتبار الشوق الخ یعنی رغبت اور شوق کے اعتبار سے یعنی انتہاء کی اسناد قلب کی طرف خود اپنے اعتبار سے نہیں ہے کیوں کہ ذات قلب اس کی طرف منتہی نہیں بلکہ دل کی رغبت اس کی طرف منتہی ہے اور اس سے دوسرے کی طرف متجاوز نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میل یہاں پر مقدر ہو جو مضاف ہو یعنی میل قلب منتہٍ الیک۔

قولہ بمعنی مع قلیلاً۔ یعنی الیٰ مع کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن اس معنی میں کم استعمال ہوتا ہے جیسے ولا تاکلوا اموالہم الی اموالکم پس الیٰ بمعنی مع ہونے کی یہ علامت ہے جب الیٰ کو ہٹا کر اس کی جگہ مع کو رکھ دیں تو معنی میں بالکل خلل واقع نہ ہو اور نہ معنی میں کچھ تغیر پیدا ہو اور قلیلاً بمعنی زماناً قلیلاً یا مجیئاً قلیلاً ہے اور اسی طرح بمعنی مع کثیراً ہے یعنی قلیلاً مفعول فیہ ہے، ظرف زمان ہے یا مفعول مطلق ہے یعنی اولیاء یتیموں کے اپنے مالوں کی طرف ملا کر نہ کھائیں اولاً نہی متعلق ہے تنہا ان کے مالوں کے کھانے کے ساتھ اور ثانیاً ان کے اموال کے اکل کے ساتھ متعلق ہے خلط کے ساتھ مگر یہ کہ اس کے ساتھ اصلاح کا ارادہ کیا جاوے۔

قولہ حتی کذلک، یعنی حتی الیٰ کے مانند ہے یعنی جس طرح الیٰ انتہاء غایت کے واسطے آتا ہے اسی طرح حتی بھی انتہاء غایت کے واسطے آتا ہے۔ حتی اور الیٰ کے درمیان کئی وجہ سے فرق ہے ایک فرق یہ ہے کہ حتی کا مجرور اجزاء والا ہوتا ہے، خواہ لفظاً اجزاء ہوں یا تقدیراً اجزاء ہوں بخلاف الیٰ کے کہ اس کے مدخول کے واسطے یہ لازم نہیں ہے اور حتی میں اظہر یہ ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل کے حکم میں ہو یا داخل ہو جاوے بخلاف الیٰ کے اس میں اظہر یہ ہے کہ داخل نہ ہو البتہ اگر قرینہ ہو۔ قولہ ولم یکتف فی کونہا الخ یعنی حتی مع کے معنی میں آتا ہے اور حتی کا مع کے معنی میں مستعمل ہونا کثیر ہے اور اس کے مع کے معنی میں ہونے پر کفایت نہ کی اس سے شارحؒ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ قولہ وبمعنی مع کثیراً مستدرک ہے اس لئے کہ یہ قولہ کذلک سے مفہوم ہوتا ہے۔ جواب مصنفؒ نے قولہ وحتی کذلک پر کفایت نہیں کی چوں کہ الیٰ کے مع کے معنی میں ہونے اور حتی کے مع کے معنی میں ہونے میں قلت اور کثرت کے اعتبار سے فرق ہے پس اگر بمعنی کثیراً نہ کہتا تو یہ وہم ہوتا کہ حتی بمعنی مع بھی قلیل الاستعمال ہے

Marfat.com

لا لتبس الضمیر المجرور بالمنصوب لجواز وقوعهما بعدها خلافاً للمبرّد فانه جوّز دخولها علی المضمر مستدلاً بما وقع فی بعض اشعار العرب علی سبیل الندرۃ والجمہور یحکمون بشذوذہ فلا یجوزونه قیاساً

تو البتہ ضمیر مجرور ضمیر منصوب کے ساتھ ملتبس ہوجائے گی کیوں کہ دونوں کا اس کے بعد واقع ہونا جائز ہے اس میں مبرّد کا اختلاف ہے اس لئے کہ اس (مبرّد) نے اس کے دخول کو ضمیر پر جائز کہا ہے استدلال کرتے ہوئے اس استعمال پر عرب کے بعض اشعار میں علی سبیل الندرۃ مذکور ہے اور جمہور (نحوی) اس کو شاذ پر محمول کرتے ہیں۔ لہذا وہ بطور قیاس اس کو جائز نہیں کہتے۔

جیسے الی بمعنی مع قلیل الاستعمال ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حتی بمعنی مع کثیر ہے اور الی بمعنی مع قلیل ہے اس لئے تصریح ضروری ہے
قولہ ای حتی۔ یعنی حتی اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے یعنی حتی جارہ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے بخلاف حتی عاطفہ کے اس کا داخل ہوتا اسم مضمر پر درست ہے جیسے جاءنی القوم حتی انت اور رأیت القوم حتی ایاک اور مررت بالقوم حتی بک پس جس طرح الیہ اور معہ بولنا درست ہے حتاہ بولنا درست نہیں۔ اور یہ اس کا اختصاص اسم ظاہر کے ساتھ نہیں ہے اور حتی کا اختصاص اسم ظاہر کے ساتھ صرف انتہاء الغایۃ کے واسطے ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مع کے معنی میں ہونے کے اعتبار سے بھی۔
قولہ لا لتبس الضمیر المجرور۔ اور حتی جارہ کا اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہونا اس وجہ سے ہے کہ اگر حتی جارہ کا اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہونا جائز ہو تو ضمیر مجرور کا ضمیر منصوب کے ساتھ التباس لازم آویگا۔ کیوں کہ حتی عاطفہ اسم ظاہر اور.... ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے اور یہ امر مخالف معنی کو واجب کرتا ہے۔ کیوں کہ ضمیر منصوب کا دخول ماقبل میں واجب ہے چوں کہ حتی عاطفہ کے بعد ہے بخلاف مجرور کے اور یہ التباس اس صورت میں ہے جبکہ دو اجزاء لفظاً مقدم ہوئے جیسے فلا واللہ لا یبقی اناس فتی حتاک یا ابن ابی زیاد چوں کہ ضمیر منصوب اور مجرور دونوں اسکے بعد آئی ہے۔

قولہ مستدلاً۔ مبردؒ کہتے ہیں کہ حتی جارہ کا داخل ہونا مضمر پر درست ہے اور استدلال میں اس کو پیش کرتے ہیں جو عرب کے بعض اشعار میں علی سبیل الندرۃ واقع ہے شارحؒ نے اس استدلال کے ضعیف ہونے کی طرف کئی وجہ سے اشارہ کیا اول شعر کو شعر پر قیاس کرنا ضعیف ہے کیوں کہ شعر میں وہ امر جائز ہوتا ہے جو غیر شعر میں جائز نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب یہ قلیل ہے پس عدم کے حکم میں ہے۔ تیسرا جواب اس شعر کا کہنے والا معلوم نہیں کہ کون ہے لفظ بعض اسکی خبر دیتا ہے ایسے ہی لفظ شعراء کا ذکر نہ کرنا اور اگر بعض اس پر محمول کیا جاوے تو ان کے درمیان متعارف ہے۔
قولہ علی سبیل الندرۃ۔ اور بعض کا لفظ ذکر کرنا قلت میں مبالغہ اور تاکید کے واسطے ہوگا اور بعض کو کل کے مقابلہ پر محمول کیا جاوے پس وہ بعض تخصیص کے لئے ہوگا۔ سوال قولہ علی اسبیل الندرۃ بعض کے ذکر سے مستغنی کرتا ہے پھر بعض کو کیوں ذکر کیا۔ جواب ثانی کا غناء اول سے جائز ہے واجب نہیں اس کے بعد معلوم ہو کہ بما وقع میں ما سے مراد ایسا حتی ہے جو بعض اشعار عرب میں ضمیر پر داخل ہوا ہے پس ما وقع عبارۃ سے دوسرے استدلال کے ضعف کی طرف اشارہ ہے یعنی حتی کا بعض اشعار عرب میں ہونا ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حتی جارہ ضمیر پر داخل ہوا ہے جیسے حتاہ اور حتاک جو کہ اشعار عرب میں واقع ہے کیوں کہ استدلال اسی وقت تام ہوگا اگر یہ ثابت ہوجائے کہ جو حتی بعض اشعار عرب میں واقع ہے وہ جارہ ہے حالانکہ یہ محل توقف میں ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ حتی عاطفہ ہو یا حتی استینافیہ ہو۔
قولہ والجمہور یحکمون۔ یعنی جمہور نحاۃ اس کے شاذ ہونے کا حکم کرتے ہیں یعنی یہ استعمال فصیح استعمال کے برخلاف ضرورۃ ہے پس یہ جواب اس جواب کے علاوہ ہے جو قولہ علی اسبیل الندرۃ سے مستفاد ہوتا ہے۔ قولہ قیاساً یعنی حتی جارہ کے قیاساً ضمیر پر داخل ہونے کو جائز نہیں

Marfat.com

وفی للظرفیۃ ای لظرفیۃ مدخولها لشئ حقیقۃ نحو الماء فی الکوز او مجازا نحو النجاۃ فی الصدق وبمعنی علی قلیلا کقولہ تعالی وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ ای علی جذوع النخل والباء للالصاق ای لافادۃ لصوق امر الی

اور فی ظرفیت کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کو ظرف بنانے کے لئے کسی چیز کا حقیقۃً جیسے الماء فی الکوز میں یا مجازاً جیسے النجاۃ فی الصدق میں اور علی کے معنی میں کمی کے ساتھ آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولاصلبنکم فی جذوع النخل اور باء الصاق کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کو ملانے کا فائدہ دینے کے لئے بار کے

رکھتے ہیں پس مصنف کے قول قیاساً یعنی حتی جارہ کے اس کے معنی میں تخصص بالظاہر قیاساً عند الجمہور۔

قولہ ای لظرفیۃ مدخولها۔ شارح اس میں اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ للظرفیۃ میں لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے یا عہد خارجی کا ہے اس سے ظرفیۃ مدخولها مراد ہے یعنی فی کا مدخول ایک شئ کا ظرف ہوتا ہے اور اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔ فی کے مدخول کا اپنے ماقبل کے لئے ظرف ہونا ضروری نہیں کیوں کہ کبھی ماقبل کے لئے ظرف ہوتا ہے اور کبھی نہیں جیسے فی الدار زید کہ زید خود بعد میں اس کی واسطے ظرف ہے پھر ظرفیۃ میں خواہ فی الحقیقۃ ہو جیسے الماء فی الکوز یا مجازاً ظرف ہو جیسے النجاۃ فی الصدق یعنی سچائی اور صدق نجاۃ رہائی چھٹکارہ کی اس طرح احاطہ کر لیا اور اس کو اس طرح گھیر لیا جیسے ظرف مظروف کا احاطہ کر لیتا ہے ایسے ہی الہلاک فی الکذب میں غرض

یہ کہ نجاۃ اور ہلاک صدق اور کذب سے تجاوز نہیں کرتی ہے جیسے پانی پیالہ سے تجاوز نہیں کرتا۔

قولہ کقولہ تعالیٰ ولاصلبنکم الآیۃ۔ یعنی فی علیٰ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن علیٰ کے معنی میں اس کا استعمال کم ہے جیسے آیت میں ہے فی جذوع النخل علی جذوع النخل کے معنی میں یعنی فرعون نے جادوگروں کو کہا میں تم کو کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکا کر سولی دیدوں گا یہاں تک کہ تم بھوک اور پیاس سے مرجاؤ اور بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تنوں پر چھوڑ رکھوں گا یہاں تک کہ وہ تنے کہ کے اول حصہ میں گھس جائیں۔ رضیؒ کہتے ہیں اس آیت میں فی ظرفیۃ کے لئے ہے کیوں کہ جذوع النخل کا ظرف صلب کے لئے ہونا ممکن ہے اور صاحب المباحث نے کہا کہ رستم آبادی نے کہا کہ اس آیت میں بھی ظرفیت کے لئے ہے کیوں کہ مصلوب جذوع متمکن ہوں جیسے مظروف ظرف میں متمکن ہوتا ہے لیکن

اس کا یہ قول درست نہیں اس لئے کہ ظرفیت بشئ میں متمکن کافی نہیں ہے بلکہ رختوار رشامل ہونا ضروری ہے) حقیقۃً یا مجازاً استعلاء کا موجود ہونا شمول اور رختوار کے ماننے سے مانع ہے۔

قولہ لافادۃ لصوق الخ یعنی باء الصاق کے واسطے ہے یعنی بار کے مجرور کی طرف ایک امر کے ملانے کا فائدہ دینے کے واسطے آتی ہے۔ شارح کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لام اس میں غرض کے واسطے ہے اور وضع مقدر کے صلہ میں نہیں اور ایک امر کی مجرور بار کے ساتھ ملنے میں تعمیم ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے بہ داء اس کے ساتھ بیماری ہے خواہ یہ لصوق اور ملنا مجازاً ہو جیسے مررت بزید اس مثال میں بار جارہ متکلم کے گذرنے کے ملنے کا فائدہ دے رہا ہے لیکن یہ لصوق حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے اس لئے کہ مرور فی الحقیقۃ اس مثال سے ملصق ہے کہ زید اس مثال کے قریب ہے پس اس قریب ہونے کی جہت سے زید کے ساتھ مرور کے لصوق کا حکم کرتے ہیں یعنی مکان یقرب منہ چوں کہ قرب کا صلہ صرف من ہوتا ہے اس وجہ سے منہ کہا نہ بہ لیکن وہ بار کے معنی میں اس کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مثال مذکور میں الصاق مجازی ہے حقیقی نہیں ہے کیونکہ اس کا مرور شئ ملصق بزید نہیں ہے بلکہ مررت بزید اس وقت بول سکتے ہیں جبکہ تیرے اور زید کے درمیان وسیع موضع ہو اس لئے معنی ہے التصق مروری

Marfat.com

مجرور الباء هذه كما ترى فى مررت بزيد فان الباء فيه تفيد لصوق مرورك بزيد اى بمكان يقرب منه

مجرور کی طرف یہ ایسا ہے جیساکہ تو مررتُ بزیدٍ میں دیکھتا ہے اس لئے کہ اس مثال میں باء تیرے مرور کے لصوق کا فائدہ دیتی ہے زید کے ساتھ یعنی اس مقام کے ساتھ جو اس سے قریب ہے۔

بموضع یقرب بزید منہ اور اس کی علامت یہ کہ قرب من الشئ اس کے حکم میں ہے اور اس کے ساتھ لصوق شئ ہے ساتھ لصوق کے حکم میں ہے معلوم ہو کہ الصاق مجازی میں پوشیدگی تھی اس وجہ سے الصاق مجازی کو ذکر کیا اور الصاق حقیقی کو ذکر نہیں کیا باوجودیکہ وہ اصل ہے جیسے بہ داء چونکہ اس میں کچھ خفاء نہ تھا پس الصاق کی ایک مثال پر اقتصار غیر مناسب ہے اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ معلوم ہو کہ باء جارہ مکسور بولی جاتی حالانکہ مفتوح ہونا واجب تھا کیونکہ ایک حرف ہے اور حروف جارہ سے ہے اور حرف مبنی اصل ہے اور بناء میں اصل سکون ہے کیونکہ مبنی ہونا تخفیف کی غرض سے ہے اور تخفیف علیٰ وجہ الکمال سکون میں ہے کیونکہ ب ایک حرف اور ابتداء کلام میں واقع ہوتی ہے اور اس میں سکون متعذر ہے چونکہ ابتداء بساکن لازم آوے گی اور یہ محال ہے اور جب سکون نہ ممکن ہوا تو واجب ہے کہ فتحہ دیں چونکہ فتحہ اخف الحرکات ہونے کی بناء پر اخت السکون ہے جیساکہ کاف تشبیہ میں فتحہ دیا جیسے زید کالاسد پس معلوم ہو کہ کسرہ اس وجہ سے دیا کہ باء حروف جارہ میں سے ہے اور اس کو حرفیت لازم ہے بخلاف کاف تشبیہ کے کہ وہ کبھی اسم بھی ہوتا ہے۔ سوال لزوم حرفیت اور عمل جر جو باء کے ساتھ لازم ہے اس کے مکسور ہونے میں کیا تاثیر ہے جواب حرف مبنی اصل ہے اور بناء میں اصل سکون ہے جب سکون نہ ممکن ہوا تو حرکت دینا ضروری ہوئی اور ساکن کو حرکت دینے کے اندر اصل کسرہ ہے اور چونکہ اس کا عمل جر ہے عامل کو معمول کی موافقت کے اعتبار سے دیدیا۔ سوال واؤ قسم اور تاء قسم کو کیوں فتحہ دیا حالانکہ ان کو بھی حرفیت لازم ہے اور جر کا عمل کر رہے ہیں جواب اگر واؤ قسم کو کسرہ دیں تو ثقالت لازم آوے گی چونکہ واؤ اثقل حرف علت ہے اور تاء قسم واؤ پر محمول ہے چونکہ تاء واؤ سے بدل ہے چنانچہ وجاہ میں تاء کو واؤ سے اس لئے بدلا ہے اور ایسا جواب جو اشکال کے مادہ کو بالکل ختم کرتا ہے یہ ہے کہ حرف مبنی الاصل ہے۔ اور بناء میں اصل سکون ہے اور حرف اول کلام میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے باللہ وبزید پس اگر حرف ایک حرف ساکن ہو جیساکہ یہ اصل ہے تو ابتداء بالساکن لازم آوے گی اور یہ متعذر ہے پس حرکت دینی چاہیئے اور ضم فعل کی وجہ سے متروک ہو گیا پس بعض حروف میں کسرہ دیا کیونکہ ساکن جب حرکت دی جائے تو کسرہ کی حرکت دی جائے اور بعض حروف میں فتحہ دیا کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور اس وقت تعیین کی وجہ سے سوال کرنا ساقط ہے کیونکہ جب کسی کو دو طریق مساوی پیش آویں ایک کو اختیار کرنے میں اس صورت میں اس کا ارادہ ترجیح دینے کا ہوتا ہے پس ترجیح بلا مرجح لازم نہیں آوے گی جیساکہ اپنے موضع میں یہ ثابت ہو چکا ہے معلوم ہو کہ تینوں کلموں یعنی اسم اور فعل اور حرف میں سے ہر ایک عرب کی زبان میں احوال مخصوصہ اور احکام مخصوصہ یعنی معرب ہونا۔ مبنی ہونا اور متحرک ہونا ساکن ہونا اور وہ جیساکہ ان کے کلام میں واقع ہوا اور ان کی زبان پر جاری ہوا جیساکہ باقی زبانوں اور لغتوں میں پس جب یہ سوال کیا جائے کہ یہ کلمہ اس طرح کیوں واقع ہوا تو جواب یہی دیا جائے گا کہ ان کے استعمال میں اس طرح جاری ہوا ہے لیکن نحاۃ نے علتوں کا اختراع کر لیا اور ان کو دلائل سے ثابت کیا معقول سے موافق کرنے کی بناء پر اور ان کے کلام کو شاندار ثابت کرنے کی بناء پر اور اس لغت فصیح کو جو افضل اور اشرف اللغات ہے رائج کرنے کی بناء پر۔

Marfat.com

والاستعانة اى استعانة الفاعل فى صدور الفعل عنه بمجرورها نحو كتبت بالقلم والمصاحبة نحو اشتريت الفرس بسرجه اى مع سرجه فمعناه مصاحبة السرج واشتراكه مع الفرس فى الاشتراء ولا يلزم ان يكون السرج حال اشتراء الفرس ملصقا به فالالصاق يستلزم المصاحبة من غير عكس.

اور بار استعانت کے لئے آتا ہے یعنی فاعل کے استعانت کے لئے اس سے فعل کے صادر ہونے میں اپنے مجرور کے ساتھ جیسے کتبت بالقلم اور مصاحبۃ کے لئے آتا ہے جیسے اشتریت الفرس بسرجہ یعنی مع سرجہ (میں نے گھوڑا اس کے گدّے سمیت خریدا) پس اس کے معنی مصاحبۃ السرج (گدّے کا ساتھ ہونا) کے ہیں اس کے شریک ہونے کے ہیں فرس کے ساتھ خریدنے میں اور لازم نہیں آتا کہ سرج فرس کے خریدنے کے وقت حال ہو اور اس کے ساتھ ملصق ہو لہذا معلوم ہوا کہ الصاق تو مصاحبت کے لئے لازم ہے مگر اس کا عکس نہیں ہے۔

چنانچہ انہوں نے یہ حکایت کی کہ علم النحو عبارۃ ہے کلموں کے احوال کی معرفت کا ان کے دلائل اور نکات کے ساتھ پس اس معرفت کے بغیر وہ حکایت ہے علم النحو نہیں ہے اور جو علتیں ذکر کی ہیں تو وہ ان احکام کے واسطے موجب نہیں ہے صرف وہ نکات مناسبات ہیں۔ نوع رجحان کا فائدہ دیتے ہیں اور وقوع کے بعد اعتبار میں استحسان کو مفید ہے اور ایسے مطرد نہیں ہیں کہ ان پر نقض اور معارضہ متوجہ نہ ہو۔

قولہ ای استعانۃ الفاعل۔ یعنی بار جارّ استعانت، کے واسطے آتی ہے یعنی یہ فائدہ دیتی ہے کہ فعل کا فاعل استعانت اور مدد چاہتا ہے بار کے مجرور سے فعل کے صادر ہونے میں جیسے کتبت بالقلم پس متکلم کہ فاعل فعل ہے اس نے مدد چاہی ہے قلم سے جو بار کا مجرور ہے کتابت کے صادر ہونے میں اور یہ بار آلہ فعل پر داخل ہوتی ہے یہ مشہور اعتراض وارد نہ ہوگا کہ مصنفؒ للسببیۃ کہتے تو اچھا ہوتا چونکہ یہ اشمل ہے جواب یہ ہے کہ استعانت کے جو معنی مذکور ہوئے ہیں وہ معنی سببیّت کے مغائر ہے۔

قولہ والمصاحبۃ۔ یعنی بار جارہ مصاحبت کے واسطے آتی ہے یعنی یہ بار اس امر کا فائدہ دیتی ہے اس بار کا مجرور فعل میں دوسرے امر کے ساتھ شریک ہے جیسے اشتریت الفرس بسرجہ پس بار نے فائدہ دیا کہ سرج مصاحب اور شریک ہے خریداری میں فرس کیساتھ

اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب لفظ مع کو بار کی جگہ میں رکھ دیا جائے تو معنی میں کچھ خرابی نہ آوے۔

قولہ ولا یلزم الخ شارح اس عبارت سے ایک وہم کو دفع کرنا چاہتا ہے وہ وہم یہ ہے کہ وہ قرآن جوزین کے ساتھ گھوڑے کے خریدنے میں پایا جاتا ہے زین کا گھوڑے کے ساتھ ملصق ہونا ہے اور ملصقاً بہ اسم فاعل کے صیغہ پر ہے یا مفعول کے صیغہ پر اور قولہ یکون کے واسطے خبر ہے اور اس میں ضمیر سرج کی طرف راجع ہے اور بہ مجرور ضمیر فرس کیطرف راجع ہے معلوم ہوا کہ الصاق اور مصاحبت کے درمیان فرق عموم خصوص کا ہے یعنی الصاق عام ہے اور مصاحبت خاص، اس لئے کہ الصاق محض لصوق سے عبارت یعنی فعل کے معنی مجرور بار کے ساتھ ملصق ہو جاوے۔ اور مصاحبت سے مراد یہ ہے کہ اس کا مجرور شریک ہوتا ہے معنی فعل میں فاعل کے ساتھ پس بار مصاحبت کا مجرور ملصق ہے جیسا کہ صیغۂ مفاعلت کا مقتضی ہے پس مصاحبت میں الصاق پر خصوصیت زیادہ ہے وجودِ الصاق کے ساتھ یعنی الصاق کا بطریق شرکت ہونا جیسا کہ استعانت الصاق ہے خصوصیت زائدہ کے ساتھ یعنی مجرور جو ملصق بہ ہے اس کا آلہ ہو پس بہ دام مثال میں الصاق ہے اور مصاحبت نہیں ہے اور اشتریت الفرس بسرجہ مثال میں مصاحبت کیساتھ الصاق بھی ہے اور جامیؒ نے جو فرمایا الصاق اور مصاحبت کے درمیان عموم خصوص

Marfat.com

والمقابلة ای لافادة وقوع مجرورها فی مقابلة شئ آخر نحو
بعت هٰذا بذاك والتعدية ای لجعل الفعل اللازم متعدیا بتضمینه
معنی التصییر بادخال الباء علی فاعله فان معنی ذهب زید
صدور الذهاب عنه ومعنی ذهبت بزید صیرته ذاهبا
والتعدیة بهذا المعنی مختصة بالباء واما التعدیة بمعنی ایصال
معنی الفعل الی معموله بواسطة حرف الجر فالحروف الجارة کلها

اور مقابلہ کے لئے آتا ہے یعنی فائدہ دینے کے لئے کہ اس کا مجرور دوسری چیز کے مقابل واقع ہے جیسے بعتُ ھٰذا بذاک اور متعدی بنانے کے لئے آتا ہے یعنی فعل لازم کو متعدی بنانے کے لئے اس کے مشتمل اور متضمن ہونے کی وجہ سے تصییر کے معنی کو۔ اس کے فاعل پر بار کو داخل کر کے کیوں کہ ذَہَبَ زیدٌ کے معنی صدور الذہاب عنہ کے ہیں (یعنی اس سے ذہاب کا صدور ہوا) اور ذہبت بزید کے معنی اس کا جانے والا ہونا کے ہیں۔ اور تعدیہ کے یعنی بار کے ساتھ مختص ہیں اور بہر حال تعدیہ بایں معنی کہ فعل کے معنی کو اس کے معمول تک بواسطہ حرف جر پہونچانا تو حروف جر اس میں

مطلق ہے صحیح نہیں رہتا ہے اس طور پر الصاق مصاحبت کو مستلزم ہے، نہ اس کا عکس یعنی الصاق خاص ہے اور مصاحبت عام پر ان کا قول درست نہیں ہے جامیؒ نے فرمایا فرس کے خریدنے کی حالت میں سرنج کا گھوڑے کے ساتھ ملصق ہونا لازم نہیں ہے پس الصاق مصاحبت کو مستلزم ہے نہ اس کا عکس۔ مولانا عبد الحکیم فرماتے ہیں مجھ کو یہ فرق نحو کی مشہور کتابوں میں نہیں ملا کیوں کہ الصاق جیسا کہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ بار کے مجرور کے ساتھ ایک امر کا لصوق ہوتا ہے اور یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا ہے کہ فعل کا معمول فرس کے ساتھ میں سرنج کیساتھ ملصق ہو لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ الصاق کی تفسیر کی ہے کسی امر کا بار کے مجرور کے ساتھ ملصق ہونا اور یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا فعل کا معمول بار کے مجرور کے ساتھ ملصق ہو اور بلاشک اشترار سرنج کے ساتھ ملصق ہے اور اگرچہ سرنج فرس کے ساتھ ہے اس کے معنی میں جو فعل کو بار کے مجرور کے ساتھ ملا دے اور مصاحبت یہ ہے کہ بار کا مجرور کے واسطے شرکت ہو اس معنی ملصق میں جیسا کہ مفاعلہ کا صیغہ اس کا تقاضا کرتا ہے

قولہ لافادة وقوع مجرور۔ بار مقابلہ کے واسطے آتی ہے یعنی اس کا فائدہ دیتی ہے کہ اس کا مجرور کسی دوسری شئی کے مقابلہ میں واقع ہے جیسے بعت ھذا بذاک یعنی اس کو اس کے مقابلہ میں فروخت کر دیا۔ مقابلہ کے معنی برابر ہونا اور برابر ہونا رسانا مراد ہوتا ہے اور یہ دونوں معنی یہاں پر درست نہیں غرضیکہ یہ بار مقابلہ اعواض پر داخل ہوتی ہے۔

قولہ ای جعل الفعل۔ یعنی بار جارہ تعدیہ یعنی متعدی بنانے کے واسطے بھی آتی ہے یعنی فعل لازم کو متعدی کر دیتی ہے تعدیہ بار جارہ کا موضوع لہ نہیں ہے اور یہ جو کہا گیا کہ تعدیہ بار کی وضع سے غرض اور تعدیہ بار کا مدلول نہیں ہے تو یہ قول فاسد ہے اس لئے کہ اگر اس کا مدلول نہ ہو تو لازم آئے گا کہ ذہبت بزید میں بار کے کچھ معنی نہ ہو اور فعل لازم کے متعدی بنانے کا طریقہ یہ ہے

کہ فعل میں تصییر کے معنی کا اعتبار کرتے ہیں یعنی اس فعل لازم کے تصییر کے معنی کی تضمین کر لی جاتی ہے اس فعل لازم کے فاعل پر بار داخل کر کے کیوں کہ ذہب زیدٌ کے معنی ہے زید سے ذہاب کا صدور اور ذہبت بزید کے معنی ذاہبا یعنی میں نے اس کو ذاہب بنا دیا خواہ متکلم ان کے ساتھ گیا یا نہیں۔ سوال:- تمام حروف جر تعدیہ کے واسطے موضوع ہیں پس بار تعدیہ کی تخصیص یہ کہ یہ تعدیہ کے واسطے آتی ہے اس کا مطلب کیا ہے قولہ والتعدیة بهذا المعنی اس سے شارحؒ اس سوال کا جواب دے رہے ہیں

Marfat.com

فيهما سواء لا اختصاص لها بحرف دون حرف والظرفية
نحو جلست بالمسجد اى فى المسجد وزائدة فى الخبر فى الاستفهام
بهل لا مطلقا نحو هل زيد بقائم فلا يقال ازيد بقائم والنفى
بليس نحو ليس زيد براكب وبما نحو ما زيد براكب فهى تزاد فى
الخبر فى هذه الصور قياسا وفى غيره اى غير الخبر الواقع فى
الاستفهام والنفى

سب کے سب برابر ہیں اس میں کسی حرف کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ ایک حرف میں یہ معنی ہوں اور دوسرے میں نہ ہوں اور ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے جلست بالمسجد یعنی فی المسجد (میں مسجد میں بیٹھا)۔ اور زائدہ ہوتا ہے خبر اور استفہام میں۔ جو کہ ھل کے ساتھ میں مطلقاً نہیں جیسے ھل زید بقائم (کیا زید کھڑا ہے) پس ازید قائم کہنا جائز نہیں ہے اور نفی بلیس میں جیسے لیس زید براکب اور ما نفی میں جیسے ما زید براکب۔ پس وہ ان صورتوں میں خبر میں زائد ہوتا ہے قیاساً اور اس کے غیر میں یعنی اس خبر کے علاوہ میں جو استفہام اور نفی میں واقع ہو۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تعدیہ سے مراد فعل میں تصییر کے معنی کی تضمین کرنا اور یہ تعدیہ باء کے ساتھ مختص ہے بخلاف وہ تعدیہ جو بمعنی ایصال معنی الفعل الی معمولہ (فعل کے معنی کو اس کے معمول کی طرف پہنچانا) یہ تعدیہ تمام حروف جارہ میں متحقق ہے یہ معنی کسی حرف کے ساتھ مختص نہیں۔

قولہ فی المسجد. یعنی اس مثال میں باء بمعنی فی ہے اور جب باء بمعنی فی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ باء ظرفیت کے واسطے ہے

قولہ زائدۃ الخ یہ جار مجرور کے مجموعہ پر معطوف ہے اور فی الخبر میں خبر سے مراد عام ہے کہ مبتدا کی خبر ہو یا فی الحال یا فی الحاصل اور فی الاستفہام کے معنی ہے فی وقت الاستفہام یا اس کے معنی ہے جملہ استفہامیہ میں اور فی الاستفہام زائد کا ظرف ...... ہے فی الخبر کے متعلق ہونے کے بعد اور فی الاستفہام الخبر سے حال بھی بنایا جا سکتا ہے یعنی باء جارہ مبتدا کی خبر میں زائد ہوتی ہے جب کہ وہ خبر جملہ استفہامیہ میں ہو اور ایسے ہی اس خبر پر زائد ہوتی ہے جبکہ وہ خبر نفی میں ہو۔

لیکن یہ نفی اور استفہام مطلق نہیں ہے بلکہ استفہام سے مراد وہ استفہام ہے جو ہل کے ساتھ ہو اور ہل کے علاوہ سے جو استفہام ہو وہ مراد نہیں ہے جیسے ہل زید بقائم پس ازید بقائم نہیں بولا جائے گا اور ایسے ہی نفی سے ہر نفی مراد نہیں بلکہ وہ نفی ہے جو لیس کے ساتھ ہو یا جیسے لیس زید براکب یا ما کے ساتھ جیسے ما زید براکب پس یہ باء ان صورتوں میں خبر پر زیادہ کی جاتی ہے جامی کے اس کلام لا مطلقاً میں مصنف پر تعریض ہو گئی کہ مصنف کو فی الاستفہام والنفی مطلق نہ چھوڑنا چاہیے تھا لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف کی استفہام اور نفی سے وہ استفہام اور نفی مراد ہے جو اس باب میں ان کی اصطلاح میں معہود ہے اور وہ استفہام ہل ہے اور نفی بلیس اور جو لیس کے مشابہ نفی میں ہے۔

قولہ فی زائدۃ. پس یہ قول قیاساً کے واسطے تمہید اور توطیہ ہے اس سے شارح اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ قولہ قیاساً زائدہ کے ساتھ متعلق ہے اس طور پر کہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے زیادۃ قیاسیۃ وسماعیۃ کہ یہ قیاساً و سماعاً بمعنی قیاسی و سماعی کے معنی میں یا یہ یا لبنسبت کے حذف کے ساتھ ہیں یعنی باء ان صورتوں میں خبر میں زیادہ کی جاتی ہے قیاسی زیادتی اور اس خبر کے علاوہ میں جو استفہام اور نفی میں واقع ہے سماعاً

Marfat.com

سماعاً سواء لم یکن خبرا نحو بحسبک زید و کفی باللہ شہیداً والقی بیدہ ای حسبک زید وکفی اللہ شہیداً والقی یدہ او کان خبرا ولکن لا فی الاستفہام والنفی نحو حسبک بزید واللام للاختصاص بملکیۃ نحو المال لزید وبلا ملکیۃ نحو الجل

سماعاً جیسا کہ عرب سے سنا ہے برابر ہے کہ خبر بھی نہ ہو جیسے بحسبک زید اور کفیٰ باللہ شہیداً اور القی بیدہ ۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ڈال دیا جس کے معنی ہیں حسبک زیدٌ تجھکو زید کافی ہے اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے اور اس نے اپنے ہاتھ کو ڈال دیا یا خبر تو ہو مگر استفہام اور نفی میں واقع نہ ہو جیسے حسبک بزید، تجھ کو زید کافی ہے ۔ اور لام اختصاص کیلئے آتا ہے اپنی ملکیت میں جیسے المال لزید، مال زید کے لئے خاص ہے اور بغیر ملکیت کیلئے

زیادہ کی جاتی ہے اور غیرہ سے مراد عام ہے کہ جس مقام میں باء زیادہ ہو رہی ہو وہ خبر نہ ہو ۔

قولہ فی غیر الخبر اس سے شارح رح نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ غیرہ کی ضمیر خبر مذکور کے غیر کی طرف راجع ہے پس اب یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ مصنف کو غیرہا کہنا چاہئے تھا چونکہ ماقبل میں فی الاستفہام والنفی مثنیٰ واقع ہے اور قولہ سماعاً یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جن کو سماعی کے ساتھ مقید نہیں کیا وہ قیاسی ہے پس باء کا استعمال استعانت کیلئے اور الصاق کے لئے سماع پر موقوف نہیں اور نہ اس کے ساتھ مقید کیا جاتا اور بعض نے کہا کہ تعدیہ سماع پر محصور ہے اور یہ قیاسی نہیں ۔

قولہ سواء لم یکن خبراً ۔ یعنی قولہ فی غیرہ میں دو احتمال ہیں اول یہ ہے کہ باء زائدہ کا مدخول خبر نہ ہو جیسے بحسبک درہم چنانچہ اس مثال میں باء زائدہ کا مدخول مبتدا ہے نہ خبر اور کفی باللہ شہیداً میں باء زیادہ کا مدخول فاعل ہے اور القی بیدہ میں باء زائدہ کا مدخول مفعول ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ باء زائدہ کا مدخول خبر ہو لیکن وہ غیر استفہام میں نہ ہو جیسے حسبک بزید پس مثال میں بزید حسبک مبتدا کی خبر ہے اور قولہ غیر الخبر الواقع فی الاستفہام میں استفہام سے مراد وہ استفہام باطل ہے جیسا کہ مسوق کلام اس کو مقتضی ہے پس اس وقت یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہاں یہ تیسرا احتمال بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام استفہامیہ ہو لیکن اس میں استفہام ھَل سے نہ ہو بلکہ ہمزہ سے ہو جیسے ازید بقائم البتہ یہ احتمال بھی عرب سے سننے پر موقوف ہے ۔

قولہ کفی باللہ شہیداً ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے حق ہونے پر کافی ہیں دراں حالیکہ وہ گواہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ۔

قولہ للاختصاص یعنی حروف جارہ سے لام ہے اور یہ اختصاص کیلئے موضوع ہے اور اختصاص سے ظاہر حصر ہے یعنی ایک شئی کو ایک شیئ کے لئے ثابت کرنا اور اس کے غیر سے نفی کرنا اسی وجہ سے بعض نے کہا کہ لام حصر کے واسطے آتا ہے لیکن یہ زید اخ لعمرو سے منتقض ہے جبکہ زید کے واسطے عمرو کے علاوہ اور بھی بھائی ہوں لیکن اگر اختصاص سے حصر اور اختصاص اضافی مراد لیں نہ حقیقی تو یہ ممکن ہے لیکن محققین کے نزدیک اختصاص سے اختصاص محض اور ارتباط اور مناسبت مراد ہوتی ہے خواہ یہ ملکیت کے طریق سے ہو جیسے المال لزید یا ملکیت کے بغیر ہو جیسے الجل للفرس ۔ شارح رح نے بملکیۃ سے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ لام جس کے معنی ملک، تملیک اور استحقاق ہیں وہ سب اختصاص میں داخل ہیں ۔

معلوم ہو کہ لام جارہ مکسور ہوتا ہے جس وقت کہ اسم ظاہر پر داخل ہو اور جس وقت کہ اسم ضمیر پر داخل

Marfat.com

للفرس والتعلیل ای لبیان علة شئ ذهنا نحو ضربتہ
للتادیب او خارجا نحو خرجت لمخافتك وبمعنی عن مع القول
نحو قلت لزید انه لم یفعل الشر ای قلت عنه وزائدة
نحو ردف لکم ای ردفکم

بھی جیسے الجل للفرس. جھول گھوڑے کیلئے ہے اور تعلیل کے لئے یعنی ذہنی طور پر کسی چیز کی علت کو بیان کرنے کے لئے جیسے ضربتہ للتادیب میں نے اسے ادب سکھلانے کے لئے مارا ہے یا ذہن سے خارج ہو جیسے خرجت لمخافتک تیرے ڈر سے میں نکلا اور عن کے معنی میں آتا ہے قول کے ساتھ. جیسے میں نے زید سے کہا کہ اس نے شر (برائی) نہیں کی یعنی قلت عنہ کے معنی میں ہے اور زائد بھی ہوتا ہے جیسے ردف لکم کے معنی ردفکم

ہوتا ہے مفتوح ہوتا ہے چوں کہ لام میں اصل فتحہ ہے لیکن جب وہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تو کسرہ اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ اگر اس کو فتحہ دیں تو لام ابتداء سے التباس ہو جاتا ہے پس اس وقت مبتدا اور مجرور میں التباس ہوگا اور یہ التباس اسم مظہر پر داخل ہونے کے وقت ہے بخلاف ضمیر مجرور مبتدا نہیں ہو سکتی، تو التباس نہ ہونے کی وجہ سے اس میں لام مفتوح ہوتا ہے چوں کہ مانع التباس ختم ہو گیا.

قولہ لبیان علة شئ. اور تعلیل کے معنی لغت میں جیسا کہ تاج میں ہے کسی شئ کو علت بنانا ہے اور یہ متکلم کا فعل ہے اور لام کا تعلیل کے لئے ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ لام کا مجرور کسی شئ کی علت ہے اس پر دلالت کرنے

اور اس کو بیان کرنے کیلئے ہوگا، اور علت سے مراد وہ شئ ہے جس کی وجہ سے شئ ہو اور یہ علت ہونا عام ہے خواہ ذہنی ہو یا خارجی ہو جیسے قولہ ضربتہ للتادیب، چنانچہ تادیب ضرب کی علت غائیہ ہے ذہن میں ضرب پر مقدم ہے اور خارج میں ضرب سے مؤخر ہے کیوں کہ تادیب ضرب پر مرتب ہوتی ہے اور ضرب و تادیب کے درمیان فرق بالاعتبار ہے اس اعتبار سے کہ فعل معلم ہے تو ضرب نام رکھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ اس فعل پر آخر جا کر مرتب ہوتا ہے مالا ینبغی امر سے تو وہ تادیب ہے قولہ لمخافتک. مخافت وجود میں خروج پر مقدم ہے اور خروج پر حامل ہے.

قولہ وبمعنی عن الخ. یعنی لام عن کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن قول کے ساتھ مع القول یہ حال واقع ہو رہا ہے یعنی حال کو نہ بعد القول یا اس کے معنی ہیں حال کو نہ متقارنا مع القول یعنی جب لام قول کے بعد ہو اور قول کے ساتھ متقارن ہو تو یہ لام عن کے معنی میں ہے جیسے قلت لزید انہ لم یفعل الشر اور اس پر دلیل کہ قول کے بعد عن کے معنی میں ہے یہ ہے کہ اگر وہ عن کے معنی میں نہ ہو تو یہ ضروری ہے کہ انہ کی جگہ میں انک کہا جاوے کیوں کہ قول کا صلہ جب لام واقع ہوتا ہے تو وہ خطاب کے معنی میں ہے پس جب کہا جائے کہ قال لہ تو اس کے معنی ہیں خاطبہ اس پر مناقشہ کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے انہ میں ضمیر شان کی ہو اور قولہ لم تفعل الشر خطاب کے صیغہ پر، اس مناقشہ کا جواب یہ ہے کہ یہ مناقشہ مثال میں ہے جو مناظرہ کی عادت اور آداب سے خارج ہے.

قولہ قلت عنہ. یعنی اگر لام عن کے معنی میں نہ ہو تو زید قول کا مخاطب ہوگا تو اس وقت لم تفعل کہنا ضروری تھا.

قولہ ردف لکم. اس میں لام زائد ہے ردف لکم ردفکم کے معنی میں ہے اور لام کی زیادتی اس وقت ہوتی ہے جس وقت کہ لام ایسے مجرور پر داخل ہو کر فعل کے معنی کا اس کی طرف پہنچنا لام کے بغیر ممکن ہو جیسے لام کا اس

Marfat.com

و بمعنى الواو في القسم للتعجب نحو لله لا يؤخر الاجل وانما تستعمل في الامور العظام فلا يقال لله لقد طار الذباب ورب للتقليل اي لانشاء التقليل ولهذا اوجب لها صدر الكلام كما ان كم وجب لها صدر الكلام لكونها لانشاء التكثير مختصة بنكرة لعدم احتياجها الى المعرفة

کے ہیں۔ اور لام واو کے معنی میں ہوتا ہے قسم کے موقع پر اظہار تعجب کے لئے جیسے اللہ کی قسم موت کا وقت مؤخر نہ ہوگا۔ اور یہ اہم امور میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا للہ لقد طار الذباب (خدا کی قسم مکھی اڑ گئی) نہیں کہا جاتا۔ اور ربّ تقلیل (قلت کے معنی دینے کے لئے آتا ہے) یعنی انشاء تقلیل کے لئے اور اسی وجہ سے اس کے لئے صدر کلام (شروع کلام ضروری ہے) جس طرح کم کے لئے صدر کلام واجب ہے کیوں کہ وہ انشاء تکثیر کے لئے آتا ہے جو نکرہ کے ساتھ خاص ہو اس لئے کہ اس کو معرفہ کی احتیاج (حاجت) نہیں ہے۔

وقت زیادہ ہونا جب کہ فعل متعدی بنفسہ ہو پوری آیت ہے یقولون متی هذا الوعد ان كنتم صادقين قل عسى ان يكون ردف لكم بعض الذي تستعجلون کہتے ہیں وہ کب ہے یہ وعدہ۔ اگر تم سچے ہو۔ فرما دیجئے کہ قریب ہے اس کا بعض جس کو تم جلدی طلب کرتے ہو تمہارا ردیف ہو جاوے، یعنی اس کا آنا قریب ہو جاوے۔ بعض نے کہا کہ وہ یوم بدر کا عذاب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ یوم القیامۃ کا عذاب مراد ہے۔

قولہ بمعنی الواو الخ. یعنی لام واو کے معنی میں جب کہ یہ لام قسم کے معنی میں واقع ہو جو قسم کے تعجب کیواسطے ہو جیسے للہ لا یؤخر الاجل. اللہ کی قسم نہیں مؤخر کریگا میعاد کو

قولہ وانما تستعمل الخ اور لام بمعنی واو صرف امور عظام میں استعمال کیا جاتا ہے ایسے امور میں استعمال ہوتا ہے جو تعجب کئے جانے کے لائق ہوتا ہے کیوں کہ وہ لام جو بمعنی واو ہے اس قسم میں مستعمل ہے جو تعجب کے لئے ہو پس للہ لقد طار الذباب نہ بولا جائیگا

قولہ لانشاء التقلیل. تقلیل کے معنی کسی شئی کے تھوڑا ہونے کو ظاہر کرنا یعنی رب کے مدخول کو متکلم قلیل ظاہر کرتا ہے اگرچہ وہ واقعہ میں کثیر ہو جیسے ایک شخص نے کہا ما لقیت رجلاً کیا ملا تو ایک مرتبہ مرد سے جواب میں کہا رب رجل لقیتہ یعنی مردوں سے اپنی ملاقات کا انکار نہیں چنانچہ میں ان میں ایک شئی کے ساتھ ملا اگرچہ وہ قلیل معلوم ہو کہ رب میں اختلاف ہو رہا ہے کوفیوں اور اخفش کے نزدیک رب اسم ہے چوں کہ اس کی نقیض کم اسم ہے اور بصریوں کے نزدیک رب حرف جر ہے کہ انشاء تقلیل کے لئے موضوع ہے جیسے کہ کم انشاء تکثیر کے لئے موضوع ہے۔ رب بصریوں کے نزدیک حرف ہے اسم نہیں باوجودیکہ اس کی نقیض اسم ہے اس وجہ سے کہ رب بالکل حرف جر کے ساتھ مجرور نہیں ہوتا ہے چنانچہ برب رجل مررت اور غلام رب رجل نہیں بولا جاتا جیسا کہ بکم رجل مررت اور غلام کم رجل انت بولا جاتا ہے۔

قولہ ولہذا وجب الخ. چوں کہ رب انشاء تقلیل کے لئے آتا ہے اسی وجہ سے اس کے لئے صدر کلام (کلام کے شروع اور اول میں آنا) واجب ہوا ہے جیسا کہ کم کے لئے صدر کلام واجب ہے چوں کہ وہ انشاء تکثیر کے واسطے واجب ہے کیوں کہ رب اور کم دونوں انشاء کے واسطے ہے پس وہ کلام کی صفت ہے پھر تقدیر فاعل الظرف کے بیان کے واسطے واجب ہوتی ہے۔

قولہ لعدم احتیاجہا. رب کا نکرہ کے ساتھ مختص ہونا اس وجہ سے ہے کہ

Marfat.com

موصوفة ليتحقق التقليل الذي هو مدلول رب لانه اذا وصف الشئ صار اخص و قل مما لم يوصف

لایا نکرہ) جو موصوفہ ہو تاکہ وہ قلت متحقق ہو جائے کہ جو رب کا مدلول ہے کیوں کہ جب کسی شئ کا وصف لایا جاتا ہے تو وہ خاص ہو جایا کرتی ہے اور اس شئ سے کم ہو جاتی ہے جس کا وصف نہیں لایا گیا۔

اس کو معرفہ کی طرف احتیاج نہیں ہے کیونکہ اس رب سے غرض تقلیل ہے اور یہ تقلیل نکرہ سے حاصل ہو جاتی ہے کیوں کہ وہ قلت پر دلالت کرتا ہے بس رب جو کہ تقلیل کے لئے آتا ہے نکرہ اُس کے مناسب ہے بخلاف باقی حروف الجر کے کیوں کہ ان کے معانی کسی خصوصی معرفہ و نکرہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے اس وجہ سے کہ باقی حروف نکرہ و معرفہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں۔ غرضیکہ رب کا مدلول تقلیل ہے جنس کی ایک مبہم نوع تو وہ رب اس مدلول پر دلالت کرنے میں معرفہ کیطرف محتاج نہ ہوگا اس وجہ سے رب نکرہ کے ساتھ مختص ہوگا کیوں کہ اگر معرفہ پر داخل ہو تو رب کو معرفہ کی طرف دلالت میں احتیاج ہوگی کیوں کہ حروف اپنی معانی میں دلالت میں اپنے متعلقات کے ذکر کی طرف محتاج ہوتے ہیں چونکہ حروف کے معانی غیر مستقل بالمفہومیۃ ہیں اس کا حاصل یہ ہے رب کا مدلول ایسی تقلیل نہیں ہے کہ وہ امر معین کے ساتھ متعلق ہو اس وجہ سے اس کا دخول معرفہ پر ممتنع ہوگا بخلاف باقی حروف ان کے معانی جزئیہ معرفہ اور نکرہ

دونوں کے مدلول سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ دونوں گروہ یعنی نکرہ و معرفہ پر داخل ہوتے ہیں۔

قولہ لیتحقق التقلیل۔ اور یعنی وہ نکرہ جس کے ساتھ رب مختص ہے وہ نکرہ موصوفہ ہو تاکہ وہ تقلیل جو رب کا مدلول ہے درجوں کہ جب شئ کو موصوف کر دیا جاتا ہے تو وہ اخص ہو جاتی ہے) متحقق اور ثابت ہو جاوے یعنی جنس کی ایک نوع کی یہ تقلیل ہے کیوں کہ نکرہ جنس پر دلالت کرتا ہے اور وصف اس کو خاص کرتا ہے اس وجہ سے وہ ایک نوع ہو جاوے گی اور رب اس کی تقلیل کا فائدہ دیگا۔ سوال:۔ یہ مذکورہ امر اس کو مقتضی ہے کہ نکرہ کو مطلقاً مقید کیا جاوے اور اس کو وصف کے ساتھ صرف مقید نہ کیا جاوے۔ حاصل یہ ہے کہ رب کے مدلول کا تحقق نکرہ کی توصیف پر نہیں ہے بلکہ نکرہ کو مقید کرنے پر ہے اور اس کو اطلاق سے نکالنے پر ہے خواہ اس تقیید کا حصول وصف سے مقید کرنے پر نہیں ہے۔ جواب یہ نکتہ جو مذکور ہوا یہ نکتہ بعد الوقوع ہے۔

قولہ لانہ اذا وصف۔ اعتراض یہ بیان دلالت کرتا ہے کہ مقید غیر مقید کے اعتبار سے من حیث الافراد اقل ہوتا ہے یعنی مقید کے افراد غیر مقید سے اقل ہوتے ہیں یہ تمہارا قاعدہ منتقض ہے کیوں کہ حیوان کو جب ماشی کے ساتھ مقید کیا یعنی جو موصوف کے مساوی ہے اس کے ساتھ موصوف کیا تو جس قدر افراد حیوان مطلق کے ہیں اسی قدر افراد یعنی وہی افراد حیوان مقید کے ہیں جواب اقل سے مراد یہ ہے کہ وہ نظر عقل میں اقل ہو پس حیوان ماشی اقل ہے افراد کے اعتبار سے حیوان مطلق سے نظر عقل میں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں جبکہ قید مقید کیواسطے مساوی نہ ہو۔ معلوم ہو کہ نکرہ کا موصوف ہونے کا ضروری ہونا یہ ابو علی اور اس کے متقدمین کا مذہب ہے جیسے مبرد اور ابن سراج۔ سوال رب تمام استعمالات میں بمعنی تکثیر مستعمل ہے مگر تقلیل میں اس وقت مستعمل ہوتا ہے جب کہ قرینہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تقلیل کے واسطے موضوع نہیں ہے بلکہ تکثیر کے واسطے موضوع ہے پس مصنف کا قول کہ رب للتقلیل واقع کے خلاف ہے۔ جواب رب اصل میں تقلیل کے واسطے موضوع ہے لیکن زیادہ تر تکثیر میں مستعمل ہوتا ہے اور کبھی تقلیل میں مستعمل ہوتا ہے مجاز کے استعمال کے مانند چنانچہ حقیقت محتاج بقرینہ نہیں ہے ایسے ہی معنی

Marfat.com

واشتراط كونها موصوفة انما هو على مذهب الاصح وهذا مذهب ابي علي ومن وافقه وقيل لا يجب ذلك والمختار عند المصنف الوجوب وهذا الذي ذكر من التقليل اصلها ثم تستعمل في معنى التكثير كالحقيقة وفي التقليل كالمجاز المحتاج الى القرينة وفعلها اي فعل رب يعني الذي تعلق به رب فعل ماض لانها للتقليل المحقق ولا يتصور

اور اس کے موصوف ہونے کی شرط بیشک وہ مذہب صحیح کی بنا پر ہے اور یہ ابو علی اور ان کا مذہب ہے جو ان کے موافق ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے اور مصنف کے نزدیک وجوب پسندیدہ ہے اور یہ جو تقلیل کا ذکر کیا گیا ہے اس کی اصل ہے پھر تکثیر کے معنی میں حقیقت ہی کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اور تقلیل میں مجاز کی مانند اور قرینہ کا محتاج ہوتا ہے اور اس کا فعل یعنی رب کا فعل یعنی جس کے ساتھ رب متعلق ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے کیونکہ وہ تقلیل محقق کیلئے آتا ہے (یعنی جس کی قلت متحقق ہے) اور یہ صرف ماضی ہی

تکثیر پر دلالت میں قرینہ کا محتاج نہیں اور مجاز قرینہ کا محتاج ہوتا ایسے ہی معنی تقلیل پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن جو مجاز مشہور ہوتا ہے وہ حقیقت کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اور جو حقیقت متروک ہوتی ہے وہ مجاز سے ملحق ہو جاتی ہے اور حقیقت کلمہ کو اس وقت کہا جاتا ہے جب اپنے موضوع لہ معنی میں مستعمل ہو اور مجاز وہ ہے جو غیر موضوع لہ میں مستعمل ہو۔

قولہ واشتراط الخ۔ یعنی نکرہ کے موصوف ہونے کی شرط مذہب اصح پر ہے شارح قولہ اشتراط سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قولہ علی الاصح قولہ موصوفۃ کی قید ہے اور نکرہ کی قید نہیں ہے کیوں کہ رب کا اختصاص نکرہ کے ساتھ متفق علیہ ہے۔

قولہ وقیل لا یجب۔ اور کہا گیا کہ نکرہ کا موصوف ہونا واجب نہیں ہے اس کو شارح اس وجہ سے لائے تاکہ قولہ علی الاصح کی تصحیح ہو جائے پس اس قیل والے کے نزدیک توصیف نکرہ واجب نہیں اور اس کا قائل اخفش اور فراء ہے اور مصنف کے نزدیک مختار نکرہ کو موصوف کر کے مقید کرنا ہے۔

قولہ ثم تستعمل فی معنی التکثیر الخ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ جب کہ معنی تقلیل رب کے واسطے اصل ہے تو رب معنی تکثیر میں مجاز ہوگا پس اس سے لازم آتا ہے جب یہ رب تقلیل میں مستعمل ہو تو اپنے استعمال میں قرینہ کی طرف محتاج نہ ہو اور تکثیر کے واسطے جب مستعمل ہو تو قرینہ کی طرف محتاج ہو باوجودیکہ امر بالعکس ہے۔ جواب کی تقریر یہ ہے کہ رب کا استعمال تکثیر شائع مشہور ہے پس اس وجہ سے معنی تکثیر حقیقت کے مانند ہو گیا پس اس کی شہرت بمنزلہ قرینہ کے ہے اور معنی تقلیل میں اس کا استعمال شائع نہیں ہے پس اس وجہ سے وہ قرینہ کی طرف محتاج ہے۔

قولہ کالحقیقۃ۔ یعنی مجاز مشہور حقیقت کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اور حقیقت متروکہ مجاز کے ساتھ ملحق ہو جاتی ہے۔

قولہ الذی الخ۔ رب کا فعل اس سے مصنف یہ مراد لیتا ہے وہ فعل جس کے ساتھ رب متعلق ہوتا ہے اسم موصول کے ذریعہ سے۔ شارح نے اس اضافت کو بیان کر دیا جو قولہ فعلہا میں ہے کہ یہاں فعل سے وہ فعل مراد ہے جو رب میں عامل ہے۔

قولہ لانہا للتقلیل یعنی رب جس فعل کے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے کیوں کہ رب انشاء تقلیل کے واسطے ہے اور متکلم کے نزدیک تقلیل جنس کی ایک محقق نوع ہے اس اعتبار سے کہ فعل کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ صریح ماضی

Marfat.com

ذلک الاتی الماضی نحو رب رجل کریم لقیتہ او رب رجل کریم لم افارقہ محذوف ای ذلک الفعل الماضی غالبا ای فی غالب الاستعمالات لوجود القرائن نحو رب رجل کریم ای لقیتہ وقد تدخل ای رب علی مضمر مبھم لا مرجع لہ ممیز بنکرۃ منصوبۃ

میں پایا جاسکتا ہے جیسے بہت سے کریم افراد ہیں جن سے میں نے ملاقات کی اور بہت سے سخی لوگ ہیں جن سے میں جدا نہیں ہوا اور وہ محذوف ہوتا ہے یعنی وہ فعل ماضی اکثر و بیشتر یعنی غالب استعمال میں قرائن کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے بہت سے سخی لوگ یعنی میں نے ان سے ملاقات کی۔ اور کبھی داخل ہوتا ہے یعنی رب ضمیر مبہم پر بھی جس کا کوئی مرجع متعین نہیں ہوتا جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ سے

ہو جیسے رب رجل کریم لقیتہ یا غیر مرجع جیسے رب رجل کریم لم افارقہ کیوں کہ جب تم نے کہا رب رجل لقیت تو تو اس امر کی خبر دینے والا ہے کہ جن مرد سے میں ملا وہ قلیل ہے تو اس کو نہیں جانتا کہ آئندہ جن سے ملاقات ہوگی وہ قلیل ہیں اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور قولہ لم افارقہ فعل مضارع منفی بلم ہے اس وجہ سے یہ ماضی منفی ہے اور قولہ ربما یود الذین کفروا متناول ہے اس کو متحقق کے درجہ میں اتار لیا ہے وعدہ کے صادق ہونے کی وجہ سے یا یہاں پر کان مقدر ہے یا یہ حکم اس ما کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ وہ ما مکفوفہ نہ ہو حاصل یہ ہے کہ رب اس انشاء تقلیل کے لئے موضوع ہے جو متکلم کے نزدیک محقق ہے اور تقلیل محقق صرف ماضی ہی میں مقصود ہے کیوں کہ ماضی تحقق اور ثبوت پر دلالت کرتی ہے بخلاف مضارع کے کہ وہ تجدد اور حدوث کے واسطے موضوع ہے اس وجہ سے اس کے متعلق کا فعل ماضی ہونا ضروری ہوا۔

قولہ غالباً۔ یعنی وہ فعل ماضی غالب استعمالات میں محذوف ہوتی قرینوں کے موجود ہونے کے وقت میں اور قرینہ سے مراد یہ ہے کہ اس کلام میں فعل مصرح بہ جس کلام کے جواب میں رب واقع ہو رہا ہے جیسے القیت رجلا تو اس کے جواب میں کہو رب رجل کریم لقیت کو حذف کر دیا کیوں کہ کلام سابق اس پر دلالت کر رہا ہے۔ ابن السراج نے کہا کہ تمام نحاۃ اس پر متفق ہیں کہ رب کلام کا جواب ہوتا ہے خواہ کلام ظاہر ہو یا غیر ظاہر اور کبھی وہ فعل جس کے متعلق رب ہوتا ہے مذکور بھی ہوتا ہے جیسے رب رجل شریف اکرمتہ پس فعل کی اضافت رب کی ضمیر کی طرف ادنیٰ تعلق اور ملابست کی بنا پر ہے اور شارح کے قولہ فی اکثر الاستعمالات اس میں اس کی طرف اشارہ ہے غالباً منصوب بنزع الخافض ہے اور غالباً میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

قولہ لا مرجع لہ۔ یعنی کبھی رب ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے اس کی تمیز میں نکرہ لایا جاتا ہے جو تمیز کی بنا پر منصوب ہوتا ہے ضمیر مبہم سے یہ مراد ہے اس ضمیر کے واسطے مرجع نہیں ہوتا کہ اس کی طرف رجوع کا قصد کیا جاوے ورنہ تو ضمیر کے لئے مرجع کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اس پر اس کی تعریف دلالت کرتی ہے اور لا مرجع لہ میں لا نفی جنس ہے مرجع اس کا اسم ہے اور لہ اس کی خبر ہے یعنی لا مرجع موجود لہ اور مرجع کا نہ ہونا بصریوں کے نزدیک ہے کیوں کہ اگر اس واسطے مرجع ہو تو تمیز کی طرف احتیاج نہ ہوگی چوں کہ مرجع اس کلام میں مذکور نہیں اس وجہ سے تمیز کلام میں آتی ہے۔

قولہ ممیز بنکرۃ۔ یعنی تمیز کی بنا پر نکرہ ممیز واقع ہو کر منصوب ہوگا، قولہ منصوبۃ علی التمییز یہ نصب کی علت ہے نصب کے واسطے قید نہیں ہے اور یہ ممیز نکرہ ہو ممیز کا نکرہ ہونا بصریوں کے نزدیک مشروط ہے اور کوفیوں کے نزدیک شرط نہیں ہے اور منصوبۃ کی قید واقعی قید ہے کیوں کہ ضمیر منصوب ہی ہوتی ہے

قولہ مفرد یعنی ضمیر مفرد ہوگی اگرچہ ممیز مثنیٰ ہو یا مجموع ہو اور مذکر ہوگی اگرچہ ممیز مذکر ہو اور مؤنث ہو مفرد مذکر ضمیر کی صفت ہے غرضیکہ ضمیر مبہم سے وہ ضمیر مراد ہے کہ اس کے

Marfat.com

على التمييز والضمير مفرد وان كان المميز مثنى او مجموعاً
مذكراً وان كان المميز مؤنثاً نحو ربه رجلاً ورجلين ورجالاً
او امرأة وامرأتين او نساءً خلافاً للكوفيين في مطابقة التمييز
في الافراد والتثنية والجمع والتذكير والتانيث فانهم يقولون
ربهما رجلين وربهم رجالا وربها امرأة وربهما امرأتين و
ربهن نساءً وتلحقها اي رب ما الكافة المانعة عن العمل
فتدخل بعد لحوق ما على الجمل نحو ربما يود الذين كفروا

لائی جاتی ہے تمیز ہونے کی بنا پر اور ضمیر مفرد ہوتی ہے اگرچہ اس کا ممیز تثنیہ اور جمع ہی کیوں نہ ہو مذکر ہوتی ..... ہے اگرچہ اس کا ممیز مؤنث ہو جیسے بہت سے مرد یا دو مرد یا بہت سے مرد یا ایک عورت یا دو عورتیں یا بہت سی عورتیں اس میں کوفیوں کا اختلاف ہے تمیز کی مطابقت میں افراد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث میں کیوں کہ وہ لوگ ربہما رجلین اور ربہم رجالاً اور بہا امرأۃ اور ربہما امرأتین اور ربہن نساءً کہتے ہیں اور اس کو لاحق ہوتا ہے یعنی رب کو ما جو عمل سے روکنے اور منع کرنے والا ہوتا ہے پس داخل ہوتا ہے لاحق ہونے کے بعد اس کے جو جملوں پر ہے جیسے ربما اود قات کفار چاہتے ہیں

واسطے معین مرجع اور معلوم ہو کہ ضمیر اس کی طرف راجع ہو بلکہ اس کا مرجع مجہول نہیں ہو کیوں کہ اگر اس کا مرجع معین ہوگا تو تمیز کی طرف محتاج نہ ہوگا اور نحاۃ کوفہ اس میں خلاف کرتے ہیں ان کے نزدیک وہ ضمیر جس پر رب داخل ہو رہا ہے اسکا مرجع معین ہوتا ہے یعنی مذکور کی طرف راجع ہے گو یا کہنے والے نے کہا هل من رجلٍ اور ان کے نزدیک ضمیر تمیز کی طرف اسوجہ سے محتاج ہوتی ہے کہ اس کا مرجع اس کلام میں مذکور نہیں ہے اور لیکن یہ مذہب ضعیف ہے کیوں کہ ماسبق میں کلام کا ذکر لازم نہیں ہے پس مرجع کا ذکر کیسے لازم ہوگا یہاں تک کہ ضمیر مذکور کی طرف لوٹے جیسا کہ رضی کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب وہ کلام کہ رب اس کے جواب میں ہے مصرح بہ ہے جیسے مالقیت رجلاً تو اغلب فعل کا حذف قرینہ کی دلالت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر مصرح بہ نہ ہو اور وہاں پر دوسرا قرینہ بھی نہ ہو تو اس کا لانا واجب ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماسبق میں کلام کا ذکر واجب نہیں ہے پس ضمیر کا مفرد مذکر ہونا مطابق نہ ہونا اسی وجہ سے ہوتا ہے ضمیر لانے سے مقصود ابہام ہے اور مفرد مذکر ہونا اور تمیز کے موافق نہ ہونا کثیر الابہام ہے اسی وجہ سے اس کو اختیار کیا۔

قولہ ما الکافۃ: یعنی رب کے ساتھ ما کافہ لگا دی جاتی ہے الکافۃ اسم فاعل ہے مشتق ہے الکف سے اس کے معنی منع اور روکنا ہے اسی وجہ سے المانعۃ اس کے واسطے صفت کاشفہ ہے اور المانعۃ صفت اس وجہ سے لائے تاکہ ماہیت کف متحقق اور ثابت ہو جائے غرضیکہ ما کافہ جواب کے ساتھ لگ جاتی ہے تو رب کو عمل کرنے سے روک دیتی ہے

قولہ بعد لحوق الخ اور رب کے ساتھ جب ما لاحق ہو جاتی ہے تو ما کے لحوق کے بعد چوں کہ رب اس وقت عمل نہیں کرتا جملوں پر رب داخل ہو جاتا ہے شارح نے بعد لحوق ما سے اس تعقیب کیطرف اشارہ کر دیا جو فاء سے مفہوم ہوتی ہے اور جملہ سے عام مراد ہے کہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اور فعلیہ میں بھی تعمیم ہے ماضیہ ہو یا استقبالیہ جیسے ربما زید قائم اور ربما قام زید ربما یقوم زید اور شارح بعد لحوق ما سے ایک سوال کو بھی دفع کر رہے ہیں سوال کی تقریر یہ ہے کہ رب کا جملہ پر داخل ہونا ممتنع ہے کیوں کہ حروف جر صرف مفردات پر داخل ہوتے ہیں اور رب حرف جر ہے اسی وجہ سے کہا کہ مختصۃ بنکرۃ۔ جواب کی تقریر یہ ہے کہ رب جملہ پر ما کافہ لاحق اور لگ جانے کے بعد داخل ہوتا ہے

Marfat.com

وقد تکون ما زائدة فتدخل الاسم او تجرہ نحو ع
ربما ضربة بسیف صقیل ؛ وواوها ای واو رب فی حکمہا
تدخل علی نکرة موصوفة مثل شعر وبلدة لیس لہا انیس ؛
الا الیعافیر والا العیس ؛

اور کبھی ما زائدہ ہوتا ہے پس اسم پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جر دیتا ہے جیسے ع لمبا اوقات میں نے چمکدار تلوار سے مارا۔ اور اس کا واو یعنی رب کا واو اس کے حکم میں نکرۂ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے شعر۔ اور ایسے شہر میں کہ وہاں کوئی مددگار نہیں ہوتا لیکن ہرن اور اونٹ۔

جیسے ربما یود الذین کفروا

قولہ فتدخل علی الجمل۔ یعنی رب کا دخول جملوں پر درست ہوتا ہے اور اس وقت اس کے معنے ہے اس نسبت کے تلت کو بیان اور ظاہر کرنا ہے جو جملہ کا مدلول ہے۔

قولہ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین یعنی مسلمانوں کی نصرت کے وقت یا موت کے وقت یا قیامت میں اس امر کو دوست رکھیں گے کہ وہ مسلمان ہوتے۔

قولہ وقد تکون ما۔ یعنی کبھی ما زیادہ ہوتی ہے پس اس وقت یہ رب جو ما زائدہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اسم پر داخل ہوتا اور اسم کو جر دیتا ہے اور اس وقت جملہ پر داخل نہیں ہوتا ہے شارح قد تکون ما الخ سے ایک فائدہ زیادہ بیان کرنا چاہتے ہیں اور قد کو فعل مضارع پر داخل کرکے اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس معنی میں کم استعمال کیا جاتا ہے اسی وجہ سے رب کے اس معنی کو مصنف نے نہیں بیان کیا

قولہ ربما ضربة الخ پورا شعر اس طرح ہے ربما ضربة بسیف صقیل ؛ بین بصری و طعنة کلا لسیف صقیل ؛ یعنی جلادی ہوئی اور صیقل کی ہوئی تلوار صیقل یعنی مصقول مجلو اور بصری بضم باء موحدہ بالشام میں ایک شہر کا نام ہے بین کو بصری کی طرف مضاف کیا باوجودیکہ کلمہ بین متعدد کی طرف مضاف ہوتا ہے اور بصری میں تعدد نہیں جواب یہ ہے کہ بصری بہت مکانوں پر مشتمل ہے تو اصل میں بین اماکن بصری تھا اماکن کو حذف کر دیا جو مضاف ہے اور مضاف الیہ جو بصری ہے اس کی جگہ میں رکھ دیا اور طعنة مجرور ہے ضربة پر معطوف ہونے کی وجہ سے یعنی طعنة بالرمح النجلاء بالفتح والمد واسعة بینة الاتساع یعنی خوب فراخ اور نجلاء طعنة کی صفت ہے بہت تلواروں کے زخم لگائے میں نے اس کے منجھی ہوئی تلوار سے اور نیزہ کے ذریعے بہت زخم لگائے میں نے اس کے بصری شہر کے مکانوں میں نیزوں سے اور شاہد اس میں رب کے ساتھ ضربة کا جر ہے اور ما اس میں زیادہ ہے۔

قولہ وواوہا۔ یعنی واو رب رب کے حکم میں ہے شارح نے اس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ مصنف کو یہ کہنا چاہئے تھا واوہا فی حکمہا یعنی واو کی رب کے ساتھ مشارکت نکرۂ موصوفہ پر دخول کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

قولہ فی حکمہا۔ یہاں پر خبر مقدر کی اور وہ جملہ جو متن میں خبر واقع ہو رہا ہے فی حکمہا کے واسطے معترضہ بنا دیا یعنی اس حکم کی علت کی طرف اختصار کیا تھا اشارہ ہے جو متن میں مذکور ہے یعنی واو رب بھی نکرۂ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کا متعلق بھی فعل ماضی ہوتا ہے اور غالب اور اکثر استعمالات میں محذوف ہوتا ہے لیکن مضمر مبہم پر واو رب داخل نہیں ہوتا ہے اور ما کافہ اس کو لاحق نہیں ہوتی ہے اس کی طرف مصنف نے لا تدخل علی النکرة موصوفة سے اشارہ کر دیا

قولہ وبلدة الخ اس میں واو بمعنی رب ہے اور اس میں شاہد ہے الانیس وہ شئی جس سے انس حاصل کیا جائے خواہ وہ انسان ہو یا اور کوئی چیز۔ غرضیکہ انسان اور غیر انسان کو عام ہے اور یہ لیس کا اسم ہے اور بہا لیس کی خبر ہے یعافیر یعفور کی جمع ہے خاکستری رنگ والی ہرن۔ ہرن خواہ کسی رنگ کی ہے اور جوہری کہتے ہیں یعفور وحشی گائے کا بچہ

وهذه الواو للعطف عند سيبويه وليست بجارة فان لم تكن في اول الكلام فكونها للعطف ظاهر وان كانت في اوله فيقدر له معطوف عليه وعند الكوفيين انها حرف عطف ثم صارت قائمة مقام رب جارة بنفسها الصير ورتها بمعنى رب فلا يقدرون له معطوفا عليه لان ذلك تعسف وواو القسم انما تكون عند حذف الفعل اى فعل القسم فلا يقال اقسمت والله وذلك لكثرة استعمالها في القسم فهي اكثر استعمالا منا اصلها اعنى الباء

اور یہ واو سیبویہ کے نزدیک عطف کیلئے آتا ہے جر دینے والا نہیں ہوتا پس اگر شروع کلام میں واقع نہ ہو تو اس کا عطف کے لئے نہ ہونا ظاہر ہے اور اگر اول کلام میں واقع ہو تو اس کے لئے معطوف علیہ مقدر مانا جاتا ہے اور کوفیوں کے نزدیک وہ حرف عطف ہوتا ہے پھر اس کے بعد قائم مقام اس رب کے ہوجاتا ہے جو بنفسہ جر دینے والا ہو کیوں کہ وہ رب کے معنی میں ہوجاتا ہے پس وہ معطوف علیہ مقدر نہیں مانتے۔ صراط مستقیم سے خروج ہے یعنی غلط ہے۔ اور واو قسم فعل کے حذف کے وقت ہوتا ہے یعنی فعل قسم کے، پس نہ کہا جائیگا اقسمت واللہ یہ اس وجہ سے ہے کہ قسم میں اس کا استعمال کثیر ہے پس وہ استعمال میں اصل کے اعتبار سے زائد ہے اور اصل سے میری مراد بار ہے۔

العیس اعیس کی جمع سفید رنگ اونٹ الیعافیر مرفوع ہے انیس سے بدل واقع ہونے کی بنا پر اور والا العیس الا الیعافیر پر معطوف ہے۔ ترجمہ:- بہت شہر ہیں کہ ان میں کوئی دوست نہیں مگر ہرنے اور سفید رنگ اونٹ۔

قولہ وھذہ الواو الخ سیبویہ کے نزدیک خود یہ واو جارہ نہیں ہے بلکہ یہ واو حرف عطف ہے شرح رضی میں ہے کہ رب دو شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے ایک شرطیہ ہے کہ صرف شعر میں ہو مقدر ہوتا ہے دوسری شرطیہ ہے کہ یہ رب اس وقت مقدر ہوتا ہے جب کہ واو یا فاء یا بل کے بعد ہو اور اس کا حذف نثر کلام میں ان حروف کے بغیر نہیں ہے اور شعر میں بھی شاذ ہے۔ سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر واو رب کلام کے اول میں یعنی اس کا ماقبل معطوف علیہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے پس اس وقت میں معطوف علیہ کو مقدر کریں گے پس یہ شعر اس تقدیر میں ہے رب بلدۃ لیس بہا انیس الخ اور کوفیوں کے نزدیک یہ واو اصل میں حرف عطف ہے جب یہ رب کی جگہ میں قائم ہوگیا تو پھر یہ واو خود جارہ ہوگیا پس یہ معطوف علیہ مقدر نہیں کرتے ہیں بلکہ معطوف علیہ کی تقدیر۔۔۔ "تکلف اور تعسف کہتے ہیں جستقیم راہ سے نکل جاتا ہے اور اگر اس کا ماسبق معطوف علیہ ہونے کی صلاحیت رکھتا تب بھی یہ اسکو عاطفہ اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ یہ کوفی کہتے ہیں کہ اگر یہ واو حرف عطف ہو تو اس کے بعد رب کا ظاہر کرنا جائز ہوتا جیسا کہ فاء اور بل کے بعد جائز ہے۔

قولہ وواو القسم الخ یعنی واو قسم کیواسطے صرف اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ فعل کو حذف کر دیا ہو یعنی فعل قسم کو حذف کر دیا ہو۔ شارح رحمہ نے فعل القسم کہکر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا۔ لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اضافہ بیانیہ ہے یعنی وہ فعل جو القسم سے مشتق ہو پس واو قسم کا استعمال فعل قسم کے وجود کے ساتھ جائز نہیں ہوگا اور اقسم واللہ نہیں بولا جائیگا بلکہ واللہ بولا جاویگا بخلاف بار کے کہ وہ فعل قسم کے اظہار اور حذف دونوں کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے احلف باللہ لافعلن کذا اور باللہ لافعلن کذا دونوں

Marfat.com

لغیر السؤال یعنی لاتستعمل الواو فی السوال فلا یقال واللہ اخبرنی کما یقال باللہ اخبرنی حطا للواو عن درجۃ الباء مختصۃ بالظاہر یعنی الواو مختصۃ بالاسم الظاہر سواء کان الاسم

غیر سوال کے لئے یعنی واو سوال کے موقع پر استعمال نہیں کیا جاتا پس واللہ اخبرنی نہیں کہا جاتا جس طرح باللہ اخبرنی کہا جاتا ہے واو کو باء کے درجہ سے (مقام سے) نیچے اتارتے ہوئے خاص ہے ظاہر کے ساتھ یعنی واو اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے۔ برابر ہے کہ اسم ظاہر اللہ کا اسم ہو یا اس

دونوں طرح بولا جاوے گا۔

قولہ وذلک لکثرۃ الخ یعنی فعل قسم کے ساتھ واو کا نہ ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ واو قسم میں زیادہ تر مستعمل ہوتا ہے اور فعل قسم کے ذکر کی طرف احتیاج نہیں رہتی ہے چوں کہ واو قسم میں ..... زیادہ مشہور ہے تو فعل قسم کے ذکر کئے بغیر قسم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے گا اور شارح اس قول سے ایک سوال کو دفع کرنا چاہتے ہیں سوال کی تقریر یہ ہے باء بھی قسم میں بہت زیادہ مستعمل ہوتی ہے تو اس کا استعمال بھی فعل قسم کے حذف کے ساتھ ہی ہونا چاہیئے جواب کی تقریر یہ ہے کہ واو باء کی بنسبت قسم میں بہت مستعمل ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا استعمال فعل کے حذف کے ساتھ ہی صرف ہوتا ہے۔ شارح نے اکثر استعمالاً من اصلہا کہکر اعنی الباء سے اس کی تفسیر کی اور من الباء نہیں کہا اس سے ایک دوسری علت کی طرف اشارہ ہے اور اس کے مرتبہ کو کم مرتبہ ظاہر کرنا

ہے اس کے اصل کے مرتبہ سے یعنی باء کے مرتبہ سے کیوں کہ یہ واو دو نوع میں سے ایک نوع کے ساتھ مخصوص ہے بخلاف باء کے کہ وہ دونوں نوع میں مستعمل ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ قسم میں کثیر الاستعمال ہے پس اس میں خفت مطلوب ہے۔

قولہ ہی اکثر استعمالاً۔ پس وہ اکثر ہے باعتبار استعمال کے جب کہ واو کے ساتھ فعل کا ذکر جائز نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس کا استعمال زیادہ ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ باء سے زیادہ ہے باعتبار استعمال کے چنانچہ باء کے ساتھ فعل کا ذکر جائز .....ہے

قولہ من اصلہا یعنی باء قسم میں اصل ہے قسم میں باء کے اصل ہونے کا حکم صرف اس لئے کیا کہ باء کی اصل الصاق ہے پس وہ فعل القسم مقسم بہ کے ساتھ ملتا ہے اور واو اس باء سے بدلا ہوا ہے کیوں کہ ان دونوں کے درمیان تناسب لفظی ہے

کیوں کہ واو اور باء دونوں شفوی ہیں اور معنوی تناسب بھی موجود ہے کیوں کہ واو جمعیت کے واسطے اور باء معنی الصاق کیلئے اور معنی جمعیت الصاق کے معنی کے قریب ہے

قولہ یعنی لاتستعمل الواو اور واو صرف سوال میں استعمال کیا جاتا ہے اور سوال کے غیر میں استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ شارح نے قولہ لاتستعمل الخ یہ تقدیر کرکے بتادیا کہ لغیر السوال سے مصنف مستقل حکم بیان کرتے ہیں جیسا کہ سابقاً جانا ہے۔ یعنی واو قسم کا جواب وہ نہیں ہوتی جو طلب پر دلالت کرے جیسے امر اور نہی اور استفہام اسی وجہ سے واللہ اخبرنی بولا نہ جائے گا جیسا کہ باللہ اخبرنی بولا جاتا ہے۔

قولہ حطا للواو الخ یعنی واو کا سوال میں استعمال نہ کیا جانا واو کو باء کے درجہ سے گھٹانا ہے کیونکہ واو کو دو قسموں میں سے ایک کے ساتھ خاص کرتے ہیں کیوں کہ باء قسم میں اصل ہے اور اس باء پر واو رتبہ ہے اس وجہ سے واو دو قسموں میں سے ایک قسم میں مستعمل ہو اور باء دونوں قسموں میں۔ الحط کے معنی اوپر سے نیچے گرنا (گھٹانا)

قولہ مختصۃ بالظاہر۔ معلوم ہو کہ لفظ مختص منصوب ہو کر تکون کی تیسری خبر ہو گی کیوں کہ حذف الفعل تکون کی اول خبر ہے اور لغیر السوال دوسری خبر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس ضمیر مستتر سے حال بنایا جاوے جو اس کے قولہ لغیر السوال میں پوشیدہ ہے شرح ہندی میں اسی طرح ہے یا مختصۃ مبتدا المحذوف کی خبر ہو کر مرفوع ہے یعنی ہی مختصۃ جیسا کہ زینی زادہ

Marfat.com

الظاهر اسم الله او غيره فلا يقال وك لافعلن مثلا بل يقال والله او ورب الكعبة وذلك الاختصاص ايضا لحط رتبتها عن رتبة الاصل وهو الباء بتخصيصها باحد القسمين وخص الظاهر لاصالته والتاء مثلها اى مثل الواو فى اشتراطها بحذف الفعل وكونها لغير السوال مختصة باسم الله تع من الاسماء الظاهرة

کے علاوہ کا پس نہ کہا جائے گا وک لافعلن مثلاً بلکہ واللہ کہا جائے گا یا ورب الکعبۃ کہا جائے گا اور یہ اختصاص بھی اس کو رتبہ سے گرانے کے لئے ہے اصل کے رتبہ سے اور وہ باء ہے قسمین میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کے خاص ہونے کی وجہ سے اور ظاہر کی تخصیص اس کے اصل ہونے کی وجہ سے ہے اور تاء اس کے مثل ہے یعنی واو کے مثل اس کے مشروط ہونے کی وجہ سے حذف فعل کے ساتھ اور اس کے غیر سوال ہونے کی وجہ سے. مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اسماء ظاہرہ میں سے اس کے مرتبہ کو گرانے کی وجہ سے

نے الفوائد الشافیہ علی اعراب الکافیہ میں کہا اور کوئی بھی تقدیر لی جائے ہر تقدیر پر ہر صورت میں مختصہ قولہ واو القسم کی خبر نہیں ہے لیکن صاحب التکملہ لفظ مختصہ کی طرف نظر کرتے ہوئے اس طرح کہا ہے لفظ مختصہ مرفوع ہے شارح کے قول الواو کے واسطے شارح رحمہ کے کلام کی طرف نظر کے اعتبار سے کہا ہے چنانچہ صاحب تکملہ نے کہا شارح کے قول یعنی الواو مختصہ. اس سے شارح اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں قولہ مختصۃ قولہ الواو کی خبر ہے اور تکون کی ضمیر سے اس کو حال بنانا درست نہ ہوگا جیساکہ وہم کیا گیا یعنی واو اسم ظاہر کے ساتھ خواہ اسم ظاہر اسم اللہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام کا غیر ہو پس اس وجہ سے مثلاً وک لافعلن نہیں بولا جائے گا بلکہ واللہ اور ورب الکعبۃ بولا جائے گا. اور واو کا اسم ظاہر کے ساتھ بھی مختص ہونا اسی وجہ سے واو اس معنی میں باء کی فرع ہے اور باء اصل اور فرع کو اصل کے مرتبہ سے گھٹانا ضروری ہے اور یہ کم مرتبہ کرنا اسی طور پر ہو سکتا ہے واو کو دو قسموں میں سے کسی ایک قسم کے ساتھ خاص کر لیا جائے

قولہ وخص الظاہر الخ واو کے ساتھ اسم ظاہر کو خاص کیا گیا کیوں کہ اسم ظاہر قسم کے باب میں بنسبت ضمیر کے اصل ہے پس یہ شارح کی عبارت ایک سوال کا جواب ہے جو یہاں پر واقع ہو رہا تھا وہ یہ ہے کہ واو ضمیر کے ساتھ مختص نہیں اور واو کا ضمیر کے ساتھ مختص نہ ہونے سے اصل کے درجہ سے گر جانا لازم آتا ہے یعنی واو کا باء سے کم درجہ ہونا لازم آتا ہے جواب کی تقریر یہ ہے کہ اسم ظاہر اصل ہے پس معترض کہہ سکتا ہے کہ جب کہ اسم ظاہر باب قسم میں اصل ہے ضمیر سے پس ضروری ہے کہ ایسی فرع کہ وہ ضمیر ہے واو میں ہو اور واو اسم ظاہر کے واسطے نہ آوے چوں کہ وہ اصل ہے اور واو بھی فرع ضمیر کے مانند جواب یہ ہے کہ نحویوں نے واو کو اسم ظاہر کے ساتھ جو کہ بالنسبۃ ضمیر کے اصل ہے اس وجہ سے خاص کیا تاکہ تعادل اور برابری کی کسی قدر رعایت ہو جاوے.

قولہ فی اشتراطہا الخ یعنی تاء واو کے مانند ہے جیساکہ فعل کا حذف واو میں شرط کیا جاتا ہے اسی طرح تاء میں فعل کا حذف شرط کیا جاتا ہے اور جس طرح واو کا ہونا غیر سوال کے واسطے اسی طرح تاء بھی غیر سوال کے لئے آتی ہے. شارح رح فی اشتراطہا کہا اور فی اختصاصہا بالظاہر نہیں کہا اگرچہ یہ بھی اسی کے مانند اس کو شامل چونکہ مختصہ باسم اللہ قول اس کا سمجھنا مفہوم ہوتا ہے پس اس قول کے داخل کرنے میں اس کے مثل میں تکرار ہے.

قولہ حطا لرتبتہا. یعنی تاء واو کے مانند ہے کہ تاء میں فعل کا حذف اور اس کا غیر سوال کے واسطے ہونا اسی طرح شرط ہے جیساکہ واو میں شرط ہے مزید براں یہ کہ تاء اسماء ظاہرہ میں سے صرف اسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے یعنی تاء قسم

Marfat.com

حطالمرتبتها عن مرتبة اصلها الذی هو الواو بتخصيصها ببعض المظهر وخص منه ما هو اصل فی باب القسم وهو اسم الله تعالیٰ والباء اعم منهما ای من الواو والتاء فی الجمیع ای فی جمیع ماذکر من حذف الفعل وکونهما لغير السوال والدخول علی المظهر مطلقاً او علی اسم الله تعالیٰ خاصة " فهی کما تکون عند حذف الفعل تکون عند ذکره نحو بالله واقسم بالله وکما تکون لغير السوال تکون للسوال ایضاً نحو بالله لافعلنّ وبالله اجلس

اس کی اصل کے مرتبہ سے جو کہ واو ہے اس کے خاص ہونے کی وجہ سے بعض اسم ظاہر کے ساتھ اور جو قسم کے باب میں اصل ہے اس کو اس سے خاص کر لیا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور باء ان دونوں سے اعم ہے یعنی واو اور تاء سے تمام صورتوں میں یعنی تمام مذکورہ صورتوں میں مثلاً حذف فعل اور ان دونوں کا غیر سوال کے لئے ہونا اور مطلقاً اسم ظاہر پر داخل ہونا یا خاص کر اللہ کے اسم پر داخل ہونا۔ پس وہ جس طرح حذف فعل کے وقت ہوتا ہے اسی طرح اس کے ذکر کے وقت بھی ہوتا ہے جیسے باللہ اور اقسم باللہ اور جس طرح وہ غیر سوال کے لئے آتا ہے اسی طرح سوال کے لئے بھی جیسے باللہ لافعلنّ اور باللہ اجلس اور

کے واسطے صرف اسم اللہ پر داخل ہوتی ہے یہ اس وجہ سے کہ تاء کا مرتبہ ایسے واو کے مرتبہ سے کم کر دیا جاوے جو کہ تاء کا اصل ہے اس طور پر کہ تاء کو بعض اسم ظاہر کے ساتھ خاص کر دیا جاوے پس تاء کا مرتبہ واو کے اعتبار سے کم ہو جاویگا یعنی حطاً تا بتأ لمرتبتها اور حطاً یہاں پر متعدی نہیں ہے اس وقت مفعول لہ پر سے لام کا حذف کرنا لازم نہیں آئے گا چوں کہ مفعول لہٗ پر سے لام کو جب حذف کرتے ہیں جب کہ دونوں کا فاعل ایک ہو باوجودیکہ

یہ اتحاد یہاں پر منتفی ہے۔

قولہ خص منہ ما ہو اصل الخ یعنی باب قسم میں جو اسم ظاہر کی اصل ہے اس کے ساتھ تاء کو خاص کر دیا۔ یہ شارح نے مقام کی مناسبت کی بنا پر کہا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسم اللہ تعالیٰ مطلقاً اصل ہے اسم اللہ کا اصل ہونا مخلوقین کے اسماء سے یہ تو ظاہر ہے اور اسماء صفات کے اعتبار سے مختص ہونا اس وجہ سے ہے کہ اسم ذات تمام صفات کو جمع کرنے والا ہوتا ہے کیوں کہ لفظ غیر اللہ پر نہیں

بولا جاتا ہے نہ حقیقۃً نہ مجازاً اور اس لفظ کے علاوہ دوسرے غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں اسی وجہ سے الحمد اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی گئی ہے اور نہ کسی اور لفظ کی طرف جو اسماء صفات سے ہیں اور شارح کی یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے تاء لفظ اللہ کے علاوہ دوسرے اسماء اللہ الفاظ پر کیوں داخل نہیں ہوتی جیسے رب الکعبۃ جواب اسم اللہ تعالیٰ کا باب القسم میں اصل ہے۔

قولہ فی جمیع ماذکر الخ یعنی باء واو اور تاء دونوں سے عام ہے تمام ان چیزوں میں جن کو واو اور تاء کے اختصاص میں ذکر کیا یعنی فعل کا حذف کرنا اور ان دونوں کا غیر سوال کے واسطے ہونا اور مطلقاً اسم مظہر پر داخل ہونا اور اسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو پس وہ باء قسم کے واسطے جس طرح فعل کے حذف کے وقت ہوتی ہے اسی طرح فعل کے ذکر کرنے کے وقت جیسے باللہ اور اقسم باللہ اور جس طرح غیر سوال کے وقت ہوتی ہے اسی طرح سوال کے واسطے آتی ہے حاصل یہ کہ چار چیز ذکر کی گئی تھی ایک حذف فعل کے ساتھ خاص ہونا دوسرے غیر سوال کے ساتھ مختص ہونا تیسرے اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہونا چوتھے لفظ اللہ کے ساتھ مختص ہونا پس مصنف کی مراد فی الجمیع میں جمیع سے وہ تمام امور ہیں جن پر اختصاص کے ساتھ حکم کیا گیا ہماری اس تقریر سے مشہور اشکال

Marfat.com

كما تدخل على المظهر تدخل على المضمر نحو بالله لافعلن وبك لافعلن وفي الدخول على المظهر لا تختص باسم الله خاصة نحو بالرحمن لافعلن بل بخلافهما فانهما مختصتان ببعض هذه الامور كما عرفت فالمراد بالجميع جميع ما ذكر من الامور المختصة لا الاختصاص مطلقاً فلا يرد انه لا يصح ان يقال الباء يوجد مع الاختصاص وبدونه لمكان التنافي ويتلقى اي يجاب القسم

جس طرح اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اسی طرح اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے باللہ لافعلن اور بک لافعلن اور اسم ظاہر پر داخل ہونے میں خاص کر اللہ کے نام کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسے بالرحمن لافعلن بلکہ ان کے علاوہ پر بھی آتا ہے برخلاف ان دونوں کے کیونکہ یہ دونوں امور میں سے بعض کے ساتھ خاص ہیں جیسا کہ تو نے پہچان لیا ہے پس جمیع سے مراد جمیع امور مذکورہ مخصوصہ ہیں نہ کہ اختصاص مطلقاً پس وارد نہ ہوگا یہ اعتراض کہ یہ کہا جانا درست نہیں ہے کہ باء اختصاص کے ساتھ بھی پایا جاتا ہے اور اس کے بغیر بھی اس لئے کہ دونوں میں منافاۃ ہے اور استقبال کیا جاتا ہے یعنی جواب دیا ہے کہ وہ قسم

ہونے کو قیاس کیا جائے اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جمیع سے مراد جمیع اختصاصات نہیں ہے یہاں تک کہ اس پر اعتراض وارد ہو پس مراد جمیع سے جمیع امور مذکورہ ہیں اور اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جمیع ذوات امور مذکورہ مراد ہو بلا لحاظ وصف اختصاص کے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ جمیع ذوات امور مذکورہ مراد ہو وصف اختصاص کے لحاظ کے ساتھ پس شارح نے اول کو اختیار کیا چونکہ باقی احتمالہ میں شریک ہے غرضیکہ جمیع سے مراد وہ تمام احکام مراد نہیں

ہیں یعنی اختصاصات مراد نہیں یہاں تک کہ یہ معنی ہو باء اختصاص میں ان دونوں سے اعم ہے پس یہ بات حاصل ہو کہ باء اختصاص بلا اختصاص ہر دو کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ قولہ ویتلقی القسم الخ صحاح میں تلقاہ کے معنی استقبلہ پس اس کے معنے ہیں قسم استقبال کرتی ہے یعنی قسم کا جواب لام اور ان اور حرف النفی کے ساتھ لائی جاتی ہے یعنی قسم کے جواب میں لام اور ان کو لایا جاتا ہے پس تلقاہ کے معنی ہیں استقبلہ اور اسی قبیل سے قولہ تعالیٰ فتلقی آدم من ربہ کلمات اور حدیث میں

دور ہو جاتا ہے اشکال یہ ہے کہ جمیع سے مراد جمیع مذکور اختام ہے پس مصنف کا یہ کلام اس وقت یہ معنی رکھتا ہے باء ان دونوں سے اختصاص میں اعم ہے پس یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ باء جارہ اختصاص کے ساتھ اور اختصاص کے بغیر پائی جاتی ہے اور یہ صرف منافاۃ ہے پس معلوم ہو کہ باء جارہ جیسا کہ فعل کے حذف کے وقت ہوتی ہے اسی طرح فعل کے ذکر کے وقت اور جس طرح غیر سوال کے واسطے ہوتی ہے اسی طرح سوال کے واسطے ہوتی ہے۔ اور جس طرح مظہر پر داخل ہوتی ہے اسی طرح اسم ضمیر پر داخل ہوتی ہے اور جس طرح اسم ظاہر اسم اللہ پر داخل ہوتی ہے اسی طرح تمام اسماء الہی پر داخل ہوتی ہے پس قول شارح فہی کما تکون الخ جمیع ما ذکر من حذف الخ کا بیان ہے پس یہ اعمیت کے واسطے بیان ہوگا۔

قولہ فالمراد بالجمیع جمیع ما ذکر من حذف الخ پس الجمیع سے مراد وہ تمام امور ہیں جو امور مختصہ سے ذکر کئے گئے اور وجوداً باء عدماً اختصاص مراد نہیں ہے پس فاء تفسیر کیلئے ہے اور اس سے ایک سوال کو دفع کیا جارہا ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ جب کہ باء ان دونوں سے تمام میں عام ہے پس جمیع میں سے ایک واو کا اختصاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ پس باء کی اعمیت اس طور پر ہے کہ باء اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ غیر مختص ہے اور یہ تناقض ہے اور اسی پر حذف الفعل اور اس کا غیر سوال کے واسطے

Marfat.com

الذی لغیر السؤال باللام وانّ وحرف النفی ما ولا فاللام فی الموجبۃ
اسمیۃ نحو واللہ لزید قائم اوفعلیۃ نحو واللہ لافعلن کذا
وانّ فیہا ای فی الاسمیۃ نحو واللہ ان زیدا لقائم وما ولا
فی المنفیۃ اسمیۃ کانت اوفعلیۃ نحو واللہ ما زید بقائم

جو غیر سوال کے لئے آتی ہے لام اور ان اور حروف نفی سے جو کہ ما اور لا ہیں پس لام موجبہ میں مستعمل ہے درانحالیکہ وہ اسمیہ ہو جیسے واللہ لزید قائم یا فعلیہ ہو جیسے واللہ لافعلن کذا اور وان فیہا اور ان اس میں یعنی اسمیہ میں جیسے واللہ ان زید لقائم اور ما ولا منفی میں اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو جیسے واللہ ما زید

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تلقی الجلب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس چیز کے استقبال سے جو کہ بلد سے اناج وغیرہ لایا جاوے پس مصنف کا کلام یہ معنی رکھتا ہے قسم استقبال کرتی ہے اس کے ساتھ یعنی اس کے جواب میں لام اور ان وغیرہ لایا جاتا ہے۔

قولہ الذی لغیر السوال یعنی وہ قسم جو سوال کے واسطے نہ ہو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ لام القسم میں عہد خارجی کا ہے یعنی وہ قسم جو سابق میں مذکور ہوئی پس معہود جیسا کہ اس کے لفظ کے ساتھ ہوتا اسی طرح اس کے لفظ کے غیر کے ساتھ بھی ہوتا بعض نے کہا قولہ لغیر السوال حالی اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں القسم کو مصنف کا مطلق رکھنا مصنف سے کوتاہی ہے جس سے مراد کے سمجھنے میں کوتاہی ہوگی

قولہ ما ولا الخ یعنی حرف نفی سے مراد ما اور لا ہے ان دونوں کے ذکر کے ساتھ خاص کرلیا باوجودیکہ جواب قسم میں ان نافیہ بھی آتا ہے جیسے واللہ ان زید قائم چونکہ ان کم آتا ہے اور مصنف ایسے قواعد کے بیان کے درپے ہے جن کا استعمال بہت زیادہ ہے اور لم اور لن کے ساتھ جواب واقع ہوں یہ بالکل نادر ہے اس پر قیاس نہ کیا جاوے گا اور لام اور ان یہ دونوں تاکید کے واسطے مفید ہیں جس کی وجہ سے قسم لائی گئی

قولہ فاللام الخ پس لام موجبہ میں آتا ہے یعنی قضیہ موجبہ میں آتا ہے خواہ اسمیہ ہو جیسے واللہ لزید قائم یا فعلیہ جیسے واللہ لافعلن کذا یہ لام لام ابتدائیہ ہے جو تاکید کے واسطے مفید ہے پس لام اور ان سے درمیان معنی کے اعتبار سے کچھ خاص فرق نہیں ہے البتہ لفظ کے اعتبار سے فرق ہے کہ لام غیر عامل ہے اور ان عامل ہے۔

قولہ فی الموجبۃ الخ یعنی لام قضیہ موجبہ میں آتا ہے کیونکہ لام تقریر اور اثبات کے لئے آتا ہے اور حرف نفی رفع اور ازالہ کیلئے آتا ہے اور ان دونوں کے اندر ظاہر الامر میں تنافی ہے اور ان بھی اسمیہ میں آتا ہے لیکن لام میں اور ان میں فرق ہے لام جملہ موجبہ پر داخل ہو جاتا ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ بخلاف انّ کے کہ یہ جملہ اسمیہ میں آتا ہے جیسے واللہ ان زیدا لقائم اور ما اور لا منفیہ میں آتا ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ

قولہ قد یحذف حرف النفی لوجود القرینۃ یعنی جب ایسا قرینہ ہوتا ہے جو حرف نفی پر دلالت کرے تو حرف نفی کو حذف بھی کردیا جاتا ہے خواہ یہ حرف نفی مضارع کے ساتھ ہو یا ماضی کے ساتھ یا جملہ اسمیہ کے ساتھ لیکن رضی نے ماضی اور جملہ اسمیہ کے ساتھ حذف کرنے کا انکار کیا ہے البتہ وہ مضارع جو تاکید سے خالی ہو اس پر سے حرف نفی کا حذف کرنا کثیر ہے مع ثبوت القسم کے جیسا کہ اس مثال میں جو شرح میں موجود ہے ایسے ہی ماضی کے ساتھ جس وقت کہ حرف نفی قسم پر مقدم ہو جیسے لا واللہ ضربتی یعنی لاضربتی اور قسم کے حذف کے اور اس پر نفی کے مقدم نہ ہونے کے ساتھ حذف قلیل ہوا ہے۔

قولہ لوجود القرینۃ لام توقیت

Marfat.com

ولا یقوم زید وقد یحذف حرف النفی لوجود القرینۃ کقولہ تعالیٰ تاللہ تفتؤا تذکر یوسفَ ای لا تفتؤا واما قسم السؤال فلا یتلقی الا بما فیہ معنی الطلب نحو باللہ اخبرنی وباللہ ھل قام زید وقد یحذف جوابہ ای جواب القسم اذا اعترض ای توسط القسم بین اجزاء الجملۃ التی تدل علیٰ جواب القسم او تقدمہ ای القسم ما یدل علیہ ای علیٰ جوابہ نحو زید واللہ قائم وزید قائم واللہ لاستغنائہ عن الجواب فی ھاتین الصورتین لوجود ما یدل علیہ والجملۃ المذکورۃ و ان کانت جواباً للقسم بحسب المعنی لکنہ بحسب اللفظ لا تسمّٰی الا الدّال علی الجواب لا الجواب ولھذا لا یجب فیھا علامۃ جواب

بقائم اور لا یقوم زید اور کبھی حرف نفی حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تاللہ تفتؤا تذکر یوسف یعنی لا تفتؤا اور بہرحال قسم سوال پس نہیں لایا جاتا لیکن اس کے ساتھ جس میں طلب کے معنی ہوں جیسے باللہ اخبرنی اور باللہ ہل قام زید۔ اور کبھی اس کا جواب حذف کر دیا جاتا ہے یعنی جواب قسم جب کہ عارض ہو جائے یعنی قسم درمیان میں مذکور ہو جملہ کے اجزاء کے جو کہ جواب قسم پر دلالت کرتے ہیں یا اس سے مقدم ہو یعنی قسم سے وہ چیز جو اس پر دلالت کرتی ہو یعنی اس کے جواب پر جیسے زید واللہ قائم اور زید قائم واللہ۔ اس کے مستغنی ہونے کی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں کیوں کہ قسم پر دلالت کرنے والا موجود رہے اور مذکورہ جملہ اگرچہ معنیً جواب قسم ہے لیکن باعتبار لفظ کے نہیں نام رکھا جاتا مگر دال علی الجواب نہ کہ جواب۔ اسی لئے جواب

معنی کے اعتبار اور لحاظ سے قسم کا جواب ہے لیکن تلفظ کے اعتبار سے اس کو قسم کا جواب نہ بنایا جائے گا بلکہ اس کا نام صرف دال پر جواب رکھا جائے گا۔

کیلئے ہے نہ علت کے لئے پس حرف نفی حذف کرنے کی علت کثرۃ الاستعمال ہے پس تاللہ تفتؤا تذکر یوسف اصل میں لا تفتؤا تھا لا کو اس وجہ سے مقدر کیا کہ لا مضارع میں بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور قرینہ حذف پر معنی کا درست نہ ہونا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا اب یوسف ؑ کو یاد کرتے رہیں گے

قولہ واما قسم السوال یعنی سوال کی قسم کا جواب صرف وہ جملہ ہوتا ہے جس میں طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے باللہ اخبرنی اور باللہ ہل قام زید۔

قولہ اے جواب القسم یعنی کبھی جواب قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے جواب القسم وہ جملہ ہے جو قسم کی وجہ سے لایا جاتا ہے گویا قسم اس کو طلب کرتی ہے جیسے سوال جواب کو طلب کرتا ہے۔

قولہ اذا اعترض بولا جاتا یعنی جواب قسم کو کبھی حذف کر دیا جاتا ہے لیکن یہ جواب قسم کا حذف کرنا جب ہوتا ہے جب کہ قسم ایسے جملہ کے اجزاء کے درمیان واقع ہو جو جملہ کہ قسم کے جواب پر دلالت کرتا ہے یا قسم سے پہلے ایسی شئی واقع ہو گئی ہے یعنی ایسا جملہ واقع ہو گیا جو قسم کے جواب پر دلالت کرتا ہے غرضیکہ جواب قسم کو ان دونوں صورتوں میں حذف کر دیتے ہیں چونکہ ان دونوں صورتوں میں قسم جواب سے مستغنی ہوتی ہے یوں کہ وہ چیز موجود ہے جو قسم کے جواب پر دلالت کرتی ہے اور یہ جملہ اگرچہ

شارح نے اعتراض کا ترجمہ توسط القسم الخ کیا ہے کہ اعتراض کا اصل معنی ہے کسی شئی کا چوڑائی میں ہو جانا جیسے وہ لکڑی جو نہر میں چوڑائی میں رکھی ہوئی

Marfat.com

القسم وعن للمجاوزۃ ای لمجاوزۃ شیٔ وتعدیتہ عن شیٔ اٰخر وذلک اما بزوالہ عن الشیٔ الثانی ووصولہ الی الثالث نحو رمیت السہم عن القوس الی الصید او بالوصول وحدہ نحو اخذت عنہ العلم او بالزوال وحدہ نحو ادیت عنہ الدین

وعلی للاستعلاء ای لاستعلاء شیٔ علی شیٔ نحو زید علی السطح

قسم کی علامت کا ذکر کرنا واجب نہیں ہے اور مجاوزۃ کے لئے آتا ہے یعنی کسی شیٔ کی مجاوزۃ کے لئے اور اس کو شیٔ آخر سے متعدی بنانے کیلئے اور یہ یا تو شیٔ ثانی سے زائل ہونے اور شیٔ ثالث کی طرف وصول سے ہوتا ہے جیسے رمیت السہم عن القوس الی الصید میں یا تنہا وصول کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے اخذت عنہ العلم یا صرف زوال سے ہوتا ہے جیسے ادیت عنہ الدین اور علی استعلاء کیلئے آتا ہے یعنی ایک شیٔ کو دوسری شیٔ پر بلند

ہو پس جب قسم جملہ کے اجزاء کے درمیان ہوگی تو گویا قسم جوڑاہٹ میں رکھی ہوئی ہے پس قول شارح بتوسطہ یہ حاصل معنی کا بیان ہے اور یہ باب تنازع سے نہیں ہے جیسا کہ وہم کیا گیا کیوں کہ اعتراض لازم ہے ۔

قولہ زید واللہ قائم الخ یہ اس قسم کی مثال ہے جو ایسے جملہ کے اجزاء کے درمیان واقع ہے جس جواب قسم پر یہ جملہ دلالت کرتا ہے اور دوسری مثال قسم پر جملہ کے مقدم ہونے کی ہے اور تقدم میں مفعول کی ضمیر ہے اور قولہ و ما یدل علیہ تقدم کا فاعل ہے ۔

قولہ ولہذا لا یجب چوں کہ جملہ قسم کا جواب لفظاً نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے قسم کے جواب کی علامت اس جملہ میں لانا واجب نہیں ہوتا ہے یعنی لام اور ان اور حرف کسی کا لانا واجب نہیں ہے اور چوں کہ قسم کے واسطے صدارت کلام لازم ہے چوں کہ قسم انشاء ہے اور انشاء کے لئے صدارت کلام لازمی ہے پس زید لقائم واللہ یا زید واللہ لقائم مثلاً نہ بولا جائے گا ۔

قولہ للمجاوزۃ الخ یعنی حروف جارہ سے ایک عن ہے مجاوزۃ کے واسطے موضوع ہے یعنی کسی ایک شیٔ کی مجاوزۃ کیلئے موضوع ہے ۔ شارح لمجاوزۃ شیٔ کہکر اشارہ کیا کہ لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ عن کا ماقبل عن کے مابعد سے تجاوز ہو کیوں کہ کبھی یہ مجاوزۃ اس شان پر نہیں ہوتی ہے جیسے اخذت عنہ العلم و ادیت عنہ الدین اور رمیت السہم عن القوس الی الصید میں مجاوزۃ اگرچہ اسی شان پر ہے ۔

قولہ تعدیتہ عن شیٔ آخر یعنی شیٔ کا مجاوز اور متعدی ہونا عام ہے اس سے کہ وہ شیٔ کی مجاوزۃ اور متعدی ہونا شیٔ اول کے زوال کے ساتھ ہو شیٔ ثانی سے اور اس شیٔ اول کے بعد تیسری شیٔ کی طرف پہونچنا جیسے رمیت السہم عن القوس الی الصید اس میں ایک شیٔ یعنی سہم عن کے مجرور یعنی القوس سے مجاوز ہو گیا اور تیسری چیز یعنی الی کے مدخول کی طرف پہونچ گیا یا عن کا مجرور شیٔ سے مجاوز ہو جاوے جیسے المنعۃ عن الجوع ۔

قولہ بالوصول الیہ وحدہ الخ یا صرف پہنچنے کے ساتھ ہو اور مذکور مجاوزۃ وصول کے ساتھ یعنی اول شیٔ ثانی شیٔ سے زوال کے بغیر ثالث شیٔ کی طرف پہنچ جاوے جیسے اخذت عنہ العلم کہ اس کو شاگرد نے کہا متکلم شاگرد نے استاذ سے علم کو لیا بلا اس کے کہ استاذ سے علم زائل ہوا ہو ۔ قولہ ادیت عنہ الدین یعنی میں نے مدیون کی جانب دین ادا کیا پس اس میں دین کا زوال ہے بلا اس کے کہ دین خالد کی طرف مثلاً پہنچے ۔

قولہ لاستعلاء شیٔ الخ اس میں بھی اشارہ ہے کہ لام للاستعلاء میں مضاف الیہ کے بدلے میں ہے یعنی ایک شیٔ دوسری شیٔ پر بلند ہونا چاہیئے علی کے مدخول پر ایک شیٔ بلند ہو کبھی حقیقۃً جیسے زید علی السطح اور کبھی مجازاً جیسا کہ علیہ دین اس میں دین کا ثقل مدیون کی گردن اور اس کی پیٹھ پر ہے ۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

Marfat.com

وعلیہ دین وقد تکونان ای عن وعلیٰ اسمین یعلم ذلک بدخول من علیہما نحو من عن یمینی ای من جانب یمینی ومن علیہ ای من فوقہ والکاف للتشبیہ نحو زید کالاسد وزائدۃ نحو لیس کمثلہ شئ اذ التقدیر لیس مثلہ شئ علیٰ بعض الوجوہ وقد

کرنے کیلئے جیسے زید علی السطح اور علیہ دین اور کبھی دونوں یعنی عن اور علیٰ دو اسم ہوتے ہیں اور اس کو معلوم کیا جاتا ہے من کے داخل ہونے سے ان دونوں پر جیسے من عن یمینی یعنی من جانب یمینی اور من علیہ یعنی من فوقہ اور کاف تشبیہ کے معنی دیتا ہے جیسے زید کالاسد اور زائدہ ہوتا ہے جیسے لیس کمثلہ شئ اس لئے کہ اس کی اصل لیس مثلہ شئ بعض صورتوں میں اور کبھی ہوتا ہے

قولہ اسمین یعنی عن اور علیٰ دونوں اسم بھی ہوتے ہیں جانب اور فوق کے معنی میں اور اسوقت چونکہ یہ دونوں حرف سے لفظی اور معنوی مناسبت رکھتے ہیں اس وجہ سے دونوں مبنی ہوتے ہیں ۔

قولہ بدخول من یعنی عن اور علی دونوں کا اسم ہونا ان دونوں پر من کے داخل ہونے سے جانا جاوے گا قولہ بدخول یہ تکونان کی ضمیر سے حال ہے یعنی دونوں اسم ہوتے ہیں وقت ہونے ان دونوں کے متلبس من کے دخول اور من کے بغیر اسم مستعمل نہیں ہوتے ہیں گویا کہ وہ من علامت ہے اس کے ذریعہ سے ان دونوں کی اسمیت جانی جاتی ہے اسی وجہ سے شارح نے یعلم ذلک کہا اور شارح کی اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ظرف یعلم کے متعلق ہے جیسا کہ ظاہر لفظ سے وہم ہوتا ہے اس لئے کہ فعل خاص کی تقدیر پر کوئی قرینہ نہیں ہے

قولہ والکاف للتشبیہ یعنی کاف کبھی حروف جارہ سے ہے تشبیہ کے واسطے موضوع ہے جیسے زید کالاسد تشبیہ کے معنی ہے مانند کرنا جہاں تشبیہ ہو وہاں چار چیز ضروری ہیں مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ تشبیہ اور آلہ تشبیہ معلوم ہو کہ مشہور یہ ہے کہ مشبہ بہ کے واسطے وجہ تشبیہ میں قوت اور شدت ہونی چاہیے کیونکہ ایک چیز کو دوسری چیز کیساتھ مشابہ کرنے سے غرض یہ ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ ملا دیا جاوے پس مشبہ بہ کا رتبہ مشبہ سے قوی ہونا چاہیے تاکہ وہ ناقص اس کامل کے ساتھ مل جانے

کے ذریعہ سے اپنے مرتبہ میں کمال کی صورت پالے اگر کہا جاوے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ میں قوت اور شدۃ کلی وجہ پر ضروری ہے اور اس پر شاہد اللہم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم کما صلیت وسلمت کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ بات صحیح طریقے پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ہمارے اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل اور اشرف ہیں اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام اتم اور اکمل ہوگا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اور ان الفاظ سے جو کہ صحیح احادیث میں مذکور ہیں مفہوم ہوتا ہے کہ مشبہ بہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ ہے اور مشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ تشبیہ مشبہ بہ میں قوی ہونا بعض صورتوں میں ہے نہ تمام مراد تشبیہ جواب وجہ تشبیہ

معرفت اور ظہور اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کے اعتبار سے معروف اور مشہور ہے اور اس سوال کے اور بہت مشہور جوابات دیئے گئے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں

قولہ زائدۃ یعنی ایک تو تشبیہ کیلئے یعنی ایک شئ کو اس کے ذریعہ سے دوسری شئ کے مانند کرتے ہیں جیسے زید کالاسد اور کاف زائد بھی آتا ہے نفی کی تاکید کے واسطے زیادہ کیا جاتا ہے کیونکہ کاف کا زیادہ ہونا صرف مشبہ کی نفی کی تاکید کے واسطے ہوتا ہے کیونکہ حرف کا زیادہ ہونا جملہ کے لوٹانے کے درجہ میں ہے اور زائدۃ مرفوع ہے اور وہ للتشبیہ پر معطوف ہے یعنی الکاف زائدہ جیسے لیس کمثلہ شئ اگر کاف زیادہ نہیں تو تقدیر لیس مثلہ الخ ہے مثلہ نصب کے ساتھ لیس کی خبر ہے اور شئ رفع کے ساتھ لیس کا اسم ہے انکیں

Marfat.com

کاف کے زیادہ ہونے کے ساتھ حکم کیا گیا نہ مثل کے زیادہ ہونے کے ساتھ کیوں کہ اس کا زیادہ ہونا جو ایک حرف پر ہو اولیٰ ہے خاص کر جب کہ وہ حروف کی قسم سے ہو۔ شارح رحمہ اللہ نے اذا التقدیر لیس مثلہ شئ کہا کیوں کہ موصوف یہ ہے کہ اس کی نفی کی جائے کہ کوئی شئ اللہ تعالیٰ کے مثل ہو اور یہ مقصود نہیں اس کے مثل کے مثل کوئی نہیں ہے ۔

قولہ علی البعض الوجوہ یعنی یہ تقدیر ایک صورت میں ہے اور دوسری صورتوں میں اور تقدیر ہے یعنی اس آیت کریمہ میں واو کا نہ زیادہ ہونا بعض صورتوں میں ہے اس آیت کریمہ میں پہلی صورت یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کے مثل کی نفی کرنا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کے مثل کی اس صورت میں کاف یا لفظ مثل کا زیادہ کہنا ضروری ہوگا بعض نے کاف کو زیادہ کہا کیوں کہ حرف کو زیادہ کہنا اولیٰ ہے خاص کر جب کہ وہ حرف ایک حرف پر ہو دوسری صورت یہ ہے لفظ مثل زائد ہو کیوں کہ کاف پر زیادہ ہونیکا حکم لگانا اس کی طرف ضرورت کے پہلے اس لئے کو زائد کہنے کی ضرورت مثل کے ذکر کرنے کے وقت ہوتی ہے ان دو مذہبوں میں اول کو ترجیح ہے کیوں کہ حرف کے زیادہ کا قول کرنا یہ اقرب ہے اس سے کہ اسم کو زیادہ کیا جائے دوسرے اس وجہ سے کہ اگر مثل کو زائد کہیں تو کاف حرف کا دخول ضمیر پر لازم آئے گا ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مقصود اگرچہ اللہ تعالیٰ کے مثل کی نفی کرتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کے مثل کی ، مگر مثل کے مثل کی نفی کرنا مثل کی نفی کو مستلزم ہے کنایہ کے طریقہ پر اور کنایہ تصریح سے ابلغ ہے کیوں کہ کنایہ میں اثبات بینہ اور دلیل کے ساتھ ہوتا ہے اس وجہ سے نہ کاف زیادہ ہے اور نہ لفظ مثل اور وہ اس لئے کہ اس صورت میں شئ کی نفی اس کے لازم کی نفی کے واسطے اور ذریعہ سے ہوگی کیوں کہ لازم کے نفی ملزوم کی نفی ہے جیسا کہ کہا جاوے لیس لاخی زید اخ پس اس میں اخو زید ملزوم ہے اور اخ اس کا لازم ہے کیوں کہ زید کے بھائی کے واسطے بھائی ہونا ضروری ہے اور وہ زید ہے پس اس لازم کی نفی سے مراد اس کے ملزوم کی نفی کرنا ہے یعنی زید کے واسطے بھائی نہیں ہے اس لئے کہ اگر زید کے واسطے بھائی ہو تو وہ بھائی کے واسطے بھائی ہوگا اور وہ زید ہے پس ایسے ہی اللہ کے واسطے مثل ہونے کی نفی بطریق کنایہ کی کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ کے مثل کی مثل کی نفی کی تو اللہ تعالیٰ کے مثل کی نفی ہوگئی کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے مثل ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے مثل کا مثل ہوگا اور بعض کہتے ہیں اس آیت میں لفظ مثل بمعنی ذات ہے یعنی لیس کذاتہ شئ یعنی اس کی ذات کی مانند کوئی شئ نہیں اور بعض کے نزدیک لفظ مثل بمعنی صفت ہے یعنی لیس کصفتہ شئ اللہ تعالیٰ کی صفت کے مانند کوئی شئ نہیں ہے اور صاحب کشاف نے کہا کہ عرب کہتے ہیں مثلک لا یبخل اس میں تیرے مثل سے بخل کی نفی کی ہے غرض اس کی نفی کرنا ۔ تیری ذات سے ہے پس مبالغہ پیدا کرنے کی وجہ سے کنایہ کا راستہ اختیار کیا کیوں کہ جب بخل کی نفی تیرے مثل سے کی اور اس سے نفی کی جو تیرے اوصاف سے اخص ہے تو تیرے سے نفی کر دی پس لیس کاللہ شئ اور قولہ لیس کمثلہ شئ دونوں کے درمیان کچھ فرق نہیں البتہ اس قدر کہ جو کنایہ سے حاصل ہو رہا ہے معلوم ہو کہ مولانا عصام الدین رح نے فرمایا کہ اس میں بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ مثل المثل کی نفی مثل کی نفی کو مستلزم نہیں ہے کیوں کہ شئ کہ اس کے واسطے مثل نہیں بلکہ ایسا مثل نہیں جو شئ کا مشارک اس کی صفت میں ہو باوجود ہونے شئ کے اقوی اس سے الاسین اور اصل اور مثل کا مرتبہ ملحق بہ کے مرتبہ میں ہے اس سے تقارب کی وجہ اور مولانا عبدالحکیم نے فرمایا کہ یہ جو کہا گیا مثل المثل کی نفی مثل کی نفی کو مستلزم نہیں ہے کیوں کہ شئ کا مثل اس سے اضعف ہوتا ہے پس یہ قول محض توہم ہے ۔ کیوں کہ اس چیز میں جس کے ساتھ مماثلت ہے اس میں جمیع الوجوہ سے مساوی ہونا اور اخص الصفات میں شریک ہونا ہے پس مولانا عصام کا قول درست نہ رہا واللہ اعلم ۔

قولہ وقد تکون یعنی کاف کبھی اسم ہوتا ہے مثل کے معنی میں جیسے اس مثال میں یضحکن عن کالبرد المنہم ۔ اس مصرع کا اول ہے بیض ثلث کنعاج جم بیض بیضاء کی جمع ہے اور یہ محذوف کی صفت ہے یعنی نساء بیض اور یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر یضحکن ہے النعاج بالکسر نعجۃ بالفتح کی جمع نیل گائے یعنی بقرالوحش کی

Marfat.com

تکون ای الکاف اسماً بمعنی المثل نحو ع یضحکن عن کالبرد المنہمِ × ای عن اسنان مثل البرد الذائب للطافتہ وتختص

یعنی کاف اسم جو مثل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے ع ہنستی ہیں وہ ایسے دانتوں سے جو مانند اولے کے پگھلنے والے ہیں یعنی ایسے دانتوں سے جو مثل اولے پگھلنے والے ہیں باریک ہونے کی وجہ سے اور خاص ہے

مادہ الجمُّ بالضم جماّ کی جمع جس کے واسطے سینگ نہ ہو یعنی بے سینگ البرد بالتحریک المنہم بالتشدید المیم پگھلنے والا انہم البرد والتشحم انہماما گھلنا اور پگھلنا معنی میں ہے سفید عورتیں ایسی نیل گائے کے مانند ہیں کہ ان کے واسطے سینگ نہیں ہنستی ہیں وہ ایسے دانتوں سے کہ وہ دانت صفائی اور چمکداری میں گلے ہوئے اولے کے مانند ہیں اور اس میں شاہد کالبرد ہیں جو کاف ہے وہ اسم بمعنی مثل ہے معلوم ہو کہ سیبویہ اور دوسرے نحاۃ کے نزدیک اختلاف واقع ہو رہا ہے سیبویہ کا یہ مذہب ہے کہ کاف اسم مثل صرف ضرورت میں آتا ہے اور اخفش اور فارسی کہتے ہیں ضرورت اور اختیار ہر ایک میں کاف اسم بمعنی مثل آتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ زید کالاسد میں کاف اسم بمعنی مثل ہو کر مرفوع ہو اور اسد مجرور ہو اس بنا پر کہ کاف اسم بمعنی مثل.... مضاف ہے اور اسد مضاف الیہ ہے اس شعر میں قرینہ اس پر کہ کاف اسم بمعنی مثل ہے حرف عن کا اس پر داخل ہو کر آنا ہے، چوں کہ حرف جر حرف جر پر داخل نہیں ہوتا ہے۔ سوال زید کالاسد میں کاف اسم ہے بمعنی مثل کیوں کہ اس کے معنی زید مثل اسد کے ہیں غرضیکہ جو کاف حرفی ہے وہ اسمی نہیں ہوگا بلکہ تشبیہ کے معنی میں ہے مثل اور مشابہ کے درمیان فرق ہے وہ یہ ہے کہ مثل اس کو کہتے ہیں جو صفات میں مساوی ہو اور مشابہ اور مثال میں تمام صفات میں مساوات شرط نہیں ہے اس وجہ سے کہا گیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے واسطے مثل نہیں ہے مشابہ اور مثال ہو سکتی ہے کہ عقل کو آفتاب سے تشبیہ دیتے ہیں اور آفتاب کی مثال مناسبت کے ساتھ لائے ہیں چنانچہ محسوسات آفتاب نور کے ساتھ منکشف ہے جیسے معقولات عقل کے ساتھ منکشف ہوتے ہیں باوجودیکہ عقل آفتاب کے ساتھ تمام صفات میں مماثل نہیں ہے سوال تشبیہ اسم جیسا کہ مثل اسم ہے پس جس طرح کاف بمعنی مثل اسم ہوتا ہے اسی طرح کاف بمعنی تشبیہ بھی اسم ہو۔

جواب زید کالاسد میں کاف بمعنی تشبیہ جزئی ہے اور یہ حرفی معنی ہے کہ اسکا تعقل متعلقات کے تعقل کے بغیر ممکن نہیں ہے اور لفظ تشبیہ اسم ہے شبہ حکمی معنی کے واسطے موضوع ہے اس کے متعلقات کا تعقل اجمالاً کافی ہے اور کاف اسمی مثل کلی کے واسطے موضوع ہے نہ جزئی کے واسطے موضوع اسم ہے واللہ اعلم۔

قولہ تختص۔ یعنی کاف اسم ظاہر کیساتھ خاص ہے یعنی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اور اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا پس کزید بولا جائے گا اور کہ نہیں بولا جائے گا یہ جمہور علماء نحاۃ کے نزدیک ہے چونکہ ضمیر پر لفظ مثل اور جو الفاظ کہ مثل لفظ کے مانند ہیں وہ ضمیر پر داخل ہوتے ہیں انہوں نے ضمیر پر کاف کے دخول سے مستغنی کر دیا البتہ سعت یعنی وسعت کلام بمعنی نثر میں ضمیر مرفوع پر داخل ہو جاتا ہے جیسے بولا جائے ما انا کانت اور مبرد کے نزدیک کاف کا دخول اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں جگہ میں عام ہے اور یہ مبرد اشعار کے ذریعہ سے استدلال کرتا ہے کہ قولہ کہ یہ کاف کے فتحہ اور ہاء کے ذمہ کیا تھا ہے اور قولہ استغناء قولہ لایقال کہ کی علت ہے اس کے معنی یہ ہیں مثل کاف کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح لفظ شبہ اور نحو پس مثلہ نحوہ اور شبہہ بولا جائے گا اور اس وقت کاف کو ضمیر پر داخل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے اور قولہ استغناء مفعول لہ ہے کیوں کہ دونوں میں فاعل کے اندر اتحاد موجود ہے اور مفعول لہ پر سے لام کے حذف کرنے کی بھی شرط ہے اور اگر استغناء قولہ یختص کی علت ہو تو اس وقت فاعل کے اتحاد ہونے کی وجہ سے لام کو حذف نہیں کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

ای الکاف بالظاہر ای بالاسم الظاہر عند الجمہور فلا یقال کہ استغناءً عنہ بمثل ونحوہ وقد تدخل فی السعۃ علی المرفوع نحو ما انا کانت خلافا للمبرد فانہ اجاز ذلک مطلقاً نظراً الیٰ ما جاء فی بعض اشعارہم ومذ ومنذ للزمان الماضی او الحاضر فہما للابتداء فی الزمان الماضی یعنی اذا ارید بہما الزمان الماضی فالمراد ان مبداء زمان الفعل المثبت او المنفی ہو ذلک الزمان الماضی الذی ارید بہما لا جمیعہ کما اذا قلت سافرت من البلد

یعنی کاف ظاہر کے ساتھ یعنی اسم ظاہر کے ساتھ جمہور کے نزدیک پس کہ نہیں کہا جاتا مثل اور نحوہٗ وغیرہ کی وجہ سے وہ اس سے مستغنی ہے اور وسعت کلام پر وہ کبھی مرفوع پر داخل ہو جاتا ہے جیسے ما انا کانت مبرد کا اختلاف ہے کیوں کہ اس نے اس کو مطلقاً جائز کہا ہے نظر کرتے ہوئے عرب کے بعض اشعار کی طرف اور مذ اور منذ زمان کے لئے آتے ہیں یعنی ماضی یا حاضر پس دونوں ابتداء کے معنی دیتے ہیں زمانۂ ماضی میں یعنی جب ان دونوں سے زمانۂ ماضی کا ارادہ کیا جائے پس مراد یہ ہے کہ زمانہ کی ابتداء فعل مثبت کی یا منفی کی وہ یہی زمانۂ ماضی ہے جس کا ان دونوں سے ارادہ کیا گیا ہے نہ کہ جمیع زمانہ جیسے جب تو نے کہا سافرت من البلد

قولہ اجاز ذلک مطلقاً یعنی سعت اور ضرورت دونوں میں اس کو جائز رکھا ہے اور مرفوع اور منصوب اور مجرور سب پر دخول کو جائز قرار دیا ہے، یا مطلقاً اسم ظاہر اور اسم ضمیر میں دخول کو جائز رکھا اور قولہ نظراً یعنی نظر کی وجہ سے یعنی نظراً یا تو اجاز کا مفعول لہٗ ہے یعنی بوجہ نظر کرنے اس شئی کی طرف کہ آیا ہے وہ ان کے بعض اشعار میں یا یہ نظر بمعنی ناظراً ہو کر حال ہے اس نے جائز وقت ہونے اس کے دیکھنے والا عرب

کے بعض اشعار کی طرف اور ظاہر یہ ہے کہ جمہور اس کے شاذ ہونے کے ساتھ حکم کرتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ قولہ فی السعۃ فرار کے قول کا جواب ہے یا اس لئے کہ وہ شعر ہے اور اس شعر کا قیاس قیاس مع الفارق ہے یا اس وجہ سے شاذ ہے کہ وہ نادر ہے اور لفظ بعض اس پر دلالت کرتا ہے یا ان اشعار سے اس وجہ سے استدلال نہیں ہو سکتا کہ اس کی فصاحت معلوم نہیں شعر اور اس کے قائل کو ذکر نہ کرنا اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فصیح نہ

ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں قولہ یعنی اذا ارید الخ یعنی مذ اور منذ دونوں ماضی زمانہ یا حاضر زمان کے واسطے آتا ہے پس یہ دونوں زمان ماضی میں ابتداء کے واسطے یعنی جب کہ دونوں زمان ماضی کا ارادہ کیا جاوے، شارح نے اس عبارت سے اس تناقض کو دفع کیا ہے جو اس کے قول للزمان اور للابتداء میں ہے کیونکہ اول سے سمجھا جاتا ہے کہ ان دونوں کی وضع زمان کے واسطے ہے اور ثانی سے سمجھ میں آتا ہے کہ دونوں کی وضع ابتداء کے واسطے ہے پس شارح نے جواب دیا تنافی کے انکار کے ساتھ زمانہ فعل کا مبداء وہی ایسا زمان ہے جو کہ ان دونوں سے مراد لیا گیا ہے بعض شارحین نے اس تنافی کا جواب دیا قولہ للابتداء قولہ للزمان سے بدل اشتمال ہے چونکہ مبدل منہ بدل پر مشتمل ہے معلوم ہو کہ مذ اور منذ یہ دونوں حروف جارہ سے ہیں اور زمان کے واسطے موضوع اور مستعمل ہیں اور مذ اپنی اصل پر ہے اور یہی مذہب منصور ہے اس لئے کہ حرف میں اصل تصرف کا نہ ہونا ہے اور بعض کے نزدیک یہ دونوں اسم ہیں اور یہ دونوں حرف جر ہیں جس وقت کہ ان کا مابعد مجرور ہوئے اور یہ اکثر نحاۃ کے نزدیک ہے اور بعض کے نزدیک یہ دونوں اسم ہیں اور ان کا مابعد اضافت کی وجہ سے مجرور ہے اور جس وقت کہ ان کا مابعد مجرور نہیں ہوتا پس بالاتفاق اسم ہیں جیسا کہ ظرف کی بحث میں گذرا۔ سوال جب یہ دونوں زمان

Marfat.com

مذ سنۃ کذا وما رأیت فلانا مذ سنۃ کذا بشرط ان تکون هذه السنة ماضية لا تكون فيها فان معناه حينئذ ان مبدأ مسافرتي او عدم رويتي كان هذه السنة وامتد الى الآن

والظرفية عطف على الابتداء اى وهما للظرفية المحضة من

مذ سنۃ کذا اور دوسری مثال ما رأیت فلانا مذ سنۃ کذا اس شرط کے ساتھ کہ یہ سن وہ ماضی ہو جس میں تو نہ رہا ہو کیوں کہ اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میرے سفر کا مبدأ یا میرے نہ دیکھنے کی ابتدار یہ سن تھا اور وہ اب ممتد ہوا ہے اور ظرفیت فعل ابتدار پر عطف ہے یعنی وہ دونوں ظرفیۃ محضہ

کے واسطے موضوع ہیں اور مستعمل ہیں پس ضروری یہ ہے کہ یہ اسم ہوں نہ حرف جواب قولہ للزمان یہ توطیہ اور تمہید ہے اور اس سے مقصود اس قول کی نسبت ہے یعنی منذ للابتدار فی الماضی والظرفیۃ فی الحاضر جیسا کہ عنقریب آئیگا پس قولہ للابتدار قولہ للزمان اور یہ اس وجہ سے کہا تا کہ بیان کا مخاطب مشتاق اور منتظر رہے کیوں کہ اس امر کا ارادہ ممکن نہیں ہے کہ مذ اور منذ زمان کے واسطے موضوع اور مستعمل ہو کیوں کہ اس وقت لازم آویگا کہ اسم ہوں پس مخاطب جانتا ہے کہ کوئی دوسرا امر مراد ہے پس بیان کا منتظر ہوگا اور زمان سے مراد زمان ماضی اور حاضر ہے کیوں کہ ان دونوں کا زمان مستقبل میں استعمال مفقود ہے اور قولہ للابتدار فی الماضی کے یہ معنی ہیں کہ مذ اور منذ زمانہ ماضی میں ابتدار کے واسطے مستعمل ہوتے ہیں لیکن یہ استعمال مطلق نہیں ہے بلکہ اس وقت ہے کہ ان دونوں کے مدخول سے زمانہ ماضی مراد لیں پس حاصل یہ ہیکہ فعل مثبت یا منفی کے زمانہ کا مبدأ وہ زمانہ ماضی ہوتا ہے اور اس وقت مذ اور منذ سے تمام زمانہ فعل نہیں ہوتا ہے جیسے سافرت من البلد مذ سنۃ کذا او ما رأیت فلانا مذ سنۃ کذا اس شرط سے کہ وہ سال جو کہ معین اور مشار الیہ ہے ماضی ہو اور متکلم اس سال میں نہ ہو اس وقت میں دونوں مثالوں کے یہ معنی ہیں کہ میرے سفر کا مبدأ یا میرے نہ دیکھنے کا مبدأ یہ برس تھا اور اب تک ممتد رہا یعنی اس کلام کے متکلم کے زمانہ تک ممتد رہا پس قولہ فالمراد الخ یہ قولہ اذا ارید بہما کے واسطے جزار ہے اور قولہ مبدأ مصدر میمی ہے ابتدار کے معنی میں اور اس سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں پر غایت غرض کے معنی میں ہے اور مقصود وہ فعل ہے نہ مسافت جیسا کہ من اور الی میں کیوں کہ مسافت کا اطلاق زمان میں درست نہیں ہے پس یہ دونوں مکان میں مستعمل نہیں ہوتے کیوں کہ یہ دونوں زمان میں مختص ہیں مطلب یہ ہے کہ جب ان دونوں کے مدخول سے زمانہ ماضی مراد لیا جاوے تو یہ مراد ہوتا ہے کہ فعل مثبت یا فعل منفی کے زمانہ کا مبدأ وہ یہ زمانہ ماضی ہے جو ان دونوں سے مراد لیا گیا اور تمام زمانہ ماضی نہیں ہے۔

قولہ جمیعہ یہ قولہ مبدأ زمان الفعل پر معطوف ہے زمانہ ماضی فعل کا تمام زمانہ نہیں ہے کیوں کہ فعل زمانہ ماضی میں منقطع نہیں ہوا بلکہ زمانہ تکلم تک ممتد رہا پس اس وجہ سے یہ منصور نہیں ہے کہ زمانہ ماضی زمانہ فعل کی تمام مدت ہو، قولہ ہذہ السنۃ ماضیۃ یعنی یہ شرط ہے کہ یہ تمام برس ماضی ہو کیوں کہ اگر اس سے کچھ باقی رہے گا تو یہ برس حالیہ اور موجودہ ہوگا نہ ماضیہ۔

قولہ عطف علی الابتدار یعنی الظرفیۃ فی الحاضر کا عطف الابتدار فی الماضی پر ہے یعنی للظرفیۃ فی الحاضر، الابتدار فی الماضی پر معطوف ہے اور الظرفیۃ فی الحاضر الزمان پر معطوف نہیں ہے کیوں کہ اس صورت میں عطف خاص علی العام لازم آوے گا کیوں کہ الزمان الحاضر سے عام ہے معنی یہ ہے کہ مذ اور منذ دونوں ظرفیۃ محضہ کے لئے ہیں معنی الابتدار کا اعتبار کئے بغیر یعنی معنی ابتدار کا اس میں بالکل لحاظ نہیں خالص ظرفیت یعنی فی مستعمل ہے۔ قولہ من غیر اعتبار معنی الابتدار یہ قولہ المحضۃ کی تفسیر ہے یعنی زمانہ حاضر کی ابتدار معتبر نہیں اگرچہ معنے

Marfat.com

غیر اعتبار معنی الابتداء فی الزمان الحاضر ای الذی اعتبرتہ حاضرا وان مضی بعضہ یعنی اذا ارید بہما الزمان الذی اعتبر حاضرا فالمراد ان جمیع زمان الفعل ھو ذلک الزمان الحاضر نحو ما رایتہ مذ شہرنا ومنذ یومنا ای جمیع زمان انتفاء رویتنا ھو ھذا الشہر او الیوم الحاضر عندنا لانہما لم ینقضیا بعد ولم یمتد زمان الفعل الی ما وراءھما فکیف یصح اعتبارھما مبداء کزمان الفعل فی المثالان المذکوران کلاھما للظرفیۃ ویمکن ان

کیلئے آتے ہیں ابتداء کے معنی کا اعتبار کئے بغیر زمانہ حاضر میں یعنی جس کو تو نے حاضر اعتبار کیا ہے اگرچہ اس کا بعض حصہ گذر چکا ہے یعنی جب ان دونوں سے اس زمانے کا اعتبار کیا جائے جس کو حاضر اعتبار کیا گیا ہے پس مراد یہ ہے کہ فعل کا پورا زمانہ وہ یہی زمانہ حاضر ہے جیسے نہیں دیکھا میں نے اس کو اپنے ایک ماہ سے یا اپنے ایک یوم سے یعنی ہماری رویت کے منتفی ہونے کا پورا زمانہ وہ یہ مہینہ ہے یا موجودہ یوم ہے ہمارے نزدیک اسلئے کہ اب تک دونوں ختم نہیں ہوئے اور فعل کا زمانہ ممتد نہیں ہوا ان دونوں کے علاوہ کی طرف لہذا پس ان دونوں کے مبدا ہونے کا اعتبار کرنا کیسے صحیح ہوگا فعل کے زمانہ کی طرح مذکورہ دونوں مثالوں میں دونوں ظرفیت کی مثالیں ہیں ممکن

ابتداء کے اعتبار کے وقت میں بھی معنی ظرفیت موجود ہے کیونکہ فعل کا وقوع مدخول میں ضروری ہے اور یہ اسی وقت ہے کہ ان دونوں کے مجرور سے زمانہ حاضر کا ارادہ کریں خواہ وہ زمان فی الحقیقت حاضر ہو یا نہ ہو بلکہ اس کے بعض اجزاء گذر چکے ہوں لیکن متکلم نے اس کو حاضر اعتبار کر لیا ہے پس قولہ من غیر اعتبار معنی الابتداء اس سے ایک اعتراض دور کیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم اور پہلی قسم میں کچھ فرق نہیں کیونکہ وہ دونوں قسم اول میں بھی ظرفیت کے لئے ہے سو جو دونوں مثالوں میں مذکور ہے وہ زمان ہے اور زمان صرف ظرف ہوتا ہے لیکن وہ دونوں قسم اول میں ظرفیت محضہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس میں ابتداء کے معنی معتبر ہے۔

قولہ فی الزمان الحاضر۔ یہ دونوں زمان حاضر میں ظرفیت کے لئے ہوتے ہیں یعنی ایسے موجود زمانہ کے لئے ہوتے ہیں جس کو موجود اعتبار کر لیا ہے اگرچہ اس کا بعض گذر گیا یعنی جب کہ ان دونوں کے ساتھ وہ زمانہ مراد لیا جاوے جس کو حاضر اور موجود اعتبار کر لیا ہے پس اس وقت یہ مراد ہے فعل کا تمام زمانہ یہ موجود زمانہ ہے جیسے ما رایتہ مذ شہرنا الخ یعنی دیکھنے کا انتفاء (نہ دیکھنے) کا تمام زمانہ ایسا مہینہ جو ہمارے پاس حاضر اور موجود ہے یا ایسا دن ہے جو ہمارے پاس حاضر اور موجود ہے کیونکہ مہینہ اور دن دونوں ابھی ختم نہیں اور گذرے نہیں اور فعل کا زمان ان دونوں کے ماسوا کی طرف ممتد نہیں پس گویا کہ کہا گیا تم کہاں سے کہتے ہو کہ وہ دن میں نہیں ہوں اور وہ مہینہ جس میں میں ہوں پس وہ زمانہ حاضر ہے کیوں نہیں ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مثالوں میں مذ اور منذ زمانہ ماضی میں ابتداء کے واسطے ہوں پس قولہ ہو ہذا الشہر الخ سے جواب دیا کہ یہ مہینہ ہمارے پاس حاضر ہے اور یہ دن ہمارے پاس حاضر ہے کیوں کہ دونوں اب تک گذرے نہیں یعنی کوئی دوسرا زمانہ داخل نہیں ہوا ہم زمانہ حاضر سے یہی زمانہ مراد لے رہے ہیں چونکہ یہ گذرا ہے کہ یہ کل کا نام رکھنا ہے جزء کے نام کے ساتھ۔

قولہ فکیف یصح یعنی ان دونوں مثالوں میں مذ اور منذ کا زمان ماضی میں ابتداء کے لئے ہونا کیسے درست ہوگا چونکہ یہ گذرا ہے کہ زمان ماضی میں ابتداء کے واسطے ہونے میں دونوں کے اندر یہ ضروری ہے کہ پورا سال مثلاً ماضی ہو پس اس وقت دونوں

Marfat.com

یجعل الاول مثالا للابتداء کما یتوهم بحسب الظاهر لکن بتقدیر مضاف ای ما رایته مذ دخول شهرنا وحاشا وعدا وخلا للاستثناء ای لاستثناء ما بعدها عما قبلها فاذا جررت بها ما بعدها تکون حروفا جارۃ وبهذا الاعتبار ذکرت ههنا نحو جاء فی القوم حاشا زید وعدا زید وخلا زیدٍ واذا نصبت بها تکون افعالا الحروف المشبهة بالفعل ووجه شبهها به اما لفظا فلانقسامها کالفعل

ہے کہ اول کو ابتدار کی مثال بنا دیا جائے جیسا کہ باعتبار ظاہر کے متوہم ہوتا ہے مگر اس جگہ مضاف مقرر ہو نا یعنی ما رأیت مذ دخول شہرنا اور حاشا اور عدا، خلا استثنار کے لئے آتے ہیں یعنی اپنے ماقبل سے اپنے مابعد کو مستثنیٰ کرنے کے لئے پس جب تو نے ان کے ذریعہ ان کے مابعد کو جر دیا تو یہ حروف جار ہو جائینگے اور اسی اعتبار سے یہاں ان کا ذکر کیا گیا ہے جیسے جاء فی القوم حاشا زید عدا زید خلا زید، اور جب ان کے ذریعہ ان کے مابعد کو نصب دیگا تو یہ فعل ہوں گے.

وہ حروف جو فعل کے مشابہ ہیں اور ان کے فعل کے مشابہ ہونے کی وجہ یا لفظوں میں ہو گی ان کے منقسم ہونے کی وجہ سے فعل کی طرح

مذکور مثالیں ظرفیت کے لئے ہیں ر ماضی زمان میں، ابتدار کے واسطے پس گو یا قولہ فالمثالان المذکوران الخ مصنف پر اعتراض ہے کہ اول دونوں مذکور ابتدار و ظرفیت میں سے ہر ایک کے واسطے مثال کا بیان کرنا ہے قولہ ولیکن ان یجعل الخ یعنی اول مثال کو ابتدار کے واسطے مثال قرار دینا ممکن ہے یہ اعتراض کا جواب ہے یعنی اول مثال ابتدار فی الزمان الماضی کی مثال ہے لیکن ایک مضاف کی تقدیر کے ساتھ اور وہ دخول و حدوث ہے یعنی ما رایتہ مذ حدوث شہرنا یعنی من زمان حدوث شہر رمضان مثلاً۔ قولہ کما یتوہم جیسا کہ ظاہر کے موافق وہم کیا جاتا ہے کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ دونوں مثالیں دونوں معنی کے واسطے ہوا، اور شارح نے توہم اس وجہ سے کہا ہے کہ غور کرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں مثالیں دونوں معنی کے واسطے نہیں بن سکتی ہیں البتہ تقدیر کے تکلف کے ساتھ کہ پہلی مثال پہلے معنی کے واسطے دوسری مثال دوسرے معنی کے واسطے قولہ وحاشا الخ یہ حروف استثنار کے واسطے موضوع اور مستعمل ہیں الاستثنار میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے یعنی جو ان حروف کے بعد ہے اس کی استثنار اس شئ سے جو ان کے پہلے ہے پس جب تم ان کے ساتھ اس کو جر دو گے جو ان کے بعد ہے تو یہ حروف جارہ ہوں گے اور یہاں اسی اعتبار سے ان کو ذکر کیا ہے اور جب تم ان کے ساتھ ان کے مدخول کو نصب دو گے تو یہ افعال ہوں گے اسوقت

یہ حروف جر نہ ہوں گے۔ رضی میں ہے جب حاشا کو استثنار میں استعمال کرتے ہیں تو اس کے معنی اس اسم کو منزہ اور پاک ظاہر کرنا ہے جس پر حاشا داخل ہے اور ایسے ہی جب اس کا استثنار کے غیر میں استعمال کرتے ہیں تو جو اسم حاشا کے بعد ہے برائی سے پاک کرنا ہے۔ قولہ الحروف المشبہۃ ان حروف کی جو آئندہ مذکور ہیں ان کی مشابہت فعل کے ساتھ اعتبار کی گئی اعمال کی وجہ سے۔ قولہ وجہ شبہہا۔ فعل کے ساتھ ان حروف کی مشابہت کی وجہ بوجہ مصدر

بمعنی اسم مفعول ہے اور اضافت اس گروہ سے ہے کہ اس میں صفت کی اضافت اپنے موصوف کی طرف ہو رہی ہے یعنے التشبیہ الموجبۃ۔ یا مفعول کے واسطے مصدر میمی ہے یعنی کون الشبہ موجباً یعنی شبہ کا موجب ہونا اور وجہ علت اور سبب کے معنی میں نہیں ہے ورنہ ایک کی زیادہ لازم آئے گی یا وجہ یا لام کی یا حذف الجر کا حذف اور اصل زیادہ کا نہ ہونا ہے اور حذف کے قول کا نہ ہونا۔ قولہ فلانقسامہا الخ ان حروف کی فعل کیساتھ مشابہت کی وجہ یعنی جو چیز ان کی مشابہت

Marfat.com

الی الثلاثی والرباعی والخماسی ولبنائہا علی الفتح مثلہ واما معنیً فلان معانیہا معانی الافعال مثل اکدت وشبہت واستدرکت

ثلاثی، رباعی اور خماسی کی طرف اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ ان کی طرح فتحہ پر اور رہا معنی مشابہ ہوں گے تو اس وجہ سے کہ ان کے معانی فعل کے معنی ہوتے ہیں جیسے اکدت شبہت، استدرکت

کی موجب ہے وہ مشابہت لفظاً یعنی تلفظ کے اعتبار سے ہے کیوں کہ یہ حروف اپنے تمام حروف کے اعتبار سے تین قسموں کی طرف منقسم ہیں جیسے فعل اپنے تمام حروف کے اعتبار سے تین قسموں کی طرف منقسم ہے اور اس کا سداسی ہونا اس مشابہت میں مضر نہیں اس لئے کہ اس کی انتہا اور غایت یہ ہے کہ یہ حرف اسم کے ساتھ بھی مشابہ ہے لیکن اس مشابہت کا اعتبار نہیں کیا گیا کیوں کہ اس کا کوئی ثمرہ نہیں ہے پس جس طرح فعل منقسم ہے ثلاثی اور رباعی اور خماسی کی طرف اس طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوئے چنانچہ ان میں سے ان اور ان اور لیت ثمین حرفی ہیں اور لعل اور کان چار حرفی اور لکن پانچ حرفی.

سوال ہوتا ہے کہ ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ انقسام کے اعتبار سے ضعیف ہے چوں کہ یہ انقسام اسم کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہے چوں کہ اسم ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتا ہے اور فعل خماسی نہیں ہوتا ہے. جواب انقسام سے یہاں مراد حروف اصلیہ اور زائد کے اعتبار سے انقسام مراد ہے اور فقط حروف اصلیہ کے اعتبار سے انقسام مراد نہیں ہے بلکہ اپنے تمام حروف کے اعتبار سے اقسام ثلثہ کی طرف منقسم ہے جیسے فعل اپنے تمام حروف کے اعتبار سے اب اس کا سداسی ہونا بھی اس مشابہت میں مضر نہیں ایسے ہی اسم کا بھی ان اقسام کی طرف منقسم ہونا اس سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ ان حروف کو اسم سے بھی مشابہت ہے لیکن اس مناسبت سے کوئی ثمرہ اور فائدہ نہیں. اس لئے یہ مشابہت اعتبار نہیں کی گئی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ انقسام اسم میں نہیں ہے کیوں کہ اسم کا انقسام ان قسموں کی طرف حروف اصلیہ کے اعتبار سے ہے معلوم ہوکہ ان حروف کو فعل کے ساتھ مشابہت وزن کے اعتبار سے بھی ہے.

قولہ لبنائہا. اور دوسری مشابہت یہ ہے کہ فعل جس طرح فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی فتح پر مبنی ہوتا ہے یعنی یہ حروف فی الجملہ فعل کے مانند ہیں جیسے ماضی پس اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ فعل مطلقاً مبنی علی الفتح ہوتا ہے.

قولہ فلان معانیہا الخ اور معنی کے اعتبار سے ان حروف کو فعل کے ساتھ مشابہت ہے چنانچہ ان کے معانی افعال کے معانی ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک کے معانی جزئیہ اس میں مشابہ ہیں غرضیکہ حروف کے معانی جزئیہ معانی ہیں ایسے افعال کے معانی معانی جزئیہ ہیں چوں کہ افعال کے مفہوم میں فاعل معین کی طرف نسبت معتبر ہے پس ہوسکتا ہے کہ ان حروف کے معانی افعال کے معانی ہوں.

قولہ مثل اکدت الخ ماضی کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کیا چوں کہ یہ حروف انشاء کے لئے موضوع ہیں پس یہ افعال ماضیہ اپنے معانی کے تحقق پر دال ہے انشاء ہونے کی وجہ سے اور یہ حروف بھی اسی طرح ہیں. سوال یہ حروف نصب اور رفع کا کیوں عمل کرتے ہیں جب کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہت کی بنا پر عمل کرتے ہیں تو ان کو فعل کا عمل کرنا چاہئے تھا. جواب فعل کا عمل فرعی یہ عمل ہے کہ منصوب مرفوع پر مقدم ہو اب جبکہ یہ حروف فعل کی فرع ہیں اس وجہ سے فعل کا فرعی عمل ان حروف کو دیدیا.

قولہ کان المناسب الخ مصنف کو مناسب یہ تھا کہ الاحرف المشبہۃ کہتا یہ نہ کہ الحروف المشبہۃ چوں کہ حرف کی دو جمع ہیں ایک جمع قلت اور ایک جمع کثرت جمع قلت وہ ہے جو اپنے مفرد کے کم از کم تین فرد اور زیادہ سے زیادہ دس فرد پر شامل ہو اور جمع کثیر کم از کم گیارہ اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں اور یہ کل چھ حرف ہیں. لہذا حرف کی جمع قلت جو احرف ہے وہ لانی چاہئے نہ کہ جمع کثرت حروف.

Marfat.com

وتمنیت وترجیت وکان المناسب ان یعبر عنها بالاحرف المشبهة
علی صیغة جمع القلة لکونها ستة لکنهم لما عبروا عن الحروف الجارة
والعاطفة مثلا بصیغة جمع الکثرة لم یستحسنوا تغییر الاسلوب
مع شیوع استعمال کل من صیغتی جمع القلة والکثرة فی الاخری
علی انها اذا لوحظت مع فروعها الحاصلة بتخفیف نوناتها ولغات
لعل تبلغ مبلغ جمع الکثرة وهی انَّ واَنَّ وکاَنَّ ولکنَّ ولیت ولعلَّ
اخرهما لکونهما للانشاء بخلاف الاربعة السابقة لهما ای لهذه الحروف

تمنیت اور ترجیت (میں نے مؤکد کیا۔ میں نے تشبیہ دی۔ میں نے استدراک کیا۔ میں نے تمنا کی۔ میں نے امید کی) اور مناسب تھا کہ ان کو تعبیر کرتے احرف المشبہ کے نام سے جمع قلت کے وزن پر کیوں کہ چھ ہیں لیکن جب نحویوں نے حروف جارہ اور عاطفہ کی تعبیر مثلاً جمع تکثیر سے کی تو اسلوب بیان کا تبدیل کرنا اچھا نہیں سمجھا باوجودیکہ جمع قلت و جمع کثرت میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی جگہ مستعمل و شائع ہے۔ اس کے علاوہ جب ان کا لحاظ ان کے فروع سے کیا جاتا ..... جو ان کے نونات کی تخفیف (حذف) سے حاصل ہوتا۔ اور لعل میں لغات جمع کثرت کی حد کو پہونچی ہوئی ہیں اور وہ انَّ اَنَّ کاَنَّ اور لکنَّ، لیتَ، لعلَّ ہیں، ان دونوں کو مؤخر کیا کیوں کہ وہ انشاء کے لئے آتے ہیں بخلاف سابقہ چاروں کے، ان کے لئے یعنی

شارح رح کہتے ہیں کہ واقعی الاحرف المشبۃ کہنا چاہئے تھا چوں کہ یہ کل چھ ہیں تو مصنف اس وجہ سے کہ اسلوب متغیر نہ ہو اس وجہ سے اس کو جمع کثرت کے صیغہ کے لائے چوں کہ حروف جارہ اور حروف عاطفہ ان کے کثیر ہونے کی وجہ سے ان کو جمع کثرت سے تعبیر کیا، پس مصنف نے اسلوب کی تغییر کو اچھا نہیں سمجھا اس وجہ سے باوجودیکہ حروف مشبہ چھ ہیں ان کو جمع قلت سے تعبیر کیا لیکن اس وجہ سے اس کو جمع کثرت سے تعبیر کر دیا باوجودیکہ جمع قلت اور جمع کثرت کے صیغوں میں سے ہر ایک صیغہ کا دوسرے صیغہ کی جگہ استعمال ہونا شائع اور مشہور ہے۔ تیسرا جواب شارح علی انہا اذا الخ سے دیتا ہے کہ جب ان حروف کو ان کے اصول و فروع قسمیت اعتبار کر لیا جاوے جو فروع کہ ان کے نونوں کی تخفیف کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں اور لعل میں جو لغات ہیں کہ اس میں گیارہ لغت ہیں تو بھی یہ حروف جمع کثرت کو پہنچ جاتے ہیں پس اس اعتبار سے ان کو جمع کثرت سے تعبیر کرنا درست ہوگا۔ قولہ اخرہما۔ یعنی یہ حروف انّ اور اَنّ اور کانّ اور لکنّ اور لیت ولعل ہیں ان میں سے لیت اور لعل کو باقی حرفوں سے مؤخر کر دیا حالاں کہ مناسب یہ تھا کہ اول ثلاثی ہوں پھر رباعی پھر خماسی پس سوال ہوا کہ مصنف نے ان دونوں کو باقی حرفوں سے کیسے مؤخر کر دیا جواب کی تقریر یہ ہے کہ ان دونوں کو مؤخر کرنا اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ دونوں انشاء کے لئے ہے اور باقی حروف خبر کے لئے اور خبر اصل ہے انشاء کے اعتبار سے اس وجہ سے کہ جو حروف خبر کے لئے آتے ہیں وہ اصل ہیں اور جو حروف ان میں انشاء کے لئے ہیں وہ فروع ہیں اس بنا پر ان دونوں کو اول چاروں پر مقدم کر دیا کہ وہ خبر کے لئے آتے ہیں اور خبر کا انشاء کے واسطے اصل ہونا انشاء خبر سے بذریعہ اشتقاق حاصل ہوتا ہے جیسے امر کہ مضارع سے مشتاق ہوتا ہے یا نقل کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جیسے بعت اور اشتریت دوسری وجہ سے خبر کے اصل ہونے کی یہ ہے کہ خبر کو ایصال میں دخل ہے بخلاف انشاء کے کہ اس کو ایصال میں دخل نہیں ہے۔ قولہ لکونہما للانشاء یعنی چونکہ لیت اور لعل دونوں انشاء کے واسطے ہیں بخلاف چار باقی کے چنانچہ وہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ اول تین تو بالکل انشاء کے لئے ہیں اور کانّ اگرچہ وہ انشاء تشبیہ کیلئے ہے

Marfat.com

صدر الکلام وجوبا لیعلم من اول الامر انه ای قسم من اقسام الکلام اذ کل منها یدل علیٰ قسمٍ منه کالکلام الموکد والمشتمل علی التشبیه والاستدراک والتمنی والترجی سویٰ انَّ المفتوحة نسهی بعکسها ای بعکس باقیها علیٰ حذف المضاف بان تقتضی عدم الصدارة لانها مع اسمها وخبرها فی تاویل المفرد فلابد لها من التعلق بشئٍ اٰخر حتیٰ تتم کلاماً وحینئذٍ لو وقعت فی الصدر

ان حروف کے لئے صدر کلام واجب ہے تاکہ اول وہلہ میں معلوم ہو جائے کہ یہ اقسام کلام میں سے کونسی قسم ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ قسم پر دلالت کرتا ہے جیسے کلام مؤکد وہ کلام جو تشبیہ پر مشتمل ہے اور استدراک پر اور تمنی و ترجی پر علاوہ انّ مفتوحہ کے کہ وہ ان کے برعکس ہے یعنی مابقی کے برعکس ہے حذف مضاف پر کہ وہ عدم صدارت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مفرد کی تاویل میں ہوتا ہے پس اس کے لئے کسی دوسرے کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے تاکہ وہ کلام تام بن سکے اور اس صورت میں اگر وہ (انّ) شروع کلام میں مذکور ہو تو انّ مکسورہ

لیکن یہ ظن اور تحقیق اور تقریب کیلئے آتا ہے اور انشاء اخبار کی فرع ہے اس وجہ سے اس کو مؤخر کر دیا۔

قولہ صدر الکلام یعنی ان حروف کے واسطے صدر کلام ہے کلام سے بیان پر کلمہ کا مقابل ہے پس اس کا یہ مطلب ہوا کہ حروف ایسے مرکب تام کے شروع میں واقع ہوتے ہیں جس پر سکوت درست ہو پس اس وقت انّ مفتوحہ کی استثنا درست ہوگی جیسا کہ اس کی طرف شارح نے اشارہ کیا آنے والی عبارت میں فلابد لہا من التعلق بشئٍ اٰخر پس اس سے

وہ اعتراض دور ہو گیا کہ جو اس مقام پر کیا جاتا ہے اگر صدر کلام سے یہ مراد ہے کہ یہ حروف صدر کلام پر داخل ہوتے ہیں تو انّ مفتوحہ کی استثناء کے کوئی معنی نہیں اور اگر صدر کلام سے مقصود لذاتہ کلام ہے تو اس جملہ سے اعتراض واقع ہوتا ہے جو اس انّ سے شروع کیا گیا ہو جو قول کا مقول اور قولہ تعالیٰ الا انہم ہم السفہاء اور ہمارے قول جاء فی الذی انہ قائم اور ہمارے قول امایوم الجمعۃ فان زید قائم غرضیکہ ان اقوال سے اعتراض وارد نہ ہوگا غرضیکہ

ان حروف کے واسطے صدر کلام ہے وجوباً شارحؒ نے وجوباً اس وجہ سے کہا تاکہ کوئی اس حکم کو جواز پر حمل نہ کر سکیں جیسا کہ قولہ بہا سے توہم ہوتا ہے کیوں کہ ان کے قول لک کی تقدیر جاز لک سے کی جاتی ہے۔ قولہ لیعلم من اول الامر شارح کا یہ قول اس سوال کا جواب ہے کہ ان حروف کو صدارت کلام کیوں واجب ہے پس شارح نے فرمایا کہ ان حرفوں میں سے ہر ایک کلام کے اقسام میں سے ایک ایک قسم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ انّ اور انّ کلام مؤکد ہونے پر دلالت کرتا ہے اور کانّ اس کلام پر دلالت کرتا ہے جو تشبیہ پر مشتمل ہو اور لکنّ اس کلام پر دلالت کرتا ہے جس سے دفع وہم کیا جائے اور لیت اس کلام پر داخل ہوتا ہے جو تمنی پر مشتمل ہے اور لعل اس کلام پر دلالت کرتا ہے جو ترجی پر مشتمل ہے اس وجہ سے واجب اور ضروری ہے کہ ان حرفوں کو جملہ میں مقدم رکھیں تاکہ سامع اول وہلہ میں جان لے کہ متکلم نے کلام کی انواع میں سے فلاں نوع میں کلام کو شروع کیا ہے اور یہ علم اولاً ہی سامع کی حیرت اور توہم دور کرنے کے واسطے واجب ہوا کہ جس معنی کا متکلم ارادہ کیا ہے اس کے غیر پر حمل نہ کر سکے یعنی جس معنیٰ کا متکلم نے ارادہ کیا اس کا غیر مراد نہیں ہے۔

قولہ کالکلام المؤکد پس انّ اور انّ دونوں دلالت کرتے ہیں اس کلام پر جو تاکید پر مشتمل ہے اور یہی حال باقی کا ہے جیسا کہ گذرا۔

قولہ بعکس باقیہا یعنی بعکسہا کی ضمیر مضاف الیہ

Marfat.com

نہ ان کی طرف لوٹ سکتی ہے اور نہ حروف مشبہ کی طرف پس شارح نے بتایا کہ یہ ضمیر باقی کی طرف راجع ہے جو مضاف اس ضمیر کا ہے یعنی ان مفتوحہ صدارت کلام کا تقاضا نہیں کرتا اس کے علاوہ اور باقی صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں۔

قولہ لانہا یعنی ان مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہے یہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ یہ ہے کہ صدارت کلام سے صدارت مطلق کلام ہے یا اس کے کلام کی صدارت مراد ہے اگر اول مراد ہے تو وہ باطل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اگر یہ مراد ہے کہ اپنے کلام کی صدارت تو ان مفتوحہ بھی اپنے کلام کی صدارت کو مقتضی ہے اور اگر صدارت کلام سے ایسے کلام کی صدارت مراد ہے کہ وہ مقصود بالذات ہے تو اس وقت تعریف تمام نہیں ہے کیوں کہ دلیل صرف اپنے کلام کی صدارت پر دلالت کرتا ہے دوسرے جاء نی زید ان عمراً قاعدٌ اور قال زید ان عمراً ذاطل سے بھی یہ منتقض ہوتا ہے پس شارح نے تیسری شق اختیار کرکے جواب دیا اور اس کا انکار کر دیا کہ ان مفتوحہ اپنے مدخول کا کلام ہے بلکہ وہ اپنے مدخول کا مفرد ہے یعنی ان مفتوحہ مع اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہے اس وجہ سے کسی اور شئے کے ساتھ اس کا تعلق ضروری ہے یہاں تک کہ کلام پورا ہو اور اس وقت جبکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی دوسری شئی کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو تو اس

اشتبهت بان المكسورة فى صورة الكتابة وانما حملنا العكس على اقتضاء عدم الصدارة لا على عدم اقتضاء الصدارة لان

کے ساتھ لکھنے کی صورت میں مشابہ ہو جائے گا اور ہم نے حمل کیا ہے عکس کو عدم صدارت کے اقتضاء پر نہ کہ عدم اقتضاء الصدارت پر کیوں کہ صرف استثناء ہی ان میں

وہ ان مفتوحہ کلام کے صدر میں واقع ہو تو ان مکسورہ کے ساتھ صورت کتابت میں مشتبہ ہو جائے گا اس سے سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ اس کا دوسری شیٔ کے ساتھ متعلق ہونا اس کے متاخر ہونے کو مستلزم نہیں ہے نہ عدم صدارت کو کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس پر مقدم ہو جس کے ساتھ وہ متعلق ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ التباس صرف التباس فی الکتابت پر محمول ہے تلفظ میں التباس کے باوجود کیوں کہ فتحہ سے ذہن کا ہونا ممکن ہے اس کے خفی ہونے کی وجہ سے چوں کہ اس کو مبتدا کی بحث میں ذکر کر دیا گیا تھا اس وجہ سے شارح نے یہاں ذکر نہیں کیا۔

قولہ انما حملنا الخ۔ ہم نے عکس کو نہ صدارت کے چاہنے پر حمل کیا اور صدارت کے نہ چاہنے پر حمل نہیں کیا۔ معلوم ہو کہ عکس کا بیان دو طریق سے ہے ایک یہ ہے کہ دوسرے حروف کلام کی صدارت کا تقاضا کرتے ہیں اور ان مفتوحہ صدارت کلام کا تقاضا نہیں کرتا ہے دوسرے معنی یہ ہیں کہ دوسرے حروف صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں اور ان مفتوحہ عدم صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اور یہی

معنی قولہ بعکسہا سے مقصود ہیں یعنی ان مفتوحہ ان باقی حرفوں کے برعکس ہے اس طور پر کہ یہ عدم صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے۔

قولہ لان مجرد الاستثناء الخ یعنی محض استثناء اس میں کافی ہوتی ہے یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مقام میں عکس سے اول معنی متبادر ہوتے ہیں کیونکہ قولہ لہا صدر الکلام سے معلوم ہوا کہ یہ حروف صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں پس قولہ فی بعکسہا سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ان مفتوحہ صدارت کلام کا تقاضا نہیں کرتا ہے اور یہ متبادر نہیں ہوتا ہے کہ ان مفتوحہ اس طریقہ کے برعکس ہے کہ وہ عدم صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے پس شارح قولہ بان تقتضی عدم الصدارۃ الخ سے اسی کا جواب دیا ہے کہ اگر عکس سے اول معنی مراد لیں جیسا کہ قولہ فی بعکسہا سے متبادر ہے تو اس وقت قولہ فی بعکسہا کا مستدرک ہونا لازم آتا ہے چوں کہ اس معنی کے ادا کے واسطے قولہ سوی ان کافی ہے اور کلام میں اصل افادہ اور اعادہ غیر اصل اور حاصل یہ ہے کہ قولہ سوی ان یہ معنی رکھتا ہے کہ ان مفتوحہ کے واسطے صدارت کلام نہیں ہے اور

Marfat.com

مجرد الاستثناء یکفی فی ذلک وتلحقها ای هٰذه الحروف ما الکافة فتلغی ای تعزل هٰذه الحروف عن العمل لمکان ما الکافة علی الافصح ای علی افصح اللغات مثل انما زید قائمٌ وقد تعمل علی غیر الافصح کما وقع فی بعض اشعارهم وتدخل

کافی ہے اور لاحق ہوتا ہے ان کو یعنی ان حروف کو ما کافہ پس لغو ہوجاتا ہے یعنی یہ حروف عمل سے خارج ہوجاتے ہیں ما کافہ کے آجانے کی وجہ سے فصیح قول کی بنا پر یعنی لغاتِ فصیحہ میں جیسے انما زید قائم اور غیر فصیح لغت میں عمل کرتے ہیں جیساکہ ان کے بعض اشعار میں اس کا استعمال موجود ہے اور داخل ہوتے ہیں یہ

صدارتِ کلام کا تقاضا نہیں کرتا ہے پس جب مصنفؒ نے اس کے بعد قولہٖ بعکسہا زیادہ کیا تو معلوم ہوا کہ مصنفؒ کی اس سے مراد اخیر معنی ہے نہ اول معنی پس عکس کو اس معنی میں حمل کرلیا کہ ان عدم صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے سوال ان دو مفہوم یعنی صدارت کو نہ چاہنا اور نہ صدارت کو چاہنا ان دونوں مفہوم میں کیا فرق ہے جواب ان دونوں مفہوموں کے درمیان عموم خصوص مطلق ہے اول مفہوم (صدارت کلام کا تقاضا نہ کرنا) دوسرے مفہوم (نہ صدارت کلام کا تقاضا کرنا) عموم خصوص مطلق ہے اول مفہوم اعم مطلق ہے اور دوسرا مفہوم اخص مطلق ہے چونکہ ہر وہ چیز کہ اس میں صدارت کا اقتضاء نہیں ہے یعنی صدارت کا تقاضا نہیں کرتا جائز ہے کہ وہ کبھی صدر کلام واقع ہوجاوے اور کبھی نہ ہوئے اور وہ چیز کہ اس میں نہ صدارت کا چاہنا ہے یعنی عدم صدارت کا تقاضا کرتا ہے

لازم اور واجب ہے کہ صدر کلام میں واقع نہ ہوئے اس لئے کہ صدارت کا تقاضا کرتا ہے اور مقتضیٰ (بالفتح) مقتضی (بالکسر) سے جدا نہیں ہوتا ہے پس دو ضمیریں بہا اور عکسہا مماثل ہیں ان دونوں ضمیروں میں مماثلت کی حفاظت کی ورنہ عکسہا کی ضمیر کا اس کی طرف لوٹنا جو استثناء کے بعد باقی رہا ان حروف سے ممکن تھا۔

قولہ ہذہ الحروف یعنی ان حرفوں کے ساتھ جمہور کے نزدیک ما کافہ لگتی ہے تو اس وقت یہ حروف ملغیٰ ہوجاتے ہیں یعنی حروف ما کافہ کی وجہ سے عمل سے الگ ہوجاتے ہیں اور ان کا یہ عمل نہ کرنا افصح مقامات پر ہے جیسے انما زید قائم اور غیر افصح مقامات پر بھی کبھی عمل کرتے ہیں شارحؒ نے قولہ ہذہ الحروف سے ضمیر مفعول تلحقہا کا مرجع بیان کردیا تاکہ ان کی طرف یا ماسویٰ ان کی طرف لوٹنے کا وہم نہ کیا جاسکے اور شارح ما کے بعد الکافہ صفت مقدر کی

تاکہ ما کی لحوق الغاء کے لئے سبب ہونا درست ہوجاوے اور قولہ لمکان ما الکافہ میں مکان مصدر میمی الوجود کے معنی میں ہے یعنی ایسی ما کے موجود ہونے کی وجہ سے جو عمل سے روکنے والی ہے چوں کہ وہ عامل ضعیف اور اس کے معمول کے درمیان فاصل ہے اور قولہ علیٰ افصح اللغات سے شارح نے اس امر کی طرف اشارہ کردیا کہ لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور شارح نے تلغی کا ترجمہ تعزل سے کیا یہ الغاء سے جو معنی مراد ہیں اس کو بیان الغاء کے معنی بیکار کرنا اور عزل کے معنی جدا کرنا ہے۔

قولہ کما وقع فی بعض الخ جیساکہ ان کے (عرب کے) بعض اشعار میں واقع ہے چنانچہ نابغہ کے بیت میں روایت کیا جاتا ہے

سہ الا لیتما ہذہ الحمام لنا
الی حمامتنا ونصفہ فقدامین

حمام کا رفع اور حمام کے نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے غرضیکہ یہ حروف عمل میں ضعیف ہیں چوں کہ یہ حروف مشابہت کی بنا پر عمل کرتے ہیں پس فصل کے ہونے ہوتے یہ عمل نہیں کرسکتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ما کافہ ان کے ساتھ لگ گئی اور جزء کے مانند ہوگئی تو اس وقت ان حروف کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہوجاتی ہے چوں کہ ان حروف کی بنا فتح پر نہیں رہتی ہے۔

قولہ وتدخل ہذہ الحروف۔ اور اسوقت یہ حروف جبکہ ان کے ساتھ ما کافہ لگ جاتی ہے تو یہ افعال پر بھی داخل ہوجاتے ہیں حینئذ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے

Marfat.com

هذہ الحروف حینئذٍ ای حین اذ تلحقھا ما علی الافعال لان ما الکافۃ اخرجتھا عن العمل فلا یلزم ان یکون مدخولھا صالحا للعمل فان المکسورۃ لا تغیّر معنی الجملۃ ولا تخرجھا عن کونھا جملۃً فاذا قلت ان زیداً قائم افدت ما افدت بقولک زید قائم مع زیادۃ التاکید وان المفتوحۃ مع جملتھا ای مع اسمھا وخبرھا سماھا جملۃ باعتبار ما کانت علیہ قبل دخولھا علیھما فی حکم المفرد ومن ثمّ ای ومن اجل الفرق

حروف اس وقت یعنی اس وقت جبکہ ان کو ما کافہ لاحق ہوتا ہے افعال پر اس لئے کہ ما کافہ نے ان کو عمل کرنے سے خارج کر دیا ہے پس لازم (ضروری) نہیں ہے کہ ان کا مدخول عمل کرنے کی صلاحیت رکھے پس انّ مکسورہ جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا اور نہ جملہ ہونے سے اس کو خارج کرتا ہے پس جب تو نے ان زیداً قائم کہا تو تو نے فائدہ پہونچایا وہ جو تو نے اپنے اس قول زیدٌ قائم سے فائدہ پہونچایا تاکید کی زیادتی کے ساتھ ۔ اور انّ مفتوحہ مع اپنے جملے کے یعنی مع اپنے اسم وخبر کے اور اس کا نام جملہ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسم وخبر پر اس کے داخل ہونے سے پہلے یہ تھے (یعنی جملہ تھے) مفرد کے حکم میں اور اسی

اور وہ مضاف تلحقھا ما ہے اسی کی طرف شارحؒ نے قولہ حین اذ تلحقھا ما سے اشارہ کیا ہے ۔ قولہ لانہا یعنی ما کے لاحق ہونے پر ان کا افعال پر داخل ہونا اس لئے ہے کہ ما کافہ نے ان کو عمل سے خارج کر دیا ہے چوں کہ ان کیساتھ جب مالگتی ہے اور وہ ان سے جزء کے مانند ہو گئی تو ان کی مشابہت فعل کیساتھ ضعیف ہو گی چوں کہ اس وقت وہ فتح پر مبنی نہیں رہے اس وجہ سے بھی لازم نہیں رہا کہ ان کا مدخول عمل کے واسطے صالح ہو ۔ قولہ فان لا تغیر الخ جب مصنفؒ اول احوال کے بیان سے فارغ ہو گئے جو ان تمام حرفوں میں مشترک ہے تو اب اول احوال کے بیان میں شروع کر دیا جن کے ساتھ ان حرفوں میں سے ہر حرف مختص ہے پس فان میں فاء تفسیر کے واسطے ہے پس ان مکسورہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا ہے یعنی جملہ کو اس فائدہ تامہ دینے سے خارج نہیں کرتا ہے کہ جو فائدہ جملہ ان کے داخل ہونے سے پہلے دیتا ہے چنانچہ تم جب ان زیداً قائم کہو تو یہ وہی فائدہ دے رہا ہے جو کہ زید قائم سے حاصل ہو رہا ہے لیکن اس کے ساتھ تاکید کا اور مزید فائدہ حاصل ہو رہا ہے ۔ شارحؒ لا تغیر الجملۃ کی تفسیر قولہ تخرجہا سے کی یعنی ان مکسورہ جملہ کو اس کے جملہ ہونے سے نہیں نکالتا ہے چوں کہ ان جملہ کے معنی کو متغیر کر دیتا ہے اس اعتبار سے کہ اس کے مضمون کو تاکید کے ساتھ مقارن کر دیتا ہے ۔ قولہ افدت ان زیداً قائم جو فائدہ دے رہا ہے وہی فائدہ زید قائم دے

رہا تھا لیکن ان کے داخل ہونے کے بعد ایک امر زائد کا فائدہ حاصل ہو گیا یعنی تاکید پس زیادہ کی اضافت التاکید کی طرف بیانیہ ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ قولہ مع زیادۃ التاکید کے یہ معنی ہوں کہ وہ ان اس تاکید کے چند در چند کرنے کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ ان سے مفہوم ہوتی یعنی خود جملہ اسمیہ تاکید کا فائدہ کرتا ہے ان کے دخول سے جو تاکید کے لئے ہوتا ہے اس تاکید جملہ اسمیہ سے حاصل ہو رہا ہے اس کو زیادہ کر دیتا ہے کیوں کہ زید قائم

بھی تاکید ہے چنانچہ مطول میں کہا کہ جملہ اسمیہ ہونا جملہ تاکید سے ہے ۔ قولہ سماہا جملۃ ۔ یعنی ان مفتوحہ اپنے جملہ سمیت مفرد کے حکم میں ہے یعنی ان مفتوحہ اپنے اسم اور اپنی خبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہے ان کے مدخول کو جملہ کہنا اس اعتبار سے ہے کہ جس پر ان کے داخل ہونے سے پہلے تھا پس شارح کی عبارت سماہا جملۃ اس سوال کا دفعیہ ہے جس کی یہ تقریر ہے کہ ان بفتح الہمزہ اپنے اسم اور اپنی خبر سے مل کر مفرد کی تاویل

Marfat.com

المذکور وجب الکسر فی موضع الجمل ای فی موضع یقتضی الجمل ووجب الفتح فی موضع المفرد ای فی موضع یقتضی المفرد نکسرت ان ابتداءً ای فی ابتداء الکلام لکونہ موضع الجملۃ نحو ان زیداً

وجہ سے یعنی مذکورہ بالا فرق کی وجہ سے جملوں کے موقعہ پر کسرہ واجب ہے یعنی ان مقامات پر کہ جو جملہ ہونے کا تقاضا کرتے ہیں اور واجب ہے موضع مفرد میں یعنی اس مقام پر کہ جو مفرد ہونے کا تقاضا کرتا ہے پس کسرہ دیا جاتا ہے ان کو ابتدار کی وجہ سے یعنی ابتدار کلام میں اس لئے کہ وہ موضع جملہ میں واقع ہے جیسے ان زیداً

میں ہوتا ہے پس اس کے بعد جملہ واقع نہیں ہوتا لہٰذا قول ان مع جملتہا کیسے درست ہوگا۔ جواب کی تقریر یہ ہے ان بفتح الہمزہ کے مدخول کا جملہ نام رکھنا اس پہلی حالت کے اعتبار سے ہے جو ان کے داخل ہونے کے پہلے تھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حالت کے اعتبار سے ہو کہ جب ان کو حذف کر دیں تو اس کا مدخول جملہ ہوتا ہے چوں کہ جب ان کو حذف کر دیا جائے گا تو اس وقت باقی جملہ ہوگا کیوں کہ مانع صرف ان ہے۔

قولہ فی موضع یقتضی الجمل یعنی ان کو اسی وجہ سے کہ ان مکسورہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا ہے اور ان مفتوحہ متغیر کرتا ہے اس جگہ ان کو کسرہ واجب ہو گیا کہ وہ کلمہ جملہ کو چاہتی ہے یعنی جب کہ وہ مع اپنے مدخول کے جملہ کی جگہ واقع ہو اور جملہ کے قائم مقام ہو۔ اب اس پر یہ سوال واقع ہوگا کہ ان فا جزائیہ کے بعد واقع ہوتا ہے اور اذا مفاجاۃ کے بعد واقع ہوتا ہے حالاں کہ ان دونوں جگہوں میں ان کو کسرہ واجب نہیں باوجود اس کے کہ ان دونوں جگہوں کا مابعد

جملہ نہیں ہے جواب اس سے یہ مراد ہے کہ جملہ کی جگہ میں کسرہ واجب ہوتا ہے اس وقت کہ وہ ان مع اپنے مدخول کے جملہ کی جگہ میں ہو اور جملہ کی جگہ میں قائم ہو اور جبکہ اس کو اپنے مدخول سمیت اذا مفاجاتیہ کے بعد مفتوح پڑھتے ہیں اس وقت میں وہ ان مفتوح اپنے مدخول سمیت جملہ کے قائم مقام نہیں ہے بلکہ جملہ کے جزء کے قائم مقام ہے ایسے ہی علمیت کے بعد بھی کسرہ واجب نہیں ہے بلکہ فتحہ واجب ہے حالاں کہ وہاں جملہ کی جگہ میں اور جملہ کے قائم مقام ہے لیکن جو جملہ کے بعد واقع ہوتا ہے وہ بحسب الصورۃ مفتوح ہے لیکن معنی کے اعتبار سے مکسور ہے جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ اس کی تحقیق آئے گی

قولہ والفتح موضع المفرد یعنی اسی وجہ سے کہ ان جملہ کے معنی کو متغیر کرتا ہے تو ایسی جگہ میں جو جگہ کہ مفرد کو چاہتی ہے فتحہ واجب ہوتا ہے الفتح کا عطف الکسر پر ہے اور ہر دو وجب کا فاعل ہے اسی وجہ سے شارح نے وجب مقدر کیا اور

قولہ من اجل الخ سے اشارہ کر دیا کہ من اجل کے معنی میں ہے ثم اسم ہے مکان کی طرف اس سے اشارہ ہے یعنی اس علت کی طرف سے جو مذکور ہوئی۔

قولہ فی ابتدار الکلام شارح نے اس سے اشارہ کیا کہ ابتداءً خافض کی نزع پر منصوب ہے نیز اس طرف اشارہ کیا کہ ابتداءً میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور فی ابتدار الکلام کے معنی ہے اول کلام متکلم یعنی متکلم کے کلام کے شروع میں نہ کلام کے درمیان اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں متکلم کے تکلم کے شروع میں اس بنا پر کہ کلام بمعنی تکلم۔ ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں فی اول ما تکلم بہ یعنی اس کے شروع میں جس کے ساتھ کلام کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے مابعد مستانف کلام ہو۔ اعراب کے اعتبار سے ماقبل کے ساتھ کچھ تعلق نہ ہو۔

قولہ لکونہ موضع الجملۃ۔ شارح کا یہ قول اس سوال کا جواب ہے کہ ابتدار کلام میں کسرہ کیوں واجب ہوتا ہے۔ شارح جواب دیتے ہیں کہ ابتدار کلام موضع جملہ ہے کیوں کہ مفردات کیساتھ کلام کرنا ابتدار میں اس کے بغیر کہ اس کا تکلم جملہ میں ہو باطل ہے اس لئے کہ مفرد فائدہ تام نہیں دیتا ہے پس اگر ابتدار کلام میں اس کو فتحہ پڑھیں تو مفرد کے ساتھ ابتدار لازم آتی ہے چوں کہ ان مفتوح مع اسم وخبر کے مؤولاً مفرد ہے سوال یہ مسلّم ہے کہ ابتدار کلام موضع جملہ ہے لیکن تنہا یہ مقدمہ فتحہ کے چاہنے

ہیں کافی نہیں ہے اس لئے کہ انک قائم عندی کے مثل میں اگر ان کو مفتوح پڑھیں تو مانع نہیں ہے کیوں کہ ابتداء کلام میں مفرد کے ساتھ تکلم کرنا لازم نہیں آتا ہے کیوں کہ انک قائم عندی جملہ ہے مگر مذکورہ مقدمہ کے ساتھ صدر کلام میں مفتوحہ کا ممتنع ہونا اس کو ملالیں اس وجہ سے اس مقدمہ کے ساتھ اس کا اعتبار کرنا ضروری ہوا۔

جواب تنہا یہ ضمیمہ ابتداء کلام میں کسرہ کے وجوب میں مستقل اور کافی ہے اور اس کی ضرورت نہیں کہ ہم یہ اعتبار کریں ابتداء کلام موضع جملہ ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تنہا وہ جملہ جو ان کے ساتھ مصدر ہے اگر ابتداء کلام میں واقع ہو تو اسکا کسرہ واجب ہوتا ہے چوں کہ جملہ کا موضع ہے اور مذکور مثال میں تنہا وہ جملہ جو کہ ان کے ساتھ شروع کیا گیا کلام کے ابتداء میں واقع نہیں ہوا ہے، بلکہ اپنے ما بعد کے ساتھ کلام کے ابتداء میں ہے۔

قولہ ما یشتق منہ الخ یعنی ان قول اور قول کے مشتقات کے بعد واقع ہو کیونکہ قول کا مقولہ صرف جملہ ہی ہوتا ہے اور مفرد نہیں ہوتا، جیسے قال زید ان عمراً قائم اعتراض اخصک بالقول انک فاضل کے مثل میں ان قول کے بعد ہے حالاں کہ یہ مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے۔ جواب یہ مراد ہے کہ ان اپنے اسم اور خبر کے ساتھ خود قول کا مقولہ واقع ہو رہا ہو اس وقت کسرہ واجب ہے اور مذکورہ مثال میں قول کا مقولہ نہیں بلکہ اس مثال میں ان تعلیل کے واسطے ہے اخصک بالقول لانک

قائم وکسرت ایضاً بعد القول ومایشتق منہ لان مقول القول لایکون الاجملۃ نحو قال زید ان عمراً قائم وکسرت ایضاً

قائم اور نیز کسرہ دیا جاتا ہے قول کے بعد اور جو اس سے (قول سے) مشتق ہوں، اس لئے کہ قول کا مقولہ نہیں ہوتا مگر جملہ جیسے قال زید ان عمراً قائم اور کسرہ دیا جاتا ہے نیز

فاضل اور جس صورت میں انک فاضل قول سے بدل ہوئے پس اس وقت میں اس کا کسرہ واجب ہے پس شارح رحمہ ما یشتق منہ الخ سے شارح ہندی کے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں چنانچہ شارح ہندی نے کہا اگر یہ ان قال اور یقول اور ان دونوں غیر کے بعد واقع ہو جو ایسے مصدر کے مادہ سے ہو جو قول ہو تو یہی وہ ان مکسور ہوتا ہے۔ جواب کی تقریر یہ ہے کہ مراد قول اور وہ ہے جو قول سے مشتق ہو پس وہ اصل کے ذکر کے ساتھ کافی ہے یعنی قول جو اصل ہے اس کا ذکر کافی ہے مشتقات کے ذکر کی حاجت نہیں۔

قولہ لان مقول القول۔ شارح نے اس سے اشارہ کیا ان کے قول کے بعد ہونے سے علت یہ ہے کہ وہ قول کا مقولہ ہو اور محض قول کے بعد واقع ہونا کسرہ کو واجب نہیں کرتا ہے کیوں کہ اگر قول کے بعد تعلیل کے واسطے ہو تو ان کو باوجود قول کے بعد ہونے کے فتحہ واجب ہو گا جیسے اخصک بالقول انک فاضل یعنی لانک فاضل، سوال اگر یہ کہا جاوے کہ قول کا مقولہ جملہ ہوتا ہے اور مفرد نہیں ہوتا حالانکہ قلت حدیثاً

اور قلت قصۃً اور قلت کلمۃً ان سب مثالوں میں مقولہ مفرد ہے جواب ہمارے اس قول سے کہ قول کا مقولہ جملہ ہوتا ہے اور مفرد نہیں رہتا یہ ہے کہ جس پر قول یعنی تکلم واقع ہو رہا ہے اگر اس سے معنی مراد ہے تو وہ صرف جملہ ہو گا حقیقۃً یا حکماً کیوں کہ ما استقلال کلام کے ساتھ کلام کرنا باطل ہے، حدیث، قصہ، کلمہ مذکورہ مثالوں میں قول کا مقولہ مذکور معنی میں نہیں کیوں کہ حدیث اور قصۃ پر تکلم واقع ہو رہا ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک مقولہ کا معبّر ہے اور خود مقولہ نہیں اور کلمہ پر اگرچہ تکلم واقع ہے لیکن اس سے معنی مراد نہیں ہے بلکہ لفظ ہے پس یہاں سے معلوم ہو گیا کہ قول کا مقولہ مفرد واقع ہوتا ہے اگر وہ جملہ کے معنی کو ادا کرنے والا ہو جیسے قلت حدیثاً وقصۃً یا اس سے محض لفظ مراد ہو جیسے قلت کلمۃً لیکن اس قول کا مقولہ اس پر تکلم واقع ہو رہا ہے جملہ ہوتا ہے سوال۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ قول کا مقولہ جملہ ہوتا ہے لیکن قول کے مقولہ کا جملہ ہونا قول کے بعد فتحہ کے واسطے مانع نہیں ہے جیسے قال زید انک عندی۔ جواب یہ کلام

Marfat.com

بعد الاسم الموصول لان صلة الموصول لا تكون الا جملة نحو جاء نی الذی ان اباہ قائم (وفتحت ان حال کونها مع جملتها فاعلة نحو بلغنی ان زیدا عالم لوجوب کون الفاعل مفرداً وحال کونها مع جملتها مفعولة نحو کرهت ان زیدا شاعر لوجوب کون المفعول مفرداً وحال کونها مع جملتها مبتدءاً نحو عندی انک فاضل لوجوب کون المبتدا مفرداً وحال

اسم موصول کے بعد اس لئے کہ موصول کا صلہ نہیں ہوتا مگر جملہ جیسے جاءنی الذی ان اباہ قائم اور فتحہ دیا جاتا ہے اَنَّ اس حال میں کہ وہ اپنے جملہ کے ساتھ واقع ہو فاعل ہونے کی بنا پر جیسے بلغنی ان زیداً عالم کیونکہ واجب ہے کہ فاعل مفرد ہو اور جملہ کے ساتھ ہونے کی حالت میں مفعول ہونے کی بنا پر جیسے کرہت ان زیداً شاعر کیونکہ واجب ہے کہ مفعول مفرد ہو اور اس کے جملہ ہونے کی حالت میں اس حال میں کہ وہ مبتدا ہو جیسے عندی انک فاضل اسلئے مبتداء کا مفرد ہونا واجب ہے اور اس حال

اس صورت میں کہ جملہ جو ان سے شروع کیا گیا تنہا قول کا مقولہ ہو اور مذکور مثال میں قول کے مقولہ کا جزء ہے ۔

قولہ بعد الاسم الموصول یعنی جب یہ انّ موصول کے بعد واقع ہو تو اس وقت بھی ان کسرہ دیا جاتا ہے چونکہ موصول کا صلہ حرف جملہ ہوتا ہے شارح الموصول کا موصوف الاسم مقدر کیا کیونکہ اسم موصول حرفی اور وہ ما ہے اس کے بعد ان کا مکسورہ ہونا واجب نہیں ہے ایسے ہی اسم موصول کے بعد واقع ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ جملہ جو ان سے شروع کیا گیا ہو موصول کا تنہا صلہ واقع ہو نہ کہ صلہ کا جزء اور اس مثال جاءنی الذی انہ قائم عندک میں صلہ کا جزء ہے نہ صلہ۔

قولہ فتحت اس کو دو طریقہ پر پڑھا جاتا ہے ایک تو صیغہ غائب پر اس وقت اس میں ضمیر مؤنث ہوگی جو ان کے طرف راجع ہوگی دوسرے یہ کہ اس کو مخاطب کے صیغہ پر پڑھا جاوے اس وقت اس کا مفعول بہ یعنی ان محذوف ہوگا۔ اول پر معنی ہے کہ ان فتحہ دیا جاتا ہے اور ثانی پر معنی ہے کہ تو ان کو فتحہ دے اور قول شارح حال کونہا الخ سے یہ بتاتا ہے کہ ان سے حال واقع ہو رہا ہے اور مع جملتہا اس وجہ سے کہا کہ اس سے شارح ہندی نے جو کہا اس کو دفع کرتا ہے۔ شارح ہندی نے کہا کہ ان حرف ہے پس وہ نہ فاعل واقع ہو سکتا ہے اور نہ مفعول اور نہ وہ شی جو ان دونوں کا غیر ہو کیونکہ فاعل اور مفعول صرف اسم ہوتے ہیں پس اسکا فاعل اور مفعول وغیرہ کیسے درست ہوگا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ان مع مدخول جملہ سمیت مفرد کے تاویل میں ہوکر اسم ہوجاویگا پس اس وقت اس کا فاعل وغیرہ بننا درست ہوگا مطلب یہ ہوا کہ ان جس وقت اپنے جملہ کا فاعل واقع ہو ایسے ہی اپنے جملہ مدخول کا مفعول واقع یا اپنے مدخول جملہ کا مبتدا ہو یا اپنے مدخول جملہ کا مضاف الیہ ہو تو ان سب صورتوں میں ان کو بفتح الہمزہ پڑھا جاویگا چونکہ یہ سب مقام مفرد کے ہیں۔

قولہ لوجوب الخ یعنی ان میں ہمزہ کا فتح واجب ہے کیونکہ فاعل صرف مفرد ہوتا ہے جملہ نہیں ہوتا اور فاعل مفرد صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فاعل اسم ہے اور اسم مفرد ہے یہی حال مفعول اور مبتدا اور مضاف الیہا کا ہے اور شارح کا قول لوجوب کون الفاعل مفرد اور اسی طرح قولہ لوجوب کون المفعول مفرداً یہ دلیل کی کبرائیں ہیں اور ان کی صغریٰ محذوف ہے معلوم ہو کہ مصنف کے قول فتحت فاعلہ میں تسامح ہے اس لئے کہ مصنف نے ان کو فقط فاعل گردانا ہے اور تسامح کی وجہ یہ ہے کہ کلمۂ ان کا مابعد اور اس ان کے سبب سے فاعل اور مفعول وغیرہ ہونے کے قابل اور صالح ہوجاتا ہے اس وجہ سے کلمہ ان وغیرہ پر فاعلیت کا حکم کردیا ۔

Marfat.com

كونها مع جملتها مضافا اليها نحو اعجبني اشتهار انك عالم لوجوب كون المضاف اليه مفردا وقالوا لولا انك بفتح الهمزة بعد لولا الامتناعية لانه اى مابعد لولا الامتناعية مبتدأ وكون المبتدأ مفردا واجب نحو لولا انك منطلق انطلقت وكذلك بعد لولا التحضيضية لانها مع اسمها وخبرها بعدها معمول للفعل الواجب دخول لولا التحضيضية عليه نحو لولا

ہیں کہ وہ جملہ کے ساتھ مضاف الیہ ہو جیسے اعجبنی اشتہار انک عالم اس لئے کہ مضاف الیہ کا مفرد ہونا واجب ہے اور نحویوں نے کہا ہے لولا انک لولا امتناعیہ کے بعد ان کے فتحہ کے ساتھ اس لئے کہ وہ یعنی لولا امتناعیہ کا مابعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا کا مفرد ہونا واجب ہے جیسے لولا انک منطلق انطلقت اسی طرح لولا تحضیضیہ کے بعد اس لئے کہ وہ اپنے اسم وخبر کے ساتھ اس کے بعد ایسے فعل کا معمول ہوتا ہے جس پر لولا تحضیضیہ کا داخل ہونا واجب ہے جیسے لولا انی معاذلک علمت

قولہ عندی الخ. یعنی عندی فضل زید عندی ایسی خبر ہے جو مبتداء پر مقدم ہے ظرف ہونے کی وجہ سے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قول کا مقولہ بھی مفعول بہ ہوتا ہے باوجود اسکے کہ اس کے بعد کسرہ واجب ہے۔

جواب یہ ہے کہ مفعول سے یہاں مراد قول کے مقولہ کا ماسوا ہے سابق قرینہ کے ساتھ دوسرے قول کے مقولہ پر مفعول نہیں بولا جاتا ہے۔ سوال جب ان مع اپنے مدخول کے باب علمت کا مفعول ہوتا ہے کسرہ واجب ہے لیکن اسوقت کہ اس کی خبر پر لام ہو جیسے علمت ان زیداً لقدیم جواب یہ ہے کہ جب باب علمت کے بعد واقع ہوتا ہے تو اپنے مدخول سمیت دو مفعول کے قائم مقام ہوتا ہے اور ایک مفعول کی جگہ میں نہیں ہوتا پس یہ ہماری بحث کے موضع سے خارج ہے اور بعض نے جواب دیا کہ اس باب علمت کے علاوہ مفعول سے مراد ہے جس کی خبر پر لام داخل ہے۔

قولہ وقالوا لولا انک۔ اور انہوں نے کہا یعنی عرب نے کہا لولا انک کیوں کہ وہ ان مع اپنے مدخول کے اس مقام میں مبتدا ہے یعنی لولا امتناعیہ کے بعد جب ان واقع ہوتا ہے تو اس کو بفتح ہمزہ پڑھتے ہیں چنانچہ لولا انک بولتے ہیں چونکہ لولا امتناعیہ کے بعد مبتدا واقع ہوتا ہے اور مبتداء کا مفرد ہونا واجب ہوتا ہے معلوم ہوکہ یہ دخل مقدر کا جواب ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ لولا اور لو دونوں کا مابعد جملہ ہوتا ہے کیوں کہ یہ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں اس وجہ سے ضروری ہے کہ ان دونوں کے بعد کلمہ ان مکسورہ ہو حالانکہ ان دونوں کے بعد ان مفتوح ہوتا ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ ان دونوں کے بعد میں جملہ واقع ہو اور ان دونوں کا مابعد موضع جملہ ہے لیکن اس سے ان کا مکسور الہمزہ ہونا لازم نہیں آتا ہے کہ کلمہ ان کو کسرہ واجب ہو اس وجہ سے کہ ان مع اپنے جملہ کے مبتدا ہے اور مبتدا مفرد ہوتی ہے اس وجہ سے لولا اور لو کے بعد ہمزہ کا فتحہ واجب ہے۔ معلوم ہوکہ مصنف کے قول سے کسائی اور فراء کے مذہب پر رد ہو رہا ہے کیوں کہ یہ دونوں اس طرف گئے ہیں کہ لولا کا مابعد فاعل ہے مبتدا نہیں ہے یعنی لولا وجد انک کذا اس کے بعد معلوم ہوکہ لولا کے بعد جو مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے یعنی لولا انطلاقک موجود پس اب اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ لولا کے بعد جملہ اسمیہ ضروری ہے شارح نے کہا ای مابعد لولا اس سے تسامح کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ضمیر قولہ لولا انک کی طرف راجع ہے اور لولا کو یہاں پر امتناعیہ پر عمل کیا گیا نہ مبتداء کے قرینہ کی وجہ سے کیوں کہ لولا تحضیضیہ کے بعد فاعل یا مفعول ہی واقع ہوتا ہے نہ مبتدا۔

قولہ کذلک بعد لولا التحضیضیة یعنی اسی طرح لولا تحضیضیہ کے بعد جو ان ہوتا ہے

Marfat.com

انّی معاذلك زعمت ای لولا زعمت انی معاذلك ولولا انك ضربتنی صدرمنك وكذلك قالوا لوانك بفتح الهمزة لانه ای مابعد لو فاعل لفعل محذوف والفاعل يجب ان يكون مفرداً نحو لوانك قائم ای لو وقع قيامك فان جاز فی موضع ان التقديران تقدير المفرد وتقدير الجملة جاز الامران الفتح والكسر فی ان الفتح علی تقدير جعل ان

یعنی اگر تو نے گمان نہ کیا ہوتا کہ میں تیرے لئے پناہ گاہ ہوں اور لولا انک ضربتنی صدر منک ! ور اسی طرح انہوں نے لوانک ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ یعنی لو کے مابعد فاعل ہوتا ہے فعل محذوف کا اور فاعل کیلئے واجب ہے کہ وہ مفرد ہو جیسے لو عندی قائمٌ یعنی اگر میرا قیام واقع ہوتا پس اگر جائز ہو ان کی جگہ دونوں کی تقدیر یعنی مفرد کی تقدیر اور جملہ کی تقدیر تو دو امر جائز ہیں ۔ ان میں فتحہ اور کسرہ فتحہ اس تقدیر

اس کو فتحہ واجب ہوتا ہے یہ سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تقریر یہ ہے لولا امتناعیہ کے ان کو فتحہ کے واجب ہونے کے واسطے کوئی تخصیص نہیں ہے جوں کہ جیسا کہ لولا امتناعیہ کے بعد فتحہ واجب ہوتا ہے ایسے ہی لولا تحضیضیہ کے بعد فتحہ واجب ہوتا ہے جواب کی تقریر یہ ہے کہ لولا تحضیضیہ کے بعد جو ان ہوتا ہے اس کو فتحہ مبتدا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ ایسے فعل کا معمول ہوتا ہے جس پر لولا کا دخول واجب ہے اور فعل مذکور کا معمول فاعل یا مفعول ہوتا ہے ۔

قولہ معمول للفعل الخ یعنی لولا تحضیضیہ کا مابعد فعل کا معمول ہوتا ہے خواہ وہ فاعل ہو یا مفعول ہو اسی وجہ سے شارحؒ لولا تحضیضیہ کی دو مثالیں لائے ایک فاعل کی اور ایک مفعول کی اور فعل کا معمول اس وجہ سے ہوتا ہے کہ تحضیض افعال کے معانی پر ہوا کرتی ہے اور اسماء اور حروف کے معانی پر تحضیض نہیں ہوتی ۔

قولہ ای لولا زعمت انی معاذ الخ شارحؒ نے اس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ لولا کے مابعد فعل محذوف ہے اور مذکور اس کے واسطے مفسر ہے کیونکہ لولا تحضیضیہ صرف فعل پر داخل ہوتا ہے پس وہ لولا کے بعد فعل کی تقدیر پر دلالت کرتا ہے فعل مذکور صرف اس وجہ سے لایا گیا تاکہ اس کے ذریعہ سے فعل محذوف کا علم ہو جائے پس یہ فعل مذکور قرینہ ہے لولا کے بعد جو فعل مقدر ہے وہ صرف فعل مذکور کی جنس ہے پس اب یہ اعتراض نہیں ہوتا مفسر (بالکسر) لانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ لولا فعل مقدر پر دلالت کرتا ہے ۔

قولہ ولولا انک ضربتنی صدر منک یعنی لولا صدر منک ضرب ایا ای مذکور فعل محذوف کی تفسیر ہے اور دو مثالیں بیان کیں ۔ جوں کہ وہ مع اپنے جملہ کے اول میں مفعول ہے اور ثانی میں فاعل ہے یا اس وجہ سے دو مثالیں بیان کی کہ ان میں سے ایک مثال اور دوسری مثال مصنوع اور بنائی ہوئی ہے یا کہا جائے کہ ان دونوں میں سے ایک مثال ہے اور ایک شاہد ہے ۔

قولہ لانہ ای مابعد لو فاعل یعنی لو شرطیہ کے بعد جب یہ ان واقع ہوتا ہے تو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بولا جاتا ہے کیوں کہ لو کے بعد جو واقع ہوتا ہے وہ فعل محذوف کا فاعل ہوتا ہے اور فاعل کے واسطے مفرد ہونا واجب ہوتا ہے یعنی اسم ہوتا ہے

قولہ لوانک قائم الخ ۔ صواب یہ ہے کہ شارحؒ مثال میں یہ کہتا لوانک تقوم کیوں کہ لو شرطوں میں سے ہے کہ جب لو کے بعد مبتدا واقع ہو تو اس کی خبر فعل ہوتی ہے تاکہ صورت میں اس فعل کا عوض ہو سکے جو اس کے بعد حذف کر دیا گیا پس انک قائم یا تقوم مصدر کی تاویل میں ہو کر یعنی قیامک کی تاویل میں ہو کر وقع کا فاعل ہے یعنی اس کے معنی ہے لو ثبت قیامک ۔

قولہ فان جاز ۔ یہ فاء تفریعیہ ہے سابق قاعدہ پر متفرع ہے یعنی یہ معلوم ہو چکا کہ جملہ کے موضع میں کسرہ واجب ہے اور مفرد کے مقام میں فتحہ واجب ہے

Marfat.com

مع اسمها وخبرها مفرداً او الكسر على تقدير جعلها معهما جملة
مثل من يكرمني فانى اكرمه مما وقع بعد الفاء الجزائية فان
كان المراد من يكرمني فانا اكرمه وجب الكسر لانها وقعت
فى موضع الجملة وان كان المراد من يكرمني فجزاؤه انى
اكرمه او اكرامى ثابت له وجب الفتح لانها وقعت فى موضع
المفرد لانها اما مبتدا او خبر مبتدا ومثل قول

پر کہ ان کو اس کے اسم و خبر سمیت مفرد قرار دیا جائے اور کسرہ اس تقدیر پر
کہ اس کو ان دونوں (یعنی اسم و خبر) کے ساتھ جملہ قرار دیا جائے جیسے من
یکرمنی فانی اکرمہ ان مثالوں میں سے کہ جو فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو پس اگر
مراد من یکرمنی فانا اکرمہ ہو تو کسرہ واجب ہے کیوں کہ وہ جملہ کے مقام پر واقع ہے
اور اگر مراد من یکرمنی فجزاؤہ انی اکرمہ ہو یا اکرامی ثابت لہ ہو تو فتحہ واجب ہے
اس لئے کہ وہ مفرد کی جگہ واقع ہے کیوں کہ وہ یا تو مبتداء ہے یا مبتداء کی خبر ہے

پس اگر کسی مقام میں مفرد اور جملہ دونوں کی
تقدیر جائز ہو تو اس وقت میں ہر دو امر
جائز ہوتے ہیں یعنی جائز ہوتا ہے کہ ان
کو مع اسم و خبر کے جملہ قرار دیں اور ان کو بکسر
الہمزہ پڑھیں اور جائز ہے کہ مفرد قرار
دیں اور فتحہ پڑھیں اور دونوں تقدیر
کا جائز ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان میں
سے ہر ایک مقصود معنی کو بلا فرق ادا کرنے
والا ہے اور دونوں امروں کا جائز ہونا
مقصود کے افادہ کے اعتبار سے ہے
اور ایک کو دوسرے پر حذف نہ ہونے کی
وجہ سے ترجیح ہے ۔

قولہ مما وقع بعد الفاء ۔ معلوم ہو کہ ما وقع میں
ما سے اس مثل کا بیان کرنا ہے جو فاء جزائیہ
کے بعد واقع ہو یا اس کے بعد جو فاء جزائیہ
کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی اذا مفاجاتیہ ۔
حاصل یہ ہے کہ جو ان کہ فاء جزائیہ کے بعد
واقع ہو یا اس کے بعد ہو جو فاء جزائیہ کے
قائم مقام ہوتا (اذا) اور اس ترکیب میں
کلمہ من اس کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ فقط
شرطیہ ہو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اگر من
موصولہ ہو شرط کے معنی کو متضمن ہے پس اگر
من یکرمنی فانی اکرمہ سے من یکرمنی فانا
اکرمہ ہو مراد ہو تو اس وقت انی اکرمہ
جزاء جملہ اسمیہ ہوگا جو ضمیر متکلم فاکرمہ سے
مرکب ہے کسرہ اس وجہ سے واجب ہے
کہ اس مذکور مثال میں ایسے موضع میں واقع
ہے جو جملہ کو مقتضی ہے کیوں کہ انا اکرمہ
اور اکرامی اکرمہ مبتداء محذوف کی
خبر ہو اور وہ اس کا قول فجزاءہ ہے
یا انی اکرمہ مبتداء ہے مفرد کی تاویل میں
ہو کر اس طور پر کہ خبر سے مصدر بنایا جاوے
اس کو اسم کی طرف مضاف کر دیا جاوے
اور اس کی خبر محذوف ہو اور وہ ثابت
ہے ۔

قولہ او اکرامی ثابت لہ ۔ اعتراض انی
اکرمہ کے مبتدا ہونے میں بحث ہے کیونکہ
جب خبر کی تقدیم کو نحاۃ نے واجب قرار
دیا تاکہ مفتوحہ کا مکسورہ کے ساتھ التباس
نہ ہو تو اس کا (خبر) حذف کرنا کیسے درست
ہوگا حالانکہ اس کا حذف کرنا التباس
کو واجب کرتا ہے دوسرے یہاں پر خبر
کی تقدیم واجب ہے پس تقدیر یہ ہوگی
فثابت انی اکرمہ لیکن یہ دونوں اعتراض
واقع نہیں ہوتے ہیں اولاً اس لئے کہ
ہم تسلیم نہیں کرتے کہ خبر کا حذف کرنا التباس
کو واجب کرتا ہے کیوں کہ التباس کا محل
وہ ہے جس میں دونوں تقدیروں پر معنی
مختلف ہو جاتے ہوں دوسرے اعتراض
کا جواب یہ ہے کہ مغنی میں مذکور ہے کہ
اس لو کے بعد جو ان مفتوحہ پر داخل
ہو رہا ہو جیسے لو انہم آمنوا جملہ اسمیہ ہوتا
ہے بعض نحوی خبر کو مقدم مقدر کرتے
ہیں یعنی لو ثابت ایمانہم اور بعض نحوی
خبر مؤخر مقدر کرتے ہیں لو ایمانہم ثابت

قولہ اما مبتدا او خبر مبتدا کیوں کہ مذکورہ
صورتوں میں وہ ان مفتوح ہو کر یا مبتدا
ہے یا مبتدا کی خبر ہے اور دونوں تقدیروں
میں سے ہر ایک پر اس عامل کا معمول ہے

Marfat.com

الشاعر اذا انه عبد القفا واللهازم مما وقعت بعد اذا المفاجاة فيجوز فيها الكسر على انها مع اسمها وخبرها جملة واقعة بعد اذا المفاجاة والفتح على انها مع معمولها مبتداء محذوف الخبر اى اذا اعبوديته للقفا واللهازم ثابتة وتمام البيت شعر وكنت ارى زيداً كما قيل سيداً اذا انه عبد القفا واللهازم ؛ وقوله ارى على صيغة المجهول بمعنى اظن و زيداً مفعوله الثانى وسيداً مفعوله الثالث وكما قيل جملة

اور جیسے شاعر کا قول اذا انہ عبد القفا واللہازم ان مثالوں میں سے کہ جو اذا مفاجات کے بعد واقع ہوں پس ان میں کسرہ لانا جائز ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے اسم وخبر سمیت ایسا جملہ ہے جو اذا مفاجات کے بعد واقع ہے اور فتحہ اس بنا پر کہ وہ مبتدا ہے خبر محذوف کی یعنی اذا اعبودیۃ للقفا واللہازم ثابتۃ اور پورا شعر یہ ہے ۔ شعر اور میں بتایا جاتا تھا زید کو جیسا کہ کہا جاتا تھا سردار مگر اچانک وہ قفا اور لہازم کا بندہ نکلا اور اس کا قول اری مجہول کا صیغہ ہے اظن کے معنی میں ہے اور زیدا اس کا مفعول ثانی ہے اور سیدا اس کا مفعول ثالث ہے

جو رفع دینے والا ہے پس وہ محلاً مرفوع ہوگا اور اس کے مفرد کی جگہ میں واقع ہونے کا یہی مطلب ہے کہ عامل رافع کا معمول ہو پس وہ محلاً مرفوع ہوگا ۔

قولہ ومثل قول الشاعر الخ شارح نے اس سے مقصود کے بیان کے ساتھ دو مثالوں کے لانے کی طرف اشارہ کیا ہے اور قولہ مما وقعت اس مثل کا بیان ہے جو قولہ مثل قول الشاعر میں واقع ہے اور مما میں کلمہ ما سے مراد انّ ہے اور اس میں اس چیز کے دفع کی طرف اشارہ ہے جو وہم کیا جاتا ہے کہ شعبہ کا ذکر مستدرک ہے

چوں کہ وہ مثل قول الشاعر میں داخل ہے حاصل یہ ہے کہ وعمر اذا انہ قولہ من یکرمنی فانی اکرمہ پر معطوف ہے یعنی ومثل اذا انہ الخ اور اس سے مراد ہر ایسی ترکیب ہے کہ اس ترکیب میں کلمہ ان اپنے اسم اور خبر سمیت اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو اس وقت میں کسرہ اس اعتبار سے جائز ہے کہ کلمہ ان مع اسم وخبر کے اذا مفاجاتیہ کے بعد جملہ واقع ہو رہا ہے اور تقدیر کلام یہ ہے اذا عبد القفا واللہازم ۔

قولہ والفتح علیٰ انہا الخ فتح اس بنا پر جائز ہے کہ ان مع اسم وخبر ایسی مبتدا ہے جس

کی خبر محذوف ہے یعنی اذا اعبودیۃ للقفا واللہازم ثابت یعنی ان اپنے اسم وخبر سے مل کر مصدر کی تاویل میں ہو کر مبتدا ہے اور وہ العبودیۃ ہے اور خبر محذوف ہے اور وہ ثابتۃ یا حاصلۃ ہے ۔

قولہ وکنت اریٰ الخ یہ بیت بحر طویل سے ہے اور اس میں موضع استشہاد انہ ہے چنانچہ اس میں کسرہ اور فتحہ دونوں جائز ہے پس اگر کسی شئی کے حذف کا قصد نہ ہو تو ان مکسورہ ہوگا اس بنا پر کہ ان اپنے اسم وخبر سے مل کر اذا مفاجاتیہ کے بعد جملہ واقع ہوگا اور تقدیر ہوگی اذا ہو عبد القفا واللہازم اور اگر مقصود یہ ہو کہ ان اپنے اسم وخبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہو کر ایسی مبتدا ہو کہ اس کی خبر محذوف ہو تو ان مفتوح الہمزہ ہوگا ۔

قولہ کنت اری الخ ۔ قولہ اری صیغہ مجہول پر ہے اظن کے معنی میں اور زیداً اریٰ کا مفعول ثانی ہے اور سیداً اریٰ کا مفعول ثالث ہے اور کما قیل جملہ معترضہ ہے متوسط اور جملہ معترضہ وہ ہے جس کے واسطے اعراب سے محل نہ ہو اور اپنے ماقبل کے ساتھ اس کو مناسبت ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اریٰ کے مفعول ثانی اور مفعول ثالث کے درمیان اور پہلا مفعول اریٰ میں مستتر ہے اور وہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور اریٰ ارارۃ سے بنا ہے بمعنی اعلام ۔

قولہ معنی البیت ۔ اردو میں بیت کے یہ معنی ہیں جانا جاتا تھا میں کہ زید جیسا کہ کہا گیا سردار ہے اچانک وہ گدی اور گلے کی ہڈیوں کا غلام ہے یعنی کمینہ ہے کہ وہ اپنی گدی اور

Marfat.com

معترضة ومعنی کونہ عبد القفا واللهازم انہ لئیم یخدم قفاہ ولهازمہ ای همتہ ان یاکل لیعظم قفاہ ولهازمہ واللهزمتان عظمان ناتیان فی اللحیین تحت الاذنین جمعهما باراده مافوق الواحد اوبارادتهما مع حوالیهما تغلیبا وشبہہ بالجر عطف علی اذا انہ عبد القفا الخ ای مثل عبد القفا ومثل شبہہ وما وجد ذلک فی کثیر من النسخ

اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جملہ معترضہ ہے اور قفا اور لہازم کے غلام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ کمینہ شخص ہے جو قفا اور لہازم کی خدمت کرتا ہے یعنی ہمت اس کی یہ ہے کہ وہ کھالے تاکہ بڑی ہوجائے اس کی گدی اور اس کے لہازم اور لہزمتان داڑھی کی دونوں ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں جو دونوں کانوں کے نیچے ہوتی ہیں ان دونوں کو مافوق الواحد کے لحاظ سے جمع لایا یا دونوں کے ماحول کی وجہ سے تغلیباً ان دونوں کو جمع لائے اور اسکے مشابہ جر کے ساتھ اذا انہ عبد القفا الخ پر عطف ہے یعنی عبد القفا کی مثل اور اور اس کے مشابہ کے مثل اور یہ عبارت اس کتاب کے بیشتر نسخوں میں نہیں

اور کلہ کی ہڈیوں کی خدمت کرتا ہے معلوم ہو کہ یہ بیت فرزدق کی ہے مطلب یہ ہے کہ میں گمان کرتا تھا کہ زید سردار ہے جیسے کہ آدمی کہتے ہیں پس ظاہر ہوا کہ وہ سردار نہیں ہے بلکہ وہ تو گدی اور کلہ کی ہڈیوں کا خادم ہے یعنی کمینہ ہے یعنی کنجوس ہے القفا گدی اللهازم لہزمۃ کی جمع یعنی وہ گوشت جو دانتوں کے نیچے ہوتا ہے ۔ شارح فرماتے ہیں کہ لہازم لہزمۃ کی جمع ہے اللہزمتان وہ دو ہڈیاں ہیں جو دونوں جبڑوں میں اکٹھی ہوئی ہیں دونوں کانوں کے نیچے غالباً اس سے یہ مراد ہے کہ زید اپنی گدی اور منہ کا کمینہ ہے پس زید کمینے کا غلام ہے یعنی کمینہ کا کمینہ ہے بہرحال اس کی قفا کا لئیم ہونا پس اس لئے کہ آدمی ذلت کی وجہ سے اس کی گدی پر مارتے ہیں اور بہرحال اس کے منہ کا کمینہ ہونا پس اس لئے کہ وہ پیٹ کا غلام ہے یا اس لئے کہ وہ صرف فحش اور گالی بولتا ہے اور قولہ یخدم قفاہ اس سے اس وہم کا دفع کرنا ہے جو یہاں پر ہوتا ہے کہ عبد (غلام) صرف مالک کی طرف اضافت کیا جاتا ہے پس اس سے اشارہ کیا کہ عبد بمعنی خادم ہے خاص کو ذکر کرکے عام مراد لیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ قفا اور لہازم کو مالک سے تشبیہ دیکر قفا اور لہازم میں کنایہ کیا ہو پس گویا کہ وہ قفا اور لہازم کی طرف اس کو ان کے عبد کے مانند قرار دیا ہو پس اسوقت قفا اور لہازم کی طرف نسبت درست ہے یعنی جیسے غلام اپنے آقا کی خدمت

کرتا ہے ایسے ہی وہ اپنی قفا اور لہازم کی خدمت کرتا ہے غرضیکہ وہ اعضاء کی تربیت میں سعی کرتا ہے اور وہ سرداری کے منافی ہے کیونکہ سردار آدمی نفس کی تکمیل اور اس کی خدمت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جسم کی تربیت میں نہیں لگتے ہیں امام الہمام ابی الفتح علی بن محمد الکاتب بستی اس معنی میں خوب کہا ہے ، یاخادم الجسم کم تسعیٰ لخدمتہ + اتطلب الربح فیما فیہ خسران + اقبل علی النفس واستکمل فضائلها + فانت بالنفس لا بالجسم انسان قولہ جمعهما الخ یعنی اس شعر میں لہزمتان

مثنی لانا چاہئے تھا لیکن شاعر لہازم جمع لایا مثنی اس وجہ سے لانا چاہئے تھا کہ یہ دو ہڈیاں ہوتی ہیں نہ اس سے زیادہ پس شاعر نے یہاں جمع سے ایک کے اوپر مراد لی ہے یا شاعر نے یہ دو ہڈیاں اور ان کے ارد گرد جو ہڈیاں ہیں وہ بھی تغلیب کے طور پر مراد لی ہیں ۔

قولہ بالجر عطف الخ یعنی شبہہ جر کے ساتھ ہے اس کا عطف اذا انہ عبد القفا پر ہو رہا ہے یعنی مثل عبد القفا و مثل شبہ اکثر نسخوں میں مثل عبد القفا ہے غالباً لفظا نہ کاتب کے قلم سے ساقط

Marfat.com

فمن جملة اشباهه قولهم اول ما اقول انی احمد الله فان جعلت موصولة او موصوفة كان حاصل المعنى اول مقولاتی تعين الكسر لان اول المقولات انی احمد الله لا المعنى المصدری فان المعنى المصدری اعنی الحمد قول خاص وليس من جنس المقولات وان جعلت ما مصدرية كان حاصل المعنى الاول اقوالی لان اول الاقوال هو المعنى المصدری الذی

پائی گئی پس اس کے من جملہ مشابہ میں سے ان کا قول اول ما اقول انی احمد اللہ ہے پس اگر تو نے ما کو موصولہ بنایا یا موصوفہ تو حاصل معنی یہ ہوں گے کہ میرا اول مقولہ کسرہ کی تعیین ہے اس لئے کہ اول مقولات انی احمد اللہ ہے نہ کہ معنی مصدری پس اس لئے کہ معنی مصدری یعنی الحمد خاص قول ہے اور وہ مقولات کی جنس میں سے نہیں ہے اور اگر ما کو مصدریہ مانا جائے تو حاصل معنی اول اقوال کے ہوں گے۔ کیوں کہ اول اقوال معنی مصدری ہیں جو کہ ان مفتوحہ مع اس

ہوگیا کیوں کہ مقصود اس کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اذا کے بعد واقع ہو یعنی ان کیساتھ مع اس کے مدخول کے اور مجموع اذانہ سے تشبیہ دینا نہیں ہے جیسا کہ ظاہر عطف اس کا وہم ڈالتا ہے کیوں کہ مثل بہ جیسا کہ سابق میں اس پر تصریح ہے قولہ مما وقعت بعد اذا: ایک نسخہ میں شارح کے خط سے یہ پایا جاتا ہے اے مثل اذا انہ عبد القفا اس تفسیر کی وجہ کچھ ظاہر نہیں

قولہ ما وجد ذلک الخ شارح کہتے ہیں کافیہ کے بہت نسخوں میں شبہ عبارت موجود نہیں ہے معلوم ہو کہ ظاہر یہ ہے کہ مجرور ہے معطوف ہے قولہ اذا انہ عبد القفا یعنی و مثل شبہ حضرت مولانا شیخ

مولانا عبد الحکیمؒ نے فرمایا کہ یہ رفع کیساتھ نہیں کہ مثل من یکرمنی پر معطوف ہو اگرچہ بحسب المعنی یہ صحیح ہے کیوں کہ لفظ شبہ سے مثال کا ذکر مقصود نہیں ہوا ت مع حرف لفظ مثل ہے۔

قولہ اول ما اقول الخ معلوم ہو کہ قول دال ما اقول انی احمد اللہ اذا انہ عبد القفا و اللہازم کے جملہ اشباہ و نظائر سے ہے کیوں کہ کلمہ ان اپنے اسم و خبر کے ساتھ جیسا کہ اس شعر میں احتمال رکھتا ہے کہ جملہ کی جگہ میں اعتبار کریں اور مکسور پڑھیں اور احتمال رکھتا ہے کہ مفرد کی جگہ میں ملحوظ کریں اور مفتوح جانیں ایسے ہی ان کا حال اس قول میں واقع ہے کیوں کہ کلمہ

ما اس قول میں دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ ما موصولہ یا موصوفہ ہو دوسرے یہ کہ ما مصدر اول تقدیر پر کلمہ ان اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ کی جگہ میں ہے پس اس صورت میں ان مکسور ہوگا اور دوسری صورت یعنی ما مصدریہ ہونے کی صورت میں مفرد کی جگہ میں ہے پس ان مفتوح ہوگا۔ سوال جب کلمہ ما موصولہ ہو تو کس وجہ سے ان اپنے اسم و خبر کے ساتھ جملہ کی جگہ میں ہوتا ہے پس کسرہ واجب ہوتا ہے اور جب مصدریہ ہو تو کس وجہ سے مفرد کی جگہ میں ہوتا پس فتحہ واجب ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اول مبتدا مضاف ہے اور ما اقول مضاف الیہ اور انی احمد اللہ خبر ہے اور جب کلمہ ما موصولہ یا موصوفہ ہو تو کلام کی تقدیر یہ ہوگی اول مقولاتی انی احمد اللہ کسی اور عارف پر پوشیدہ نہیں ہے اول مقولات جملہ احمد اللہ ہے اور معنی مصدری نہیں یہاں تک کہ وہ مفرد کے موضع میں واقع ہو اور اس کو فتحہ دیں اور مصدری معنی ہو کہ اس مقام میں ہے احمد ہے قول خاص ہے یعنی انشاء باللسان علی قصد التعظیم اور یہ مقول کی جنس نہیں ہے بلکہ اقوال کی جنس ہے اور متکلم کی غرض اس وقت اپنے اول مقولات سے خبر دینا ہے اور اول اقوال نہیں ہے اسی کو شارح نے قولہ لا المصدریہ اعنی الحمد سے تعبیر کیا ہے اور جب مصدریہ ہو تو اس وقت میں کلام کی تقدیر یہ ہے اول اقوالی انی احمد اللہ اور اول اقوال صرف قول ہی ہو سکتا ہے نہ کہ جملہ انی احمد اللہ اس لئے کہ یہ مقولات کی جنس سے ہے پس

Marfat.com

...... هو معنی ان المفتوحة مع جملتها الا ما هو من جنس المقول

ولذلك ای ولاجل ان انّ المکسورة لا تغیر معنی الجملة کان

اسمها المنصوب فی محل الرفع لانها فی حکم العدم اذ فائدتها

التاکید فقط جاز العطف علی اسم ان المکسورة من جهة انه

فی محل الرفع سواء کانت المکسورة مکسورة لفظاً اوحکماً بأ

ن یکون بان تکون المفتوحة فی حکم المکسورة کما اذا وقعت بعد

العلم مثل ان زید اً قائم وعمرٌو وعلمت ان زید اً قائم و

عمرٌو فان فی هذا المثال وان کانت مفتوحة لفظا فهی مکسورة

کے جملے کے معنی ہیں نہ کہ وہ معنی جو جنس مقول کے ہیں اور اسی وجہ سے یعنی انّ کی وجہ سے ان مکسورہ جملے کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا گویا اس کا اسم منصوب محل رفع میں واقع ہوتا ہے کیوں کہ وہ نہ ہونے کے حکم میں ہے اس لئے کہ اس کا فائدہ فقط تاکید ہے جائز ہے عطف ان مکسورہ کے اسم پر اس وجہ سے کہ وہ محل رفع میں واقع ہے برابر ہے کہ ان مکسورہ لفظاً مکسورہ ہو یا حکماً رفع کے ساتھ ہو بایں طور کہ مفتوحہ حکم میں مکسورہ کے ہو جیسے جب وہ علم کے بعد واقع ہو جیسے ان زیداً قائمٌ وعمرٌو اور علمت ان زیداً قائمٌ وعمرٌو پس اس مثال میں ان اگرچہ لفظاً مفتوحہ ہے مگر وہ حکماً مکسورہ ہے کیوں کہ وہ اپنے مدخول کے

متکلم معدد کی مصدر سے خبر دینا ہے پس ان مفتوحہ اپنے اسم وخبر سے مل کر معنی مصدر ہے اور اقوال کی جنس سے ہے اول کی خبر ہوگا اور بلاشک کہ ان اپنے اسم وخبر سے مل کر اس وقت میں مفرد کی جگہ میں ہے ...... پس ان مفتوح الہمزہ ہوگا یعنی اگر ما کو مصدریہ قرار دیں تو حاصل المعنی اول اقوالی ہے کیوں کہ وہ ما مصدریہ کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہے یعنی اول قولی پس اس وقت معنی مصدری جو ان مفتوحہ کے سبب سے ہے اس پر محمول ہے یعنی اس مصدری معنی پر محمول ہے جو ما مصدریہ کے سبب سے ہے چوں کہ اس تقدیر پر خارج میں اتحاد اور ذہن میں تغایر موجود ہے بخلاف معنی مصدری اول المقولات اگرچہ ان میں ذہن میں تغایر ہے لیکن خارج میں اتحاد نہیں ہے اسی کو شارح نے قولہ ان جعلت ما مصدریۃ الخ سے بیان کیا ہے۔

قولہ ما ہو من جنس المقول یعنی اول اقوال وہ نہیں ہے جو مقول کی جنس سے ہو۔ قولہ ولذلک الخ اور اسی وجہ سے مصنف رحؒ نے علت کو پہلے بیان کیا تاکہ حکم معلل حاصل ہو کیوں کہ وہ حکم جو معلل حاصل ہوتا ہے نفس میں زیادہ واقع ہوتا یعنی زیادہ اثر کرتا ہے یعنی اسی وجہ سے جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا ہے کیوں کہ جملہ کو مفرد نہیں بناتا ہے کہ فاعل ہو یا مفعول ہو یا حال ہو یا تمیز ہو یا ان کے علاوہ اور کچھ ترکیب میں واقع ہو اس سے جس کو معنی میں تاثیر ہو پس گویا ان مذکور نہیں ہے گویا وہ

اسم منصوب ہے گویا وہ ایسے محل میں ہے کہ وہ اس میں رفع کا مستحق ہے وہ ایسے عوامل لفظیہ سے خالی ہونا جو معنی میں اثر کرنے والے ہیں یعنی چوں کہ ان مکسورہ جملہ کے معنی متغیر نہیں کرتا ہے تو اس ان کا اسم منصوب بمحل رفع میں ہے کیونکہ وہ ان نہ ہونے کے حکم میں ہے چوں کہ اس کا فائدہ فقط تاکید ہے پس اس وجہ مذکور کی بنا پر ان مکسورہ کے اسم پر اس اعتبار سے کہ وہ رفع کے محل میں ہے رفع کے ساتھ عطف درست ہوگا خواہ یہ ان مکسورہ لفظ کے اعتبار

سے مکسورہ ہو یا حکم کے اعتبار سے مکسورہ ہو۔
قولہ سواء کانت الخ اس سے شارح نے اس طرف اشارہ کیا کہ قولہ لفظاً اوحکماً مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے یعنی کسراً لفظیاً اور کسراً حکمیاً یہ بھی احتمال ہے کہ لفظاً اور حکماً المکسورہ سے حال ہو یعنی حال کون المکسورۃ مکسورۃً لفظیۃً اور ملفوظۃً..
قولہ بان تکون المفتوحۃ الخ یہ ان مکسورہ

Marfat.com

حکماً حیث تکون مع ما عملت فیہ بتاویل الجملۃ نصح ان یرفع المعطوف علی اسمہا حملاً علی محلہ دون ان المفتوحۃ فانہ لم یجز العطف علی محل اسمہا بالرفع فانہا لما غیرت معنی الجملۃ لا یصح فرض عدمہا ویشترط فی العطف علی اسم ان المکسورۃ بالرفع مضی الخبر ای ذکر خبرہا قبل المعطوف لفظاً مثل ان زیداً قائم وعمرو او تقدیراً مثل ان زیداً وعمرو قائم ای ان زیداً قائم وعمرو قائم

کے ساتھ جملہ کی تاویل میں ہے پس صحیح ہے کہ وہ رفع کرے معطوف کو اپنے اسم پر اس کے محل میں۔ نہ کہ ان مفتوحہ کیوں کہ اس میں اس کے اسم کے محل پر عطف جائز نہیں ہے رفع کے ساتھ اس لئے کہ اس نے جب جملہ کے معنی بدل دیئے تو اس کا معدوم ہونا فرض کرنا صحیح نہیں ہے اور ان مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ کے عطف کے جائز ہونے کے لئے شرط ہے خبر کا گذر جانا یعنی اس کی خبر کا معطوف سے پہلے مذکور ہونا لفظاً جیسے ان زیداً قائم وعمرو قائم اس

کے حکماً ہونے کا بیان ہے چوں کہ ان مفتوحہ جب علم کے بعد واقع ہو یا اس کے بعد جو علم سے مشتق ہے پس وہ اس وقت حکماً ان مکسورہ ہے کیوں کہ باب علمت کا ثانی مفعول اول مفعول کی طرف باسناد تام مسند ہوتا ہے پس اگر ان مفتوحہ علم کے بعد ان مکسورۃ نہ ہو تو اس وقت وہ ان مفتوحہ مفرد کی تاویل میں ہوگا پس لازم آویگا کہ یہ اسناد تام نہ ہو جیسے علمت ان زیداً قائم وعمرو اول مثال ان مکسورہ لفظاً کی ہے یہ بھی معلوم ہوکہ بان تکون قولہ حکماً کا بیان ہے ظاہر یہ تھا کہ مصنف کے قول بالرفع پر اس کو مقدم کرکے بیان کرتے مگر چوں کہ اس کا بیان طویل ہے اس وجہ سے اس کو

مؤخر کردیا ہے پس اس وقت قولہ بالرفع اور جو اس کے ساتھ متعلق ہے یعنی حاجز العطف کے درمیان کثیر فصل واقع ہوگیا
قولہ حیث تکون الخ تکون کی ضمیر ان مفتوحہ کی طرف راجع ہے اور کلمہ ما سے مدخول ان مراد ہے اور وہ زید قائم ہے اور قولہ فیہ کی ضمیر ما کی طرف راجع ہے یعنی پس اس مثال یعنی علمت ان زیداً قائم وعمرو مثال میں اگرچہ ان لفظاً مفتوحہ ہے لیکن وہ حکماً مکسورہ ہے چنانچہ ان مع اس کے جس میں ان عمل کررہا ہے جملہ کی تاویل میں ہے پس اس کے اسم پر معطوف کا رفع اس اسم کے محل پر حمل کرکے درست ہوا اور ان مفتوحہ کے اسم کے محل پر رفع

کے ساتھ عطف کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ ان مفتوحہ جملہ کے معنی کو متغیر کرتا ہے اور اس کا نہ ہونا فرض کرنا درست نہ ہوگا ۔

قولہ بتاویل الجملۃ الخ جملہ کی تاویل میں اس وجہ سے ہے کہ ان مفتوحہ کا مدخول دو مفعولوں کی جگہ میں قائم ہے گویا کہ وہ اصل میں جملہ ہے اسی وجہ سے مفعول ثانی پر لام ابتداء کا داخل ہونا درست ہوا پس اس کے لئے حکم حاصل ہے بخلاف اعجبنی ان زیداً لقائم ۔ پس یہ جائز نہیں کیوں کہ ان مع اپنے مدخول کے ہر وجہ سے مفرد کے حکم میں ہے چوں کہ وہ فاعل ہے اور یہ ان کے دونوں کے مفرد کی تاویل میں ہونے کے منافی نہیں اور اسی وجہ سے اس کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف جائز نہیں کیوں کہ ان دونوں کو جملہ کے ساتھ مشابہت ہے اس اعتبار سے کہ علمت کا باب مبتدا و خبر کے نواسخ سے ہے اور مفرد کے مشابہ ہے چوں کہ وہ دونوں مفرد کی تاویل میں ہے ۔

قولہ دون المفتوحۃ یعنی جو لفظاً اور حکماً مفتوحہ ہو اور وہ ان وہ ہے جو علم کے بعد واقع نہ ہو پس ان مفتوحہ کے اسم پر اس وقت رفع کے ساتھ درست نہ ہوگا ۔

قولہ لا یصح فرض عدمہا یعنی اس ان کا معدوم فرض کرنا درست نہیں پس اس کے اسم کے لئے بالکل رفع نہ ہوگا اس وجہ سے رفع کے ساتھ اس کے اسم پر عطف کرنا بھی درست نہ ہوگا اور اس میں

Marfat.com

لانه لولم يمض قبله لا لفظاً ولا تقديراً لزم اجتماع عاملين على اعراب واحد مثل ان زيداً وعمرو ذاهبان فانه لا شك ان ذاهبان خبر عن كل من المعطوف والمعطوف عليه فمن حيث انه خبر عن اسم ان يكون العامل فى رفعه ان ومن حيث انه خبر المعطوف على اسمه يكون العامل فى رفعه الابتداء فلزم اجتماع العاملين اعنى ان والابتداء على رفعه وهو باطل

لئے کہ اگر وہ پہلے مذکور نہیں ہے نہ لفظاً اور نہ تقدیراً تو اعراب واحد پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آئے گا جیسے ان زیداً عمرو ذاہبان اس مثال میں بیشک ذاہبان معطوف معطوف علیہ میں سے ہر ایک کی خبر واقع ہے پس اس حیثیت سے کہ وہ اسم ان کی خبر ہے تو اس کے رفع دینے میں ان عامل واقع ہوگا اور اس حیثیت سے کہ بیشک وہ خبر اس معطوف کی جو اس کے اسم پر معطوف ہے تو اس کے رفع میں ابتداء عامل ہوگا پس اجتماع عاملین لازم آئے گا یعنی ان اور ابتداء اس کے رفع پر اور یہ باطل ہے۔

اس کے مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ ہے، جس نے اس کو جائز رکھا ہے۔

قولہ ولیشترط الخ یعنی ان مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ عطف کرنا اس وقت درست ہوتا ہے جب کہ ان کی خبر معطوف کے پہلے مذکور ہو خواہ لفظاً پہلے مذکور ہو جیسے ان زیداً قائم وعمرو یا تقدیراً پہلے مذکور ہو جیسے ان زید او عمرو قائم کیوں کہ خبر ان معطوف سے پہلے نہ لفظاً گذری اور نہ تقدیراً جیسے ان زیداً قائم وعمر قائم کیوں کہ خبر ان ذاہبان معطوف اور معطوف علیہ دونوں میں سے ہر ایک کی خبر ہے پس اس اعتبار سے کہ وہ ان کے اسم کی خبر ہے اس کے رفع میں عامل یعنی ذاہبان کے رفع میں عامل ان ہے کیوں کہ ان اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے اور اس کا رفع الف کے ساتھ ہے یعنی زیداً ان کے ساتھ منصوب ہے اور اس کی خبر ان کی ہی معمول ہوگی اور اس اعتبار سے کہ اس کی خبر ہے جو ان کے اسم پر معطوف بالرفع ہے اس کے رفع میں عامل بالابتداء ہوگی پس اس وقت ذاہبان کے رفع پر دو عاملوں کا جمع ہونا کہ ان میں سے ایک ان ہے اور دوسرا عامل ابتداء) لازم آویگا اور دو عاملوں کا جمع ہونا ایک اعراب پر باطل ہے۔ چوں کہ وہ ایک معمول بالشخص پر دو مستقل علتوں کے توارد کے درجہ میں ہے کیونکہ دونوں عاملوں میں سے ہر ایک مستقل علت ہے اور اعراب واحد معلول شخصی ہے اور یہ اجتماع اہل العربیہ کے نزدیک باطل ہے جیساکہ یہ توارد مذکور حکماء کے نزدیک باطل ہے فانہ لاشک الخ سے اس قضیہ شرطیہ لولم یمض قبلہ الخ کی ملازمت کا بیان ہے۔

قولہ یکون العامل فی رفعہ الخ یعنی اس کے رفع میں عامل ابتداء ہے کیوں کہ مبتداء کی خبر میں عامل ابتدائیہ ہوتی ہے دوسری عبارت اس کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ عمر کا مرفوع ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کا عطف ایسے محل پر ہو رہا ہے کہ وہ ابتداء ہے ان سے خالی ہونے کی تقدیر پر یا اس کو مع اس کے معمول کے مبتدا کے مانند قرار دیا جیسے مبتدا اور اس کی خبر کا مرفوع ہونا ضروری ہے پس جب ذاہبان یا قائمان کہا گیا تو اس کو دونوں کے واسطے خبر بنا دیا اور اسی وجہ سے یہ لازم آگیا کہ وہ ان کا معمول ہوا اور ابتداء کا معمول ہو یعنی دونوں کا اکٹھا معمول ہو اور یہ باطل ہے

قولہ خلافاً للکوفیین۔ کوفی اس مسئلہ میں بصریوں کی مخالفت کرتے ہیں چنانچہ وہ اس عطف کے درست ہونے میں خبر کا گذرنا شرط نہیں کرتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک ان صرف اسم میں عمل کرتا ہے اور خبر ابتداء کے ساتھ مرفوع ہوتی ہے جیسا کہ اس پر ان کے داخل ہونے کے پہلے ابتداء کے ساتھ مرفوع ہوتی ہے پس اس وقت ایک اعراب پر دو عاملوں کا

Marfat.com

خلافا للكوفيين فانهم لا يشترطون في صحة هذا العطف مضي الخبر فان ان عندهم لا تعمل الا في الاسم والخبر مرفوع بالابتداء كما كان قبل دخول ان عليه فلا يلزم اجتماع عاملين على اعراب واحد ولا اثر لكونه اي لكون اسم ان مبنيا في جواز العطف على محل اسم ان قبل مضي الخبر عند الجمهور فلا يجوز عندهم انك وزيد ذاهبان كما انه لا يجوز ان زيداً وعمرو ذاهبان فان المحذور المذكور مشترك بينهما خلافاً للمبرد والكسائي فانهما يجوزان في مثل انك وزيد ذاهبان العطف على محل اسم انّ بلا مضي الخبر فانه لما لم يظهر

اس میں کوفیوں کا اختلاف ہے پس اس لئے کہ وہ اس عطف کی صحت کیلئے خبر کے گذرنے کی شرط نہیں لگاتے کیوں کہ ان کے نزدیک انّ صرف اسم میں عمل کرتا ہے اور خبر ابتدار کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے جس طرح اس پر ان کے داخل ہونے سے پہلے ابتدار کا عامل تھا لہذا اعراب واحد پر دو عاملوں کا اجتماع لازم نہیں آتا اور نہیں ہے کوئی اثر اس کے ہونے کے لئے یعنی ان کے اسم کا مبنی ہونے کے عطف کے جواز میں ان کے اسم کے محل پر خبر کے گذرنے سے پہلے جمہور کے نزدیک لہذا ان کے نزدیک انک وزید ذاہبان جائز نہیں ہے جس طرح ان زیداً وعمرو ذاہبان جائز نہیں ہے کیوں کہ مذکورہ محذور دونوں میں جائز ہے اس میں مبرد اور کسائی کا اختلاف ہے اس لئے کہ یہ دونوں جائز مانتے ہیں انک زید ذاہبان جیسی مثال میں عطف کو اسم ان کے محل پر بلا خبر کے گذرے ہوئے اس

جمع ہونا لازم نہیں آئے گا کیوں کہ ان جس وقت کہ خبر مرفوع بالابتداء ہے تو ان کے نزدیک اس میں عامل ان کے دخول کے پہلے اور اس کے دخول کے بعد دونوں حالتوں میں ابتدار ہے معلوم ہو کہ کوفیوں سے مراد اکثر کوفی ہیں کیوں کہ کسائی کوفیوں میں سے یہ ان کی مخالفت کرتا ہے کیوں کہ وہ خبر کا گذرنا غیر المبنی میں شرط کرتا ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا اور بصریوں سے بھی مراد اکثر بصری ہیں چنانچہ مبرد بصریوں سے ہے اس نے خبر کا گذرنا مبنی میں شرط نہیں کیا جیسا کہ مصنف نے اس کو ذکر کیا .

قولہ ولا اثر لکونہ الخ مصنف کا یہ قول خلافاً للمبرد والکسائی کے واسطے تمہید ہے یعنی ان کے اسم پر عطف کے جائز ہونے میں جمہور کے نزدیک خبر کے پہلے گذرنے کی جو شرط ہے اس میں اسم ان کے مبنی ہونے کے واسطے کچھ اثر نہیں ہے اسم خواہ مبنی ہو یا غیر مبنی ہر صورت میں یہ ضروری ہے کہ خبر پہلے آ چکی ہو چنانچہ جمہور کے نزدیک ان زیداً وعمرو ذاہبان جائز نہیں ایسے ہی انک وزید ذاہبان جائز نہیں کیوں کہ محذور مذکور یعنی ایک اعراب پر دو عاملوں کا اجتماع مشترک ہے یعنی اسم کے مبنی ہونے میں جیسے مثال مذکور میں کاف اور اسم کے معرب ہونے میں جیسے زید مثال مذکور میں ایک ہی ہے معلوم ہو کہ اسم مبنی سے مراد وہ اسم ہے جس میں اعراب ظاہر نہ ہو پس یہ ان موسیٰ وزید ذاہبان کو بھی شامل ہے جیسا کہ اس پر تعلیل مذکور دلالت کرتی ہے مصنف نے صرف لا اثر کہا کیونکہ اعراب خفی ہو گیا کیوں کہ جب اس میں بنار کے واسطے اثر نہیں تو تقدیراً اعراب کو بطریق اولیٰ اثر نہیں ہوگا . معلوم ہو کہ تسہیل میں یہ مذکور ہے کہ کسائی کوفیوں کی موافقت کرتا ہے اور تفصیل مذکور صرف فرار کا مذہب ہے اور رضی نے اس کو صواب قرار دیا .

قولہ خلافاً للمبرد الخ مبرد اور کسائی یہ دونوں ہر وہ ترکیب جو انک زید ذاہبان کے مانند ہو اس میں خبر کے گذرنے

Marfat.com

ولکن فی جواز العطف علیٰ محل اسمه کذلك ای مثل ان لانه
لا یغیر معنی الجملة عما کانت علیه قبل دخوله فان معناه
الاستدراك وهو لا ینافی المعنی الاصلی کما انه لا ینافیه التاکید
فیجوز اعتبار محل اسمه وعطف شئ علیه بالرفع مثل ان
المکسورة کما تقول لم یخرج زید ولکن عمراً خارج وبکر ولا یجوز
فی سائر الحروف المشبهة بالفعل العطف علیٰ محل اسمها
لعدم بقاء المعنی الاصلی فیها فلا یعتبر محل اسمها وایضاً
لذلك ای لاجل أنّ إنّ المکسورة لا تغیر معنی الجملة وللمفتوحة
تغیرة دخلت اللام التی هی لتاکید معنی الجملة مع المکسورة

لئے کہ جب اس کا عمل اس کے اسم پر ظاہر نہیں ہوا اس کے مبنی ہونے کی وجہ سے تو گویا اس نے اس میں عمل نہیں کیا پس محذور مذکور لازم نہیں آتا لیکن اس کے اسم کے محل پر عطف کے جائز ہونے میں ایسا ہی ہے یعنی ان کی طرح اس لئے کہ وہ جملہ کے معنی تبدیل نہیں کرتا جن پر وہ اس کے داخل ہونے سے پہلے تھا اس لئے کہ اس کے معنی استدراک کے ہیں اور وہ معنی اصلی کے منافی نہیں ہے جس طرح تاکید اس کے منافی نہیں ہے پس اس کے اسم کے محل کا اعتبار کرنا اور اس پر رفع کے ساتھ دوسری شئ کا عطف کرنا ان مکسورہ کی طرح جائز ہے جیسے تو کہے لم یخرج زید ولکن عمراً خارج وبکرٌ اور جائز نہیں ہے تمام حروف مشبہ بالفعل میں عطف ان کے محل اسم پر اس میں معنی اصلی کے باقی نہ رہنے کی وجہ سے لہذا ان کے محل اسم کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور نیز اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ بیشک ان مکسورہ جملہ کے معنی تبدیل نہیں کرتا اور ان مفتوحہ معنی تبدیل کرتا ہے وہ لام داخل جو جملہ کے معنی کی تاکید کے ساتھ آتا ہے مکسورہ کے ساتھ

ہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا اور ان مفتوحہ متغیر کرتا ہے کہ یہ اپنے اسم و خبر کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے پس یہ جملہ کے معنی کی تاکید کے واسطے نہیں ہوگا اور ان مکسورہ اس کے برخلاف ہے معلوم ہو کہ قولہ ایضاً قولہ ایضاً میں اعتراض اور جواب کا احتمال رکھتا ہے اعتراض یہ ہے کہ قولہ لذلک کی دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں

گذرنے کے بغیر ان کے اسم کے محل پر عطف کو جائز رکھتے ہیں کیوں کہ جب ان کا عمل اس کے اسم میں ظاہر نہیں ہوا اسم کے مبنی ہونے کی وجہ سے تو گویا کہ ان نے اس اسم مبنی میں نصب کا عمل نہیں کیا اور جب اسم میں عمل نہیں کیا تو خبر میں بھی عمل نہیں کیوں کہ خبر میں اس کے عمل کا اعتبار اس کے بعد ہے کہ اسم میں اس کے عمل کا اعتبار کر لیا گیا ہو کیوں کہ وہ دونوں متلازم ہیں پس مذکور محذور لازم نہیں آتا ہے۔

قولہ ولکن الخ جس طرح ان کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ درست ہوتا ہے اسی طرح لکن ہے کہ لکن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف درست ہوتا ہے کیوں کہ لکن جملہ کے معنی کو ان کی طرح متغیر نہیں کرتا ہے جو معنی کہ لکن کے دخول کے پہلے ہوتے ہیں وہی معنی لکن داخل ہونے کے جملہ کے معنی رہتے ہیں کیوں کہ لکن معنی استدراک ہیں اور اصلی معنی سے منافات نہیں رکھتے جیسا کہ ان کہ اس کے معنی تاکید ہیں جملہ کے اصلی معنی کے منافی نہیں اس وجہ سے لکن کے اسم کے محل کا اعتبار درست ہے اور اس پر رفع کے ساتھ کسی شئی کا عطف کرنا جائز ہے جیسے ان مکسورہ اور باقی حروف مشبہ بالفعل میں ان کے محل پر عطف کرنا درست نہیں کیوں کہ ان کے داخل ہونے کے بعد جملہ کے اصلی معنی باقی نہیں رہتے ہیں بلکہ وہ جملہ کے معنی خبر سے انشا کی طرف متغیر کر دیتے ہیں اس وجہ سے ان کو معدوم اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

قولہ وایضا لذلک اور اسی وجہ سے ان

Marfat.com

التی ھی ایضاً لذلک التاکید دونھا ای دون المفتوحة لکونھا بمعنی المفرد فلا یجتمع معھا ما ھو لتاکید معنی الجملة علی الخبر متعلق بدخلت ای دخلت اللام مع المکسورة علی الخبر ای علی خبرھا نحو ان زیداً لقائم او دخلت علی الاسم ای علی اسمھا اذا فصل بینہ

جو نیز اس تاکید کے لئے آتا ہے نہ کہ وہ یعنی ان مفتوحہ کے علاوہ کیوں کہ وہ مفرد کے معنی میں ہوتا ہے لہذا اس کے ساتھ وہ جمع نہ ہوگا جو معنی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے خبر پر یہ دخلت سے متعلق ہے یعنی ان مکسورہ کے ساتھ خبر پر لام داخل ہوتا ہے یعنی اس کی خبر پر جیسے ان زیداً لقائم یا وہ اسم پر داخل ہو یعنی اس کے اسم پر جب کہ اس کے درمیان فصل کر دیا جائے۔

اول لذلک کے ساتھ اکتفا درست تھا اور قولہ دخلت اللام کا عطف قولہ جاز العطف پر ہو جاتا کیوں کہ علت ایک ہے جواب قولہ دخلت اللام کا عطف قولہ جاز العطف پر فی الحقیقت ہے کیوں کہ علت ایک ہے اور لیکن قولہ قولہ لذلک کو لوٹایا تاکہ معلوم ہو کہ تعلیل کا ارادہ کیا ہے اور اس کا وہم نہ ہو کہ یہ حکم بلا علت ہے دوسرے اس وجہ سے لذلک کو لوٹایا کہ دوری بہت ہو گئی ہے اور یہ لام لام ابتدار ہے اور قولہ التی لتاکید معنی الجملۃ اسکی طرف اشارہ ہے کہ یہ لام ابتدار ہے پس ان مکسورہ کے ساتھ لام ابتدار داخل ہوتا ہے کیوں کہ وہ بھی تاکید معنی جملہ کرتا ہے اور لام بھی معنی جملہ کی تاکید کرتا ہے اور ان مفتوحہ کے ساتھ لام داخل نہیں ہوتا۔
قولہ علی الخبر یعنی یہ لام ابتدا ان مکسورہ

کی خبر پر داخل ہوتا ہے قولہ علی الخبر قولہ دخلت کے متعلق ہے ان مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل ہونا اور ان مفتوحہ کی خبر پر داخل نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ لام تاکید جملہ کے معنی کی تاکید کے واسطے موضوع ہے اس وجہ سے یہ لام صرف اسکے ساتھ جمع ہوگا جو جملہ کے معنی کی تاکید کیواسطے ہو اور جملہ کے معنی کو متغیر نہ کرے اور وہ ان مکسورہ ہے جیسے قولہ تعالیٰ انک لرسولہ بخلاف مفتوحہ کے کہ وہ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفرد کے معنی میں ہے اور جملہ کے معنی کا مغیر ہے پس لام تاکید اسکی خبر پر داخل نہیں ہوگا یعنی اس کا وہ جمع نہ ہوگا جو معنی کی تاکید کے لئے ہو کیوں کہ وہ دونوں متنافی ہیں کیوں کہ لام جملہ کے معنی کی تاکید کے لئے ہے اور ان مفتوحہ مفرد کی تاویل میں ہے پس وہ دونوں متنافی ہیں۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ متعلق بدخلت اس وجہ سے فرمایا کہ اگر یہ نہ فرماتے تو وہم ہوتا کہ

اس کا تعلق عدم الدخول کے ساتھ ہے جو قولہ دونہا سے مفہوم ہوتا ہے پس اس وقت مقصود حاصل نہیں ہوگا۔
قولہ ای علی خبرہا یعنی ان مکسورہ کی خبر پر شارح نے اس سے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ الخبر پر الف لام مضاف الیہ کے بدلے میں ہے معلوم ہو کہ خبر سے مراد عام ہے مفرد اور جملہ اسمیہ اور فعلیہ سے جیسے ان زیداً لقائم اور ان زیداً لابوہ قائم اور ان زیداً لقد قام۔ شارح نے مثال کے بیان کرنے میں اصل جو کہ خبر مفرد ہے اس پر کفایت کی ہے۔ قولہ ان زیداً لقائم اس سے شارح نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ خبر متاخر پر داخل ہوتا ہے اور خبر متاخر پر اس وجہ سے داخل ہوتا ہے تاکہ تاکید کے دو حرفوں کی توالی لازم نہ آئے پس اسی وجہ سے ان لفی الدار زیداً بولنا جائز نہ ہوگا خبر کو المتأخر کے ساتھ اس وجہ سے مقید نہیں کیا کہ خبر کے اندر اصل تاخیر ہے بعض شارحین نے تکلف کیا پس اس نے اذا فصل الخ کو علی الخبر وعلی الاسم دونوں کے ایک ساتھ متعلق کر دیا اور بینہ کی ضمیر احدہما کی طرف راجع کی۔
قولہ اذا فصل الخ یعنی اسم کے درمیان اور ان کے درمیان فصل کر دیا جا دے تو پھر لام ان کے اسم پر بھی داخل ہو جاتا ہے اور یہ فصل صرف ظرف کے ساتھ خواہ وہ ظرف خبر ہی جیسے ان فی الدار زیداً یا اس کے ظرف کے ساتھ ہو جو خبر کے ساتھ متعلق ہے جیسے ان فی

Marfat.com

ای بین الاسم وبینها ای بین انّ نحو انّ فی الدار لزیداً او دخلت علی ما وقع بینهما ای بین اسمها وخبرها نحو انّ زیداً لطعامك آكلٌ وانما خص دخول اللام بهذہ الصور لان فیما عداها یلزم توالی حرفی التاکید والابتداء اعنی المکسورة واللام وهم یکرهون ذلك واختاروا تقدیم انّ دون اللام ترجیحاً للعامل علی ما لیس بعامل ودخول اللام فی لکن علی اسمها او

یعنی اسم کے درمیان اور اس کے درمیان یعنی ان کے درمیان جیسے ان فی الدار لزیداً یا داخل ہو اس پر جو ان دونوں کے درمیان واقع ہو یعنی اس کے اسم اور اس کی خبر کے درمیان جیسے ان زیداً لطعامک آکل اور بیشک اس صورت کے ساتھ لام کے دخول کو خاص کیا گیا ہے کیوں کہ اس صورت کے علاوہ میں دو حرف تاکید اور ابتداء پے در پے آنا لازم آتا ہے یعنی ان مکسورہ اور لام کا اور اس کو انہوں نے مکروہ جانا ہے اور انہوں نے اس کی تقدیم کو اختیار کیا ہے نہ کہ لام کی تقدیم کو عامل کو ترجیح دیتے ہوئے اس پر کہ جو عامل نہیں ہے اور لام کا داخل ہونا لکن میں اس کے اسم پر یا اس کی

الدار لزیداً قائم۔

قولہ ای بین اسمہا وخبرہا یا لام اس پر داخل ہوتا ہے جو اسم اور خبر ان کے درمیان ہو شارح رحؒ نے اس کے ساتھ اس وجہ سے تفسیر کی تاکہ الاسم وان کی طرف ضمیر کے لوٹنے کا وہم نہ ہو۔ قولہ ان زیداً لطعامک آکلٌ اس مثال میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے اسم و خبر کے درمیان جو واقع ہو کر اس پر لام داخل ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ خبر کا معمول ہوتا کہ لام کا دخول اس پر درست ہو جو ان دونوں کے درمیان ہے خواہ وہ ظرف ہو یا غیر ظرف ہو پس مصنف کا مطلق چھوڑنا اس کی شہرت کی بنا پر ہے اور کلمہ او منع خلو کے لئے ہے کیوں کہ لام کبھی خبر پر داخل ہوتا ہے اور کبھی اس پر جو اسم ان و خبر ان کے درمیان ہوتا ہے خبر کے معمول سے۔ قولہ وانما خص الخ یعنی لام کا دخول ان صورتوں کے ساتھ اس وجہ سے خاص کیا کہ ان صورتوں کے علاوہ تاکید حرف اور ابتداء کے حرف دونوں حرفوں کے درمیان یعنی ان مکسورہ اور لام کے درمیان توالی اور لگاتاری لازم آتی ہے یہ صورتیں ہیں جن میں توالی لازم نہیں آتی ان اور اسم ان کے درمیان خبر کے ساتھ فصل واقع ہونے یا ان کی خبر کے معمول کے ساتھ فصل واقع ہوئے تو ان صورتوں میں لام ان کے اسم پر داخل ہو جائے گا اور اگر ان اور اسم کے درمیان فصل نہ ہو تو ان کی خبر پر لام داخل ہوگا البتہ جب کہ خبر پر خبر کا معمول مقدم ہو جاوے تو اس وقت لام اس پر داخل ہوگا جو خبر پر مقدم ہے پس جب یہ صورتیں منتفی ہوں یہ اس صورت میں ہوگا کہ ان اور اسم کے درمیان فصل نہ ہو اور نہ معمولِ خبر خبر پر مقدم ہو، پس ان اسم کے ساتھ متصل ہوگا اور لام خبر ان پر داخل نہ ہو تو بلا شک اس وقت دونوں حرفوں کی توالی لازم آئے گی اور اس کو عرب ناپسند کرتے ہیں۔

قولہ واختاروا تقدیم ان الخ یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ ان مکسورہ کو مقدم اور لام کو مؤخر لانا کیوں ہے باوجودیکہ ہر دو تاکید کے واسطے ہے جواب ان مکسورہ عامل ہے اور لام عامل نہیں اس وجہ سے عامل کو غیر عامل پر راجح کر کے ان کو مقدم لانا اختیار کیا دوسری ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان مکسورہ کے نظائر کے واسطے صدارت کلام ہے پس اگر دوسرے کو مؤخر کریں اور لام کو مقدم تو اس کے نظائر کی مخالفت لازم آئے گی اور اپنی نظائر کا مطعون ہوگا اور طعن کی زبان بیان ضرب سے اشد ہے۔ واللہ اعلم۔

قولہ دخول اللام فی لکن الخ لکن جس وقت کہ جملہ پر داخل ہو رہا ہو اس وقت اس کے اسم یا خبر یا اس پر جو لکن کے اسم و خبر کے

Marfat.com

خبرها او علی ما بینهما ضعیف لانها وان لم تغیر معنی الجملة لکن لا توافق اللام مثل ان فی معناها الذی هو التاکید وقد جاء مع ضعفه فی قول الشاعر ع ولکننی من حبها لعمید

وتخفف ان المکسورة لثقل التشدید وکثرة الاستعمال فیلزمها بعد التخفیف اللام وحینئذ یجوز الغاؤها ای ابطال عملها وهو الغالب لفوات بعض وجوه مشابهتها مع الفعل

خبر پر یا اس پر جو ان دونوں کے درمیان واقع ہو ضعیف ہے کیوں کہ وہ اگرچہ جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں لیکن وہ لام کی موافقت نہیں کرتا جیسے ان فی معناہا الذی ہو التاکید اور واقع ہوا ہے ضعف کے ساتھ شاعر کے قول میں ع لیکن بیشک میں اس کی محبت میں البتہ رنجیدہ ہوں ،، اور تخفیف کیا جاتا ہے ان مکسورہ تشدید کے ثقیل ہونے کی وجہ سے اور کثرت استعمال کی وجہ سے ، پس لازم ہے اس کو تخفیف کے بعد لام اور اس وقت اس کا الغاء جائز ہے یعنی اس کے عمل کو باطل کر دینا اور یہی غالب ہے فعل کے ساتھ اس کی مشابہت کے بعض وجوہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے جیسے آخر کا فتحہ اور اس

درمیان میں ہو لام کا داخل کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ لکن اگرچہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا لیکن وہ موافقت اور مناسبت جو ان اور لام تاکید میں ہے وہ لکن میں نہیں ہے اس لئے کہ لام اور ان مکسورہ ہر دو تاکید کے واسطے ہیں بخلاف لکن کے کہ وہ استدراک کے واسطے ہے اور یہ استدراک آئے تاکید سے نہیں ہے کہ مناسبت مضبوط ہوں. حاصل یہ ہے کہ لام کا حق یہ تھا کہ ان مکسورہ کے ساتھ بھی مجامع نہ ہو کیوں کہ لام تاکید صدارت کو مقتضی ہے ان مکسورہ کے ساتھ اس کی مجامعت سے صدارت

باطل ہوتی ہے لیکن اس کی مجامعت ان مکسورہ کے ساتھ اس وجہ سے جائز ہوئی ان مکسورہ کے ساتھ اس کی مناسبت بہت زیادہ ہے کیوں کہ دونوں ایک معنی میں ہے پس گویا اس کی صدارت بالکلیہ ساقط نہیں ہوئی بخلاف لکن کہ لام تاکید کے ساتھ بالکل مناسبت نہیں رکھتا پس لام کی صدارت کا ساقط ہونا لکن کے ساتھ مناسبت نہیں ہے .

قولہ وان لم تغیر معنی الجملة الخ شارح رح نے اس سے کوفیوں کے استدلال کے باطل کرنے کی طرف اشارہ کیا چنانچہ کوفیوں نے لام کے دخول کو لکن کے ساتھ جائز رکھا ہے کیوں کہ لکن ان کے معنی کو نہیں بدلتا ہے جیسے ان اسی وجہ سے لکن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف درست ہوا اس بیان سے باقی حروف مشبہ کے ساتھ لام کا جمع نہ ہونا ظاہر ہو گیا کیوں کہ وہ جملہ کے معنی کے واسطے مغیر ہیں اور لام جملہ خبریہ کے بقا کا تقاضہ کرتا ہے

قولہ لا توافق الخ یعنی لام کا حق یہ تھا کہ مکسورہ کے ساتھ بھی جمع نہ ہو چوں کہ لام جملہ کے شروع میں آنے کو چاہتا ہے مگر چوں کہ ان اور لام کے معنی ایک ہیں اس وجہ سے دونوں میں بہت مناسبت ہے اس وجہ سے جمع کو جائز رکھا گویا کہ اس کی صدارت ساقط نہیں ہوئی بخلاف لکن کہ اس کے ساتھ لام کو بالکل مناسبت نہیں اس وجہ سے لام اپنی صدارت کے ساقط ہونے کی طرف محتاج نہیں ہوا.

قولہ وقد جاء الخ لکن کے ساتھ لام کا داخل ہونا اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے باوجود شاعر کے قول میں آیا ہے نحاۃ نے کہا ہے کہ وہ شاذ ہے شاعر کا قول یہ ہے ولکننی من حبها لعمید (اور لیکن میں اس کی محبت کی وجہ سے البتہ سخت بیمار ہوں فلان عمید بولا جاتا ہے اس کے معنی ہے بہت مریض بیٹھنے پر بلا سہارا قادر نہیں ہوں یہی معنی معہود کے ہیں اس کا قائل معلوم نہیں اور نہ اس کا تتمہ اور نہ اس کے واسطے نظیر ہے کوفیوں نے یہ شعر استدلال میں بیان کیا ہے اور لکمید روایت کیا جاتا

Marfat.com

كفتح الاخر وكونها على ثلاثة احرف كما يجوز اعمالها على ما هو الاصل ولهذا المزيد ذكره صريحا واللام على كلا التقديرين لازم لها اما فى الالغاء فللفرق بين المخففة والنافية فى مثل ان زيد قائم وان زيد لقائم واما فى الاعمال فلطرد الباب

کا سہ حرفی ہونا جیسا کہ اس کو عمل دینا (یعنی عامل بنانا) جائز ہے جیسا کہ اس کی اصل ہے اسی لئے اس کو صراحۃً ذکر نہیں کیا اور لام دونوں صورتوں میں اس کے لئے لازم ہے بہرحال الغاء والی صورت میں تو نافیہ اور مخففہ کے درمیان فرق کرنے کی وجہ سے ان زیدٌ قائمٌ اور ان زیدٌ لقائمٌ جیسی مثالوں میں اور بہرحال عامل بنانے یعنی عمل دینے کی صورت میں تو پس باب کی موافقت

ہے اس کے معنی غمگین کے ہے برائے صحیح نسخہ کے حاشیہ پر اس کا اول یہ بیان کیا جاتا ہے محادر سعدیٰ یا سعاد سعید ادر جبہا کی ضمیر سعدیٰ کی طرف راجع ہے یہ محبوبہ کا نام ہے جیسے سعاد اور شاہد اس میں لام ہے جو لکن کی خبر پر داخل ہے اور وہ ضعیف ہے ۔

قولہ تخفف ان المکسورۃ الخ ان مکسورہ کو خفیف کرلیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ تشدید ثقیل ہے اور اس کا استعمال کثیر ہے پس تخفیف کے بعد لام تاکید کا لانا لازم ہے اور اس وقت اس کا الغاء یعنی اس کے عمل کا باطل کرنا جائز ہے اور یہی ابطال عمل اس میں غالب ہے چوں کہ تخفیف کے بعد فعل سے جو اس مشابہت تھی اس مشابہت کی بعض وجوہ فوت ہوگئیں جیسے آخر کا فتحہ اور اس کا تین حرفوں پر ہونا جیسے الغاء جائز ایسے ہی اس کا اعمال بھی ۔

قولہ کما یجوز اعمالہا الخ یعنی ان کو عامل قرار دینا اس کی بنا پر ہے کہ وہ اصل ہے یعنی اس لئے کہ اعمال اصل ہے ابطال کی بالنسبۃ ۔ شارح کے قول علی ماہوالاصل کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے اس کی بنا پر کہ وہ اس کی اصل ہے اور وہ اصل فعل ہے اس لئے کہ اس سے حرف کو حذف کرنے کے سبب سے اس کا عمل باطل نہیں ہوا علیٰ ماالاصل قولہ یجوز اعمالہا کے متعلق ہے چوں کہ ان کا اعمال اصل ہے اس وجہ سے مصنف نے اس کو صراحۃً ذکر نہیں کیا ۔

قولہ علی کلا التقدیرین اور لام دونوں تقدیروں یعنی الغاء اور اعمال ہر دونوں صورتوں پر لازم ہے مصنف ؒ فیلزمہا

اللام کو یجوز الغاء ہا سے پہلے ذکر کیا اس سے یہ نکلتا ہے کہ الغاء اور اعمال ہر دونوں صورتوں میں لام لازم ہے کیوں کہ اگر لام کا لزوم الغاء کے ساتھ مخصوص ہوتا جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے، تو لزوم اللام کی تاخیر جواز الالغاء ز ذاجب تھی پس یہ سیبویہ کے مذہب کے مخالف ہے جیسا کہ عنقریب آویگا ۔

قولہ اما فی الالغاء الخ ان مکسورہ کے الغاء کی تقدیر پر لام کا لانا اس وجہ سے لازم ہے کہ اس کی ان مکسورہ مخففہ اور نافیہ کے درمیان فرق ہوجاتا ہے لام کو ان مخففہ کے ساتھ لازم کیا اور ان نافیہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا اس کی وجہ ایک یہ ہے کہ لام ابتداء نسبت ثبوتیہ کی تاکید کے واسطے ہے نفی کے ساتھ مجامع نہیں ہوگا دوسری وجہ یہ ہے کہ جب نون کو حذف کر کے تخفیف

کرلی گئی تاکہ لام کا مخففہ میں لانا اولیٰ ہے تاکہ یہ لام محذوف سے عوض کے مانند میں ہوجاوے

قولہ اما فی الاعمال الخ اعمال کی صورت میں لام کے لانے کی لزوم کی دوسری دلیل ہے یعنی اعمال کی صورت میں بھی لام کا لانا اس وجہ سے لازم ہے کہ بہت سے اسماء ہیں جن میں اعراب لفظی ظاہر نہیں ہوتا ہے یعنی اسم کا اعراب تقدیری ہوتا ہے جیسے ان فتیٰ لقائمٌ یا اس وجہ سے کہ اسم مبنی ہوتا ۔

قولہ ولان کثیراً الخ اعمال کی صورت میں لام کا لانے کی لزوم کی دوسری دلیل ہے یعنی اعمال کی صورت میں بھی لام کا لانا اس وجہ سے لازم ہے کہ بہت سے اسماء ہیں جن میں اعراب لفظی ظاہر نہیں ہوتا ہے یعنی اسم کا اعراب تقدیری ہوتا ہے جیسے ان فتیً لقائمٌ یعنی اس وجہ سے کہ اسم مبنی ہوتا اور اعراب ظاہر نہیں ہوتا جیسے ان ہذا لقائمٌ پس لام کا لانا اس فرق مذکور

Marfat.com

ولان کثیراً من الاسماء لایظهر فیه اعراب لفظی لکون اعرابه تقدیریا اولکونه مبنیا وهذا خلاف مذهب سیبویه و سائر النحاة فانهم قالوا عند الاعمال لایلزمها اللام لحصول الفرق بالعمل و یجوز دخولها ای دخول المخففة علیٰ فعل من افعال المبتدأ ای من الافعال التی هی من دواخل المبتداء والخبر لاغیر مثل کان وظن واخواتهما لان الاصل دخولها علیهما فاذا فات ذلک اشترط ان لایفوت دخولها علیٰ مایقتضی المبتداء و

کی وجہ سے اور اس لئے بھی کہ اکثر اسموں میں اعراب لفظوں میں ظاہر نہیں ہوتا ان کے اعراب کے تقدیری ہونے کی وجہ سے یا اس کے مبنی ہونے کی وجہ سے اور یہ سیبویہ اور تمام نحویوں کے مذہب کے خلاف ہے کیوں کہ انہوں نے عمل دینے کے وقت کہا ہے کہ اس کو لام لازم نہیں ہے عمل میں فرق کے پائے جانے کی وجہ سے اور جائز ہے اس کا داخل ہونا یعنی مخففہ کا داخل ہونا مبتداء کے افعال میں سے کسی فعل پر یعنی ان افعال میں سے کہ جو مبتداء اور خبر پر داخل ہونے والے ہیں نہ کہ ان کے علاوہ جیسے کان ظن اور ان کے اخوات ہیں کیوں کہ اصل ان کا داخل ہونا ہی ان دونوں پر پس جب یہ فوت ہو گیا تو مشروط ہو گیا کہ ان کا دخول فوت نہ ہو اس اسم پر کہ جو مبتداء اور خبر کا تقاضا کرتا ہے امکانی حد تک اصل کی رعایت کرتے

کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ حکمت ملحوظ نوع میں ہے نہ ہر فرد میں پس یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ نکتہ طرد الباب کے اعتبار سے غنی نہیں کرتا ہے لہذا اس کو طرد الباب کا مقابل نہیں بنایا جا سکتا۔

قولہ ہذا اخلاف مذہب یہ اعمال کی صورت میں لام کا لزوم سیبویہ اور باقی نحاۃ کے نزدیک خلاف ہے جیسے ابن مالک چنانچہ انہوں نے اس کے خلاف کہا جس کی طرف مصنف گئے چنانچہ انہوں نے کہا کہ اعمال

کی تقدیر پر لام کا لانا لازم نہیں چوں کہ ان مخففہ اور نافیہ کے درمیان عمل کے سبب سے فرق ہو جاتا ہے شارح کا یہ قول مصنف پر اعتراض بھی ہو سکتا ہے۔

قولہ و یجوز دخولہا الخ ان مخففہ کا داخل ہونا فعل پر جائز ہے لیکن ہر فعل پر نہیں بلکہ اس فعل پر جو کہ مبتدا کے افعال سے ہو یعنی اس فعل پر جو ان افعال سے ہو جو مبتدا اور خبر پر داخل ہونے والے ہیں قول الشارح من الافعال اس سے شارح نے اس کی

طرف اشارہ کیا کہ افعال کی اضافت المبتدأ کی طرف ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے اس لئے کہ فعل حرف معمول کی طرف اضافت کیا جاتا ہے اور قولہ المبتدأ والخبر اس سے شارح نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ مبتدا کے ساتھ ذکر میں کفایت کرنا اس وجہ سے ہوا کہ مصنف نے قرینۂ اختصار کو اختیار کر لیا چنانچہ الخبر کے بیان کی طرف محتاج نہیں ہوا کیوں کہ وہ دونوں متلازم ہیں۔ یعنی مبتدا و خبر متلازم ہیں مبتدا کا ذکر خبر کے ذکر کو مستلزم ہے۔

قولہ لاغیر یعنی صرف اس فعل داخل ہوتا ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہونے والے افعال ہیں اور کسی فعل پر داخل نہیں ہوتا شارح رح نے لاغیر کہا اس پر قرینہ قول المصنف خلافاً للکوفیین فی التعمیم ہے اور اس سے شارح اس اعتراض کا جواب دیتا ہے جو رضی رح نے مصنف پر کیا چنانچہ رضی رح نے کہا کہ مصنف کا یہ کہنا کہ ان مخففہ کا دخول اس فعل پر ہوتا ہے جو مبتدا اور خبر کے افعال سے ہے اس کے لئے کوئی وجہ نہیں مصنف کے لئے اولیٰ یہ تھا کہ یہ کہنا واذا دخلت علی الفعل وجب کونہ من نواسخ المبتداء اور جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو فعل کا نواسخ المبتدا ہونا واجب ہوتا ہے غرضیکہ ان مخففہ صرف اس فعل پر داخل ہوتا ہے جو مبتدا و خبر کے داخل ہونے والوں میں سے ہے جیسے افعال قلوب اور افعال ناقصہ اور افعال مقاربہ اور ان کے علاوہ پر داخل ہونا جائز نہیں

قولہ لان الاصل الخ یہ دلیل اس کی کہ اس کا دخول صرف ان ہی افعال کے ساتھ کیوں

الخبر رعایۃ للاصل بحسب الامکان کقولہ تعالٰی وان کانت لکبیرۃ

وان نظنک لمن الکاذبین خلافاً للکوفیین فی التعمیم ای فی تعمیم الدخول وعدم تخصیصہ بدواخل المبتداء والخبر لا فی اصل الدخول علی الفعل لانہ متفق علیہ فالکوفیین خالفوا البصریین فی تجویز دخولھا علی غیر دواخلھما متمسکین بقول الشاعر. شعر

تاللہ ربک ان قتلت لمسلماً ✤ وجبت علیک عقوبۃ المتعمد

ہوئے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان کانت لکبیرۃ اور وان نظنک لمن الکاذبین تعمیم میں کوفیوں کا اختلاف ہے یعنی دخول کے عام ہونے اور اس کے ساتھ خاص نہ ہونے میں مبتدا اور خبر کے دخول پر نہ کہ دخول علی الفعل کی اصل پر کیوں کہ وہ متفق علیہ ہے پس کوفیوں نے بصریوں کا خلاف کیا اس کے دخول کے جائز قرار دینے میں ان کے مدخولات کے علاوہ میں شاعر کے قول سے استدلال کرتے ہوئے۔ شعر اللہ یعنی تیرے رب کی قسم اگر تو نے کسی مسلمان کو قتل کیا تو تیرے اوپر عمداً قتل کرنے

مخصوص ہے دوسرے افعال پر کیوں داخل نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مکسورہ کا مبتدا و خبر پر داخل ہونا اصل ہے جب یہ اصل تخفیف کی وجہ سے فوت ہو گئی تو یہ شرط کرنا کہ اس کا دخول اس پر فوت نہ ہو جو مبتدا اور خبر کو مقتضی ہیں چوں کہ تعدد امکان اصل کی رعایت واجب ہے جیسے قولہ تعالیٰ وان کانت لکبیرۃ بصریوں کے نزدیک اس میں ان مخففہ ان مکسورہ سے ہے اور لام ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے والا ہے اور کوفیوں کے نزدیک ان نافیہ ہے اور لام بمعنی الا ہے یعنی تحویل قبلہ کبیرہ شدیدہ ہے مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی یا اس کے معنی ہے نہیں وہ تحویل قبلہ مگر کبیرہ اور جیسے وان نظنک لمن الکاذبین یعنی فرعون نے ہامان سے کہا میرے لئے ایک محل بنا تاکہ اس کے ذریعہ موسیٰؑ کے اللہ پر خبردار ہوں کیوں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ موسیٰؑ اپنے اس قول میں جھوٹا ہے یا در ہے کہ اس وقت میں بھی لام تاکید لانا لازم ہے تاکہ مخففہ اور نافیہ کے درمیان فارق ہو جاوے۔

قولہ خلافاً للکوفیین الخ یہ حکم کوفیوں کے برخلاف ہے ان کے نزدیک تمام افعال پر دخول جائز ہے خواہ مبتدا و خبر کے دواخل سے ہوں یا نہیں یعنی مبتدا و خبر کے داخل کے ساتھ تخصیص نہیں ہے یہ کوفیوں کا اختلاف فعل پر اصل دخول میں نہیں ہے چنانچہ وہ فعل پر اصل دخول میں متفق ہیں پس کوفیین نے

بصریوں کی مخالفت اس میں کی ہے کہ وہ کوفیون اس کے دخول کو ان افعال پر جائز رکھتے ہیں جو مبتدا و خبر پر داخل ہونے والا نہیں معلوم ہو کہ جب کہ جمہور کے نزدیک دخول کی تخصیص ہے اور کوفیوں کے نزدیک دخول کی تعمیم پس نحاۃ کوفہ جمہور کے تخصیص میں مخالف ہوئے نہ تعمیم میں اس لئے کہ کسی شئی میں مخالفت کا مطلب یہ ہے اس کی نقیض کا ارتکاب، پس مصنف کو یہ کہنا چاہیے تھا خلافاً للکوفیین فی التخصیص جواب یہ ہے کہ مصنف کے کلام کے معنی ہے بخلاف الکوفیین القول المذکور مخالفۃ کا ملۃ فی ضمن التعمیم فانہ نوع منہ قول مذکور کی

کوفی تعمیم کے ضمن میں کامل مخالفت کرتے ہیں کیوں کہ وہ اس کی ایک نوع ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ کلمہ فی لام کے معنی میں ہے یعنی کوفی قول مذکور کی مخالفت کرتے ہیں تعمیم کی وجہ سے پس اس وقت میں تعمیم خلاف کا ظرف نہیں ہے بلکہ خلاف کی علت اور سبب ہے حضرت شیخ عبدالحکیمؒ فرماتے ہیں کہ کوفیوں کے نزدیک یہ ان مخففہ مثقلہ نہیں بلکہ ان کے نزدیک ان مخففہ نافیہ ہے اور لام الا کے معنی میں ہے خواہ اس کے بعد جملہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ پس اس کے معنی ہے کہ کوفی کہتے ہیں ان مع اللام کی صورت میں تعمیم میں مخالفت کرتے ہیں یا اس کی تعمیم میں مخالفت

Marfat.com

وھو شاذ عند البصریین و تخفف المفتوحۃ کالمکسورۃ فتعمل عند التخفیف علیٰ سبیل الوجوب فی ضمیر شان مقدر والسبب فی تقدیرہ ان مشابھۃ المفتوحۃ بالفعل اکثر من مشابھۃ المکسورۃ بہ کما سبق واعمال المکسورۃ بعد تخفیفھا فی سعۃ الکلام واقع کقولہ تعالیٰ وان کلاً لما لیوفینھم واعمال المفتوحۃ

کی سزا لاگو ہوگی اور بصریوں کے نزدیک یہ شاذ ہے اور انّ مفتوحہ بھی مخفف کیا جاتا ہے مکسورہ کی طرح پس عمل کرے گا تخفیف کی صورت میں بطور وجوب کے ضمیر شان میں جو کہ مقدر ہو اور اس کے مقدر ہونے کا سبب یہ ہے کہ مفتوحہ کی مشابہت فعل کے ساتھ زائد ہے بمقابلہ مکسورہ کے مشابہت کے فعل کے ساتھ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور مکسورہ کو عمل دینا اس کو مخفف کرنے کے بعد کلام میں وسعت کی وجہ سے واقع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وان کلا لما لیوفینھم اور مفتوحہ کو

کرتے ہیں کہ جو ان مخففہ ہے ہمارے اعتقاد میں اول توجیہ کی طرف شرح تسہیل میں اشارہ کیا اور ثانی تشریح شیخ جمال الدین سے حواشی تسہیل میں منقول ہے۔

قولہ متمسکین الخ کوئی اس شعر سے دلیل پکڑتے ہیں تاللہ ربک الخ معلوم ہو کہ یہ شعر عاتکہ بنت زید العدویہ عمرؓ کی چچا کی بیٹی کا ہے قصیدہ کامل سے اس سے وہ حضرت زبیر بن العوام کا مرثیہ کہتی ہیں، اور عمرو بن جرموز کو خطاب ہے یہ حضرت زبیرؓ کا قاتل ہے اور تا قسم کے لئے ہے اور باللہ واللہ بھی روایت کیا جاتا ہے اور ربک بالجر اللہ کی صفت ہے اور ان مخففہ من المثقلہ ہے قتلت پر داخل ہے اور یہ مبتدا کے افعال سے نہیں ہے اور وجبت علیک مستانفہ ہے قتل کے حکم کو بیان کرنے کے واسطے اور حلت بھی مروی ہے شعر کے معنی ہے اللہ تعالیٰ تیرے رب کی قسم بیشک قتل کیا تو نے مسلم کو تجھ پر متعمد کی سزا واجب ہوئی آیت اتری۔ دنیا میں قصاصاً قتل اور آخرت میں عذاب اور غضب اور لعنت۔

قولہ شاذ یعنی بصریوں کے نزدیک یہ شاذ ہے اس سے استدلال درست نہیں یعنی قواعد کے واسطے نقص نہیں ہے کیوں کہ قواعد سے مستثنیٰ کے درجہ میں ہے اور شاذ سے یہاں پر نادر مراد ہے۔

قولہ تخفف المفتوحۃ جیسے ان مکسورہ میں تخفیف کی جاتی ہے ایسے ان مفتوحہ میں بھی تخفیف کی جاتی ہے یعنی متحرک نون مع حرکت کے حذف کر دیا جاتا ہے کثرۃ استعمال اور ثقل تشدید کی وجہ سے اور یہ ان مفتوحہ تخفیف کے وقت ضمیر شان مقدر میں وجوب کے طریق پر عمل کرتا ہے اور ضمیر شان کے مقدر کئے جانے میں سبب یہ ہے کہ ان مفتوحہ کی مشابہت فعل کے ساتھ ان مکسورہ کی مشابہت سے بہت زیادہ ہے جیسا کہ گذرا اور ان مکسورہ کا اعمال اس کی تخفیف کے سعۃ کلام (نثر) میں واقع ہے جیسے قولہ تعالیٰ وان کلاً لما لیوفینھم اور مفتوحہ ان کا اعمال اس کی تخفیف کے بعد سعۃ الکلام (نثر) میں واقع نہیں ہے اور اس سے بحسب ظاہر اضعف کی ترجیح اقویٰ پر لازم آتی ہے اور یہ جائز نہیں اس وجہ سے انہوں نے ضمیر شان کو مقدر کیا تاکہ وہ ضمیر شان ان مفتوحہ کی تخفیف کے اس کے واسطے اسم ہو جاوے اور جملہ جو ضمیر شان کے واسطے مفسر ہے وہ اس کے واسطے خبر ہو جاوے پس یہ ان مفتوحہ مبتدا و خبر میں عامل ہو جاویگا جیسا کہ وہ اصل میں عامل ہے پس وہ ان مفتوحہ ہمیشہ عامل ہے بخلاف ان مکسورہ مخففہ کے کہ وہ کبھی عامل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اور ظاہر میں عمل اگرچہ مقدر میں عمل سے اقویٰ ہے لیکن مقدر میں ہمیشہ عمل کرنا اس عمل فی الظاہر کے مقادم اور معادل ہوگا جو ظاہر میں کبھی عمل کرتا ہے اور کبھی نہیں۔

قولہ اکثر من مشابھۃ الخ یعنی ان مفتوحہ کی فعل کے ساتھ مشابہت ان مکسورہ سے بہت زیادہ ہے لفظاً اس وجہ

Marfat.com

بعد تخفیفہا لم یقع فی سعۃ الکلام ویلزم منہ بحسب الظاھر ترجیح الاضعف علی الاقوی وذلک غیر جائز فقدروا ضمیر الشان حتی یکون اسما للمفتوحۃ بعد تخفیفہا والجملۃ المفسرۃ لضمیر الشان خبراً لہا فتکون عاملا فی المبتداء والخبر کما کانت فی الاصل فہی لاتزال عاملۃ بخلاف المکسورۃ فانہا قد تکون عاملۃ

عمل دینا اس کو مخفف کرنے کے بعد سعت کلام میں واقع نہیں ہے اور اس سے بظاہر اقوی کی ترجیح اضعف پر لازم آتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے اسی لیئے انہوں نے ضمیر شان کو مقدر مانا ہے تاکہ وہ ان مفتوحہ کے لیئے اسم واقع اس کے مخفف کرنے کے بعد اور اس جملہ کو جو اس ضمیر شان کی تفسیر ہو اس کو اس کی خبر قرار دیا ہے پس وہ مبتدا و خبر دونوں میں عامل ہوگا جیسا کہ اصل میں عامل تھا پس وہ برابر عامل ہی رہے گا اس کے برخلاف ان مکسورہ ہے کہ وہ کبھی تو عامل ہوگا

سے ماضی کے مانند اس کا اول مفتوح ہے اور معنی اس وجہ سے کہ ان مکسورہ کے محل پر عطف درست ہے اور ان مفتوحہ کے اسم کے محل پر عطف درست نہیں جیسا کہ معمول فعل کے محل پر عطف درست نہیں ہے۔

قولہ فی سعۃ الکلام یعنی کلام واسع میں اور وہ کلام نثر ہے نہ کہ کلام نظم پس سعۃ الکلام میں اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہو رہی ہے۔

قولہ ویلزم منہ یعنی سعۃ کلام میں مفتوحہ کے اعمال کے واقع نہ ہونے سے بظاہر اضعف (یعنی مکسورہ) کی ترجیح اقوی (ان مفتوحہ) پر لازم آتی ہے کیوں کہ معلوم ہوا کہ ان مفتوحہ کو فعل کے ساتھ مشابہت بہت زیادہ ہے اور بحسب الظاہر شارح نے اس وجہ سے کہا کہ ہوسکتا ہے سعۃ کلام میں مفتوحہ کے اعمال کا نہ ہونا تعادل اور برابری پیدا کر دینے کی وجہ سے ہو چوں کہ معلوم ہوا ہے کہ مفتوحہ کی مشابہت فعل کے ساتھ اکثر ہے پس اس وقت مکسورہ اپنی تخفیف کے بعد سعۃ کلام میں عمل کریگا نہ مفتوحہ تعادل کی وجہ سے پس اقوی پر اضعف کی ترجیح فی الحقیقۃ لازم نہیں آتی ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت معادل ہے دوسرے اس وجہ سے بحسب الظاہر کہا کہ بحسب الحقیقۃ اضعف کی ترجیح اقوی پر لازم نہیں آتی ہے کیوں کہ اقوی معنی کے واسطے مغیر ہے نہ اضعف۔

قولہ وذلک غیر جائز اور وہ جائز نہیں یعنی بحسب الظاہر جائز نہیں پس اب اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ قولہ ذلک کا مشار الیہ ترجیح الاضعف علی الاقوی نفس کلام میں ہے پس اس میں کلام نہیں ہے۔ قولہ فقدروا ضمیر الشان پس وہ ضمیر شان مقدر کرتے ہیں کیوں کہ معمول کی تقدیر واجب ہے جملہ اس کی تقدیر کے بعد اسی طرح رہیگا جیسا کہ پہلے سے تھا پس وہ ضمیر شان ہی صرف اور بعض نے کہا کہ اس کا اسم ضمیر شان ہونا لازم نہیں۔ سیبویہ نے انْ یَا اِبرَاہِیم قَدصَدَّقتَ الرُّؤیَا کی تقدیر انک سے کی ہے۔

قولہ کما کانت جیسا کہ اصل میں اس میں مفتوحہ عامل تھا یعنی تخفیف کے پہلے۔

قولہ فہی لاتزال الخ یعنی ان مفتوحہ مخففہ دائماً عامل ہے پس اس وقت ضمیر شان مقدر ہیں مفتوحہ مخففہ کے عمل سے ان مکسورہ اور مخففہ کے عمل سے ظاہر میں اضعف کی ترجیح اقوی پر لازم نہیں آتی ہے کیوں کہ ان مفتوحہ کا دوام عمل مرجح ہے اور ان مکسورہ مخففہ وقت دون وقت (کبھی) عمل کرتا ہے اور کبھی نہیں۔ پس اضعف کی ترجیح اقوی پر لازم نہیں

. . . . .

قولہ والعمل فی الظاہر۔ ظاہر کے یہاں معنی عرفی مراد ہیں یعنی اسم ظاہر میں یا لغوی معنی مراد ہیں یعنی ملفوظ اول پر مقدر سے مراد ضمیر ہے اور ثانی پر مقدر سے مراد وہ ہے جو ملفوظ نہ ہو اس سے شارح ایک اعتراض دور کرنا چاہتے ہیں۔ تقریر اعتراض یہ ہے کہ اس کے باوجود اضعف کی ترجیح اقوی پر لازم آتی ہے کیوں کہ مکسورہ مخففہ ملفوظ میں اور اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

وقد لاتکون والعمل فی الظاهر وان کان اقوی من العمل فی المقدر لکن دوام العمل فی المقدر یقادم العمل فی الظاهر فی وقت دون وقت فلا یلزم ترجیح الاضعف علی الاقوی فتدخل اے المفتوحۃ علی الجمل الصالحۃ لان تکون مفسرۃ بضمیر الشان مطلقاً سواء کانت اسمیۃ اوفعلیۃ وداخلا فعلها علی المبتدأ والخبر وغیر داخل وشذ اعمالها ای اعمال المفتوحۃ فی غیرہ ای غیر ضمیر الشان ولکنہ قد حکی بعض اهل اللغۃ اعمالها فی المضمر فی السعۃ نحو قولهم اظن انك قائم واحسب انہ ذاهب وهذہ روایۃ شاذۃ غیر معروفۃ واما فی الضرورۃ فجاء فی المضمر فقط قال الشاعر شعر فلو انك فی یوم الرخاء سالتنی ❊ فراقك

اور کبھی عامل نہ ہوگا اور عمل بھی اسم ظاہر پر کریگا اگرا قوی عمل اسم مقدر ہی میں ہوتا ہے لیکن عمل کا دوام محذوف میں ظاہر میں عمل کے مساوی ہے ۔ کسی وقت میں ہوگا اور کسی وقت میں نہ ہوگا پس ضعیف کی ترجیح قوی پر لازم نہیں آتی ، پس داخل ہوتا ہے یعنی مفتوحہ ایسے جملوں پر مفسرہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں ضمیر شان کے ذریعہ مطلقاً برابر ہے وہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں اور ان کا فعل مبتدا و خبر پر داخل ہو یا نہ ہو اور اس کا عمل دینا شاذ ہے یعنی ان مفتوحہ کا عمل دینا اس کے غیر میں یعنی ضمیر شان کے علاوہ میں لیکن بعض اہل لغت نے مضمر میں اس کے عمل دینے کو نقل کیا ہے وسعت کلام میں جیسے ان کا قول اظن انک قائم اور احسب انہ ذاہب اور یہ روایت شاذ ہے مشہور نہیں ہے اور بہر حال ضرورت کے موقع پر تو پس مضمر میں صرف ثابت ہے شاعر نے کہا ہے شعر. پس اگر تو نے وسعت کے ایام میں مجھ سے سوال کیا ہوتا

اور مفتوحہ مقدر میں عمل کرتا ہے اور اول ثانی سے اقویٰ ہے جواب دوام عمل مقدر میں جیساکہ مفتوحہ میں ہے اسم ظاہر میں عمل کا مقام ہو جاتے گا پس بحسب الظاہر ترجیح لازم نہیں آئے گی جیساکہ نفس الامر میں لازم نہیں آتی ہے بلکہ بظاہر...

دونوں کی برابری ہو جاتی ہے مع ترجیح الاقوی بحسب الحقیقۃ ۔
قولہ فتدخل الخ یعنی ان مفتوحہ مخففہ تمام ان جملوں خبریوں پر داخل ہو جاتا ہے جو ضمیر شان کے واسطے مفسر ہو سکتے ہیں جملہ کو خبریہ کے ساتھ اس وجہ سے مقید کیا کہ جملہ انشائیہ ضمیر شان کی خبر نہیں ہو سکتا ہے مصنف ؒ کا الجمل بصیغہ جمع ذکر کرنا انواع کے اعتبار سے ہے اور اگر الجمل الخبریۃ کہتا ہے تو وہ زیادہ ظاہر تھا قولہ مطلقاً جمل اسمیہ یا فعلیہ کے ساتھ مقید نہیں اور نہ اس کے ساتھ کہ اس کا فعل مبتدا خبر پر داخل ہونے والا ہوں۔ تو ان مفتوحہ ہر جملہ خبریہ پر داخل ہوتا ہے، خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ خواہ اس کا فعل مبتدا و خبر پر داخل ہونے والا ہو یا مبتدا و خبر پر داخل ہونے والا نہ ہو۔
قولہ وداخلاً فعلها الخ یعنی فعلیہ کا فعل یعنی جملہ فعلیہ اور وہ افعال ناقصہ اور افعال قلوب میں سے فعل ہوگا پس فعل کی نسبت فعلیہ کی طرف جزء کی نسبت سے کل کی طرف کیوں کہ فعل فعلیہ کی جزء ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ شارح داخلۃ کہتا مگر یہ کہا جائے کہ داخلا اس وجہ سے مذکر لایا کہ یہ وصف بحال المتعلق ہے یعنی قولہ فعلها ۔ قولہ وشذ اعمالها ضمیر شان کے غیر میں مفتوحہ کا اعمال شاذ ہے لیکن بعض اہل اللغۃ نے سعۃ کلام میں ضمیر شان کے علاوہ ضمیر میں اعمال کو جائز رکھا ہے جیسے ان کا قول اظن انک قائم واحسب انہ ذاہب اور یہ شاذ غیر معروف

Marfat.com

لما بخل وانت صدیق ؛ ویلزمہا ای المفتوحۃ المخففۃ حال کونہا مقرونۃ مع الفعل ای الفعل المتصرف بخلاف غیر المتصرف مثل ان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلہم السین نحو علم ان سیکون منکم مرضیٰ او سوف کقول الشاعر شعر واعلم فعلم المرء ینفعہ ان سوف یاتی کل ما قدرا ؛ او قد نحو لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم

اپنی جدائی کا تو میں کنجوسی نہ کرتا اس حال میں کہ دوست تھا اور اس کو لازم ہے یعنی ان مفتوحہ مخففہ کو اس حال میں کہ وہ فعل کے ساتھ مقرون ہو یعنی اس فعل کیساتھ ملا ہوا ہو جو گردان والا ہو بخلاف غیر متصرف فعل کے جیسے ان لیس للانسان الا ما سعیٰ اور دوسری مثال ان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلہم، سین کا داخل ہونا جیسے علم ان سیکون منکم مرضیٰ یا سوف جیسے شاعر کا قول شعر اور جان تو کہ انسان کا علم اس کو نفع دیتا ہے کہ بیشک آئے گی بیش ہر وہ چیز جو تقدیر میں لکھی ہوئی ہے یا قد کا داخل ہونا جیسے لیعلم ان قد ابلغوا رسالت ربہم (تاکہ وہ جان لے

روایت ہے بہرحال ضرورت یعنی نظم الکلام فقط شعر میں آیا ہے شاعر نے کہا فلو انک الخ یہ شعر بحر طویل سے ہے الرخاء بالفتح بمعنی وسیع عیش رخاء کو خاص کر اس وجہ سے ذکر کیا کہ انسان بسا اوقات یوم الشدۃ میں علیحدہ ہو جاتے ہیں الصدیق بمعنی دوست اس میں واحد اور جمع واحد مذکر اور غیر مذکر برابر ہیں عورت کے واسطے صدیقہ ہار کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے گویا یہ شاعر اپنی عورت کو خطاب کرتا ہے اپنے کو جود کے ساتھ موصوف کرتے ہوئے اور اپنی محبت اس سے ظاہر کرنے والا ہے اس طور پر کہ جس کو اختیار کرتی اس کو ترجیح دیتا ہوں اور اس کی عورت جس کو وہ اختیار کر رہا ہے حریص ہے اپنی رضا پر پس شاعر کہتا ہے اگر تو وصال کے دن مجھ سے یہ سوال کرے کہ میں تیرے سے جدائی مانگتی ہوں تو میں بالکل نہیں کہوں گا باوجودیکہ تو بھی دوست ہے. فارسی شاعر کہتا ہے ؎ بجریکہ بود رضائی دلبر + از وصل ہزار بہتر است.

قولہ ویلزمہا الخ یعنی مفتوحہ مخففہ کو جس وقت کہ وہ فعل کے ساتھ مقرون ہو. شارح نے فرمایا کہ فعل سے مراد فعل متصرف ہے کیوں کہ اگر یہ ان مفتوحہ مخففہ فعل غیر متصرف کے ساتھ مقرون ہو تو پھر سین یا سوف یا قد یا حرف نفی ان میں سے کوئی بھی نہیں لایا جاتا ہے جیسے ان لیس للانسان الا ما سعیٰ یعنی ثواب طاعت اور عذاب معصیۃ سے انسان کے وہ جس کی اس نے سعی کی یعنی کسی کو کسی کا ثواب نہیں دیا جاویگا اور نہ کوئی کسی کے عذاب میں پکڑا جاویگا اور جیسے ان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلہم غرضیکہ ان مفتوحہ مخففہ جب فعل متصرف کے ساتھ مقرون ہوگا تو اس وقت اس کے ساتھ سین کا یا سوف کا یا قد کا حرف نفی کا لانا لازم ہوگا سین کی مثال جیسے علم ان سیکون منکم مرضیٰ (جان لیا کہ بیشک شان یہ ہے کہ عنقریب ہوگے تم میں سے کوئی بیمار) اور سوف کی مثال جیسے شاعر کا قول واعلم فعلم المرء الخ (پس جان تو مرد کا علم نفع دیتا ہے اس کو بیشک شان یہ ہے کہ ضرور آویگا اس کے پاس جو اس کے واسطے مقرر کیا گیا اور قد کی مثال جیسے لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم (تاکہ جان لے وہ (اللہ) بیشک شان یہ ہے کہ پہنچا دیا انہوں نے اپنے رب کے پیغامات کو) معلوم ہو کہ مصنف نے مع الفعل کہا اس وجہ سے کہ ان مفتوحہ اگر اسم سے مقرون ہو یعنی جملہ اسمیہ اس کی خبر ہو یا یہ ان فعل کے ساتھ مقرون ہو اور فعل اداۃ الشرط کے ساتھ مقرون ہو تو اس وقت ان مفتوحہ مخففہ اور نافیہ میں یہ فرق کرنے والی چیزیں لازم نہیں ہوں گی چوں کہ ان مصدریہ کا دخول ان پر ممنوع ہے چوں کہ ان کی تاویل مصدر کے

Marfat.com

ولزوم هذه الامور الثلثة للفرق بين المخففة وبين ان المصدرية الناصبة وليكون كالعوض من النون المحذوفة

او حرف النفي نحو اولا يرون ان لا يرجع اليهم وليس لزوم حروف النفي الا ليكون كالعوض من النون المحذوفة فانه لا يحصل بمجرده الفرق بين المخففة والمصدرية فانه يجتمع مع كل واحد منهما فالفارق بينهما اما من حيث المعنى لانه ان عنى به الاستقبال فهي المخففة والا فهي المصدرية واما من حيث اللفظ لانه

کہ انہوں نے اپنے رب کی رسالت اور پیغام کو کو پہنچا دیا ہے اور ان مذکورہ تینوں امور کا لازم ہونا درحقیقت فرق کرنے کے لئے ہے اَن مخففہ اور ان مصدریہ ناصبہ کے درمیان اور اس لئے تاکہ نون محذوفہ کی عوض کی طرح ہو جائے یا حرف نفی کا داخل ہونا جیسے اولا یرون ان لا یرجع الیہم اور حروف نفی کا لزوم نہیں ہے لیکن اس لئے تاکہ نون محذوفہ کے عوض کی مانند ہو جائے اس لئے کہ یہ فرق مصدریہ اور مخففہ کے درمیان مجرد فرق سے حاصل نہیں ہوتا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دونوں کے درمیان فرق کرنے والا داخل ہو جاتا ہے۔ یا بحیثیت معنیٰ کے کیوں کہ اگر اس سے استقبال کے معنی کا ارادہ کیا جائے تو وہ مخففہ بن جاتا ہے ورنہ مصدریہ رہتا ہے اور یا پھر بحیثیت لفظ کے اس لئے کہ

ساتھ ممتنع ہے۔

قولہ لزوم ہذہ الامور الخ یعنی مذکورہ صورت میں ان تینوں میں سے کسی ایک کا لانا لازم اس وجہ سے ہے کہ ان کے لانے کی وجہ سے ان مخففہ کے درمیان اور ان مصدریہ ناصبہ کے درمیان فرق ہو جاتا ہے چوں کہ ان دونوں کے درمیان لفظاً اور معنیً التباس ہے لفظاً التباس تو ظاہر ہے اور معنی کے اعتبار سے التباس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں مصدر کے حرف ہیں دوسری وجہ شارح

ولیکون الخ سے بیان کی کہ ان مخففہ میں سے ایک نون حذف ہو گیا تو جب ان مذکورہ میں سے کوئی ایک لایا جاوے گا تو وہ اس نون محذوفہ سے عوض کے مانند ہو جاویگا۔

قولہ او حرف النفی اس کا عطف قولہ قد پر ہے یعنی ان مفتوحہ مخففہ جب فعل متصرف کے ساتھ مل کر آتا ہے تو حرف نفی فعل کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے جیسے اولا یرون ان لا یرجع الیہ (کوشالہ کی توجہ

کرنے والے کیا یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ وہ ان کی بات کا جواب نہیں دیتا ہے) معلوم ہو کہ یہاں پر حرف نفی سے مراد صرف لا ہے اور لم اور لیس مراد نہیں ہے کیوں کہ یہ دونوں حروف نفی سے نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں معنی نفی میں مستعمل ہیں، پس ان دونوں حرف نفی کے قیاس کی وجہ سے چھوڑ دیا جیسے علم ان لایقم زیدٌ اور علم ان لن یقوم زید پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے کہ ان دونوں کو بھی ذکر کرنا چاہیئے تھا کیوں کہ یہاں پر کوئی معہود نہیں پس مصنف کا اطلاق اس کو مقتضی ہے حرف کی اضافت نفی کی طرف عہد کے واسطے نہیں ہے۔

قولہ ولیس لزوم حرف النفی یعنی حرف کا لزوم صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ حرف نفی نون محذوفہ کے عوض کے مانند ہو جاوے کیوں کہ محض حرف نفی سے مخففہ اور مصدریہ کے درمیان فرق حاصل نہیں ہوتا ہے کیوں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے معلوم ہو کہ شارح ؒ کالعوض (عوض کے مانند) فرمانا جیسا کہ اس سے قبل کالعوض فرمایا کیوں کہ یہ مذکورہ امور نون محذوفہ کا فائدہ دیتے ہیں۔

قولہ فالفارق بینہما شارح اس عبارت سے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں تقریر اعتراض یہ ہے کہ جب حرف نفی ان مفتوحہ مخففہ اور ان مصدر ناصبہ دونوں کے ساتھ جمع ہوتا ہے پس اس وقت ان دونوں کے درمیان کوئی

Marfat.com

ان كان الفعل المنفي منصوباً فهي المصدرية والا فهي المخففة
وكانّ للتشبيه اي لانشائه وهي حرف براسها على الصحيح
حملاً على اخواتها ولان الاصل عدم التركيب ومذهب الخليل
انها مركبة من الكاف وان المكسورة واصل كان زيد أن
الاسد ان زيداً كالاسد قدمت الكاف ليعلم انشاء التشبيه

اگر فعل منفی منصوب ہو تو وہ مصدریہ ہوگا ورنہ پس وہ ان مخففہ ہے اور کانّ تشبیہ کے معنی دینے کے لئے آتا ہے یعنی تشبیہ کے معنی کا انشاء کرنے کے لئے اور وہ یعنی کانّ مستقل ایک حرف ہے صحیح قول کی بنا پر حمل کرتے ہوئے اسکے اخوات پر اور اس لئے کہ ان میں اصل عدم ترکیب ہے یعنی مرکب نہ ہونا اور خلیل کا مذہب یہ ہے کہ یہ کاف اور ان مکسورہ سے مرکب ہے اور کان زید لن الاسد کی اصل ان زیداً کالاسد ہے کاف کو مقدم اس وجہ سے کیا گیا تاکہ اول وہلہ میں تشبیہ کا انشاء معلوم ہو جائے اور اس کے ہمزہ کو

فارق نہیں ہے پس شارح نے جواب دیا کہ یہاں لفظاً اور معناً فارق موجود ہے بہر حال معنی کے اعتبار سے فارق اس لئے موجود ہے اگر اس سے استقبال مراد لیا جاوے پس وہ ان مفتوحہ مخففہ ہے اور اگر استقبال مراد نہ لیا جاوے پس وہ ان مصدریہ ہے ۔ شرح جامی کے نسخوں میں اسی طرح ہے اور صواب یہ ہے کہ اگر اس سے استقبال مراد لیا جاوے تو ان مصدریہ ہے ورنہ پس وہ ان مخففہ ہے کیوں کہ ان مصدریہ فعل مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کرتا ہے نہ ان مخففہ ۔ رہا فرق من حیث اللفظ تو وہ اس لئے کہ اگر فعل منفی منصوب ہے تو پس وہ ان مصدریہ ہے اور اگر فعل منفی منصوب نہیں تو وہ ان مخففہ ہی پس فالفارق میں فاء فصیحہ ہے یعنی اذا کان الامر ہذا فالفارق موجود موجود الفارق کی خبر محذوف ہے ۔

قولہ اے لانشائہ یعنی کانّ جو کہ حروف مشبہ بالفعل سے ہے انشاء تشبیہ کے لئے موضوع ہے اور یہی غالب اور متفق علیہ ہے ۔ شارح قدس سرہٗ نے لانشائہ سے اشارہ کیا کہ للتشبیہ میں مضاف محذوف ہے اصل میں لانشاء تشبیہ تھا اور تشبیہ صرف بغرض مراد ہے یعنی دونوں کو معاً شریک کرنا جیسا کہ کاف تشبیہ میں ہے اور انشاء سے اظہار مراد ہے اور کلام خبری کا انشائی بنانا مراد نہیں جیسا کہ لیت اور لعل میں کہ یہ دونوں کلام خبری انشائی بنا دیتے ہیں کیوں کہ کان زیداً لاسد قول صدق وکذب کا احتمال رکھتا ہے معلوم ہو کہ بعض نحات کے نزدیک یہ لازم

ہے کہ کان کی خبر جامد ہو اور اگر اس کی خبر اسم مشتق ہو تو یہ اس وقت تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اس وقت یہ تشکیک اور ظن کے واسطے ہوتا ہے جیسے کان زیداً قائم اور کان زیداً فی الدار اور کان زیداً عندک اور کان زیداً یقوم کیوں کہ اگر اس وقت یہ تشبیہ کے لئے ہو تو تشبیہ شئ بنفسہ لازم آئے گی اس لئے حقیقت خبر یہی اسم ہے اور رضی میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس وقت بھی یہ تشبیہ کے لئے ہے اور اس کے معنی ہے کانک شخص قائم مگر جب کہ موصوف کو حذف کر دیا اور اسم کو بعینہ خبر بنا دیا تو خبر میں ضمیر اسم کی طرف لوٹتی ہے نہ مقدر موصوف کی طرف پس اسی وجہ سے کان الشئ

بولا جاتا ہے ۔ معلوم ہو کہ یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں اور اس کے باوجود جو آدمی کان زیداً قائم کہتا ہے اس کا مقصود قیام کے ساتھ گمان کا فائدہ دیتا ہے اور اس کو جملۂ قائم کے ساتھ تشبیہ دینا نہیں ہے نیز معلوم ہو کہ کان تحقیق اور تقریب کے واسطے بھی آتا ہے ۔

قولہ وہی حرف براسہا اور وہ کان مستقل حرف ہے صحیح مذہب پر یہ سیبویہ کا مذہب ہے معلوم ہو کہ لفظ کان میں اختلاف ہو رہا ہے بعض کے نزدیک مستقل حرف ہے اور منصوبہ مذہب ہے کیوں کہ حرف میں اصل ترکیب نہیں ہے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اس کی دوسری نظائر مرکب نہیں پس اپنے

Marfat.com

من اول الامر وفتحت الهمزة لان الكاف فی الاصل جارة وان خرجت عن حکم الجارة والجارة انما تدخل علی المفرد فراعوا الصورة وفتحت الهمزة وان كان المعنی علی الكسر وتخفف ای كانّ فتلغی عن العمل علی الاستعمال الافصح لخروجها عن المشابهة لفوات فتحة الاخر كقول الشاعر شعر ونحر

فتحہ اس لئے دیا گیا ہے کہ کاف تو اصل میں جارہ ہے گو وہ جارہ کے حکم سے خارج ہوگیا ہے اور جارہ چوں کہ مفرد پر داخل ہوتا ہے اس لئے نحویوں نے صورت کی رعایت کی اور ہمزہ کو فتحہ دیدیا اگرچہ معنیٰ وہ کسرہ پر ہے اور مخفف کردیا جاتا ہے یعنی کانّ پس وہ عمل سے بیکار ہوجاتا ہے فصیح استعمال پر مشابہت سے اس کے خارج ہوجانے کی وجہ سے آخر کے فتحہ کے فوت ہوجانے کی بنا پر جیسے شاعر کا قول شعر

نظائر پر بھی محمول ہونے سے اعتبار مرکب نہ ہو اور خلیل کا مذہب یہ ہے کہ کان کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے پس اس کے نزدیک یہ تشبیہ اور تاکید کے واسطے ہے کان زیداً اسد اس کے نزدیک اصل میں ان زیداً کالاسد تھا کاف کو انشارہ تشبیہ کے واسطے مقدم کیا تاکہ وہ اول امر سے معلوم ہوجائے اور ہمزہ کو فتحہ دیا اس وجہ سے اصل میں کاف جارہ ہے اگرچہ یہاں جارہ کے حکم سے خارج ہوگیا ہے اسلئے کہ کلمہ کا جزء ہوگیا ہے اور جارہ صرف مفرد پر داخل ہوتا ہے پس صورت کی رعایت کی وجہ سے فتح دیدیا اگر اگر ان میں مکسور ہے چوں کہ افادہ میں مستقل ہے امر آخر کی طرف محتاج نہیں — قولہ لان الكاف فی الاصل ربع حاصل یہ ہے کہ اصل میں یہ کاف جارہ ہے اگرچہ جر کے عمل کرنے سے خارج ہوگیا اسکے واسطے اثر نہ ہونے کی وجہ سے ۔۔۔۔

کیوں کہ جب اس کو ان کے ساتھ ملا یا گیا تو مستقل کلمہ ہوگیا پس اس کا اثر جاتا رہا اور جارہ مفرد کے ساتھ مختص ہے کیوں کہ جر اسم کے خواص سے ہے اس وجہ سے انہوں نے کاف کی صورت کی رعایت کی اس لئے کہ اس کی صورت حرف ہے پس ان کے ہمزہ کو فتحہ دیدیا تاکہ صورت کے اعتبار سے اسم پر داخل ہو اگرچہ معنی کسرہ پر ہیں۔

قولہ فتحۃ الہمزۃ الخ انہوں نے ہمزہ ان کو فتحہ دیدیا اگرچہ معنی کسرہ پر ہیں اور فتحہ اس وجہ سے دیا کہ مفتوحہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کرتا ہے تو صورت کے اعتبار سے کاف اسم مفرد پر داخل ہوگیا۔

قولہ اے کان الخ یعنی کان کی تخفیف جائز ہے اس طور پر متحرک نون مع حرکت

کے حذف کردیا چوں کہ اس کا استعمال کثیر ہے اور کثرۃ استعمال میں تشدید تعلیل ہوتی ہے

قولہ فتلغی عن العمل یعنی کان جب مخفف کرلیا جاتا ہے تو وجوب پر اس کے عمل کو لغو کردیا جاتا ہے یعنی اس عمل کا لغو کرنا واجب ہوتا ہے استعمال افصح پر پس

قولہ علی الافصح میں الافصح کا موصوف محذوف ہے اور وہ الاستعمال ہے نہ المذہب کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب کی صفت اصح ہوتی ہے نہ افصح البتہ اس کا احتمال ہے کہ الافصح میں الف ولام مضاف الیہ کے عوض میں ہو یعنی علیٰ افصح اللغات۔

قولہ لخروجہا عن المشابہۃ یعنی افصح استعمال پر کان عمل سے لغو اس وجہ سے کردیا جاتا ہے کہ وہ آخر کے فتحہ کے فوت ہوجانے کی وجہ سے فعل کی مشابہت سے نکل گیا — یعنی بعض مشابہت لفظیہ جو فعل کے ساتھ اس کو تھی اس سے نکل گیا اور وہ اس کے آخر کا فتحہ کیوں کہ یہ کان تخفیف کے بعد اگرچہ رباعیہ سے نکل گیا لیکن اس وقت وہ ثلاثیہ ہوگیا اس کے بعد معلوم ہو کہ یہ دلیل صرف صحت الغاء کے واسطے ہے علی الافصح وجوب الغاء کے لئے نہیں ہے

بعض ناظرین نے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں یہ دلیل علی الافصح کان کے الغاء پر دلالت نہیں کرتی ہے جیسا کہ ان مخففہ میں کیوں کہ مشابہت لفظیہ کا فوت ہونا اس کے الغاء کے جواز کے واسطے سبب نہیں بلکہ وہ علی الافصح اس کے اہمال کا سبب ہے چونکہ بعض مشابہت لفظیہ باقی ہے مشابہت معنویہ کے بقاء کے مانند لیکن اس کا

Marfat.com

مشرق اللون کان ثدیاہ حقان وان اعملتها قلت کان ثدییہ لکنه علی الاستعمال الغیر الافصح لما عرفت واذا لم تعملها لفظاً ففیها ضمیر شان مقدر عندهم کما فی ان المخففة ویجوز ان یقال غیر مقدر بعدها الضمیر لعدم الداعی الیه کما کان فی ان المخففة ولکن وهی عند البصریین مفردة وقال الکوفیون هی مرکبة من لا وان المکسورة للمصدریة بالکاف الزائدة واصله لا کان فنقلت کسرة الهمزة الی الکاف وحذفت الهمزة فکلمة لا

اور اگر تو اس کو عمل دے تو اس طرح کہے گا کان ثدییہ لیکن استعمال غیر فصیح کی بنیاد پر جیساکہ تو نے پہچانا اور جب اس نے لفظاً عمل نہیں کیا تو اس میں ان کے نزدیک ضمیر شان مقدر ہوگی جس طرح ان مخففہ میں اور جائز ہے کہ کہا جائے کہ اس کے بعد ضمیر مقدر نہیں ہوتی اس کی طرف کوئی داعیہ نہ ہونے کی وجہ سے جس طرح ان مخففہ میں تھا اور لکن اور وہ بصریوں کے نزدیک مفرد ہے اور کوفیوں نے کہا ہے کہ وہ مرکب ہے لا اور ان مکسورہ سے جو کہ کاف زائدہ سے شروع کیا گیا ہو اور اصل اس کی لا کان تھی پس ہمزہ کسرہ کاف کی جانب نقل کیا گیا اور ہمزہ کو حذف کر دیا گیا پس کلمۂ لا فائدہ دیتا ہے کہ بیشک اس

لفظ کا اعتبار کان مخففہ عامل نہ قرار دو بلکہ تقدیراً اس کو عامل قرار دو اس سے شارح رح قدس سرہٗ کی یہ مراد ہے جب تم کان مخففہ اس جملہ میں عامل قرار نہ دو جو جملہ کہ اس کے بعد ہے تو اس کے بعد ضمیر شان مقدر ہوگی پس تم اس کو اس وقت ضمیر میں عمل کرنے والا بنا دو اس کی صورت کی رعایت کی وجہ سے چونکہ ان مخففہ مفتوحہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے اور جائز ہے کہ یہ کہا جا دے کہ کان مخففہ کے بعد ضمیر مقدر نہیں چونکہ کان میں تخفیف کے بعد ضمیر شان کی طرف کوئی داعی اور سبب نہیں. جیساکہ ان مفتوحہ مخففہ میں ضمیر شان مقدر کی طرف داعی موجود ہے اور وہ اضعف کو اقوی پر ترجیح دینا ہے جیساکہ اس کی تفصیل معلوم ہو چکی۔

قولہ مفردۃ یعنی لکن بصریوں کے نزدیک مفرد ہے جیساکہ اس کی اخوات مفرد ہیں دوسرے اس وجہ سے کہ اصل ترکیب کا نہ ہونا شارح نے یہاں دلیلوں کا ذکر نہیں کیا ماسبق پر کفایت کرتے ہوئے

یہ قول کچھ نہیں چونکہ معلوم ہو چکا کہ وہ صرف علت مصحح ہے۔

قولہ ونحر مشرق یہ بحر ہزج سے ہے اور واو اس میں رب کے معنی میں ہے النحر سینہ کا وہ حصہ جو کہ ہار کی جگہ ہوتا ہے اور وجہ معنی چہرہ روایت کیا جاتا ہے الاشراق روشن ہونا، چمکانا، روشن کرنا، الثدی بالفتح عورت کی پستان الحقان الحقہ کی تثنیہ یہ ضم کے ساتھ ہے ضرورۃ تثنیہ بناتے وقت اس سے تاء کو حذف کر دیا معنی شعر یہ ہے بہت سی ہنسلیاں روشن ہونے والا ہے اس کا رنگ اور سینہ والوں کی دونوں پستان گولائی اور اٹھاؤ میں دو ڈبوں کے مانند ہیں اس میں موضع استشہاد کان ثدیاہ ہے چنانچہ کان کو مخفف کر کے عمل سے لغو کر دیا اور ابن مالک کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب کان کو مخفف کر لیا جاتا ہے تو لغو نہیں کیا جاتا بلکہ ضمیر شان وغیرہ میں عمل کرتا ہے پس عمل کی تقدیر پر بیت کی تقدیر یہ ہے کانہ الشان ثدیاہ حقان شاعر نے محبوبہ کے دونوں پستانوں کو دو ڈبوں سے تشبیہ دی ہے۔

قولہ وان اعملتها اگر اس شعر میں کان مخففہ کو عمل دو تو کانْ ثدییہ کہے گا کیونکہ تثنیہ کا نصب یاء کے ساتھ ہے نہ الف کے ساتھ ہے لیکن اس کا اعمال غیر افصح استعمال پر ہے چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ مشابہت سے نکل گیا۔

قولہ اذا لم تعملها لفظاً الخ جب تم

Marfat.com

تفید ان مابعدها لیس کما قبلها بل هو مخالف له نفیاً واثباتاً
وکلمة انّ تحقق مضمون ما بعدها للاستدراك ومعنی الاستدراك
رفع توهم یتولد من الکلام المتقدم فاذا قلت جاءنی زید
فکانه توهم ان عمرواً ایضاً جاءك لما بینهما من الالفة فرفعت
ذلك الوهم بقولك لکن عمراً لم یجیٔ تتوسط ای لکن بین کلامین
متغایرین نفیاً واثباتاً معنیً ای تغایراً معنویاً والضروری

اس کا مابعد اس کے ماقبل جیسا نہیں ہے بلکہ وہ اس کا نفیاً واثباتاً مخالف ہے اور کلمہ انّ مابعد کے مضمون کی تحقیق کرتا ہے استدراک کے لئے آتا ہے اور استدراک کے معنی اس وہم کو دور کرنا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے پس جب تو نے جاءنی زید کہا تو گویا گمان کیا گیا کہ گویا عمر بھی تیرے پاس آتا ہے کیوں کہ ان دونوں کے درمیان دوستی ہے تو تو نے اس وہم کو اپنے اس قول سے دور کیا کہ لکن عمراً لم یجیٔ اور درمیان میں آتا ہے یعنی لکن دو کلاموں کے جو دونوں کلام نفی واثبات میں ایک دوسرے کے مغایر ہوتے ہیں باعتبار معنی کے یعنی دونوں

شارح ؒ نے یہاں حرف براسہا نہیں کہا چوں کہ مفرد اکمل ہے دوسرے اس وجہ سے مفرد کہا تاکہ مرکب کے ساتھ تعدیل ہو جاوے۔

قولہ وقال الکوفیون الخ نحاۃ کوفی کہتے ہیں کہ لکن لا اور ان مکسورہ جس کے شروع میں کاف زائد لگا دیا سے مرکب ہے اور اس کی اصل لاکان ہے اس کے بعد ہمزہ کا کسرہ کاف کی طرف نقل کر دیا گیا کاف کی حرکت ساقط کرنے کے بعد تاکہ ایک حرف کا دو حرکتوں کے ساتھ متحرک ہونا لازم نہ آوے اور ہمزہ کو حذف کر دیا پس کلمہ لا اس کا فائدہ دیتا ہے کہ لکن کا مابعد ویسا نہیں جیسا کہ اس کا ماقبل ہے بلکہ لکن کا مابعد لکن ماقبل کے نفیاً اور اثباتاً مخالف ہے اور کلمہ ان اس کے مضمون کی تحقیق کرتا ہے جو لکن کے بعد میں ہے۔

قولہ للاستدراک یعنی لکن جو کہ حروف مشبہ بالفعل سے ہے استدراک کے واسطے موضوع ہے لغت میں استدراک کے معنی کسی شی کا جاننا اور صراح میں استدراک کے معنی تدارک مافات اس شیٔ کا پانا جو فوت ہوگئی پس باب استفعال کا سین طلب کے لئے نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ استدراک کے معنی ہے سامع کا جاننے کو طلب کرنا۔ ہر تقدیر پر اس کو معنی اصطلاحی کی طرف نقل کرنا معنی عام سے شیٔ کو نقل کرنا ہے خاص کی طرف اور اصطلاح میں استدراک کے معنی شارح نے یہ بیان کئے رفع توہم یتولد من الکلام المتقدم یعنی ایسے توہم کا دور کر دینا جو متقدم کلام سے پیدا ہوا ہے معنی لغوی اور اصطلاحی میں یہ مناسبت ہے توہم سابق کا اٹھانا توہم کے ادراک کی فرع ہے۔ ورنہ رفع متصور نہیں ہوگا مثلاً جب تو نے کہا جاءنی زید (میرے پاس زید آیا) تو گویا اس سے یہ وہم ہوا کہ عمر بھی متکلم کے پاس آیا ہوگا چوں کہ زید اور عمر میں باہم الفت اور محبت ہے تو متکلم لکن عمراً لم یجیٔ کہکر اس وہم کو دور کر دیا کہ عمر نہیں آیا۔

قولہ تتوسط اے لکن یعنی لکن ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے کہ وہ دونوں کلام نفیاً اور اثباتاً متغائر ہوں معنی کے اعتبار سے اس طور سے کہ اول کے معنی ثانی کلام کی نقیض کے واسطے موہم ہو یعنی ضروری تغایر بالنفی والاثبات تغایر معنوی ہے اسی وجہ سے تغایر معنوی کے ذکر پر مصنف اقتصار سے کام لیا اور تغائر لفظی کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں لیکن معنوی تغایر ضروری ہے تغایر معنوی کے ساتھ تغائر لفظی اس مثال میں ہے جاءنی زید لکن عمراً لم یجیٔ اور صرف تغایر معنوی ہو نہ لفظی جیسے زید حاضر لکن عمراً غائب۔ العالم حادث اور العالم

Marfat.com

والمعنوی ولذا اقتصر علیہ واللفظی قد یکون نحو جاءنی زیدٌ لکن عمرٌ لم یجئ وقد لا یکون نحو زید حاضر لکن عمراً غائب و تخفف ای لکن فتلغیٰ عن العمل لخروجہا عن المشابہة واشبہت العاطفة لفظاً ومعنیً فاجریت مجراہا بخلاف اِن واَن المخففتین

میں تغایر معنوی ہوتا ہے اور مفردی و معنوی ہوتا ہے اسی لئے اس پر اکتفا کیا ہے اور تغایر لفظی کبھی ہوتا ہے جیسے جاءنی زید ولکن عمرٌ لم یجئ اور کبھی نہیں ہوتا جیسے زید حاضر لکن عمراً غائب اور تخفیف کر دیا جاتا ہے یعنی لکن کو پس وہ عمل سے بیکار ہو جاتا ہے اس کے خارج ہو جانے کی وجہ سے مشابہت سے اور وہ عاطفہ کے مشابہ ہو جاتا ہے لفظاً اور معنیً پس اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے بخلاف ان اور ان مخففہ کے کیونکہ

قدیم یہ دونوں کلام نفیاً اور اثباتاً متغایر ہیں کیونکہ العالم حادث العالم لیس بقدیم کی قوت میں ایسے ہی العالم قدیم العالم لیس بحادث کی قوت میں ہے۔ معلوم ہو کہ مصنف نے تتوسط کے بعد لفظ بین کلامین ذکر کیا اب یہ بین کا ذکر یا تو تاکید کے لئے ہے اس وقت تتوسط اپنے معنی پر ہے یا تتوسط میں تجرید کر لی گئی اور تقع کے معنی میں کر لیا گیا اور معنی کی تفسیر شارحؒ تغایراً معنویاً کے ساتھ کر کے اس سے اشارہ کیا کہ معنیً مصدر محذوف تغایراً کی صفت ہو کر متغایرین کا مفعول مطلق ہے۔

قولہ وتخفف الخ یعنی لکن میں اس طور پر تخفیف کر لی جاتی ہے اس کے نون مشددہ میں سے ایک نون متحرکہ مع حرکت کے حذف کر دیا اب لکن میں ایک نون ساکن رہ گیا اور یہ تخفیف اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ اس کا استعمال کثیر اور تشدید ثقیل ہے، کثرت استعمال کا تقاضا ہے کہ اس میں تخفیف کی جائے شارحؒ چونکہ اس کے ذیل میں اس کو بیان کر دیا اس وجہ سے یہاں پر اس کو بیان سے چھوڑ دیا۔

فتلغی الخ یعنی لکن جب تخفیف کر لیا جاتا ہے تو اس کو عمل سے لغو اور بیکار کر دیا جاتا ہے یعنی اس وقت عامل نہیں رہتا چونکہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ اس اعتبار سے تھی کہ اس کا آخر مفتوح ہے اور یہ اس وقت تام تھی جب تخفیف کر لیا گیا اگرچہ فعل کے ساتھ جو مشابہت بالکلیہ تو نہیں کی گئی لیکن اس کی مشابہت میں نقصان آ گیا اور اس وقت لکن چونکہ حروف عاطفہ سے ہے اس کے ساتھ لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے ہو گی اور وہ عمل نہیں کرتا ہے پس اس وجہ سے اس لکن کو لکن حرف عطف پر جاری کر دیا۔

بخلاف ان مکسورہ مخففہ اور ان مفتوحہ مخففہ دوسرا کلمہ ان کے مماثل نہیں پایا گیا کہ اس پر ان کو جاری کیا جاوے پس بعض مشابہت لفظی کا فوت ہونا یہ الغاء کی علت صحیح ہے جیسا کہ معلوم ہوا پس اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا خواہ قولہ لخروجہا کو مع قولہ اشبہت کے ایک علت بتائی جاوے یا ہر ایک الگ الگ علت بتائی جاوے۔

قولہ لفظاً ومعنیً لکن مخففہ کی مشابہت لکن عاطفہ کے ساتھ لفظاً تو وہ ظاہر ہے کیونکہ تخفیف کے بعد لکن لفظاً عطف کے لکن کے مانند ہے اور لکن مخففہ کی مشابہت لکن عاطفہ کے ساتھ معنیً پس یہ اس لئے ہے کہ لکن عاطفہ بھی اس توہم کو دور کرنے کے لئے جو سابق کلام سے پیدا ہوتا ہے پس جب عاطفہ عامل نہیں تو لکن مخففہ کو بھی عامل قرار نہیں دیا اس مذکورہ مشابہت کی وجہ سے۔

قولہ ان وان المخففتین فانہ لیس الخ یعنی ان مکسورہ مخففہ اور ان مفتوحہ مخففہ لکن مخففہ کے برخلاف ہیں یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے ان مکسورہ مخففہ اور ان مفتوحہ مخففہ یہ دونوں ان نافیہ کے مشابہ ہو گئے لفظی مشابہت کے اعتبار سے باوجود اس کے ان کو نافیہ کے جگہ جاری کر کے غیر عامل قرار نہیں دیتے ہیں کیونکہ ان نافیہ غیر عامل ہے تقریر جواب یہ ہے کہ ان دونوں کے واسطے ایسی چیز نہیں ہے جس پر ان دونوں کو جاری کیا جاوے یہاں ان دونوں کو الگ کے

Marfat.com

فانه ليس لهما ما اجرتيا عليه وفي بعض النسخ على الاكثر وكانه اشارة الى ما جاء عن يونس والاخفش انه يجوز اعمالها قياسًا على اخواتها المخففة وقال الشارح الرضي ولا اعرف له شاهدًا ويجوز معها مشددة او مخففة الواو وهي اما العطف الجملة على الجملة واما اعتراضية وجعل الشارح الرضي الاخير اظهر، وليت

یہ جس کے قائم مقام کئے جاتے ہیں اس کے معنی میں نہیں ہوتے اور بعض نسخوں میں علی الاکثر کی قید ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس قول کی جانب جو یونس اور اخفش سے منقول ہے کہ اس کو عمل دینا جائز ہے اس مخففہ اخوات پر قیاس کرتے ہوئے اور شارح رضی نے کہا ہے کہ میں اس کی کوئی مثال شہادت میں نہیں پاتا اور جائز ہے اس کے ساتھ مشددہ اور مخففہ ہونے کی صورت میں واو کا لانا اور یہ واو یا جملہ کو جملہ پر عطف کرنے کیلئے ہوتا ہے اور یا معترضہ ہوتا ہے اور اور شارح رضی نے آخر کو اظہر کہا ہے اور حرف لیت تمنی کے لئے

لفظاً اور معنیً مشابہ قرار دیا جائے پھر ان دونوں کو غیر عامل قرار دیں چونکہ مشابہت معنویہ منتفی ہے کیونکہ ان مکسورہ مخففہ اثبات کے لئے آتا ہے بخلاف ان نافیہ کے کہ وہ نفی کے لئے آتا ہے پس ان مفتوحہ مخففہ ان مصدریہ کے ساتھ لفظی مشابہت ہے اور ایسے ان مکسورہ مخففہ کو ان نافیہ کے ساتھ لفظی مشابہت ہے معنوی مشابہت نہیں ہے۔

قولہ فی بعض النسخ علی الاکثر یعنی کافیہ کے بعض نسخوں میں علی الاکثر کا لفظ ہے اس کا یہ مطلب ہوا لکن تخفیف کے بعد اکثر مقامات پر عمل نہیں کرتا البتہ بعض لغات پر عمل کرتا ہے اس سے مصنف نے اس کی طرف اشارہ کر دیا جو یونس اور اخفش سے منقول ہو کر آیا ہے یہ کہتے ہیں لکن کو تخفیف کا عامل بنانا جائز ہوتا ہے یہ اس لکن مخففہ اس کی نظائر مخففہ پر قیاس کرتے ہیں قیاساً یجوز کا مفعول لہ ہے اور قیاساً سے مراد مقیساً ہے پس اس وقت فعل کا فاعل اور مفعول لہ کا فاعل متحد ہو جاویگا اور وہ اعمال اور یہ کہنا کہ فعل معلل تجویز ہے جو یجوز سے مفہوم ہوتا ہے پس اس وقت دونوں کا فاعل ایک ہوگا یعنی متکلم پس یہ قول بُعد سے خالی نہیں ہے۔

قولہ وقال الشارح الرضی الخ شارح رضیؒ نے فرمایا میں لکن عامل ہونے کے واسطے کوئی شاہد نہیں جانتا ہوں اس سے شارحؒ نے پہلے نسخہ کے ترجیح کی طرف اشارہ کر دیا یعنی لکن تخفیف کے بعد عامل ہو اس کے واسطے کوئی شاہد نہیں، پس اخفش اور یونس کہتے ہیں یہ ان کا محض قیاس ہے جب کہ ان کے واسطے شاہد اور سند نہیں ہے۔

قولہ ویجوز معھا الخ یعنی لکن خواہ مشددہ ہو یا مخففہ ہو اس کے ساتھ واو کا لانا جائز ہوتا ہے۔ شارحؒ لکن میں مشددہ اور مخففہ کہکر ان پر رد کر دیا جو کہتے ہیں کہ واو مشددہ کے ساتھ مختص ہے اور مخففہ میں جائز نہیں ہوتا کیونکہ مخففہ لکن حرف عطف ہے لہذا حرف عطف کا لانا اس سے پہلے درست نہیں پس شارح نے اس کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ اس وقت لکن مخففہ عطف کے لئے نہیں ہے بلکہ معنی عطف صرف واو نہیں ہے علاوہ اس کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت یہ واو اعتراضیہ ہے غرضیکہ یہ واو یا تو عطف الجملہ علی الجملہ کے لئے ہے یا یہ واو اعتراضیہ ہے شارح رضیؒ نے اخیر یعنی واو کے اعتراضیہ ہونے کو اظہر قرار دیا ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ واو عاطفہ جمع کے واسطے آتا ہے اور متکلم کا مقصود جاءنی زید ولکن عمراً لم یجیٔ سے صرف دو متغائر حکموں کا فائدہ دینا نہیں ہے بلکہ سامع کو خبر دینا ہے یہ دونوں متغائر حکم نفس الامر میں متحقق ہیں پس اگر اس کا مقصود یہ ہوتا تو جاءنی زید لم یجیٔ عمرو کہتا بلکہ محض مقصود متکلم کا اس توہم کو دور کرنا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہونے والا ہے پس قولہ لکن عمراً لم یجیٔ اول کلام کے اتمام کے واسطے ہے۔ اور واو اعتراض کے واسطے ہوگا۔ اعتراض

Marfat.com

للتمنی ای لانشائه فتدخل علی الممکن نحو لیت زیداً قائم وعلی المستحیل نحو لیت الشباب یعود واجاز الفراء لیت زیداً قائماً بنصب المعمولین بناءً علی ان لیت للتمنی فکانه قیل اتمنی زیداً قائماً ای اتمناه کائناً علی صفة القیام فالجزان منصوبان علی المفعولیة بمعنی لیت واجاز الکسائی نصب الجزء الثانی

آتا ہے یعنی اس کے انشاء کے لئے پس ممکن پر داخل ہوتا ہے جیسے لیت زیداً قائم اور محال پر بھی جیسے لیت الشباب یعود اور فراء نحوی نے لیت زیداً قائماً کو جائز کہا ہے یعنی اس کے دونوں معمولوں کو نصب اس بنا پر کہ لیت تمنی کے لئے آتا ہے پس گویا کہ کہا گیا اتمنی زیداً قائماً یعنی میں تمنا کرتا ہوں اس کو کہ صفتِ قیام پر متصف ہونا۔ پس دونوں جزء مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہوتے ہیں اور لیت کے معنی میں ہوتے ہیں اور کسائی نحوی نے جزء ثانی کے نصب

توہم کے دور کرنے کے واسطے اعتراض کلام کے آخر میں نہیں ہوتا ہے جواب توہم کا دفع لکن سے مستفاد ہے نہ کہ واو سے معلوم ہوا کہ شیخ رضیؒ کا مختار یہ ہے کہ اعتراض کلام کے آخر میں ہوتا ہے اسی وجہ سے اس نے یہ کہا کہ واو ان وصلیہ میں اعتراض کے لئے ہے اور اسی پر محققین ہیں۔

قولہ ولیت للتمنی الخ یعنی لیت انشاء تمنی کے لئے آتا ہے انشائیہ کہکر شارح نے اشارہ کر دیا کہ مضاف محذوف ہے پس یہ لیت چونکہ انشاء تمنی کے واسطے آتا ہے اس وجہ سے ممکن پر بھی داخل ہوگا جیسے لیت زیداً قائم اور مستحیل اور ناممکن پر بھی داخل ہوگا جیسے لیت الشباب یعود معلوم ہو کہ تمنی اور ترجی میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ترجی صرف ممکنات میں ہوتی ہے اور تمنی ممکنات اور مستحیلات (ناممکنات) دونوں میں ہوتی ہے۔

قولہ لیت الشباب یعود کاش کہ جوانی وہ لوٹ آوے جوانی کا لوٹ آنا محال عادی ہے اور محال عقلی نہیں لہذا یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا حضرت زلیخا کی جوانی لوٹ آئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ یہ مضاف کے حذف پر ہے یعنی لیت زمان الشباب یعود۔

قولہ واجاز الفراء الخ فراء نے لیت زیداً قائماً کو جائز رکھا یعنی دونوں معمولوں کے نصب کے ساتھ یعنی فراء لیت کے بعد قیاس مطرد کے اعتبار سے دونوں جزؤں کے نصب کو جائز رکھتا ہے اور اس امر پر لفظ اجاز دلالت کرتا ہے پس اب یہ اعتراض نہیں پڑیگا کہ اس ترکیب کے جائز ہونے میں اختلاف نہیں بلکہ خلاف صرف اس کی توجیہ میں ہے جیسا کہ شارح کا بیان اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ صرف اس میں ہے جو استعمال میں واقع ہوا فراء کا دونوں معمولوں کو نصب کے ساتھ جائز رکھنا اس پر مبنی ہے کہ لیت تمنی کے لئے ہو پس گویا کہ اتمنی زیداً قائماً کہا یعنی میں یہ آرزو کرتا ہوں کہ زید صفتِ قیام پر ہونے والا ہو اور تمنی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے پس دونوں جزء لیت کے معنی (اتمنی) کے ساتھ مفعولیت پر منصوب ہیں پس جو لیت زیداً قائماً کہتا ہے تو گویا کہ اتمنی زیداً قائماً کہتا ہے

قولہ واجاز الکسائی الخ کسائی کہتا ہے کہ لیت زیداً قائماً میں دوسرا جزء کان مقدر کی وجہ سے ہے کسائی کی یہ توجیہ نکرہ اور معرفہ دونوں میں جاری ہوتی ہے۔

قولہ وتمسکہما الخ یعنی یہ دونوں جس سے دلیل پکڑتے ہیں وہ شاعر کا یہ قول ہے ع یالیت ایام الصبا رواجعاً پس فراء کہتا ہے کہ لیت کے معنی اتمنی پس ایام الصبا اور رواجعاً دونوں معنی لیت جو اتمنی ہے اس کی وجہ سے منصوب ہے اور کسائی اس کی تقدیر لیت ایام الصبا کانت رواجعاً اس بنا پر منصوب ہے رواجعاً کانت مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور محققین کہتے ہیں قولہ رواجعاً اس بنا پر منصوب ہے کہ یہ اس ضمیر سے حال ہے جو لیت خبر محذوف

Marfat.com

بتقدیر کان و متمسکهما قول الشاعر ع یالیت ایام الصباء رواجعاً فالفراء یقول معناه اتمنی ایام الصباء رواجعا والکسائی یقول لیت ایام الصباء کانت رواجعاً والمحققون علی ان رواجعاً منصوبٌ علی انه حال من الضمیر المستکن فی خبرها المحذوف ای لیت ایام الصباء لنا کائنةً حال کونها راجعة" ولعل

کو جائز کہا ہے کان کی تقدیر کے ساتھ شاعر کے قول سے استدلال کرتے ہوئے شعر اے قوم کاش صبار کے ایام واپس آجاتے پس فرار نحوی کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اتمنی ایام الصبار رواجعاً اور کسائی کہتا ہے کہ اس کے معنی ہیں لیت ایام الصبار کانت رواجعاً کے ہیں اور محققین نحوی اس بات پر ہیں رواجعاً منصوب ہے اس بنار پر کہ وہ ضمیر مستتر سے حال واقع ہے جو اس کی خبر محذوف میں پوشیدہ ہے یعنی معنی یہ ہیں کہ لیت ایام الصبار لنا کائنةً حال کونہا راجعة

میں پوشیدہ ہے لیت ایام الصبا لنا کائنۃ حال کونہا راجعۃ شیخ عبدالحکیم رح فرماتے ہیں کہ کائنۃ لنا سے بدل ہے شیخ مذکور نے اس سے اس طرف اشارہ کیا جار مجرور عامل محذوف کا نائب بن کر اس کی ضمیر کی تحمیل کرسکتا ہے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لیت کے بعد دونوں جزؤں کے منصوب ہونے میں اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کا اتفاق ہے۔ اختلاف صرف توجیہ میں ہے۔ سوال مصنف رح نے اجاز الفرار کیوں کہا و یجوز نصب الجزئین بعد ہا کیوں نہیں کہا جواب محققین کے نزدیک لیت کے بعد دونوں جزؤں کا نصب مورد سماع پر محصور ہے اور فرار اس کو قاعدہ کلیہ کی طریق پر جائز رکھتا ہے اس وجہ سے شعر مذکور پر قیاس کرکے لیت زیداً قائماً کو جائز کہا ہے پس

قولہ اجاز الفرار الخ کا مطلب یہ ہے فرار لیت کے بعد دونوں جزؤں کے نصب کو قیاساً مطرداً جائز رکھتا ہے۔

قولہ یالیت ایام الصبار یہ بیت بحر رجز سے ہے یا حرف ندا اور منادیٰ محذوف الصبار بالفتح محدود بچپن اور جوانی اور بچپن اور جوانی کی طرف رغبت کرنا نصر سے رواجعا راجع کی جمع کیوں کہ یہ یوم کی صفت اور وہ مالا یعقل سے ہے اور واو بمعنی بل ہے انتقال کے واسطے جملہ کی اور لیت پر معطوف کیوں کہ لیت التمنی کے معنی میں ہے اور العقیق بفتح العین مدینہ طیبہ میں ایک وادی کا نام ہے روائع مرائع کی جمع ہے رفعت الماشیۃ رتوعاً سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہے چرنا اور کھانا شعر کے معنی یہ ہیں

اے قوم میں آرزو کرتا ہوں جوانی کے دنوں کے لوٹنے کی ملکہ میں وادی عقیق میں کھانے والا تھا جو چاہتا تھا ہد اس میں یہ ہے کہ لیت کو التمنی کی جگہ میں جاری کیا پس اس نے دونوں جزؤں جو کہ ایام الصبا اور رواجعاً نصب دیا یہ فرار کے نزدیک ہے قولہ حال کونہا راجعۃً یعنی وقت ہونے ان ایام کے پس خبر محذوف ہے اور قولہ کائنۃً اسمیں ایام کی طرف لوٹتی ہے شارح رح لنا کائنۃً کہا اور کائنۃً لنا نہیں کہا تاکہ متعلق ظرف خبر پر مقدم ہوجاوے کیوں کہ انسب یہ ہے کہ خبر اس کا اسم متصل ہو اور متعلق ظرف اس سے متاخر ہوسکتا ہے کیوں کہ ظروف میں التساع جوان کے غیر میں ہے پس اب یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ اولی کائنۃً لنا کہنا چاہیے تھا اعتراض اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ محذوف خبر لنا ہے اور کائنۃ متعلق ہے۔

قولہ ولعل للترجی اور لعل ترجی یعنی التماس ترجی کے لئے ہے ترجی ترجی یترجی کا مصدر ہے اور یہ لعل اس پر داخل ہوتا ہے جو امر کہ ممکن ہو اور اس کے واقع ہونے کا انتظار کیا گیا ہو چنانچہ شارح رح نے فرمایا کہ لعل مستحیل یعنی امر ناممکن پر داخل نہیں ہوتا اور اس کے معنی ہیں ایسے امر کی توقع اور انتظار جو امید کیا ہو یا اس سے خوف کیا ہوا ہو اوّل کی مثال لعلکم تفلحون یہ مثال امر مرجو کے توقع کی ہے کیوں کہ نجاۃ امر مرجو ہے۔ یعنی توبہ کرو امید ہے کہ نجاۃ اور فلاح پالو اور لعل الساعۃ قریب ساعت کے

Marfat.com

للترجی ای لانشائه ولاتدخل علی المستحیل ومعناه توقع امر مرجوّ او مخوف کقوله تعالیٰ لعلکم تفلحون ولعل الساعة قریب والغالب هو الاول وشذ الجر بها ای بکلمة لعل کما جاء فی اللغة العقیلیة وانشد السیرافی فی ذلک شعر وداعٍ دعا یا من یجیب الی الندیٰ فلم یستجبه عند ذاک مجیب فقلت ادع اخریٰ وارفع الصوت دعوة

اور حرف لعل ترجی کے لئے آتا ہے یعنی اس کی انشاء کے لئے اور یہ محال پر داخل نہیں ہوتا اور اس کے معنی ہیں کسی وابستہ امید کی آرزو کرنا توقع کرنا یا کسی خوف زدہ امر کی توقع کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لعلکم تفلحون ولعل الساعة قریب اور اول غالب ہے اور اس کے ذریعہ جر دینا شاذ ہے یعنی کلمہ لعل کے ذریعہ جیسا کہ لغت عقیلیہ میں آیا ہے اور اس پر سیرافی نے شعر کہا ہے شعر اور بلانے والے نے ہم کو بلایا جو قبول کرے سخاوت کی طرف پس اس کو جواب نہیں دیا اس پکار کے وقت کسی جواب دینے والے نے تو میں نے کہا دوسرے کو پکار اور پکار نے

معنی قیامت ہے یہ امر مخوف کی مثال ہے کیوں کہ قریب ساعت میں خوف ہے یعنی کونسی چیز ہے کہ تجھکو بتاوے شاید کہ ذرن کا دن یا قیامت کا دن قریب یعنی نزدیکی والا ہے ۔

قولہ والغالب ہو الاول یعنی لعل زیادہ تر اول معنی میں مستعمل ہے یعنی امر مرجو کی توقع میں ۔

قولہ وشذ الجر بہا اس کے ساتھ یعنی کلمہ لعل کے ساتھ جر کا آنا شاذ ہے ۔ مصنف کی عبارت میں ضمیر جو بہا میں ہے لعل کی طرف لوٹتی ہے اور لعل حروف معانی میں سے مذکر ہے پھر ضمیر مؤنث ہا اس کی طرف لوٹنا کیسے جائز ہو تو شارح نے کلمہ لفظ کی تقدیر کر کے جو مضاف ہے بتا یا کہ کلمہ کی تاویل کے اعتبار سے ضمیر مؤنث اس کی طرف لوٹ گئی اور یہ جو کہا جاتا ہے ہر حرف مؤنث ہے اس سے مراد حرف تہجی ہے اور حروف معانی نہیں حروف معانی مذکر بولے جاتے ہیں غرضکہ لعل کا جر دینا شاذ ہے جیسا کہ لغت عقیلیہ میں آیا ہے العقیلیہ عقیل کی طرف منسوب ہے عقیل عقل کی تصغیر ہے عقیلیہ عرب کا ایک قبیلہ ہے ۔

قولہ انشد الخ یعنی لعل سے جر کے آنے میں سیرافی استشہاد میں یہ شعر پڑھا۔ انشاد کے معنی شعر پڑھنا ہے یہ شعر کعب غنوی کا اس کے اپنے بھائی ابی المغوار کے مرثیہ میں کہا یہ بحر طویل سے ہے وداع میں واؤ بمعنی داع اصل میں داعی تھا ماخوذ عاد یعو دعو دا بمعنی پکار بلانا یجیب اجابۃ سے جواب دینا الندیٰ بفتح النون بمعنی عطا ابی المغوار بکسر المیم وسکون الغین المعجمۃ ایک مرد کی کنیت ہے اور یہ لعل کا اسم ہے اور اصل پر ابا المغوار بھی روایت کیا جاتا ہے اور قریب دونوں روایتوں پر خبر ہے ۔ ترجمہ شعر یہ ہے بہت پکارنے والے کو پکارا انہوں نے ہم کو کون اجابت کرتا ہے بخشش کی طرف پس نہ جواب دیا کسی جواب دینے والے نے اس وقت پس میں نے کہا پکار تو دوسری مرتبہ اور بلند کر تو آواز کو باعتبار پکارنے کے شاید کہ ابی المغوار تیرے سے قریب ہے تیری آواز کو وہ سنے اور تجھ کو کچھ دے ۔ تمثیل سے مقصود ابی المغوار ہے کہ اس کو جر کے ساتھ پڑھا گیا اور شاعر نے ابا المغوار نصب کے ساتھ نہیں کہا قولہ اجیب هذا الخ یعنی ابی المغوار لعل کی وجہ سے بالاصالۃ مجرور نہیں بلکہ یہ حکایت کے طریقہ پر ہو سکتا ہے ایسے ہی مصنف رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں کہا اور حکایت کا بیان یہ ہے ابی المغوار کسی دوسری جگہ میں مجرور تھا شاعر نے اس کو اسی طریقے پر بول دیا یہ لعل سے جر بالاصالۃ نہیں اور لعل سے جر کا آنا بالاصالہ ممنوع ہے اور بطریق حکایت ممنوع نہیں ہے ۔

قولہ او کان الخ یہ دوسرا جواب ہے اس کا عطف اجیب یا قولہ یحتمل پر ہے

Marfat.com

لعل ابی المغوار منك قریب * واجیب عنه بانه یحتمل ان یکون علی سبیل الحکایة کذا قال المصؒ فی شرحه یعنی انه وقع مجرورًا فی موضع اٰخر فالشاعر حکاه علیٰ ما کان علیه او کان اشتهر ذلك الرجل بابی المغوار بالیاء فیجب ان یحکی فی الاحوال الثلٰث بالیاء ولعل مراد المصنف بما ذکر من التاویل ان هٰذا البیت یحتمل ان لا یکون من قبیل هٰذه اللغة الشاذة والا فلا حاجة الی التاویل بعد ما جزم لوجود الجر بها وحکم بشذوذه الحروف العاطفة العطف فی اللغة الامالة ولما کانت هٰذه الحروف تمیل المعطوف الی المعطوف علیه سُمیت عاطفة وهی الواو والفاء وثم وحتی واو واما بکسر الهمزة وام ولا وبل ولکن وعد

میں آواز کو بلند کر، شاید ابی مغوار تیرے قریب میں ہو اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے یہ مثال بطور حکایت لائی گئی ہو مصنف نے بھی اپنی شرح میں یہی کہا ہے یعنی وہ دوسری جگہ مجرور واقع ہوا ہے پس شاعر نے اس کی حکایت کی ہے جس پر وہ تھا یا پھر وہ شخص ابی المغوار کے نام سے مشہور ہو گیا تھا یعنی یاء کے ساتھ لہٰذا پس تینوں حالتوں میں واجب ہے کہ اس کی حکایت یاء کے ساتھ کی جائے اور شاید مصنف کی مذکورہ تاویل کہ بیشک یہ شعر احتمال رکھتا ہے کہ یہ لغتِ شاذہ کی قبیل سے نہ ہو ورنہ پس تاویل کی حالت نہ تھی بعد اس کے کہ اس نے اس کے ذریعہ جر کے پائے جانے کا یقین کر لیا تھا اس کو شاذ کہنے کی۔ **حروفِ عاطفہ** عطف کے معنی لغت میں امالہ کے ہیں اور جب کہ یہ حروف عاطفہ معطوف کو معطوف علیہ کی جانب مائل کرتے ہیں تو ان کا نام عاطفہ رکھدیا گیا اور وہ واو، فاء، ثم، حتی، او اور اما ہیں ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ اور اَم، لا، بل اور لکن ہیں اور بعض نحویوں

یہ مرد ابی المغوار کے ساتھ مشہور ہو گیا جو کہ یاء کے ساتھ ہے پس اس وجہ سے	یہ ضروری ہو گیا کہ تینوں حالتوں میں یاء کی حکایت کیا جاوے

قولہ لعل مراد المصنف اس عبارت سے شارحؒ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مصنفؒ نے اس کتاب میں یہ کہا کہ لعل کے مدخول کو لعل کی وجہ سے جر کا آنا شاذ ہے اور یہ لغتِ عقیلیہ سے ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں بتایا کہ یہاں پر جر بطریق حکایت کے ہے اور بالاصالۃ نہیں ہے اور حکایت کے درمیان اور اس حکم کے درمیان کہ جر لعل نے دیا ہے تنافی ہے کیوں کہ حکایت دلالت کرتی ہے کہ مدخول لعل کا مجرور ہونا لعل کی وجہ سے نہیں باوجود اس کے کہ لعل کے ساتھ جر کے آنے کا یقینی حکم کیا کہ یہ جر کا اس کے ساتھ آنا شاذ ہے یعنی جر لعل سے آیا اور یہ شذوذ کے طریقہ پر ہوا جواب یہ ہے کہ لعل کے ساتھ جر کے آنے پر حکایت کے ساتھ حکم نہیں بلکہ حکایت کے ساتھ حکم اس کے مقابلہ میں کیا کیوں کہ لعل سے جر کے ہونے کا حکم لگانا کہ وہ شاذ ہے لغتِ عقیلیہ کے اعتبار سے اور تاویل اس لغت کے غیر کے اعتبار سے ہے۔

قولہ للعطف الخ یعنی الحروف کی صفت العاطفۃ العطف سے مشتق ہے لغت میں عطف کے معنی امالہ یعنی جھکا دینا ہے اور چوں کہ یہ حروف معطوف کو معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں اس وجہ سے ان حروف کا نام حروف عاطفہ رکھدیا گیا اور وہ حروف عاطفہ یہ ہیں واو اور فاء اور ثم اور حتی اور او اور اما جو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اما جو

Marfat.com

بعضهم ای المفسرة منها وعند الاکثرین ان ما بعدها عطف بیان لما قبلها کما ذهب بعض آخر الی ان بل التی بعدها مفرد نحو جاءنی زید بل عمرو وما جاءنی زید بل عمرو لیست منها لان ما بعدها بدل غلط مما قبلها وبدل الغلط بدونها غیر فصیح واما معها ففصیح مطرد فی کلامهم لانها موضوعة لتدارک مثل هذا الغلط فالاربعة الاول

نے ای مفسرہ کو بھی انہیں میں شمار کیا ہے اور اکثر کے نزدیک اس کے بعد عطف ہوتا ہے جو ماقبل کا بیان واقع ہوتا ہے جیسا کہ بعض دوسرے نحوی اس طرف گئے ہیں بل جس کے بعد مفرد واقع ہو جیسے جاءنی زید بل عمرو اور ماجاءنی زید بل عمرو میں ان میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مابعد بدل الغلط ہے ماقبل سے۔ اور اس کے بغیر بدل غلط غیر فصیح ہے اور بہرحال اس کے ساتھ تو پس فصیح بھی ہے۔ اور مطرد شائع بھی ہے ان کے کلام میں کیونکہ وہ اس قسم کی غلطی کے تدارک کیلئے وضع کیا گیا ہے پس اول چار

ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ ہے حرف شرط ہے اور ام اور لا اور بل اور لکن معلوم ہوکر اس میں بھی مبتدا ہے اور ان حروف کا مجموعہ خبر ہے ہر واحد حرف خبر نہیں یعنی ربط پر عطف مقدم ہے۔

قولہ ثم اور ثم حروف عاطفہ میں سے اور کبھی اس کے ساتھ تاء لگادی جاتی ہے اس وقت جملوں کے عطف کے ساتھ مخصوص ہوجاتا ہے جیسے قلت لا یعنینی اس میں قلت لا یعنینی جملہ کا عطف مضیت جملہ پر ہو رہا ہے۔

قولہ عد بعضہم ای الخ یعنی ای مفسرہ کو بعض نحاۃ نے حروف عاطفہ سے شمار کیا چنانچہ سکاکی اور صاحب المستوی اور ابو العباس ان سب نے ای مفسرہ کو حرف عطف قرار دیا اور کوفی بھی اسی طرف گئے ہیں اور اکثر نحاۃ یہ کہتے ہیں ای کا مابعد اپنے ماقبل کے لئے عطف بیان ہوتا ہے اور ای کا ضمیر مجرور کے لئے بلا اعادہ جار کے مفسر ہوتا ہے اور ایسے ہی ضمیر مرفوع کے واسطے ای مفسر ہوتا ہے منفصل سے تاکید کے بغیر یہ اکثر نحاۃ کے مذہب کو قوی کرتا ہے اس وجہ سے ای حرف عطف نہیں ابن ہشام کہتا ہے کہ حرف عطف کبھی ساقط ہونے یعنی حذف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور ای ہمیشہ حذف ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اس وجہ سے ای کو حرف عطف نہیں کہا جاسکتا ہے۔

قولہ کما ذہب بعض الخ بعض نحوی کہتے ہیں وہ بل جس کے بعد مفرد واقع جیسے جاءنی زید بل عمرو اور ماجاءنی زید بل عمرو حرف نہیں ہے بلکہ اس بل کا مابعد بل کے ماقبل سے بدل الغلط ہوتا ہے پس جس طرح ای کو حرف عطف شمار کرنے سے حروف دس پر زیادہ ہوجاتے ہیں اسی طرح بل کو کلمہ بل کے اعتبار سے حروف عطف میں نقصان بھی متحقق ہوتا ہے، پس یہ تشبیہ اصل تحقق میں ہے۔ یعنی جیسا کہ ای مفسرہ کے اعتبار حروف عاطفہ میں زیادہ متحقق ہوتی اسی طرح کلمہ بل کے اعتبار سے حروف عاطفہ میں نقصان اور کمی متحقق ہوتی ہے۔

قولہ فالاربعة الخ پس اول چار جمع کے واسطے ہیں فالاربعة میں فاء تفصیل کے لئے ہے یعنی دس حروف عاطفہ اس کے بعد کہ یہ تشریک نہیں (تشریک کرنا) میں مشترک ہیں لیکن حصول حکم کے اعتبار سے یہ تین قسم پر ہیں ایک قسم ایسے ہے کہ اس کے ساتھ حکم تابع اور متبوع دونوں میں ثابت ہوتا ہے اور ان میں وہ اول چار حروف ہیں اور ایک قسم ایسی ہے کہ تابع اور متبوع دونوں میں سے کسی ایک غیر معین کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے اور یہ او اور اما اور ام ہیں اور ایک قسم حروف عطف کی ایسی ہے تابع اور متبوع دونوں میں سے ایک معین کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ لا اور بل اور لکن ہے پھر ان تینوں قسموں میں

Marfat.com

للجمع اعم من ان یکون مطلقا او مع ترتیب مراد النحاۃ بالجمع ھٰھنا ان لا یکون لاحد الشیئین او الاشیاء کما کانت او واما ولیس المراد اجتماع المعطوف والمعطوف علیہ فی الفعل فی زمان اومکان فقولک جاء نی زید وعمرو او فعمرو او ثم عمرو ای حصل الفعل من لا من احدھما دون الاخر فالواو للجمع مطلقا لا ترتیب فیھا

جمع کے لئے ہیں برابر ہے کہ مطلق جمع کے لئے یا مع ترتیب کے لئے اور اس جگہ جمع سے نحویوں کی مراد یہ ہے کہ احد الشیئین یا احد الاشیاء کے لئے نہ ہو جیسا کہ او اور اما اس معنی کے لئے آتے ہیں اور معطوف اور معطوف علیہ کا اجتماع فی الفعل کسی زمان یا مکان میں مراد نہیں ہے پس تیرا قول جاءنی زید وعمرو یا فعمرو یا ثم عمرو یعنی فعل دونوں سے حاصل ہوا نہ کہ دونوں میں سے کسی ایک سے حاصل ہوا دوسرے سے نہیں حاصل ہوا پس واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس سے ہر واحد الگ الگ حکم کے ساتھ مختص ہو جاتا ہے کہ وہ حکم ایک میں پایا جاتا ہے دوسرے میں نہیں۔

قولہ للجمع اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ یہ اول کے چار حروف جمع کا فائدہ دینے کے واسطے ہیں یا یہ معنی ہے کہ یہ چار حروف جمع کے واسطے استعمال کئے جاتے ہیں اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ چار حروف جمع کے لئے موضوع ہیں کیوں کہ جمع کے لئے موضوع ہونا صرف واو میں ہے اور جمع باقی تینوں جس کے لئے وضع کئے گئے ہیں اس کا جز رہے کیوں کہ واو میں واقع میں ترتیب نہیں ہے

قولہ فالواو للجمع مطلقاً سے مصنف نے اس کی تفصیل کر دی۔ شارح رح اس کی طرف قولہ اعم ان یکون مطلقاً جمع سے اشارہ کر دیا او دو مفرد کے درمیان جمع کے لئے ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ دو مسندوں میں یا دو مسند الیہ میں یا دو مفعول میں یا دو حال میں یا ان کے علاوہ میں جمع کرتے اور ان کے دو جملوں کے درمیان جمع کے لئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں جملوں کا مضمون حاصل ہوتا ہے۔

قولہ مطلقاً الخ یعنی ان سے ترتیب مفہوم نہیں یا ترتیب مفہوم ہوتی ہے پس اول چار مطلق جمع میں شریک ہیں۔

قولہ مراد النحاۃ الخ یعنی یہاں پر جمع سے نحاۃ کی مراد یہ ہے کہ دو چیزوں یا چند چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے حکم نہیں ہے جیسا کہ او اور اما میں اور جمع سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ فعل میں ایک زمانہ یا ایک مکان کے اندر جمع ہوں شارح نے کہنا یعنی اس مقام میں جمع سے یہ مراد بیان کیا ہے کہ یہ اس وجہ سے کہا کہ جمع ایک دوسرے معنی میں آتی ہے جیسا کہ بحث فعل میں، چنانچہ بحث فعل میں کہا یقدر بعد ان الواو اذا کان الواو للجمع اس عبارت میں جمع سے مصاحبت مراد ہے یعنی معطوف کا معطوف علیہ کے ساتھ ایک زمانہ میں مجتمع ہونا بخلاف وہ جمع جو یہاں پر مذکور ہے اعم ہے خواہ معطوف اور معطوف علیہ ایک زمانہ میں جمع ہوں یا دو زمانہ میں جمع ہوں پس جاءنی زید وعمرو یا جاءنی زید فعمرو یا جاءنی زید ثم عمرو ان قولوں کا مطلب یہ ہے کہ دونوں سے فعل حاصل نہ کسی ایک سے معلوم ہو کہ فقولک شارح کی عبارت میں ایسی مبتدا ہے جس کے لئے خبر نہیں کیوں کہ قولہ ای حصل یہ جاءنی زید الخ کی تفسیر ہے یہ عطف بیان کے درجہ میں ہے نہ خبر کے درجہ میں اس میں شارح سے رضی کا کلام غیر تام منقول ہوا ہے چنانچہ رضی رح نے یہ کہا فقولک جاءنی زید وعمرو او فعمرو او ثم عمرو ای حصل الفعل من کلیھما بخلاف جاءنی زید او عمرو ای حصل الفعل من احدھما دون الاخر پس رضی کے قول میں خبر قولہ بخلاف الخ ہے پس شارح رح اس سے نقل کیا اور یہ خیال فرمایا قولہ بخلاف سے پہلے ہی کلام تام ہو گیا اور اسی پر اقتصار کر لیا۔

Marfat.com

فقوله لا ترتيب فيها بيان لاطلاقها اى لا ترتيب فيها بين المعطوف والمعطوف عليه بمعنى انه لا يفهم هذا الترتيب منها وجوداً أو عدماً والفاء للترتيب اى للجمع مع الترتيب بغير مهملة وثم مثلها اى مثل الفاء فى مطلق الترتيب مقرونة بمهملة و تراخ وحتى مثلها اى مثل ثم فى الترتيب بمهملة غير ان المهملة فى حتى اقل منها فى ثم فهى متوسطة بين الفاء التى لا مهملة فيها وبين ثم المفيدة للمهملة ومعطوفها اى المعطوف بحتى بحسب ما اقتضاه وضعها جزء قوى او ضعيف من حيث انه قوى او

میں ترتیب نہیں پائی جاتی پس اس کا قول لا ترتیب فیہ اس کے مطلق ہونے کا بیان ہے یعنی اس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب نہیں ہوتی بایں معنی یہ ترتیب وجود و عدم کے لحاظ سے اس سے مفہوم نہیں ہوتی اور فاء ترتیب کے لئے آتا ہے یعنی جمع مع ترتیب کے لئے بغیر مہلت اور تاخیر کے اور حرف ثم اسی کی مثال ہے یعنی فاء کی طرح ہے یعنی ترتیب مطلق میں فاء کی طرح ہے جو کہ مہلت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور تراخی کے ساتھ اور حرف حتی بھی اسی کی مثل ہے یعنی ثم کے مثل ہے مہلت کے ساتھ ترتیب کے معنی دینے میں علاوہ اس کے کہ حتی میں مہلت بمقابلہ ثم کے کم ہے پس وہ یعنی حتی متوسط ہے اس فاء کے درمیان کہ جس میں مہلت نہیں ہوتی۔ اور ثم کے درمیان جو مہلت کے لئے مفید ہے اور اس کا معطوف یعنی وہ اسم جو حتی کے ذریعہ معطوف ہوتا ہے اپنی وضع کے تقاضا کے اعتبار سے جزء قوی ہوتا ہے یا ضعیف ہوتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ قوی ہے یا ضعیف

قولہ فالواو الخ یعنی واو صرف جمع کے لئے ہے مطلقاً اس میں ترتیب نہیں پس مصنف کا قول لا ترتیب فیہا یہ اس کے اطلاق کا بیان ہے یعنی واو کے اندر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب نہیں اس معنی کرکے کہ یہ ترتیب واو سے نہ وجوداً سمجھی جاتی ہے اور نہ عدماً سمجھی جاتی ہے مبرد اور کسائی اور بعض فقہاء سے واو میں ترتیب کا ہونا منقول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ترتیب نہیں ہوتی بلکہ واو معیت کے واسطے ہے جیسا کہ بعض حنفیہ کہتے ہیں ابن مالک کہتے ہیں کہ واو کا معیت کے واسطے ہونا راجح ہے اور ترتیب کے واسطے ہونا اکثر ہے اور ترتیب کا نہ ہونا قلیل ہے

قولہ الفاء للترتیب الخ یعنی فاء ترتیب کے واسطے یعنی معطوف کے ساتھ حکم معطوف علیہ کے بعد لگتا ہے شارح نے کہا للجمع مع الترتیب بغیر مہلۃ یعنی فاء اس ترتیب جمع کے لئے جو ترتیب کے بلا مہلت ہو شارح نے جمع کا اعتبار کیا اس اعتبار جمع پر قرینہ مصنف کا قول فالاربعۃ الاول للجمع اس وجہ سے جمع کا اعتبار ضروری اور بغیر مہلہ کی تقدیر بھی ضروری ہے اور قرینہ اس کی تقدیر پر مصنف کا قول ثم مثلہا بمہلۃ ہے ثم کو مہلت کے ساتھ مقید کرنا دلالت کرتا ہے کہ فاء میں مہلت معتبر نہیں مطلب یہ ہے کہ فاء میں مہلت کی شرط نہیں اور یہ مہلت کی شرط نہ ہونا مطلق رکھنے کی وجہ سے متبادر ہے کیونکہ ترتیب کامل یہی ہے کہ وہ مہلت کے ساتھ نہ ہو۔

قولہ ای مثل الفاء یعنی ثم فاء کی مانند مطلق ترتیب میں درانحالیکہ وہ ترتیب مہلت اور تراخی کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔

قولہ وحتی مثلہا الخ یعنی حتی ترتیب بمہلہ ثم کے مانند ہے البتہ حتی میں مہلت اس سے کم ہوتی ہے جو ثم میں ہوتی ہے پس یہ حتی فاء اور ثم کے درمیان ہے فاء میں مہلت نہیں ہوتی اور ثم میں مہلت ہوتی ہے اور مہلت کا فائدہ دینے والا ہے معلوم ہوکر حتی کے ساتھ عطف کرنا یعنی حتی کا عطف کے لئے آنا کم ہے چنانچہ کوفیوں نے حتی کے

Marfat.com

ضعیف من متبوعہ ای متبوع معطوفہا لیفید ای العطف بہا قوۃ فی المعطوف او ضعفاً فیہ ای لیدل علیہما حتی یتمیز الجزء بالقوۃ والضعف عن الکل فصار کانہ غیرہ فصلح لان یجعل غایۃً وانتہاءً للفعل المتعلق بالکل ودل انتہاء الفعل الیہ علی شمولہ جمیع اجزاء الکل نحو مات الناس حتی الانبیاء وقدم الحاج حتی المشاۃ والفرق بین ثم

ہے اپنے متبوع سے یعنی اپنے معطوف کے متبوع سے تاکہ فائدہ دے اس کے ذریعہ سے عطف کرنا قوت معطوف میں یا ضعف کا اس میں یعنی تاکہ ان دونوں پر دلالت کرے تاکہ جزء قوت اور ضعف کے لحاظ سے کل سے ممتاز ہو جائے پس وہ ایسا ہی ہوگیا کہ گویا وہ اس کا غیر ہے پس وہ فعل کے لئے غایت اور انتہاء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ فعل جو کل کے متعلق ہے اور تاکہ دلالت کرے اس کی جانب فعل کی انتہاء اس کے شمول پر کل کے جمیع اجزاء کے لئے جیسے مات الناس حتی الانبیاء اور دوسری مثال قدم الحاج حتی المشاۃ اور حتی اور ثم

عاطفہ ہونے کا انکار کر دیا۔

قولہ المعطوف بحتی الخ یعنی حتی کی وضع کے تقاضا کے موافق یہ ضروری ہے کہ حتی کے ساتھ جس کا عطف کیا گیا وہ اپنی متبوع یعنی معطوف علیہ کا قوی یا ضعیف جزء ہو شارح نے جزء کی صفت قوی اور ضعیف مقدر لایا اس پر قرینہ مصنف کا قول لیفید قوۃ او ضعفاً ہے اور جزء سے اعم مراد ہے کہ یہ معطوف بحتی یا اپنے متبوع کا جزء ہو یا اپنے متبوع کے واسطے جزء کے مانند ہو حکم سابق میں داخل ہونے کے اندر جیسے اعجبتنی الجاریہ حتی حدیثہا اور اعجبتنی الجاریہ حتی ولدہا بولنا ممتنع ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حتی وہاں پر داخل ہوگا جہاں استثناء متصل کا دخول درست ہوتا ہے اور جہاں استثناء متصل کا دخول ممتنع ہے وہاں پر حتی کے ساتھ عطف نہیں کیا جاوے گا اسی وجہ سے حتی کے ساتھ جملوں کا عطف نہیں کیا اور شارح نے من حیث قوی یا ضعیف کی قید اس وجہ سے لگائی تاکہ قولہ لیفید قوۃ او ضعفاً کا اس پر ترتیب ہوجاوے قولہ معطوفہا کی ضمیر حتی کی طرف راجع اور متبوعہ کی ضمیر معطوفہا کی طرف اور لیفید کلام کے مفہوم کے متعلق ہے اور فیہ کی ضمیر معطوفہا کی طرف راجع یعنی حتی کا معطوف اپنے کا متبوع (معطوف علیہ) کا جزء ہوتا ہے قوی یا ضعیف اس اعتبار سے کہ قوی یا ضعیف ہے تاکہ وہ عطف جو کہ حتی کے ساتھ ہوا قوۃ یا ضعف کا فائدہ دے یعنی معطوف میں قوۃ یا ضعف پر دلالت کرے تاکہ جزء کل سے قوۃ اور ضعف کے ساتھ متمیز ہوجاوے لیدل سے شارح نے بتایا ہے افادہ سے مراد خارج میں فائدہ نہیں بلکہ ذہن میں امر مذکور کا فائدہ دیتا ہے پس جب جزء قوت اور ضعف کے ساتھ کل سے متمیز ہوجاویگا تو اس وقت جزء گویا کل کا غیر ہے پس حتی کا معطوف اس فعل کے واسطے جو کل کے ساتھ متعلق ہے غایت اور انتہاء بنائے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور فعل کی انتہاء اس جزء کی طرف دلالت کرے گی کہ فعل کل سے سب اجزاء کو شامل ہے پس اس وقت کلام شمول میں نص ہوگا اور صریح بخلاف اس وقت جب کہ حتی مع معطوف کے نہ ذکر کیا جاوے بغیر صراحۃً یہ معلوم نہ ہوگا کہ فعل کل اجزاء کو شامل ہے شارح رح کے اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ حتی عاطفہ میں حتی جارہ کے معنی موجود ہیں کیونکہ حتی عاطفہ حتی جارہ کی فرع ہے اور اس میں واو عاطفہ کے معنی بھی موجود ہوگئے پس دونوں معنی کی رعایت کی وجہ سے یہ امر شرط کرلیا گیا کہ حتی عاطفہ کا مدخول متبوع کا جزء ہو ... تاکہ یہ حاصل ہو کہ حکم میں اشتراک قوی ہے یا ضعیف اور اس وقت غایت کے معنی حاصل ہوجاویں گے۔

قولہ غایۃ الخ شارح رح نے غایت اور انتہاء اس وجہ سے کہا کہ حتی اصل میں انتہاء

Marfat.com

وحتى بعد اشتراكهما في الترتيب مع المهملة المعتبرة في ثم انما هي بحسب الخارج نحو جاءني زيد ثم عمرو وفي حتى بحسب ذلك في ثم وثانيهما ان المهملة المعتبرة في ثم انما هي بحسب الخارج نحو جاءني زيد ثم عمرو وفي حتى بحسب الذهن فان المناسب بحسب الذهن ان يتعلق الموت اولا بغير الانبياء ويتعلق بعد التعلق بهم بالانبياء وان كان موت الانبياء بحسب الخارج في

کے درمیان فرق ان دونوں کے ترتیب میں مہلت کے ساتھ شریک ہونے کے بعد دو طرح سے ہے اول ان میں سے حتی کے معطوف کا اپنے متبوع کے جزء واقع ہونے کی شرط اور یہ شرط ثم میں نہیں ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ وہ مہلت جو ثم میں معتبر ہے وہ باعتبار خارج کے ہے جیسے جاءنی زید ثم عمرو اور حتی میں باعتبار ذہن کے ہے کیونکہ ذہن کے لحاظ سے مناسب یہ ہے کہ موت اولاً غیر انبیاء کے ساتھ متعلق ہو اور ان کے ساتھ متعلق ہونے کے بعد پھر انبیاء سے متعلق ہوئی اگرچہ انبیاء کی موت

الغایۃ کے واسطے آتا ہے حروف جارہ سے ہے اور حتی جارہ اور حتی عاطفہ کے درمیان بہت سے احکام میں شرکت ہے۔

قولہ نحو مات الناس الخ (مر گئے آدمی یہاں تک انبیاء علیہم السلام اس میں فعل موت ہے جو کل کے ساتھ متعلق ہے یعنی تمام آدمیوں کے ساتھ اس طریقہ پر کہ انبیاء جمیع الناس میں داخل ہیں پس اس مثال معطوف یعنی الانبیاء ناس کا جزء قوی ہے بخلاف المشاۃ (ماشی کی جمع پیادہ پا) جو کہ دوسری مثال میں ہے یہ خارج میں جزء ضعیف ہے اور اس کا جزء ضعیف ہونا صرف ظاہر کے اعتبار سے ہے کیونکہ سوار حاجی مالدار ہوتا ہے اور پیادہ حاجیوں کے پاس مال نہیں ہوتا اگرچہ بعض پیادہ راکب سے افضل ہوتے ہیں اللہ کے نزدیک پس ان کا ضعف ظاہر کے اعتبار سے ہے۔

قولہ والفرق بین ثم وحتی یعنی ثم اور حتی دونوں ترتیب مع المہلۃ میں مشترک ہیں ان کے اس اشتراک کے ان میں فرق کیا ہے تو شارح نے ان میں دو وجہ سے فرق بیان کیا ثم اور حتی میں اشتراک اس وجہ سے مانا اگر یہ دونوں کسی شئے میں مشترک نہیں تو اس وقت ان دونوں کے درمیان فرق بیان کرنے کے کوئی معنی نہیں چونکہ فاء اور ثم ان مابہ الاشتراک کوئی چیز نہیں ہے یعنی کسی چیز میں یہ مشترک نہیں ہیں اس وجہ سے ان میں فرق بیان کرنا جائز نہیں ہوا۔

قولہ احدہما الخ یعنی ایک فرق یہ ہے کہ معطوف بحتی میں یہ شرط ہے کہ یہ معطوف بھی اپنے متبوع کا جزء ہو اور ثم میں یہ شرط نہیں ہے کہ معطوف بثم اپنے متبوع کا جزء ہو۔ قولہ ثانیہما الخ دوسرا فرق یہ ہے کہ وہ جو ثم میں معتبر ہے وہ صرف خارج میں ہوتی ہے جیسے جاءنی زید ثم عمرو اور حتی جو مہلت معتبر ہے وہ ذہن کے اعتبار سے اس سے شارح نے اس بات کے دفع کی طرف اشارہ کیا جس کو پہلے رضی نے نقل کی کہ جزولی کی مراد اس قول سے کہ حتی میں مہلت بحسب الذہن اقل ہے نہ بحسب الخارج بلاشک حتی میں معتبر فعل کے تعلق میں متبوع کے اجزاء کے ساتھ تدریج ذہنی ہے یہ امر اس کو مقتضی ہے فعل کا حتی کے مدخول کے ساتھ مہلت کے اعتبار پر ہو۔

قولہ فان المناسب الخ حتی میں مہلت بحسب الذہن اس وجہ سے ہے کہ ذہن کے اعتبار سے مناسب یہ ہے کہ موت اولاً انبیاء کے غیر کے ساتھ متعلق ہو اور غیر انبیاء کے ساتھ متعلق ہونے کے بعد انبیاء کے ساتھ متعلق ہو اگرچہ خارج کے اعتبار سے انبیاء کی موت تمام آدمیوں کے درمیان میں ہے کیونکہ موت امر عدمی ہے پس ذہن اور عقل کے ملاحظہ میں مناسب یہ ہے کہ موت انبیاء کے ساتھ بالکل متعلق نہ ہو اور اگر موت ان کے ساتھ متعلق ہو تو ملاحظہ ذہن کے اعتبار سے ان کے ساتھ موت تمام آدمیوں کے ساتھ متعلق ہو جانے کے بعد متعلق ہو باوجودیکہ موت انبیاء کے ساتھ خارج

Marfat.com

اثناء سائر الناس وهكذا المناسب في الذهن تقدم قدوم ركبان الحاج على رجالتهم وان كان في بعض الاوقات على عكس ذلك ومع هذا يصح ان يقم قدم الحاج حتى المشاة واعلم ان الانتهاء بالجزء الاقوى او الاضعف كما يفيد عموم الفعل جميع اجزاء الشئ كذلك الانتهاء بالملاقي للجزء الاخير يفيد ذلك العموم كقولك نمت البارحة حتى الصباح فانه يفيد شمول النوم لجميع اجزاء الليلة ولذلك استعملت حتى الجارة في المعنيين

خارج کے اعتبار سے تمام لوگوں کے اثنار میں واقع ہے ایسے ہی مناسب تھا ذہن میں تقدم سوار ہوکر آنے والے حاجیوں کا قدوم پیدل چل کر آنے والے حاجیوں پر اگرچہ بسا اوقات اس کا عکس بھی ہو جاتا ہے اس کے باوجود یہ کہا جانا درست ہے کہ قدم الحاج حتی المشاۃ اور جان تو کہ جزر قوی یا ضعیف کی انتہار جس طرح عموم فعل کا فائدہ دیتی ہے شئ کے جمیع اجزار کے، اسی طرح جزر اخیر سے ملنے والی انتہار اس عموم کا فائدہ دیتی ہے جیسے تمہارا قول نمت البارحۃ حتی الصباح پس اس مثال میں حتی فائدہ دیتا ہے نوم کے شامل ہونے کو لیل کے جمیع اجزار کے لئے اسی لئے حتی جارہ دونوں معانی کا فائدہ دیتا ہے البتہ ثابت نہیں

آدمیوں کے درمیان ہی ہوتی ہے اسی کی طرف شارح نے قولہ فی اثنار سائر الناس سے اشارہ کیا اثنار بمعنی بین یعنی درمیان کے معنی میں ہے اور سائر جمیع کے معنی میں اور بمعنی باقی بھی ہو سکتا ہے یعنی باقی آدمیوں کی موت کے درمیان میں۔

قولہ وہکذا المناسب فی الذہن اور اسی طرح ذہن میں مناسب حاجی سواروں کا پہلے آنا ہے پیادہ پا حاجیوں سے اگرچہ بعض اوقات میں اس کے عکس پر ہوتا ہے اور اس کے باوجود قدم الحاج حتی المشاۃ بولنا درست ہوتا ہے یعنی باوجود اس کے کہ پیادہ حاجی پہلے آ گئے سوار حاجیوں سے تب قدم الحاج حتی المشاۃ بولنا درست ہوتا کیوں کہ وہ تقدم (پہلے آنا) جو اس ترکیب سے حاصل ہو رہا ہے وہ صرف ذہن کے اعتبار سے ہے اور سواروں سے پیادوں کا پہلے آنا وہ صرف خارج میں ہے پس ان دونوں تقدم ذہنی اور تقدم خارجی کے درمیان منافات نہیں ہے رجالۃ بفتح الرار و تخفیف الجیم راجل کی جمع ہے بمعنی پیادہ اور الرکبان بضم الرار راکب کی جمع ہے

اس بیان سے معلوم ہوا کہ ایک فرق ثم اور حتی کے درمیان یہ بھی ہے کہ حتی میں معطوف کا معطوف علیہ جز ہونا شرط ہے اور ثم میں یہ مشروط نہیں ہے۔

قولہ واعلم ان الانتہار معلوم ہو کہ جس طرح جزر اقوی یا جزر اضعف کے ساتھ انتہار اس کا فائدہ دیتی ہے کہ فعل شئ کے تمام اجزار کو شامل ہے اسی طرح ان کے ساتھ انتہار ہے جو جزر آخر کے ساتھ ملاقی ہے اس عموم کا فائدہ دیتی یعنی فعل شئ کے تمام اجزار کو شامل ہے اسی طرح اس کے ساتھ البارحۃ حتی الصباح اس مثال میں حتی پر داخل ہو رہا ہے اور یہ صباح بارحہ کے جزر اخیر کے ساتھ ملاقی ہے اسی کے ساتھ انتہار کا اس نے فائدہ دیا کہ نوم رات کے تمام اجزار کو شامل ہے یعنی قوت اور ضعف کے اعتبار کرنے سے مقصود صرف یہ ہے کہ اس کو غایت بنانا درست ہو اور مقصود حاصل ہو جاوے جو کہ فعل کا عموم کا جمیع اجزار کو شامل ہوتا ہے اور انتہار بملاقی اس شمول مذکور کا فائدہ دیتی ہے اور قوت اور ضعف کے اعتبار سے ضرورت نہیں رہتی ہے کیوں کہ وہ فی نفسہ غایت ہے اس بیان سے یہ اعتراض دور ہو گیا کہ شارح نے حتی عاطفہ کے ملاقی پر داخل نہ ہونے کی جو وجہ ذکر کی یہ تکلف بلاضرورت ہے لیکن شارح پر یہ اعتراض اس وجہ سے وارد نہیں ہوتا کہ جب کہ اس کا دخول جزر اضعف یا اقوی پر ہو تو یہ دخول عطف الجزو علی الکل کا فائدہ دیگا اس کی قوت اور ضعف مغایرہ کو مستغنی ہو گی

Marfat.com

جمیعا الا انہ لم یات فی العاطفۃ ما یلاقی الجزء الاخیر فان اصل حتی ان تکون جارۃ لکثرۃ استعمالہا فتکون العاطفۃ محمولۃ عندھم علی الجارۃ واذا کانت محمولۃ علیہا لم یستعملو فی معنیہا جمیعا لیبقی للاصل والفرع مزیۃ و انما استعملوھا فی اظہر معنیہا وھو کون مدخولہا جزءً لان اتحاد الاجزاء فی تعلق الحکم اعرف فی العقل فی الوجود من اتحاد المجاورین ھکذا فی بعض الشروح ومن ھذا اظہر

ہے عاطفہ میں وہ جو جزء اخیر سے ملاقی ہو کیوں کہ حتی کی اصل یہ ہے کہ وہ جارہ ہو. اس کے کثرۃ استعمال کی وجہ سے پس ہوگا حتی کا عاطفہ ہونا محمول ان کے نزدیک جارہ پر اور جب کہ یہ اس پر محمول ہے تو انہوں نے اس کو دونوں معانی پر استعمال نہیں کیا تاکہ اصل اور فرع کا فرق اور امتیاز باقی رہے اور انہوں نے اس کے دو معانی میں سے اظہر معنی میں اس کو استعمال کیا ہے اور وہ اس کے مدخول کا جزء ہونا ہے کیوں کہ حکم کے ساتھ متعلق ہونے میں اجزاء کا باہم متحد ہونا عقل میں وجود میں مشہور ہے بمقابلہ مجاورین کے اتحاد سے بعض شروح میں اسی طرح مذکور ہے

اس طور سے کہ وہ جزء کل کے باقی اجزاء کے مغائر ہوجاویگا تو غیر جزء پر اس کا دخول درست نہیں ہوگا کیوں کہ عطف غیر الجزء علی الکل قوۃ یا ضعف کا فائدہ نہیں دیگا۔

قولہ ولذلک استعملت الخ اور اسی وجہ سے یعنی جزء آخر کے ملاقی کی وجہ سے شمول مذکور کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حتی جارہ دو معنی میں استعمال کیا گیا مگر حتی عاطفہ میں وہ موجود انتہاء جزء آخر کے ساتھ ملاقی بالجزء الاخر ان دونوں میں استعمال کیا گیا صرف یہ معنی کہ انتہاء بالجزء الآخر آئے پس گذشتہ سے جو یہ وہم کیا جاتا ہے کہ جب حتی جارہ دونوں معنی میں استعمال ہو تو حتی عاطفہ کا استعمال بھی دونوں معنی میں ہو پس اس توہم کو شارح الا انہ لم یات الخ سے دفع کردیا اس میں الا لکن کے معنی میں ہے رہا یہ امر حتی جارہ دونوں معنی میں مستعمل اور حتی عاطفہ میں مایلاقی الجزء الاخر معنی حاصل نہیں ہوتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حتی کی اصل جارہ ہونا اس کے استعمال کی کثرۃ کی وجہ سے ہے پس اس وجہ سے عاطفہ ان کے نزدیک جارہ پر محمول ہوگا اور جب کہ حتی عاطفہ حتی جارہ پر محمول ہے تو انہوں نے اس کو یعنی حتی عاطفہ کو دونوں میں استعمال نہیں کیا تاکہ فرع پر اصل کے واسطے ایک قسم کی مزیۃ باقی رہے۔

قولہ وانما استعملوہا فی اظہر الخ یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے تقریر سوال یہ ہے کہ اس کے برعکس میں بھی فرع کی اصل کے ساتھ مساواۃ اور برابری نہ ہوتی اس طور پر کہ حتی عاطفہ مایلاقی بالجزء الاخیر کے ساتھ مختص ہوتا اور حتی جارہ دونوں معنی میں عام رہتا جواب

ان دونوں معنوں میں اظہر معنی حتی مدخول کا جزء ہونا ہے اس وجہ سے حتی عاطفہ کو اس معنی کے ساتھ مختص کیا گیا کیوں کہ اجزاء کا اتحاد عقل میں اعرف ہے اور وجود میں اکثر ہے دو متجاوروں کے اتحاد سے بعض شروح یعنی شرح رضی میں اسی طرح ہے۔

قولہ من ہذا اظہر الخ یعنی اس ایسی تحقیق سے جو بعض شروح یعنی شرح رضی میں اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مصنف نے حتی کے معطوف اپنے متبوع کے جزء ہونے کے ساتھ کیوں خاص کیا اور

حتی عاطفہ مایلاقی الجزء میں کیوں نہیں آتا، اور یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں رہی کہ یہ کہا جائے جزء اعلم حقیقۃً ہو یا حکماً ہو تاکہ مجاوری کو شامل ہوجاوے جیسا کہ بعض حواشی میں واقع ہو. شارح اس عبارت سے صاحب ہندی کے کلام کو رد کرتے ہیں چنانچہ اس نے مصنف پر اعتراض کیا تھا کہ مصنف کا قول ومعطوفہا جزء من متبوعہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ مصنف کا یہ قول کہ نمت البارحۃ حتی الصباح ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ اس میں حتی کا معطوف اپنے متبوع کا جزء نہیں ہے اعتراض کرنے کے

Marfat.com

وجہ اختصاص معطوفہا بکونہ جزءً من متبوعہ وعدم الحاجۃ الیٰ ان یقال الجزء اعم من ان یکون حقیقۃً او حکما لیشمل المجاور ایضا کما وقع فی بعض الحواشی واو واما وام کل من ھذا الحروف الثلٰثۃ لاحد الامرین ای للدلالۃ علیٰ احد الامرین او الامور حال کون ذلک الاحد مبھما ای غیر معین عند المتکلم

اس سے ظاہر ہو گئی اس کے معطوف کے مختص ہونے کی وجہ اپنے متبوع کے جزء ہونے کی اور حاجت نہ ہونے کی اس بات کی طرف کہ کہا جائے کہ جزء اعم ہے خواہ حقیقۃً جزء ہو یا حکماً تاکہ مجاور کو بھی شامل ہو جائے جیساکہ واقع ہوا ہے بعض حواشی میں اور او، اما اور ام ان تینوں حروف میں سے ہر ایک احد الامرین کیلئے آتا ہے یعنی دلالت کرنے کیلئے دو امور میں سے کسی ایک پر یا چند امور میں سے کبھی ایک پر اس حال میں کہ وہ واحد اور ایک مبہم ہو یعنی متکلم کے

بعد صاحب ہندی اس اعتراض کا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت میں جزء سے اعم مراد ہے حقیقۃً جزء ہو یا حکماً جزء ہو اور البارحۃ کا صباح حکماً جزء ہے چوں کہ بارحہ سے قریب ہے اور جو شئی شئے سے قریب ہو اس کے لئے اسی کا حکم ہوتا ہے اس وجہ سے صباح بارحہ کا جزء ہے اور شارح جو تحقیق بیان کی اس پر یہ شبہ بالکل وارد نہیں ہوتا کیوں کہ مثال مذکور میں حتی عاطفہ نہیں ہے۔

قولہ واو واما وام الخ پس جب مصنف حروف عاطفہ کی قسم اول کے بیان سے فارغ ہوا تو اب قسم ثانی یعنی ان حروف عاطفہ کے بیان میں شروع کرتے ہیں کہ دو چیزوں یا چند چیزوں میں سے ایک کے واسطے موضوع ہے پس مصنف رح

فرماتے ہیں کہ ان تین حرفوں (او اور اما اور ام) میں سے ہر ایک حرف دو امروں میں سے ایک کیلئے ہے یعنی ان تینوں حرفوں (او اور اما اور ام) اس پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے کہ حکم کی نسبت معطوف علیہ اور معطوف میں صرف ایک کے لئے ہے ابہام کے طریقہ پر اور شارح قدس سرہٗ نے اپنے قول او الامور سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ مصنف کی عبارت امرین سے مراد اقل مرتبہ ہے لہٰذا الامرین کا ذکر تمثیل کے طریقہ پر ہے۔

قولہ حال کون ذلک الخ وقت ہونے اس ایک کے مبہم یعنی غیر معین حال کون سے شارح اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مبہما احد الامرین سے حال واقع ہو رہا ہے اور اس مبہما کی تفسیر غیر معین عند المتکلم

یعنی وہ ایک متکلم کے نزدیک غیر معین ہو خواہ متکلم کے نزدیک غیر معین ہوتا بحسب الواقع ہو یا متکلم کے کلام کے ظاہر سے متوہم واقع سے قطع نظر کرنے کے ساتھ اب یہ اعتراض نہیں پڑیگا کہ شارح کے لیے صواب یہ تھا کہ عند المتکلم او المخاطب کہتا تاکہ شک اور تشکیک دونوں کو شامل ہو جاتا معلوم ہو کہ بعض شارحین کہتے ہیں کہ قولہ لاحد الامرین میں جو لام ہے یہ وضع کے متعلق ہے یعنی ان میں سے ہر ایک دو امرین میں سے ہر ایک کے لئے وضع کیا گیا لیکن یہ اس کا قول صواب یہ ہے کہ لام وضع کا صلہ نہیں بلکہ استعمال کا صلہ ہے یعنی ان میں سے ہر ایک دو امروں میں سے ایک کے واسطے مستقل ہے کیوں کہ کلمہ او دو امروں میں سے ایک کے واسطے موضوع نہیں ہے کہ وہ ایک امر متکلم کے نزدیک مبہم یعنی غیر معین ہو یعنی شک کے واسطے موضوع نہیں ہے بلکہ دو امروں میں سے ایک کے واسطے مستعمل ہے کہ وہ ایک متکلم کے نزدیک مبہم ہو پس اس وقت میں شک کے واسطے ہوگا یا وہ ایک متکلم کیلئے معلوم لیکن اس سامعین پر مبہم رکھنے کا قصد کیا ہو یا تفصیل کا قصد کیا ہو یا اباحت کا یا تخییر کا یا تسویہ کا جیساکہ علم المعانی میں مذکور ہے پس او کا مدلول دو امروں میں سے ایک ہے اور خصوصیات قرائن سے مستفاد ہیں اور چوں کہ او کا استعمال شک میں بہت ہوتا تھا اس وجہ سے مصنف نے اس کو بیان کر دیا اور کلمہ او کا دو امروں سے ایک کے واسطے ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ کلمہ او دو مذکور امروں میں واحد جزئی

Marfat.com

ولا یتوهم ان او فی مثل ولا تطع منهم آثما او کفورا لکل من الامرین
لانها مستعملة لاحد الامرین علی ما هو الاصل فیها والعموم
مستفاد من وقوع الاحد المبهم فی سیاق النفی لا من کلمة او

وام المنصلة لازمة لهمزة الاستفهام ای غیر مستعملة بدونها
یلیها ای مذکر بعدها بلا فاصلة احد المستویین والمستوی

نزدیک متعین نہ ہو اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ ولا تطع منہم آثماً او کفوراً میں حرف او امرین میں سے ہر ایک کے لئے ہے اس لئے کہ وہ مستعمل ہے احد الامرین کے لئے جیسا کہ اس میں یہی اصل بھی ہے اور عموم تو احد کے مبہم ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے سیاق نفی میں نہ کہ کلمہ او کی وجہ سے اور حرف ام متصلہ ہمزۂ استفہام کو مستلزم ہوتا ہے یعنی بغیر اس کے وہ استعمال نہیں کیا جاتا اور اس سے ملا ہوا ہوتا ہے جو بغیر فصل کے اس کے بعد مذکور ہوتا ہے احد المستوین دو مساوی

پر دلالت کرتا ہے گویا کہ کلمہ او دو مذکور جگہ میں قائم ہے مگر فرق یہ ہے کہ کلمہ او کے معنی جزئی ہیں دو مخصوص امروں کے ذکر کی طرف محتاج ہے اور لفظ احد اس کا محتاج نہیں اور بعض نے یہ کہا کہ کلمہ او کا دو امروں میں سے ایک کے واسطے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کلمہ او دو نسبتوں میں سے ایک نسبت کے افادہ کے واسطے ہے ایک نسبت متبوع کی طرف ہے اور ایک نسبت تابع کی طرف یا دو امروں میں ایک کے واسطے حکم کے ثابت ہونے کے لئے ہے اور وہ دو امر معطوف اور معطوف علیہ ہے لیکن ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ نسبت یا ثبوت حکم کلمہ او کا مدلول نہیں بلکہ اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے جو کلمہ او پر مشتمل ہوتا ہے۔

قولہ ولا یتوہم الخ شارح کا یہ قول ایک سوال کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ او جب کہ دو امروں میں سے ایک کے لئے ہے پس اس پر اللہ تعالیٰ کے قول لا تطع منہم آثماً او کفوراً سے اشکال ہوتا کہ اس آیت احد الامرین کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ تو ان میں سے کفور یا آثم کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اس آیت میں کلمہ او دونوں امروں کے لئے مجموع کیلئے نہ ان میں سے ایک کیلئے جواب یہ ہے کہ اس آیت میں او جیسا کہ او کی اصل ہے دو امروں میں سے ایک کے واسطے ہی مستعمل ہے پس شارح کا قول لانہا مستعملۃ اعتراض مذکور کے جواب کی طرف اشارہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ بحسب الوضع دو امروں میں سے صرف ایک کیلئے ہے اور عموم دو امروں میں سے ایک کیلئے عارض کے سبب سے اور نکرہ یعنی احد کا سیاق نفی میں واقع ہونا اور نکرہ کا سیاق نفی میں واقع ہونا عموم کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے یہاں پر عدم کا فائدہ حاصل ہو گیا یعنی دونوں کی اکھٹی اطاعت نہ کرنا پس شارح کا قول و العموم مستفاد یہ مجاز کے قرینہ کا بیان ہے یعنی احد کا سیاق نفی میں واقع ہونا پس معنی ہے کہ دونوں کی اطاعت اور یہ عموم خود کلمہ او سے مستفاد نہیں ہے۔

قولہ وام المتصلۃ الخ مصنف جب اس امر کے بیان سے فارغ ہو گئے کہ یہ تینوں حروف اس میں مشترک ہیں امرین یا امورین میں سے ایک مبہم کیلئے ہیں تو اب اس کو بیان کرتے ہیں جو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے

اور ان میں سے قریب ام تھا اس وجہ سے اس ام سے شروع کر دیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ ام متصلہ ہمزۂ استفہام کو لازم ہے یعنی کلمہ ام دو قسم پر ہے ایک متصلہ اور ایک منقطعہ اس کو ام منفصلہ بھی کہتے ہیں اس کا نام ام متصلہ اس وجہ سے رکھتے ہیں کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل سے متصل ہے یعنی اس ام کا مابعد اور ماقبل دو مستقل کلام نہیں ہیں بلکہ مجموع ایک مستقل کلام ہے بخلاف ام منقطعہ جس کو ام منفصلہ بھی کہتے ہیں چنانچہ اس ام کا مابعد ام کے ماقبل سے منفصل یعنی جو ام کے ماقبل ہے اور جو ام کے مابعد ہے اس ام میں ہر ایک مستقل کلام ہے معلوم ہو کہ لازمۃ ہمزۂ استفہام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ام لازم ہے اور ہمزہ ملزوم پس اس سے یہ ضروری ہوا کہ ہمزہ ام کے بغیر موجود نہ ہو

Marfat.com

الاخر یلی الہمزۃ ای ھمزۃ الاستفہام بعد ثبوت احدھما ای احد المستویین عند المتکلم لطلب التعیین من المخاطب ومن ثم ای ولاجل ان ام المتصلۃ یلیھا احد المستویین والاخر الہمزۃ بعد ثبوت احدھما لطلب التعیین لم یجز ترکیب رأیت زیدا أم عمرا فان المستویین فیہ زید وعمرو واحدھما وان ولی ام لکن الاخر لم یل الہمزۃ ھذا ما اختارہ المصنف والمنقول عن سیبویہ ان ھذا جائز حسن فصیح وازیدا رایت ام عمرا احسن وافصح وح یکون ترکیب ارایت زیدا ام عمرا حسنا

میں سے کوئی ایک اور مساوی آخر ہمزہ سے ملا ہوا ہوتا ہے یعنی ہمزۂ استفہام سے۔ دونوں میں سے کسی ایک ثبوت کے بعد یعنی متساویین میں ایک متکلم کے نزدیک تعیین کی طلب کیلئے مخاطب سے اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ احد المتساویین ام متصلہ سے ملا ہوا ہوتا ہے اور دوسرا ہمزہ سے دونوں میں سے ہر ایک کے ثابت ہونے کے بعد تعیین کی طلب کیلئے جائز نہیں ہے ارایت زیداً ام عمراً کی ترکیب کیوں کہ اس مثال میں متساویین زید اور عمرو ہیں اور دونوں میں سے ایک اگرچہ ام سے ملا ہوا ہے لیکن دوسرا ہمزہ سے ملا ہوا نہیں ہے اس کو مصنف نے اختیار کیا ہے اور سیبویہ سے منقول ہے کہ یہ جائز ہے حسن اور فصیح ہے اور ازیداً رایت ام عمراً احسن اور زیادہ فصیح ہے اور اس صورت میں ارایت زیداً ام عمراً کی ترکیب حسن اور فصیح ہے

جیسا کہ لازم وملزوم کا مقتضی ہے اور یہ باطل ہے پس شارحؒ غیر مستعملۃ الخ اس کی توجیہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ لزوم سے یہاں پر لغوی معنی ہے اور منطقیوں نے اصطلاحی معنی مراد نہیں لئے ہیں اور لغت میں لازمۃ کے معنی تم یفارقہ یعنی ام ہمزۂ استفہام سے جدا نہیں ہوتا اور اس معنی لازم بہت استعمال ہوتا ہے پس مصنف کا یہ کلام بطلان سے محفوظ ہوگیا غرضیکہ ام متصلہ ہمزہ کے بغیر

مستعمل نہیں ہوتا قولہ یلیھا الخ دو مستوی میں سے ایک ام سے متصل ہوتا ہے اور دوسرا مستوی ہمزۂ استفہام سے متصل ہوتا ہے یلی ولی سے مشتق ہے اس لئے معنی ہے ایک شئی سے دوسری شئی کا بالکل لگا ہوا ہونا پس اس کا مطلب دو مستوی میں ایک مستوی ام کے بعد بلا فاصلہ کے مذکور ہوتا ہے دو امر جب کہ اعراب واسناد وغیرہ میں ایک ہو

تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے برابر ہوگا یہاں پر معطوف علیہ اور معطوف مراد ہے چونکہ یہ اعراب وغیرہ میں برابر ہیں اس وجہ سے ان کو مستوی کہا گیا چنانچہ معطوف ام کے بعد بلا فاصلہ کے مذکور ہوگا اور معطوف علیہ ہمزہ کے بعد بلا فاصلہ کے مذکور ہوگا ان دو مستوی میں سے ایک متکلم کے نزدیک ثابت ہونے کے بعد مخاطب سے تعیین طلب کے واسطے ہوگا۔ پس بعد ثبوت احدہما یلی کا ظرف ہے اور طلب التعیین یلی کے متعلق ہے شارحؒ کے ہمزۃ الاستفہام کہنے سے وہ ہمزہ خارج ہوگیا جو شک کے واسطے ہو یا انکار کے واسطے ہو یعنی استفہام انکاری کے واسطے ہو۔

قولہ من ثم یعنی اس وجہ سے کہ ام متصلہ اس سے دو مستویوں میں سے ایک مستوی ملا ہوا آتا ہے اور دوسرا مستوی ہمزہ سے ملا ہوا آتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک متکلم کے نزدیک ہے اس کے بعد یہ ام تعیین کی طلب کے واسطے آتا ہے تو اس وجہ مذکور کی بنا پر ترکیب ارایت زیداً ام عمراً جائز نہیں ہوتی کیوں کہ اس مثال میں دو مستوی زید اور عمرو ہے ان میں سے اگرچہ ام سے متصل ہے یعنی ام کے بعد فوراً مذکور ہے لیکن دوسرا مستوی ہمزہ سے متصل اور ملا ہوا نہیں ہے شارحؒ لم یجز کے بعد لفظ ترکیب مقدر کیا کیوں کہ فاعل مفرد ہوتا ہے اور قولہ ارایت مفرد نہیں ہے لیکن لفظ ترکیب تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور قولہ ارایت اس کے واسطے بیان ہے اور اضافت کی تقدیر غیر ظرف کی اضافت جملہ کی طرف لازم آئے گی۔

قولہ ہذا ما اختارہ المصنف الخ اس ترکیب مذکور کا امر اول شرط کئے جانے کی وجہ جائز

Marfat.com

فصیحاً وان لم یکن احسن وافصح وفی الترجمة الشریفة الشریفیة وجد فی بعض نسخ الکافیة المقروّة علی المصؔ وعلیه خطه هکذا یلیها احد المستویین والآخر الهمزة علی الافصح ومن ثم ضعف ارایت زیداً ام عمراً ولا یخفی ان الحکم بضعفه لتنزله عن مرتبه "الافصحیة" الی الفصیحیة "غیر مناسب لان ما کان حسناً فصیحاً لا یعد ضعیفاً وبالجملة فکلام المصؔ ههنا لایخ عن اضطراب والحق مانقل عن سیبویه وایضامن ثم ای من اجل ما ذکر بعینه کان جوابها ای جواب ام المتصلة بالتعیین ای.

اگرچہ وہ احسن اور زیادہ فصیح نہیں ہے اور ترجمہ شریفہ میں مذکور ہے کہ کافیہ کے بعض ان نسخوں میں جو خود مصنف کے سامنے پڑھے گئے موجود ہے اور اس میں اسی طرح یلیہا احد المتساویین الخ پر خط کشید کیا ہوا ہے اور مخفی نہ رہے کہ اس کے ضعیف ہونے کا حکم اس کو اتارنے کیلئے اس کے افصح ہونے کے مقام سے مقام فصیح کی طرف غیر مناسب ہے کیوں کہ جو حسن اور فصیح ہو اس کو ضعیف شمار نہیں کیا جاتا خلاصہ یہ کہ بس یہاں پر مصنف کا کلام اضطراب سے خالی نہیں ہے اور حق وہی ہے جو سیبویہ سے منقول ہے اور نیز اسی وجہ سے یعنی بعینہ مذکورہ بالا کی وجہ سے ہے اس کا جواب یعنی ام متصلہ کا جواب تعیین کے ساتھ یعنی احد الامرین کی تعیین کے ساتھ کیوں

نہ ہونے کو مصنف نے اختیار کیا اور سیبویہ رحؔ سے یہ منقول ہے کہ یہ ترکیب ورایت زیداً ام عمراً جائز نہیں بلکہ حسن فصیح ہے اور ازیدا رایت ام عمرا احسن افصح ہے اور اس وقت یہ ترکیب ارایت زیداً ام عمراً حسن فصیح اگرچہ احسن اور افصح نہ ہوگی۔ معلوم ہو کہ شارح کا قول وحینئذ یکون ترکیب ارأیت زیدا ام عمراً حسناً فصیحاً وان لم احسن وافصح محض تکرار ہے اور شئی کی تفریع خود اس کے نفس پر ہے مگر یہ کہ کہا جائے کہ منقول سیبویہ سے صرف کلیہ ہے جیسا کہ رضی میں ہے پس قولہ ہذا کا مشار الیہ کلام سابق سے سمجھا جاتا ہے یعنی اس کے درمیان جو ان دونوں سے متصل ہے اور قولہ ازیداً رأیت ام عمراً یہ اس معادلہ سے کنایہ ہے جو کہ اس چیز کے درمیان جو ان دونوں سے متصل ہے اور اس وقت کلی پر جزئی کی تفریع ہوگی۔

قولہ وفی الترجمۃ الشریفۃ الشریفیہ الخ

اور ترجمہ شریفہ شریفیہ میں یہ ہے کہ کافیہ کے ان بعض نسخوں میں جو کہ خود مصنف پر پڑھا گیا اور اس پر اس کا خط ہے اس طرح پایا گیا کہ دو مستویوں میں سے ایک ام سے متصل ہوتا اور دوسرا ہمزہ سے افصح پر اور اسی وجہ سے ارأیت زیداً ام عمراً ضعیف یعنی اسی نسخہ میں صیغہ لم یجز کی جگہ میں صیغہ ضعف ہے اور ضعف جواز کے منافی نہیں پس اس نسخہ پر یہ ترکیب ارایت زیداً ام عمراً جائز ہے مگر ضعیف اور ازیداً رایت ام عمراً ترکیب افصح ہے شارح اس نسخہ پر لا یخفی ان الحکم سے اعتراض کرتے ہیں کہ اس ترکیب ارأیت زیداً ام عمراً پر ضعف

کا حکم غیر مناسب ہے چوں کہ مرتبہ افصحیہ سے مرتبہ فصیحیہ کی طرف اترنا ہے کیوں کہ جو حسن فصیح ہوتا وہ ضعیف شمار نہیں کیا جاتا یعنی عرف میں اس کو ضعیف نہیں کہتے ہیں اگرچہ اس پر یہ صادق آتا ہے کہ افصح کے اعتبار سے اس میں ضعف ہے اور مصنف کے کلام سے اس کا مطلقاً ضعیف ہونا سمجھ میں نہیں آتا حالاں کہ احسن افصح سے نیچے مرتبہ حسن فصیح کا ہے۔

قولہ ای من اجل ما ذکر بعینہ یعنی بعینہ مذکورہ امر کی وجہ سے یعنی اس مجموعہ کی وجہ سے کہ دو مستوی میں سے ایک ام سے متصل ہوتا ہے اور دوسرا ہمزہ سے متصل ہو کر طلب تعیین کے واسطے ہے اس کے بعد کہ ان دونوں مستویوں میں کوئی ایک متکلم کے نزدیک متعین وہ ایک متعین کونسا ہے اس سے سوال کرتا ہے تو ام متصلہ کا جواب تعیین کے ساتھ ہوگا یعنی جواب میں دونوں

Marfat.com

بتعيين احد الامرين لان السوال عنه دون نعم اولا لانهما لايفيدان التعيين بخلاف او وامامع الهمزة كما اذا قلت اجاءك زيد ام عمرو واجاءك امازيد واما عمرو فانه يصح جوابهما بلا ونعم لان المقصود بالسوال ان احدهما لاعلى التعيين جاءك او لا وقد يجاب بنفي كليهما لاحتمال لخطأ في اعتقاد المتكلم بوجود

اسی کا سوال تھا نہ کہ جواب نعم یا لا سے کیوں کہ یہ دونوں تعیین کا فائدہ نہیں دیتے بخلاف او اور اما کے جو ہمزہ کے ساتھ مستعمل ہو جیسے تو نے جب کہا اجاءک زید او عمروٌ یا تو نے اجاءک امازید واما عمرو کہا تو ان دونوں کا جواب لا اور نعم سے دینا صحیح ہے اسلئے کہ سوال سے مقصد یہ کہ بلا تعیین دونوں میں سے کوئی ایک آیا ہے یا نہیں اور کبھی جواب دونوں کی نفی سے بھی دیا جاتا ہے متکلم کے اعتقاد اور خیال میں غلطی

امروں میں سے ایک کو معین کرنا پڑے گا کیوں کہ سوال تعیین کیوں کہ متکلم جانتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک موجود ہے مگر مخاطب سے تعیین کا سوال کرتا ہے پس اگر مخاطب نے اس کے غیر کے ساتھ جواب دیا تو وہ جواب سوال کے مطابق نہ ہوگا مخاطب دونوں میں سے ایک معین کرکے جواب دے تو جواب سوال کے مطابق ہوگا لہذا ازیدا رأیت ام عمرا کا جواب مخاطب کو نعم یا لا کے ساتھ دینا درست ہوگا یعنی ام متصلہ کا جواب اس مثال میں نعم یا لا کے ساتھ دینا درست نہ ہوگا کیوں کہ یہ نعم اور لا تعیین کا فائدہ نہیں دیتے ہیں کیوں کہ نعم ماسبق کی تقریر کیلئے آتا ہے اور لا ماسبق کے رد کے واسطے آتا ہے اور یہاں پر ماسبق دو میں سے ایک غیر معین کا ثبوت ہے پس اس تعیین میں مستفاد نہیں ہوتی۔

قولہ فانہ یصح جوابہما بلا ونعم یعنی جب او یا اما ہمزہ کے ساتھ ملایا جائے اور یہ کہا جائے اجاءک زید او عمرو یا یہ کہا جائے اجاءک اما زید واما عمرو تو ان دونوں کا جواب نعم اور لا کے ساتھ دینا درست ہے کیوں کہ یہاں پر سوال سے مقصود اصل النسبۃ ہے یعنی سوال سے مقصود یہ ہے کہ دونوں مستوی میں کسی کے لئے لاعلی التعیین حکم ثابت ہے یا نہیں اس وجہ سے نعم یا لا کے ساتھ جواب دینا درست ہے کیوں کہ ان دونوں کی دلالت ثبوت نسبت یا نفی نسبت پر ہے شارحؒ کے قول فانہ یصح الخ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تعیین کے ساتھ ان دونوں او اور اما میں جواب دینا درست ہے مصنفؒ کافیہ کی شرح میں کہا کہ او اور اما میں اگر تعیین کے ساتھ جواب دیا جاویگا تو یہ سوال پر زیادتی ہوگی کیوں کہ دونوں مستوی میں سے ایک کو معین کرنا لازم آویگا کہ متکلم کے نزدیک دونوں مستوی میں سے ایک ثابت ہے اس وجہ سے جواب مع زیادہ کے حاصل ہوگا۔

قولہ وقد یجاب بنفی کلیہما یعنی کبھی دونوں مستویوں کی نفی کے ساتھ جواب دیا جاتا ہے۔ اس احتمال پر کہ متکلم دونوں مستوی میں سے جو ایک وجود کا اعتقاد کر رکھا ہے اس میں وہ خطا کرنے والا ہے شارحؒ اس عبارت سے یا تو مصنف پر اعتراض کرتے ہیں کہ مصنف نے تعیین میں جو جواب محصور کر رکھا ہے درست نہیں ہوں کہ کبھی دونوں کی نفی کے ساتھ جواب دیا جاتا ہے یا اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ حصر جواب بنعم یا لا کے اعتبار سے حصر ہے اس لئے کہ کبھی دونوں مستوی کی نفی کے ساتھ جواب دیا جاتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مسؤل کا جواب دینا ہے اور سائل کا رد کرنا اجابت نہیں پس جواب وہ جس کو سائل طلب کر رہا ہے اور دونوں کی نفی یہ متکلم کے اعتقاد کا تخطیہ ہے اور اس کے سوال کی اجابت نہیں ہے پس جواب تعیین کے ساتھ دینا ہے اور دونوں مستوی کی نفی کرنا جواب نہیں ہے اور اس وقت یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اولیٰ یہ تھا کہ قولہ کان الجواب بالتعیین پر اکتفار کرتا اور نعم اور لا کو نفی کے ساتھ خاص نہ کرتا البتہ یہ کہ کہا جائے کہ لا دونوں کی نفی کو شامل ہے۔

قولہ فالمتساالیہ ثم الخ دونوں جگہ میں ثم سے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ایک امر ہے یعنی اس کا یہ قول یلیہا احد الامرین بعد ثبوت احدہما طلب التعیین لیکن مصنف کا یہ قول ام متصلہ کے واقع ہونے کی صحت کے واسطے دو شرطوں پر شامل ہے ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دو مستوی امروں میں سے ایک ام کے ساتھ متصل ہو اور دوسرا ہمزہ کیساتھ اور دوسری شرط دونوں مستوی میں سے ایک کے ثبوت کے بعد تعیین کے طلب کیواسطے

Marfat.com

احدهما فالمشار اليه بثم في الموضعين امر واحد لكنه لما كان مشتملا على شرطين لصحة وقوع ام المتصلة فرع عليه باعتبار كل واحد منهما حكما آخر وجعلها اشارة في كل موضع الى شرط آخر لا يخلو عن سماجة ولو اقتصر على قوله ومن ثم لم يجز في اول الكلام و عطف قوله كان جوابها بالتعيين على قوله لم يجز وتعلق كل حكم بشرط على طريق اللف والنشر لكان اخصر واحسن كما لا يخفى وام المنقطعة كبل في الاضراب عن الاول ومثل الهمزة للشك في الثاني والواقع

کے احتمال کی وجہ سے دونوں کے وجود کا پس دونوں مقام میں ثم کے ذریعہ مشار الیہ امر واحد تھا لیکن وہ (امر واحد) دو شرطوں پر مشتمل تھا ام متصلہ کے صحت کے پائے جانے کے لئے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کی اس پر حکم آخر کی تفریع کر دی اور اس کو ہر موقع پر شرط آخر کی طرف اشارہ کر دیا اور ایسا کرنا لتسامح سے خالی نہیں ہے اور اگر مصنف اپنے قول ومن ثم لم یجز فی اول الکلام پر اکتفا فرماتے اور عطف کر دیتے اپنے قول کان جوابہا بالتعیین کو اپنے قول لم یجز پر اور معلق ہو جاتا ہر حکم شرط کے ساتھ بطور لف و نشر مرتب کے تو عبارت مختصر بھی ہو جاتی اور عمدہ بھی جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور ام منقطعہ بل کی طرح ہے اول کلام سے اعراض کرنے میں اور ہمزہ کی طرح ہے ثانی

ہو یعنی ام کی وقوع کی صحت کے واسطے یہ ایک امر ان مذکورہ دو شرطوں پر شامل ہے تو دونوں شرطوں میں سے ہر ایک کے اعتبار سے اس ایک امر پر الگ الگ حکم کی تفریع کر دی۔

قولہ وجعلہا الخ من ثم سے ہر جگہ میں الگ الگ شرط کی طرف بالاستقلال اشارہ قرار دینا سماجت اور ضعف سے خالی نہیں ہے شارح اس کلام فاضل ہندی قاضی شہاب الدین پر رد کرتے ہیں قاضی شہاب الدین نے یہ فرمایا کہ ثم اول سے قولہ یلیہا احد المستویین والآخر الہمزۃ کی طرف اشارہ ہے اور ثم ثانی سے قولہ بعد ثبوت احدہما الطلب التعیین کی طرف اشارہ ہے لیکن یہ کہنا ضعیف ہے کیوں کہ ماسبق میں مذکور ایک حکم ہے دو حکم نہیں یہاں تک کہ ہر ایک کی طرف بالاستقلال اشارہ کیا جاوے اس وجہ سے حضرت شارح جامی قدس سرہ نے فرمایا کہ دونوں جگہ میں مشار الیہ ایک امر کھنا تھا ہے یعنی یلیہا احد المستویین والآخر الہمزۃ بعد ثبوت احدہما الطلب التعیین اور جب یہ مشار الیہ دو شرطوں پر مشتمل تھا ایک شرط یلیہا احد المستویین والآخر الہمزۃ بعد ثبوت احدہما اس شرط پر ارایت زیداً ام عمرواً ترکیب کے جائز نہ ہونے کو متفرع کر دیا دوسری شرط الطلب التعیین ہے اس شرط پر کان جوابہا بالتعیین دون نعم ولا کو متفرع کر دیا لیکن اس پر یہ لازم آتا ہے جب کہ مشار الیہ ایک امر ہے تو یہ تقاضا کرتا ہے اسم اشارہ نہ لوٹایا جائے پس اسم اشارہ کا لوٹانا تقاضا کرتا ہے کہ مشار الیہ دوسری جگہ میں اول کا غیر ہو تاکہ تکرار لازم نہ آوے پس حاصل یہ ہے کہ مصنف کا کلام اس مقام تکلف اور اضطراب سے خالی

نہیں اسی وجہ سے حضرت شارح ؒ اگر قولہ ومن ثم لم یجز پر مصنف ؒ کے اول کلام میں اقتصار فرماتا اور قولہ کان جوابہا بالتعیین کو قولہ لم یجز پر معطوف کرتا اور ہر حکم لف نشر کے طریق پر شرط کے ساتھ متعلق ہو جاتا تو یہ اخصر اور احسن ہوتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے معلوم ہو کہ اس طرح پر مصنف کے بیان کا اخصر ہونا تو ظاہر ہے اور احسن ہونا اس لئے ہے کہ من ثم کا تکرار اس کا وہم ڈالتا ہے کہ دونوں شرطوں میں سے ہر ایک کے لئے دونوں حکموں میں سے ہر حکم کی تفریع میں دخل

ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری شرط کو پہلے حکم کے تفریع میں کچھ دخل نہیں ہے اور شرط اول کو دوسرے حکم کے تفریع میں کچھ دخل نہیں۔

ام المنقطعۃ کبل الخ جب مصنف ؒ ام کی پہلی نوع کے بیان سے فارغ ہو گئے تو ام کی دوسری قسم کو بیان کرتے ہیں اس ام منقطعہ کا دوسرا نام ام منفصلہ بھی ہے چوں کہ اس ام کا مابعد اس ام کے ماقبل سے منفصل اور منقطع ہے اس لئے اس ام کا ماقبل اس مابعد کے واسطے مستقل کلام ہوگا پس مصنف ؒ کہتے ہیں کہ ام منقطعہ بل اور ہمزہ کے مانند ہے یعنی اس سبب سے

Marfat.com

تلیها اما خبر مثل قولك انها لابل ام شاء ای ان القطعة التی
اراها لابل وهی جملة خبرية فلما علمت انها ليست بابل عرضت
عن هذا الاخبار ثم شككت فی انها شاء او شیٔ آخر فاستفهمت
عنها بقولك ام شاء بل بل هی شاء واما استفهام كما تقول أزيد عندك
ام عمرو ای بل عمرو وحين تقصد الاضراب عن الاستفهام الاول

میں شک کا فائدہ دینے کیلئے اور اس کے ماقبل میں یا تو خبر واقع ہوگی جیسے تیرا قول انہا لابل ام شاء یعنی وہ قطعیت جس کا میں خیال کرتا ہوں وہ لابل ہے اور یہ جملہ خبریہ ہے اور جب تو نے جان لیا کہ وہ بل نہیں ہے تو تو نے اس کی خبر دینے سے اعراض کرلیا پھر تو نے شک کیا اس میں کہ وہ شاء ہے یا شئ آخر ہے تو تو نے اس کے بارہ میں استفہام کیا (دریافت کیا) اپنے قول ام شاء سے یعنی بلکہ اہی شاء ہے اور بہرحال استفہام جیسے تو کہے ازید عندک ام عمرو یعنی بل عمر جس وقت تو استفہام اول سے پھر جانے کا ارادہ

کہ بل اول کلام سے اضراب اور اعراض کیلئے ہے تو اس بنا پر یہ ام کلمہ بل کے مانند ہے اور اس سبب سے کہ دوسرے کلام میں شک کے واسطے ہے ہمزۂ استفہام کے مانند ہے قولہ اما خبر الخ یعنی وہ کلام جو ام منقطعہ کے پہلے ہوتا ہے یا تو خبر ہوتا ہے یعنی جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے انہا لابل ام شاء وہ ریوڑ جس کو میں دیکھ رہا ہوں البتہ وہ اونٹ ہیں انہا لا بل جملہ خبریہ ہیں پس جانا کہ اونٹ نہیں ہیں تو اس اخبار سے اعراض کیا پھر اس میں شک کیا کہ وہ ریوڑ بکریاں ہیں یا کوئی اور چیز پس اس وجہ تو نے دریافت کیا ام شاء یعنی بل اہی شاء بلکہ کیا وہ ریوڑ بکریاں ہیں یا اسی ام منقطعہ کے پہلے استفہام ہوگا جیسے ازید عندک ام عمرو اور اس وقت متکلم کا مقصود پہلے استفہام سے دوسرے استفہام کی طرف

اعراض ہوتا ہے معلوم ہوکہ اول سے اضراب (اعراض) کبھی غلطی کی تدارک کے واسطے ہوتا ہے جیسے انہا لابل ام شاء انہا میں ضمیر منصوب قطعیہ کی طرف قطعیہ اونٹ بکری وغیرہ کی جماعت کو کہتے ہیں یعنی گلہ (ریوڑ، دھن) کو کہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ جب متکلم نے ریوڑ کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ ریوڑ اونٹوں کا ریوڑ ہے اس لئے متکلم نے کہا انہا لابل جب وہ ریوڑ نزدیک پہونچا تو جانا کہ اونٹوں کا ریوڑ نہیں ہے اس لئے اس اخبار سے اعراض کیا اور اس میں شک کیا وہ ریوڑ بکریوں کا ریوڑ ہے یا کوئی شئ اس سے دریافت کیا کہ ام شاء بل اہی شاء اور کبھی اضراب محض انتقال کے واسطے ہوتا ہے یعنی ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف جیسے قولہ تعالیٰ ام یقولون

افتراہ نیز معلوم ہوکہ ام منقطعہ کے بعد جملہ کا واقع ہونا ضروری ہے پھر کبھی اس کے ہر دو جزء ظاہر ملفوظ ہوتے ہیں جیسے ازید عندک ام عمرو اور کبھی اس جملہ کے دو جزؤں میں سے ایک جزء مقدر ہوتا ہے جیسے لابل ام شاء یعنی بل ہی شاء جیسا کہ گذرا شاء شاۃ کی جمع ہے من غیر لفظہ یعنی اس کا واحد غنم ہے بھیڑ اور بکری کو کہتے ہیں۔

قولہ ای بل اہی شاء اس میں صرف مبتدا مقدر کی کیوں کہ ام منقطعہ صرف جملوں پر داخل ہوتا ہے معلوم ہوکہ اس قول انہا لا بل ام شاء پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں انشاء کا اخبار پر عطف ہو رہا ہے اور وہ جائز نہیں ہے فاضل ہندی نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ استفہام مستانف ہے انشاء کا عطف اخبار پر لازم نہیں آرہا ہے اور انہا بل کے ساتھ ہے کیوں کہ جب اول سے اضراب کیا اور ثانی میں شک کیا تو گویا کہ قولہ انہا لابل کے لیست کذلک کہا اور ام شاء یعنی اہی غیر شاء پس اس طریقہ پر معنی کے اعتبار سے متصلہ کیطرف لوٹ جاتا ہے، قولہ ازید عندک ام عمرو شرح جامی کے نسخوں میں دیکھنے میں اسی طرح صواب ام عمرو عندک ہے خبر کے ذکر کے ساتھ غالباً لکھنے والے کے قلم سے ساقط ہوگیا چوں کہ لباب اور رضی میں ہے ام منقطعہ کے بعد ہمزہ کے ساتھ استفہام میں لفظ جملہ کا آنا لازم ہے التباس کے خوف کی وجہ سے اور جس وقت خبر ذکر کی جاوے گی تو ام کا منقطعہ میں ہونا ظاہر ہوگا۔

قولہ بالاستفہام الثانی یعنی جب اولاً

Marfat.com

بالاستفهام الثانی واما قبل المعطوف علیہ لازمۃ مع إمّا ای غیر مستعملۃ الا معھا یعنی اذا عطف شیٔ علیٰ اٰخر باما یلزم ان یصدر المعطوف علیہ اولاً باما ثم عطف علیہ المعطوف باما نحو جاءنی اما زید واما عمرو لیعلم من اول الامر ان الکلام مبنی علی الشک

جائزۃ مع او یعنی اذا عطف شیٔ علی اٰخر باو یجوز ان یصدر المعطوف علیہ باما نحو جاءنی اما زید او عمرو ولکن لایجب نحو جاءنی زید او عمرو وذھب بعض النحاۃ الی ان اما لیست من الحروف العاطفۃ والا لم تقع قبل المعطوف علیہ وایضا یدخل علیھا الواو العاطفۃ فلو کانت ھی ایضاً للعطف یلزم ایراد عاطفین معاً ویکون احدھما

کرے ثانی استفہام کے ذریعہ اور بہر حال معطوف علیہ سے پہلے اما کے ساتھ لازم ہوتا ہے یعنی استعمال نہیں ہوا کرتا مگر اسی کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ جب ایک شیٔ اما کے ذریعہ شیٔ آخر پر عطف کی جائے تو لازم ہے کہ معطوف علیہ کو اما سے شروع کیا جائے پھر اس پر معطوف کو اما سے عطف کیا جائے جیسے جاءنی اما زید واما عمرو تاکہ اول وہلہ پر جان لیا جائے کہ کلام شک پر مبنی ہے اور جائز ہے او کے ساتھ یعنی جب ایک شیٔ دوسری پر اما کے ذریعہ عطف کی جائے تو جائز ہے کہ معطوف علیہ کو اما سے شروع کیا جائے جیسے جاءنی اما زید او عمرو لیکن واجب نہیں ہے جیسے جاءنی زید او عمرو اور بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ اما حروف عاطفہ میں سے نہیں ہے ورنہ معطوف علیہ سے پہلے مذکور نہ ہوتی اور نیز اس پر واو عاطفہ داخل ہوتا ہے پس اگر یہ بھی عطف کے لئے ہوتی تو دو حروف عاطفہ کا لانا لازم آتا اور ان میں سے ایک لغو ہوتا اور پہلے اعتراض

تو نے تم اعتقاد کیا کہ زید تیرے پاس ہے تو نے کہا از ید عندک جب جانا کہ مخاطب کے پاس نہیں ہے تو اس سے بل اضرابیہ کے مقتضی کے موافق اس سے اعراض کیا پس کہا ام عمرو پس استفہام عمرو کے ساتھ متعلق ہوگیا۔

قولہ اما قبل المعطوف علیہ الخ یعنی اما کے ساتھ عطف کیا جاوے تو معطوف علیہ کے قبل ایک اما کا لانا ضروری ہے یعنی اما صرف اما کے ساتھ ہی مستعمل ہوتا ہے یعنی جب ایک شیٔ کا اما کے ساتھ عطف کیا جاوے تو معطوف کے شروع میں اولاً اما لانا ضروری ہوتا ہے پھر اما کے ساتھ معطوف کا اس پر عطف کیا جاتا ہے جیسے جاءنی اما زید واما عمرو تاکہ شروع ہی سے یہ معلوم ہو جاوے کہ کلام شک پر مبنی ہے پس اما کے ساتھ عطف میں معطوف علیہ اول میں اما لانا ضروری ہوتا ہے۔

قولہ جائزۃ مع او یعنی ایک شیٔ کا عطف دوسری شیٔ پر او کے ذریعہ سے کیا تو معطوف علیہ کو اما کے ساتھ صادر کرنا یعنی معطوف علیہ کے اول میں اما لانا جائز ہوتا ہے واجب نہیں پس اما کے ساتھ کلام کا مبنی دو چیزوں میں سے ایک پر ہے اور اگر اما پہلے ساتھ ہی کلام کا مبنی پس اگر اس کے پہلے اما ہے تو اس وقت بھی کلام کا مبنی دو چیزوں میں سے ایک پر ہے اور اگر اما پہلے نہیں آیا تو یہ سمجھ ہوسکتا ہے کہ متکلم کو شک کے معنی عارض ہوئے ہوں یا ابہام کے معنی معطوف علیہ کے ذکر کے بعد اس میں شک یا ابہام اثنائے کلام میں پیدا ہوا اس وجہ سے اس میں اما کا شروع کلام میں لانا واجب نہیں ہوا۔ جیسے جاءنی اما زید او عمرو لیکن او کے ساتھ اما کا لانا واجب نہیں ہوتا ہے جیسے جاءنی زید او عمرو۔ قولہ ولکن لایجب الخ یعنی او کے ساتھ اما کا لانا واجب نہیں ہوتا شارح کی اس عبارت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہاں پر کلام لکن بے محل اور بے موقع واقع ہو رہا ہے کیوں کہ مصنف کے جائزۃ مع او سے وجوب متوہم نہیں ہوتا ہے کہ لکن لایجب لا کر وہم کو دفع کیا جاوے جواب یہ دیا جاتا ہے قولہ جائزۃ مع او سے وجوب متوہم ہوسکتا ہے اس طور سے کہ جواز سے امکان عام مراد لیا جاوے جو وجوب کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔

قولہ ذہب بعض النحاۃ الخ یعنی بعض نحاۃ اس طرف گئے ہیں کہ اما حروف عاطفہ سے نہیں ہے اور اگر یہ حروف عاطفہ سے ہوتا تو معطوف

Marfat.com

لغوا والجواب عن الاول اما السابقة علی المعطوف علیہ لیست للعطف بل للتنبیہ علی الشك فی اول الکلام کما عرفت وعن الثانی ان الواو الداخلۃ علی اما الثانیۃ لعطفها علی اما الاولی واما الثانیۃ لعطف ما بعدها علی ما بعد اما الاولی فلکل منهما فائدۃ اخری فلا لغو ولا وبل ولکن هذہ الحروف الثلاثۃ لاحدهما معیّناً

کا جواب وہ اما جو معطوف علیہ سے پہلے مذکور ہے وہ عطف کیلئے نہیں ہے بلکہ شک پر اول کلام میں آگاہ کرنے کیلئے ہے جیسا کہ تم پہچان چکے ہو اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ اما ثانیہ پر داخل ہونے والا واو عطف کے لئے ہے اما اولیٰ پر اور بہرحال ثانیہ اپنے مابعد کو عطف کرنے کے لئے ہے اما اولیٰ کے مابعد پر لہذا دونوں میں سے ہر ایک کیلئے دوسرا فائدہ ہے پس لغو نہیں ہے اور لا، بل، لکن یہ تینوں حروف دو میں سے ایک کیلئے ہیں متعین طور پر یعنی حکم کی نسبت بیان کرنے کیلئے امرین میں سے

علیہ کے اول میں واقع نہ ہوتا یعنی اگر عطف کے لئے ہوتا تو اس کا معطوف علیہ بعد میں ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ایک شئ کا عطف معطوف علیہ پر کیا جاتا شارح کا قول والالم تقع قبل المعطوف قیاس استثنائی پر دلیل ہے دوسرے اس وجہ سے بھی عطف کے لئے نہ ہوگا واو عاطفہ اس پر داخل ہوتا ہے جیسے جارنی اما زید و اما عمرو پس اگر اما بھی عطف کیلئے ہو تو اس وقت دو عاطف کا ایک ساتھ لانا لازم آئے گا اور ان میں سے ایک لغو ہوگا ان دو وجہ سے ابو علی فارسی کے نزدیک اما عاطفہ نہیں ہے۔

قولہ والجواب عن الاول پہلی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے جو اما ہے وہ عطف کے لئے نہیں بلکہ اس کو کلام کے اول میں شک خبردار کرنے اور متنبہ کرنے کے لئے ہے معلوم ہو کہ یہ جواب سند کا منع

کرنا ہے قول والالم تقع کا منع واقع ہوگا۔

قولہ وعن الثانی یعنی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ دو حرف عطف کا جمع ہونا اس وقت باطل ہے کہ ان میں سے ایک لغو ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے کیوں کہ جو واو کہ کلمہ اما ثانی پر داخل ہے اس کے ذریعہ سے اس اما ثانی کا اول اما پر عطف ہو رہا ہے اور اما ثانی سے اس کا عطف ہو رہا ہے جو اس کے بعد ہے اس پر عطف ہو رہا ہے جو پہلے اما کے بعد ہے پس واو اور اما دونوں کا فائدہ الگ الگ ہے اس وجہ سے دو عاطف کا اجتماع لازم نہیں آتا ہے کہ ایک ان میں سے لغو اور بے فائدہ ہو۔

مصنف نے شرح مفصل میں کہا کہ واما میں واو حرف عطف ہے اما پر داخل ہو رہا ہے اس غرض سے اس اما ثانی اور پہلے اما کے درمیان جمع کرے اور خود اما اس غرض کے لئے ہے

جس پر اما ثانی داخل ہو رہا ہے اور جس پر پہلا اما داخل ہو رہا ہے ان کے درمیان جمع کرے یہ صحیح مصنف کے اس کلام سے ظاہر ہوا کہ جو شارح نے کہا وہ شارح کے مخترعات سے نہیں یہ دوسری دلیل کا جواب بھی منع کے طریقہ پر ہے لیکن یہ منع قولہ احدہما لغوا کا منع ہے کیوں کہ واو العطف ہے لیکن اس واو سے عطف ثانی اما کا ہے پہلے اما پر اور دوسرا اما اس شئ کے عطف کے لئے جو اس کے بعد ہے اس شئ پر جو اما اولیٰ کے بعد ہے پس اس واو اور اما دونوں میں سے کسی کا لغو ہونا لازم نہیں آتا ہے لغو ہونا اس وقت لازم آئیگا جب کہ دونوں ایک امر پر عطف کیلئے ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے لیکن رضیؒ شرح کافیہ میں فرمایا کہ حرف کا عطف حرف پر عرب کے کلام میں موجود نہیں ہے لہذا صواب یہ ہے کہ واو عطف کی تاکید کے واسطے زائدہ ہے چوں کہ اما غیر عاطفہ بھی آتا ہے۔

قولہ ای النسبۃ الحکم الخ یعنی لا اور بل اور لکن یہ تینوں حروف معطوف اور معطوف علیہ دونوں میں سے ایک معین کے واسطے آتے ہیں یعنی اس واسطے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ ان امروں میں سے حکم کی نسبت ایک امر کی طرف علی التعیین ہو رہی ہے حکم سے یہاں مراد محکوم بہ ہے کی نسبت دو امروں میں سے ایک کی طرف ہو رہی ہے اور حکم کے معنی ادراک یعنی وقوع نہیں ہیں یعنی ادراک یعنی وقوع کی نسبت ایک کی طرف ہو رہی یہ مراد نہیں یہاں تک کہ یہ اعتراض وارد ہو کہ نسبت کی اضافت جو حکم کی طرف ہے اس کے کچھ معنی نہیں چونکہ

Marfat.com

ای لنسبة الحکم الی احد من الامرین المعطوف والمعطوف علیه علی التعیین فکلمة لا لنفی الحکم الثابت للمعطوف علیه عن المعطوف فالحکم ههنا للمعطوف علیه لا للمعطوف نحو جاءنی زید لا عمرو فحکم المجیئ فیه لزید لا لعمرو وکلمة بل بعد الاثبات لصرف الحکم عن المعطوف علیه الی المعطوف نحو جاءنی زید بل عمرو ای بل جاءنی عمرو فحکم المجیئ فیه للمعطوف دون المعطوف علیه علی عکس لا والمعطوف علیه فی المسکوت عنه فکانه لم یحکم علیه بشیئ لا بالمجیئ ولا بعدمه والاخبار الذی وقع منه لم یکن بطریق القصد و

ایک کی جانب معطوف اور معطوف علیہ میں سے متعین طور پر پس کلمہ لا اس حکم کی نفی کرنے کیلئے آتا ہے جو معطوف علیہ کے لئے ثابت ہے معطوف سے پس اس جگہ حکم معطوف علیہ کے لئے ثابت ہے نہ کہ معطوف کے لئے جیسے جاءنی زید لا عمرو پس اس مثال میں مجیئت کا حکم زید کے لئے ہے نہ کہ عمرو کیلئے اور کلمہ بل اثبات کے بعد حکم کو معطوف علیہ سے معطوف کی جانب پھیرنے کیلئے آتا ہے جیسے جاءنی زید بل عمرو یعنی بل جاءنی عمرو بلکہ عمرو آیا پس مجیئت کا حکم اس مثال میں معطوف کیلئے ثابت ہے نہ کہ معطوف علیہ کے لئے لا کے برعکس اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے پس گویا اس پر کسی چیز کا حکم نہیں کیا گیا نہ مجیئت کا نہ عدم مجیئت کا اور وہ خبر جو اسکے ذریعہ ثابت ہو گی

حکم کے واسطے نسبت نہیں ہوتی

قولہ فکلمۃ لا الخ پس کلمہ لا اس حکم کی معطوف سے نفی کے لئے جو حکم کہ معطوف کیلئے ثابت ہے اسی وجہ سے لا صرف اثبات کے بعد آتا ہے اور اس کے ساتھ صرف اسم کا عطف کیا ہے اس وجہ سے یہاں پر حکم صرف معطوف علیہ کے لئے اور معطوف کے لئے نہیں بلکہ معطوف سے حکم کی نفی ہوگی اس لکن کے خلاف پر جو منفی پر عاطف ہے کیوں کہ حکم اس کے لئے ثابت ہے جو لا سے پہلے اور اس کے لئے ثابت جو لا کے بعد ذکر کیا جاوے جیسے جاءنی زید لا عمرو پس اس میں مجی کا حکم زید کے لئے ہے اور عمرو کیواسطے نہیں ہے اس بیان سے ثابت ہوا کہ لا کے ماقبل اثبات لازم ہے خواہ لفظاً اثبات ہو جیسے جاءنی زید لا عمرو یا معنیً اثبات ہو جیسے انما زید قائماً لا نائماً اور لا کے ساتھ صرف اسم ہی عطف کیا جاوے گا اور مضارع کا عطف اس کے ساتھ نادر قلیل ہے اور سہیل سے یہ منقول ہے کہ معطوف بلا معطوف پر صادق نہ ہوتا ہو لہذا قام رجل لا زید نہیں بولا جائے گا ایسے ہی قامت امرأة لا ہند نہیں بولا جائے گا۔

قولہ وکلمۃ بل کلمہ بل اثبات یعنی کلام مثبت کے بعد معطوف علیہ سے معطوف کی طرف حکم کے پھیرنے کیلئے ہے جیسے جاءنی زید بل عمرو یعنی بل جاءنی عمرو پس اس میں مجی آنے کا حکم عمرو کیلئے جو کہ معطوف ہے زید جو کہ معطوف علیہ ہے اس کے لئے نہیں ہے یہ بل لا کے برعکس ہے اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یعنی حکم ثبوت اور

حکم کی نفی دونوں سے سکوت ہے کیوں کہ معطوف علیہ کے عقل کے اعتبار سے تین احتمال ہیں اول حکم کا اس کے لئے ثبوت ہو دوسرے اس سے حکم کی نفی ہو تیسرے یہ اس سے سکوت ہو پس گویا کہ اس پر کسی شئی کے ساتھ حکم نہیں کیا گیا نہ مجی کے ساتھ اور نہ عدم مجی کے ساتھ اور نہ کسی اور کے ساتھ چونکہ شارح شیئ نکرہ لایا ہے جو تحت النفی اس لئے اس سے مراد سلب کلی ہے یعنی اس پر کسی

شئی کے ساتھ حکم نہیں کیا معلوم ہو کہ شارح نے کا نہ بطریق الظن کہا چوں کہ بحسب الظاہر اس میں حکم ہے کہ جاءنی زید پس یہ حکم ثبوتی پر مشتمل ہے معنی کے اعتبار سے اس میں حکم نہیں ہے کیوں کہ کلمہ بل حکم کو معطوف علیہ سے معطوف کی طرف پھیر دیتا ہے نیز معلوم ہو کہ شارح کی عبارت بعد الاثبات میں اثبات مصدر بمعنی اسم مفعول مثبت کے معنی میں ہے

قولہ الاخبار الذی وقع اور وہ اخبار جو

Marfat.com

لهذا اصرف عنه بكلمة بل واما كلمة بل بعد النفي نحو ما جاء ني زيد بل عمرو ففيه خلاف فذهب بعضهم الى ان كلمة بل لصرف الحكم المنفي من المعطوف عليه الى المعطوف اى بل ما جاء ني عمرو والمعطوف عليه في حكم المسكوت عنه وبعضهم الى انها تثبت الحكم المنفي عن المعطوف عليه للمعطوف والمعطوف عليه في حكم المسكوت عنه او الحكم منفي وعنه فمعنى ما جاء ني زيد بل عمرو بل جاء ني عمرو وزيد ما في حكم المسكوت عنه او المجئ منفي عنه ولكن لازمة للنفي اى غير مستعملة بدونه فان

بطریق تصد نہ ہوگی اسی لئے کلمہ بل کے ذریعہ اس سے انصراف کیا گیا ہے اور بہر حال کلمہ بل نفی کے بعد جیسے ماجاءنی زید بل عمرو تو اس میں اختلاف ہے بعض اس طرف گئے ہیں کہ کلمہ بل حکم منفی کو پھیرنے کے لئے ہے معطوف علیہ سے معطوف کی جانب یعنی بل ماجاءنی عمرو اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ وہ حکم منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کی جانب ثابت کرتا ہے۔ اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا پھر حکم کی اس سے نفی کی گئی ہے پس ماجاءنی زید بل عمرو کے معنی جاءنی عمرو کے ہیں اور زید یا مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا مجیئت کی اس سے نفی کی گئی ہے اور لکن نفی کے لئے لازم ہے یعنی اسکے بغیر استعمال نہیں کیا جاتا

اس کلام سے واقع ہو رہی ہے تصد کے طریق پر نہیں اسی وجہ سے اس اخبار کو کلمہ بل سے پھیر دی گئی ہے شارح اس عبارت سے ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں سوال کی تقریر یہ ہے کہ تم کیسے کہتے ہو کہ معطوف علیہ میں حکم نہیں چنانچہ متکلم نے مجئ زید سے خبر دی ہے اور جاءنی زید کہا ہے جواب کی تقریر یہ ہے کہ یہ اخبار متکلم سے تصد کے طریق پر نہیں ہے بلکہ یہ اخبار متکلم سے غفلت کے طور پر

واقع ہوئی ہے اسی وجہ سے زید معطوف علیہ سے حکم کو کلمہ بل کے ساتھ معطوف کی طرف پھیر دیا معلوم ہو کہ وقع منہ میں منہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں ایک یہ متکلم کی طرف راجع ہو یعنی وہ اخبار جو متکلم سے واقع ہوئی دوسرا احتمال یہ ہے کہ منہ کی ضمیر معطوف علیہ کی طرف راجع نہ متکلم کی طرف یعنی وہ اخبار جو متکلم کے واسطے معطوف علیہ کی جانب سے واقع ہوئی۔

قولہ اما کلمۃ بل بعد النفی الخ نفی کے یعنی منفی کلام کے بعد جب کلمہ بل واقع ہو جیسے ماجاءنی زید بل عمرو تو اس میں خلاف ہے پس بعض تو اس طرف گئے ہیں کہ کلمہ بل معطوف علیہ سے معطوف کی طرف حکم کے پھیرنے کے لئے ہے یعنی بلکہ عمرو میرے پاس نہیں آیا اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے اور یہ مبرد کا مذہب ہے اور وہ ظاہر ہے کیونکہ بل اضراب کے واسطے اور اضراب کے معنی معطوف کی طرف معطوف علیہ سے سابق حکم کے پھیر دینے کے معنی ہے اور بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ منفی حکم معطوف کیلئے ثابت ہے معطوف علیہ سے تجاوز کرکے اور معطوف علیہ یا تو مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا معطوف علیہ جس کے واسطے بحسب العقل تین احتمال ہیں مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا معطوف علیہ سے علی سبیل القطع والجزم حکم منفی ہے تاکہ وہ درست ہو جاوے جو اس کے مقابل ہے یعنی قولہ فی حکم المسکوت عنہ کیونکہ منفی حکم ہو سکتا ہے کہ وہ احتمال کے ساتھ ہو اور جزم کے طریق پر نہ ہو پس اس پر ماجاءنی زید بل عمرو کے معنی ہے بل جاءنی عمرو اور زید یا مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا اس سے مجئ منفی ہے قولہ ولکن لازمۃ لکن نفی کے واسطے لازم ہے شارح اس کی تفسیر ای غیر مستعملۃ بدونہ سے کی اس وجہ سے کہ مصنف کا ظاہر کے اعتبار سے اس کو مقتضی ہے کہ نفی کلمہ لکن بغیر نہ پائی جائے اور یہ باطل ہے پس اس اعتراض کے دفع کے لئے شارح غیر مستعملۃ بدونہ کہا یعنی کلمہ لکن نفی کے بغیر

Marfat.com

كانت لعطف المفرد على المفرد فهي نقيضة لا فتكون لايجاب ما انتفى عن الاول فتكون لازمة لنفي الحكم عن الاول نحو ما قام زيد لكن عمرو اي قام عمرو وان كانت لعطف الجملة على الجملة فهي نظيرة بل في مجيئها بعد النفي والاثبات فبعد النفي لاثبات ما بعدها وبعد الاثبات لنفي ما بعدها نحو جاءني زيد لكن عمرو لم يجئ وما جاءني زيد لكن عمرو قد جاء فعلى كل تقدير غير مستعملة بدون النفي حروف

پس اگر عطف مفرد علی المفرد ہے پس وہ لا کے نقیض ہے پس وہ ایجاب کے معنی دیتا ہے جو اول سے منتفی ہو گیا ہے پس وہ اول سے حکم کی نفی کرنے کیلئے لازم ہے جیسے ما قام زید لکن عمرو یعنی قام عمرو اور اگر وہ عطف جملہ علی الجملہ پر مستعمل ہو تو یہ بل کی نظیر ہے اس کے آنے میں نفی اور اثبات کے بعد پس نفی کے بعد ما بعد کے اثبات کیلئے آتا ہے۔ اور اثبات کے بعد مابعد کی نفی کے لئے جیسے جارنی زید لکن عمرو لم یجیٔ اور ما جارنی زید لکن عمرو قد جاء پس ہر صورت میں وہ بغیر نفی کے وہ استعمال نہیں کیا جاتا حروف

استعمال نہیں کیا جاتا ہے اس لئے شارح رحؒ اشارہ کر دیا کہ یہاں لازم غیر الفارق کے معنی میں ہے لغت کے مقتضی کے موافق بولا جاتا ہے لزم یعنی جدا نہیں ہوا پس مصنف پر یہ اعتراض وارد نہ ہو گا کہ مصنفؒ کو صواب یہ تھا کہ یہ کہتا ولکن ملزومة للنفی اور اس کی تفصیل قولہ وام المتصلة لازمة ہمزة الاستفہام میں گذر چکی ہے۔ قولہ فان كانت لعطف المفرد الخ پس اگر اس لکن سے مفرد کا عطف مفرد پر کیا جا رہا ہو تو یہ لکن کی نقیض ہو گی یعنی لکن کے ماقبل کا منفی ہونا واجب ہوتا ہے اور لا کا ماقبل مثبت پس اس وقت لکن اس شئی کے ایجاب اور اثبات کے لئے ہو گا جو اول سے منتفی ہے پس یہ لکن لازم ہو گا کہ اول سے حکم کی نفی ہو یعنی اول سے انتفاء بحالہ باقی ہے اس کے ساتھ حکم غلط واقع نہیں ہوا اور لکن کو صرف توہم کے دور کرنے کے واسطے لایا گیا ہے جیسے ما قام زید لکن عمرو یعنی زید کے قیام کی نفی بحالہ باقی ہے لیکن اس سے عمرو کے قائم نہ ہونے کا وہم ہوتا ہے اس کو لکن سے دفع کر دیا کہ عمرو کے لئے قیام کا ثبوت ہے یعنی تابع کیواسطے اس خبر کا اثبات جو متبوع سے منفی ہے اور متبوع سے حکم کی نفی اپنے حال پر باقی ہے غلط واقع نہیں ہوئی اور لکن صرف توہم کے دور کرنے کے واسطے ہے۔

قولہ فان كانت لعطف الجملة الخ اور اگر لکن جملہ پر جملہ کے عطف کے لئے ہو تو اس وقت بل کی نظیر ہے جیسے بل نفی اور اثبات کے بعد آتا ہے ایسے لکن نفی کے بعد بھی آتا ہے اور اثبات کے بعد بھی اس سے شارح رحؒ اشارہ کر دیا کہ لکن جو جملہ پر داخل ہوتا ہے وہ عاطفہ ہوتا ہے زمخشری کا یہی مختار ہے لہذا لکن کے ماقبل پر وقف کرنا خوب اور حسن نہیں ہو گا۔

قولہ فبعد النفی الخ یعنی کلمہ لکن جب کلام منفی کے بعد ہو تو اس کے اثبات کے لئے ہو گا جو لکن کے بعد ہے اور جب کلام مثبت کے بعد واقع ہو تو اس کی نفی کے واسطے جو اس کے بعد یعنی لکن کے بعد واقع ہے ثانی کی مثال جیسے جارنی زید لکن عمرو لم یجیٔ اور اول کی مثال ماجارنی زید لکن عمرو قد جاء، شارح رحؒ نے یہ دونوں مثالیں بطریق لف نشر مشوش دی ہے یعنی لف ونشر غیر مرتب کے طور پر مثالیں پس ہر تقدیر پر خواہ لکن نفی کے بعد ہو خواہ اثبات کے بعد خواہ عطف الجملة علی الجملة کے لئے ہو خواہ عطف المفرد علی المفرد کے لئے ہو نفی کے بغیر مستعمل نہ ہو گا۔

قولہ حروف التنبيه الخ تنبیہ کے حروف کل تین ہیں ایک لا اور دوسرا أما اور تیسرا ھا تنبیہ کے معنی بیدار کرنا اور خبردار کرنا نبہ کو باب تفعیل میں لے گئے نبہ کے معنی بیداری اور خبرداری ہیں جملوں کو ان کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے یعنی ان کو جملوں کے صدر اور شروع میں لایا جاتا ہے اور اسمیہ کے بین اول نہیں بھی اور فعلیہ کے اول میں بھی خبریہ کے اول میں بھی اور انشائیہ طلبیہ کے اول میں بھی اور انشائیہ غیر طلبیہ کے اول میں بھی ان میں سے لا اور أما واجب التصدیر یعنی ان کا شروع میں واجب ہے اور ہا کا شروع میں لانا جائز ہے البتہ جبکہ ہا اور اسم اشارہ کے درمیان فصل کر دیا جائے

Marfat.com

التنبیه الا واما وها یصدر بها الجمل کلها حتی لا یغفل المخاطب عن شئ مما یلقی المتکلم الیه ولهذا سمیت حروف التنبیه نحو الا زید قائم واما زید قائم وها زید قائم وتدخل ها خاصة من المفردات علی اسماء الاشارة حتی لا یغفل المخاطب عن الاشارة التی لا تتعین معانیها الا بها نحو هذا وهاتان وهذان وهؤلاء حروف النداء یا اعمها استعمالاً لانها تستعمل لنداء القریب والبعید وایا وهیا للبعید وای بفتح الهمزة وسکون الیاء والهمزة للقریب

تنبیہ الا، اما اور ھا ان کے ذریعہ جملے شروع کئے جاتے ہیں تاکہ مخاطب غافل نہ رہے اس چیز سے کہ جو اسکی جانب متکلم القاء کرتا ہے اسی لئے ان کا نام حروف تنبیہ رکھا گیا ہے جیسے الا زید قائم اور اما زید قائم اور ہا زید قائم اور مفردات میں سے ہا خاصکر اسماء اشارہ پر داخل ہوتا ہے تاکہ مخاطب اشارہ سے غافل نہ رہے یعنی وہ کہ جن کے معانی بجز اس کے متعین نہ ہوں جیسے ہذا، ھاتا، ھاتان اور ھذان اور ھؤلاء اور حروف ندا یا ہے جو ان سب حروف میں سب سے عام ہے استعمال کے اعتبار سے کیوں کہ وہ ندا قریب وبعید دونوں کیلئے استعمال کی جاتی ہے اور ایا، ھیا اور ای یہ تینوں اشارہ بعید کے لئے ہیں اور ای ہمزہ کے فتحہ اور یار کے سکون کے ساتھ ہے اور ہمزہ اشارہ قریب

تو پھر اس کا بھی شروع میں لانا واجب ہوتا کہ جیسے ھا لعمرو واللہ اذا۔

قولہ حتی لا یغفل المخاطب یعنی حروف تنبیہ شروع میں اس وجہ سے لائے جاتے ہیں تاکہ مخاطب متکلم سے کلام سننے میں غفلت نہ کرے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ مخاطب متکلم سے غافل ہو اور دوسری جانب متوجہ ہو یا متکلم مثلاً زید قائم کہے ممکن ہے کہ اس سے غفلت کرے اور اس کو نہ جانے پس اس کے اول حروف تنبیہ میں سے کوئی حرف لاتا ہے پس کہتا ہے الا زید قائم اور اس کے معنی ہے کہ اے مخاطب تو اپنے ذہن کو میری طرف کرلے۔

قولہ من شئ الخ یعنی متکلم جیسی بھی کوئی مخاطب کی طرف ڈال رہا یعنی جو کلام بھی متکلم مخاطب سے کرنا چاہتا ہے مخاطب سے اس میں غفلت نہ ہو اور اسی وجہ سے ان کا نام حروف التنبیہ رکھا جاتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ اس سے غفلت نہ ہو سے تنبیہ ہو جاوے جس کو متکلم مخاطب کی طرف ڈال رہا ہے جیسے الا زید قائم یعنی اے مخاطب خبردار ہو زید کھڑا ہونے والا ہے اور اما زید قائم اور ہا زید قائم۔

قولہ وتدخل ہا الخ یعنی ہا خاصکر مفردات پر بھی داخل ہو جاتی لیکن تمام مفردات پر داخل نہیں ہوتی بلکہ مفردات میں سے صرف اسماء اشارہ پر خواہ اسم اشارہ واحد ہو جیسے ہذا اور خواہ مثنی ہو جیسے ھاتان اور ہذان اور خواہ جمع ہو جیسے ھؤلاء اور اسماء اشارہ پر ہا تنبیہ اس وجہ سے داخل ہو جاتی ہے تاکہ مخاطب اس اشارہ سے غفلت نہ کرے جس کے معنی صرف اشارہ ہی سے متعین ہوتے ہیں کیوں کہ اسماء اشارات وضع عام کے ساتھ جزئیات کے لئے موضوع ہیں یا عام معنی کے لئے موضوع ہیں جزئیات میں استعمال کی شرط پر ہر دو صورت میں مراد پر دلالت صرف اشارہ ہی کے ذریعہ سے ہوگی۔

قولہ یا اعمہا الخ یعنی ندا کے حروف میں سے ایک یار ہے ندا کے معنی طلب الاقبال بحرف نائب لادعو ہے تفصیل بحث منادیٰ میں گذری یا تمام حروف ندا میں سے اعم ہے استعمال کے اعتبار سے چنانچہ حرف ندا نداء قریب اور بعید دونوں میں استعمال کی جاتی ہے ایسے ہی استغاثہ اور ندبہ میں بھی یا استعمال کی جاتی ہے

قولہ للبعید یعنی ایا اور ھیا یہ دونوں بعید کے لئے ہیں خواہ حقیقۃً بعید ہو یا حکماً بعید جیسے ساہی (بھولنے والا) اور نائم (سونے والا) اور متحیر (حیران) اور ان دونوں کی ندا بعید کے لئے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نداء بعید آواز کے بلند کرنے کی طرف محتاج ہوتی ہے اور آواز کا بلند کرنا حروف کی کثرت اور مد کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ دونوں ایا اور ھیا میں متحقق ہیں اور ای الہمزۃ میں منتفی ہیں اور یا میں مد موجود ہے اور کثرت موجود نہیں اسی وجہ سے یا قریب اور بعید دونوں کے لئے آتی ہے اور

Marfat.com

وکانہ اراد بالقریب ماعدا البعید فیدخل فیہ المتوسط ایضاً فان القریب ینقسم الی قریب متصف باصل القرب من غیر زیادۃ ولہ کلمۃ ای والی اقرب متصف بزیادۃ القرب ولہ الھمزۃ بخلاف البعید فانہ لم یذکر لہ مرتبتان فالقریب بالمعنی المقابل للاقرب ھو المتوسط بین کمال البعد وکمال القرب

کیلئے ہے اور گویا مصنف نے یہاں پر قریب سے ماسوا البعید مراد لیا ہے لہٰذا پس اس میں متوسط بھی داخل ہے کیوں کہ قریب منقسم ہوتا ہے اس قریب کی جانب جو اصل قرب کے ساتھ متصف ہو بغیر زیادتی کے اور اس کے لئے کلمہ ای ہے اور اس قرب کی جانب جو متصف ہوتا ہے زیادتی قرب کی جانب اور اس کے لئے ہمزہ وضع کیا گیا ہے بخلاف بعید کے کہ دو مرتبے ذکر نہیں کئے گئے پس وہ قریب جو اقرب کے مقابل ہو تو وہ متوسط ہے کمال بعید کے درمیان اور کمال قرب کے درمیان

ایا اور ھیا بعید کے لئے اور ای اور ہمزہ قریب کے لئے اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ ای قریب کیلئے اور ہمزہ اقرب کے لئے ہے۔

قولہ وکانہ اراد بالقریب ماعدا البعید یعنی مصنف کی عبارت میں قریب سے مراد بعید کے ماسوا ہے پس متوسط بھی قریب میں داخل ہو جائے گا یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ای ندا متوسط کے لئے آتا ہے اور مصنف نے ندا متوسط کو ذکر نہیں کیا پس شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قریب سے مراد گویا البعید کے علاوہ ہے پس اس وقت ندا متوسط ندا قریب میں داخل ہو جاوے گی سوال جب کہ ندا متوسط موجود متحقق ہے تو مصنف کی عبارت میں یہ ضروری ہوا کہ قریب سے مراد بعید کے ماسوا ہو تاکہ ... ندا متوسط ندا قریب میں داخل ہو جاوے پس شارح رحمہ اللہ کانہ جو لائے ہیں اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے جواب شارح کانہ اس وجہ سے لائے کہ ہو سکتا ہے قریب سے مراد ایسا اقرب ہو جو زیادہ نزدیکی اور قرب کے ساتھ موصوف ہو اور قریب ماعدا البعید مراد نہ ہو پس اگر قریب سے ماعدا البعید مراد ہو تو اس وقت متوسط قریب میں داخل ہوتا ہے لیکن اگر قریب سے اقرب مراد ہو تو پھر متوسط قریب میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس وقت بعید میں داخل ہوگا۔ اس وجہ سے شارح کانہ لائے ہیں پس جب قریب سے ماعدا البعید ہوا تو قریب کی دو قسم ہو گئیں ایک ایسا قریب جو اصل قرب کے ساتھ موصوف ہو بلا زیادہ قرب کے اور اس کے لئے کلمہ ای ہے دوسری قسم قرب کی اقرب ہوئی جو زیادہ قرب کے ساتھ موصوف ہو اور اس کے واسطے ہمزہ ہے

پس وہ قریب جو اصل قرب کے ساتھ بلا زیادہ قرب کے موصوف ہے وہ متوسط ہے اس کے واسطے مثلاً زید جب کہ وہ عمرو کے پہلو میں بلا واسطہ ہو تو وہ اقرب ہوگا اور اگر زید عمرو کے پہلو میں بواسطہ ہو تو وہ قریب ہوگا۔

قولہ بخلاف البعید الخ یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہوتا ہے کہ جیسے قریب کے دو مرتبہ بنائے ایک ایسا قریب جو اصل قرب کے ساتھ موصوف بلا زیادہ قرب کے اور دوسرا ایسا قریب جو زیادہ قرب کے ساتھ موصوف یعنی اقرب اول درجہ متوسط ہے اسی طرح بعید میں بھی دو مرتبہ بنا سکتے ہیں ایک وہ جو اصل بعد کے ساتھ اور زیادہ بعد کے موصوف ہو اور دوسرا مرتبہ وہ جو زیادہ بعد کے ساتھ موصوف ہو پس متوسط بعید کے پہلے مرتبہ میں داخل ہو جاوے پس

شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قوم کے کلام کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم بعید کے لئے یہ دو مرتبے ذکر نہیں ہم قوم کے کلام میں بعید کے واسطے یہ دو مرتبے نہیں پاتے ہیں اس بیان سے فاضل حلوانی نے جو ذکر کیا ہے وہ مردود ہو جاتا ہے فاضل حلوانی نے کہا کہ بعید کے واسطے ان مذکور دو مرتبہ کا ذکر نہ ہونا اور قریب کے واسطے ذکر ہونا یہ صرف دعویٰ ہے اس پر نہ کوئی صحیح نقل ہے نہ کوئی شاہد صریح ہے اس وجہ سے شارح کا یہ دعویٰ درست نہیں فاضل حلوانی یہ قول اس وجہ سے قابل اعتبار نہیں کہتے کہ ہم نے قوم کے کلام استقراء اور تتبع کیا قوم نے بعید میں یہ دو مرتبہ ذکر نہیں کئے قریب میں ذکر کرتے ہیں واللہ اعلم۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر قریب سے مصنف کی مراد اعم ہے جو قریب اور اقرب دونوں کو شامل ہے

Marfat.com

حروف الایجاب نعم و بلیٰ و ای بکسر الھمزۃ وسکون الیاء واجل و جیر و ان بکسر الھمزۃ وفتح النون المشددۃ ومن بیان معانی تلک الحروف یتبین وجہ تسمیتھا بحروف الایجاب فنعم مقررۃ لما سبقھا ای محققۃ لمضمونہ استفھاما کان او خبرا فھی فی جواب اقام زید بمعنی قام زید وفی جواب الم یقم زید بمعنی لم یقم زید وبلی فی جواب الم یقم زید بمعنی قام زید فمعنی بلی فی جواب

اور حروف ایجاب نعم، بلیٰ اور اِی ہیں ہمزہ کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ اور اجل، جیر، اور اِنّ ہمزہ کے کسرہ اور نون مشددہ کے فتحہ کے ساتھ اور ان حروف کے معانی کے بیان سے ہی ان کے حروف ایجاب نام رکھنے کی وجہ ظاہر ہو جائے گی پس نعم ماسبق کیلئے مقرر کیا گیا ہے یعنی اپنے مضمون کو محقق کرنے والا ہے خواہ استفہام ہو یا خبر ہو پس وہ اقام زید کے جواب میں قام زید کے معنی میں ہے اور الم یقم زید کے جواب میں لم یقم زید ہے اور الم یقم زید کے جواب میں بلیٰ کہنا قام زید کے معنی ہیں

پس وہ قریب جو اقرب کے مقابل ہے وہ متوسط ہے کمال بعد اور کمال قرب کے درمیان یعنی البعد اور اقرب کے درمیان ہیں۔

قولہ حروف الایجاب ایک نعم ہے اور اس میں مشہور چار لغت ہیں (۱) فتح النون و العین (۲) نون کا فتحہ اور عین کا کسرہ (۳) نون اور عین دونوں کا کسرہ (۴) نون کا فتحہ اور عین مفتوحہ کر حاء سے بدلنا ایسے ہی معنی میں ہے دوسرا حرف ایجاب بلیٰ ہے اور تیسرا حرف ایجاب ای ہے اس کا ہمزہ کو کسرہ اور یاء ساکن ہے چوتھا اجل بفتحتین وسکون اللام اور پانچواں جیر جیم مفتوح اور یاء ساکن اور راء کو کسرہ اور چھٹا حرف ایجاب ان ہے ہمزہ کے کسرہ اور نون مشدد کے فتحہ کے ساتھ

قولہ ومن بیان الخ یعنی ان حروف کے معنوں کے بیان ان کے حروف ایجاب کے ساتھ نام رکھنے کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے شارح اس سوال کا جواب دیتے ہیں ان حروف مذکورہ کا حروف ایجاب کیوں نام رکھا گیا پس فرماتے ہیں کہ اس حروف کے معنی میں ایجاب ہے اس وجہ سے یہ نام رکھدیا ایجاب کے بیان تحقیق کے ہیں اور یہ اس معنی تحقیق کے لئے آتے ہیں اس وجہ سے نام رکھدیا ہے (۱) ایجاب کے معنی اثبات جو نفی کا مقابل ہے نہیں ہے کیونکہ اگر ایجاب کے معنی اثبات کے ہو تو بلیٰ میں تکلف کی طرف احتیاج ہوگی۔

قولہ ای محققۃ مصنف نعم کے متعلق کہا کہ یہ نعم اس شئی کو ثابت کرنے والا ہے جو اس نعم سے پہلے گذری ہے شارح فرماتے ہیں مصنف کے قول کا یہ مطلب ہے کہ ماسبق کے مضمون کی تحقیق کرنے والا ہے یعنی اس نعم سے پہلے جو آیا ہے متکلم کے ذہن میں اس کے مضمون کی تحقیق خواہ اس مضمون کا ماسبق استفہام ہو خواہ خبر ہو مطلب یہ کہ مصنف کی عبارت میں تقریر سے مراد تاکید نہیں یعنی یہ نعم ماسبق کے مضمون کی تاکید نہیں کیوں کہ تاکید صرف اس میں پائی جاتی ہے جو خبر کے بعد ہو بلکہ تقریر سے مراد تحقیق یعنی بات کو سچ قرار دینا اور شارح نے جو لفظ مضمون زیادہ کیا ہے اس لئے زیادہ کیا کہ نعم امر و نہی اور تحضیض اور عرض اور استفہام اور خبر ان سب کے بعد آتا ہے اور خبر کے علاوہ سب میں اس کو سچ کرتا ہے جو کہ وہ سابق کا مضمون ہے اور اس سے مقصود مطلوب اور مستفہم عنہ ہے۔

قولہ استفہاما کان او خبرا وہ کلام جو نعم سے پہلے آیا ہے عام ہے خواہ کلام استفہامی ہو خواہ خبری ہو شارح نے یہ نہیں کہا کہ وہ کلام انشائی ہو یا خبری ہو حالانکہ اسی کا تقاضا کرتا ہے شارح نے انشاءً او خبراً کہا کیوں کہ نعم سے پہلے جو کلام ہوتا ہے وہ انشاء مطلقاً نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایک فرد استفہام ہوتا ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ ظاہر یہی تھا کہ شارح انشاءً کان او خبراً کہیں تاکہ استفہام کے علاوہ دوسرے کلام انشائی کی تقریر کے جائز ہونے کا فائدہ دے پس اقام زید کے جواب میں قام زید کے معنی میں نعم

Marfat.com

الست بربکم انت ربنا ولو قیل فی موضع بلیٰ ھٰھنا نعم لکان کفراً فان معناہ حینئذ لست بربنا ولو قیل یجوز استعمال نعم ھٰھنا بجعلہا لتصدیقا للاثبات المستفاد من انکار النفی وقد اشتھر ھذا فی العرف فلو قال احد یا زید الیس لی علیک الف درھم وقال زید نعم یکون اقراراً وتقوم مقام بلیٰ لتقریر الاثبات بعد النفی وبلیٰ مختصۃ بایجاب النفی یعنی تنقض النفی المتقدم وتجعلہ ایجاباً سواء کان ذلک

پس الست بربکم کے جواب میں بلیٰ معنی میں انت ربنا کے ہیں اور اگر اس جگہ بلیٰ کے بجائے جواب میں نعم کہا جاتا تو البتہ کفر ہو جاتا کیوں کہ اس وقت اس کے معنی ہوتے لست بربنا اور اعتراض کیا جائے کہ یہاں نعم کا استعمال جائز ہے اس کو اثبات کی تصدیق قرار دیکر وہ اثبات جو نفی کے انکار سے مستفاد ہے اور تحقیق یہ عرف میں مشہور بھی ہے پس اگر کوئی شخص کہے یا زید الیس لی علیک الف درہم اور زید اس کے جواب میں نعم کہدے تو یہ اقرار سمجھا جائے گا اور نعم بلیٰ کے قائم مقامی کرتا ہے نفی کے بعد اثبات کو ثابت کرنے کیلئے اور بلیٰ مختص ہے نفی کے ایجاب کیلئے یعنی سابقہ نفی کو توڑ دیتا ہے اور اس کو ایجاب بنا دیتا ہے برابر ہے کہ یہ نفی مجرد ہو (خالی ہو) استفہام سے جیسے بلیٰ

ہوگا اور الم یقم زید کے جواب میں لم یقم زید کے معنی میں ہوگا ۔

قولہ بلیٰ فی جواب یعنی الم یقم زید کے جواب میں بلیٰ قام زید کے معنی ہے پس . . الست بربکم کے جواب میں بلیٰ انت ربنا کے معنی میں ہے شارح نے بلیٰ فی جواب الم یقم زید کو یہاں اس وجہ سے ذکر کیا تاکہ یہ اس امر کے بیان کے واسطے تمہید ہو جائے کہ الست بربکم کے جواب میں نعم درست نہیں اور بلیٰ جواب میں صحیح ہے اگر یہاں بلیٰ کی جگہ میں نعم کہا جائے گا تو کفر ہوگا کیوں کہ اس وقت اس کے معنی یہ ہوں گے تو ہمارا رب نہیں اگر شارح اس طرح کہتے کہ پس اگر الست بربکم کے جواب میں نعم کہا جاوے تو کفر ہوگا تو شارح کا یہ اختصر ہوتا اور اس شیٔ کی طرف حوالہ سے محفوظ ہوتا جو اس کے مابعد کی طرف ہو رہا ہے ۔ اور الست بربکم قالوا بلیٰ کے معنی کے بیان میں جو تکرار لازم آرہا ہے اس سے خوب حفاظت ہو جاتی ۔

قولہ ولو قیل یجوز استعمال نعم اور بعض نے کہا کہ یہاں نعم کا استعمال درست ہوتا ہے اس طور سے کہ نعم کو اس اثبات کی تصدیق کیلئے قرار دیدیا جاوے جو نفی کے انکار سے حاصل ہو رہا ہے اور اس کی تقریر کے لئے قرار نہ دیا جائے جب کہ بعد ہمزۂ استفہام سے ہے پس اس وقت استفہام کے واسطے جواب نہ ہوگا کیوں کہ استفہام کا جواب اس کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کے بعد ہے پس اس ہمزۂ انکار کے واسطے اور نفی کا انکار اثبات ہے اور معنی میں ہے کہ وہ ہمزہ تقریر کیلئے ہے یعنی اقرار پر حمل کرنے کیلئے ہے ۔

قولہ وقد اشتہر ہذا اور عرف میں یہ معنی مشہور ہو گئے ہیں پس اگر کوئی یہ کہے یا زید الیس لی علیک الف درہم (اے زید کیا میرے تجھ پر ایک ہزار درہم نہیں ہیں) اور زید نے اس کے جواب میں نعم کہا تو یہ اقرار ہوگا اور بلیٰ کی جگہ یہ نعم نفی کے بعد اثبات کی تقریر کے لئے ہو جاویگا اسی وجہ سے بعض نے کہا کہ اگر الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا تو کافر نہیں ہوگا ۔

قولہ بلیٰ المختصۃ الخ یعنی بلیٰ نفی کے ایجاب کے ساتھ مختص ہے یعنی کلام منفی متقدم کے ایجاب کے ساتھ خاص ہے یعنی منفی کو اثبات کرتا ہے یہاں اختصاص سے اس طرف اشارہ کیا کہ بلیٰ ایجاب کی تصدیق کے لئے نہیں آتا ہے اختصاص کے ذکر سے مقصود اس تصدیق کی نفی ہے جس کی طرف وقد جاء بلیٰ علی سبیل الشذوذ قول سے اشارہ کیا شارح نے مصنف کے قول المختصۃ بایجاب النفی کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہ بلیٰ متقدم نفی کو توڑ دیتا یعنی پہلی نفی کو باطل کر دیتا ہے اور اس نفی متقدم کو ایجاب بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام سے مجرد ہو (استفہام سے خالی کی ہوئی) یعنی بلا استفہام جیسے ایک شخص نے کہا ما قام زید تو اس کے جواب میں بلیٰ کہا اس کے معنی ہے قد قام پس اس کلام منفی جو ما قام

النفی مجرداً عن الاستفهام نحو بلی فی جواب من قال ما قام زید ای قد قام او مقروناً به فهی اذن لنقض النفی الذی بعد ذلک الاستفهام کقوله تعالیٰ الست بربکم قالوا بلیٰ ای بلیٰ انت ربنا وقد جاء علی سبیل الشذوذ لتصدیق الایجاب کما تقول فی جواب اقام زید بلیٰ قام زید ای اثبات بعد الاستفهام لاشک فی غلبة استعمالها مسبوقة بالاستفهام وذکر بعضهم انها تجیٔ لتصدیق الخبر ایضاً وذکر ابن مالک ان ای بمعنی نعم وھذا مخالف لما ذکرہ المصنف رح

اس شخص کے جواب میں جس نے کہا ما قام زید یعنی قد قام یا پھر اس کے ساتھ ملا ہوا ہو تو پس وہ (بلیٰ) اس وقت اس نفی کو توڑنے کیلئے ہے جو اس استفہام کے بعد واقع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے الست بربکم قالوا بلیٰ یعنی بلیٰ انت ربنا (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ہاں تو ہمارا رب ہے) اور تحقیق بطور شاذ آیا ہے ایجاب کی تصدیق کیلئے جیسے تو کہے اقام زید کے جواب میں بلیٰ قام زید یعنی اثبات استفہام کے بعد اس کے استعمال کے غالب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے درانحالیکہ وہ استفہام کے بعد واقع ہو اور نحویوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ خبر کی تصدیق کیلئے بھی آتا ہے اور ابن مالک نے لکھا ہے کہ ای نعم کے معنی دیتا ہے اور یہ مصنف نے جو ذکر کیا ہے اس کے خلاف ہے ۔

زید ہے بلیٰ کہا تو یہ قد قام کے معنی میں ہو گیا اور اس میں وہ اعتراض ہے جس کو پہلے جانا یا وہ نفی استفہام کے ساتھ مقرون ہو پس اس وقت بھی یہ بلیٰ اس نفی کو توڑنے اور باطل کرنے کیلئے ہوگا جو اس استفہام کے بعد ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) قالوا بلیٰ جواب میں کہا کہ بلیٰ یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے بیٹوں سے ان کی نسل کو نکال کر ان کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا یعنی ان سے عہد لیا درانحالیکہ وہ عاقل ہیں تو سب نے کہا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے تو بعض ان میں مومن فرمانبردار اور خوشی سے کہنے والے تھے تو ان کا اقرار ہے اور بعض ان میں سے کافر ناپسند کرنے والے خوشی سے نہ کہنے والے تھے پس ان کا اقرار اقرار نہیں ہے ۔

قولہ وقد جاء علی سبیل الخ شارح کی یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے تقریر اعتراض یہ ہے کہ پہلے گذرا ہے کہ بلیٰ ایجاب نفی کے ساتھ مختص ہے یعنی کلام منفی کے بعد آکر نفی کو باطل کرتا ہے باوجودیکہ یہ کلام سابق کی تصدیق کیلئے بھی آتا ہے جیسے کسی نے کہا اقام زید بلیٰ اس کے جواب میں کہا تو اس کے معنی ہے قام زید پس یہاں کلام سابق کی تصدیق کے لئے ہوا جواب کی تقریر یہ ہے کہ مصنف نے جو کہا کہ بلیٰ نفی کے ایجاب کے ساتھ خاص ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قیاس کے طریق پر نفی کے ایجاب کے ساتھ مختص ہے وہ یہاں پر علی سبیل الشذوذ کلام سابق کی تصدیق ہوگا یعنی تصدیق کے لئے ہونا شذوذ کے طریقہ پر ہے

قولہ ای اثبات بعد الاستفہام یعنی ای استفہام کے بعد آتا ہے اور اس کلام استفہامی کو ثابت کرتا ہے یعنی یہ اپنے غلبۂ استعمال مسبوق بالاستفہام ہونا یعنی زیادہ تر اس کا استعمال اس طور پر ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کلام استفہامی اور اس کے اثبات کے لئے آتا ہے جیسے کسی نے اقام زید کہا اس کے جواب میں ای واللہ کہا تو اس کے معنی ہے اللہ کی قسم ہاں زید کھڑا ہوا زیادہ اس کا استعمال اسی طرح ہوتا ہے ۔

قولہ ذکر بعضہم الخ اور بعض نے یہ ذکر کیا کہ یہ ای خبر کی تصدیق کے لئے بھی آتا ہے خبر سے مراد کلام خبری ہے جیسے استفہام سے مراد کلام استفہامی ہے یعنی کلام خبری کی تصدیق کرتا ہے اور ابن مالک الفیہ کے مصنف نے یہ بیان کیا کہ ای نعم کے معنی میں آتا ہے ۔

قولہ وھذا مخالف الخ اور یہ مصنف نے جو ذکر کیا اس کے مخالف ہے ہذا کا مشار الیہ ای کا نعم کے معنی میں ہونا ہے اور مخالفت کا بیان یہ ہے کہ مصنف نے کہا کہ ای استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور نعم

Marfat.com

ویلزمها القسم ای لاتستعمل الامع القسم من غیر ذکر فعل القسم فلا یقال اقسمت ای وربی ولایکون المقسم به الا الرب والله والعمری تقول ای والله وای ربی وای لعمری واجل وجیر بالکسر والفتح وان تصدیق للمخبر وفی بعض النسخ تصدیق للخبر کقولک اجل وجیر اوان للمخبر قد اتاک زید اولم یاتک ای قد اتی اولم یات وقد جاء ان لتصدیق الدعاء ایضاً نحو قول ابن الزبیر لمن قال لعن الله ناقة حملتنی الیک ان وراکبها ای لعن الله تلک الناقة

اور لازم ہے اس کو قسم یعنی وہ استعمال نہیں کیا جاتا مگر قسم کے ساتھ فعل قسم کہے کے بغیر پس نہیں کہا جاتا اقسمت ای وربی اور نہیں ہوتا مقسم بہ لیکن رب اور اللہ اور لعمری جیسے تو کہے اے واللہ اور ای وربی اور ای لعمری، اور اجل اور جیر یہ کسرہ اور فتحہ کے ساتھ اور انّ مخبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں اور کافیہ کے بعض نسخوں میں تصدیق الخبر کے الفاظ ہیں جیسے تیرا قول اجل وجیر وان مخبر کے لئے قد اتاک زید اولم یاتک یعنی قد اتی یا لم یات اور کبھی ان دعار کی تصدیق کے لئے بھی آتا ہے جیسے ابن زبیر کا قول اس شخص کے جواب میں جس نے کہا تھا لعن اللہ ناقۃ حملتنی الیک ان وراکبہا لعنت کرے اللہ اس اونٹنی پر جو مجھے تیرے پاس لے کر آئی اور

ماسبق کا مقرر ہے خواہ ماسبق استفہام ہو یا غیر استفہام ہو پس وہ اس وقت قطعاً ایک دوسرے کے متخالف ہیں لہذا ای کا نعم کے معنی میں ہونا درست نہیں ہے۔

قولہ یلزمہا القسم الخ اور اس ای کو قسم لازم ہوتی ہے یعنی اسے صرف قسم کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے بلا قسم کے استعمال نہیں کیا جاتا اور فعل قسم ذکر نہیں کیا جاتا ہے لہذا اقسمت ای وربی نہیں بولا جاوے گا استقراء تتبع سے معلوم ہوا کہ ای کا مقسم بہ رب اور اللہ اور لعمری ان تینوں میں سے کوئی ایک ہوگا ای واللہ اور ای وربی اور ای لعمری کہو کہ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ای استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے پس اقام زید کے سوال کے جواب میں ای واللہ اور ای وربی اور ای لعمری کہا جاوے گا اس کے معنی ہوں گے قد قام زید (زید کھڑا ہوا ہے) معلوم ہو کہ لعمری عرب کی قسم ہے عجم کی اس قسم کی جگہ میں میری زندگی کی قسم

قولہ اجل وجیر الخ شارح نے فرمایا کہ جیر راء کے کسرہ اور راء کے فتحہ دونوں کے ساتھ آتا ہے راء کو کسرہ اصل پر ہے دو ساکن کے ملنے اور التقاء کی وجہ سے جیسے امس اور راء کو فتحہ تخفیف کی غرض سے ہے جیسے این اور جیم جیر کی ہر دو صورت میں مفتوح ہے اور ان یہ تینوں مخبر (خبر دینے والے) کی تصدیق کیلئے آتے ہیں جیسے کسی نے کہا کہ قد اتاک زید اور کہا لم یاتک زید پس جواب دینے والے نے جواب میں اجل کہا یا جیر کہا یا ان کہا پس اس کے معنی ہوں گے قد اتیٰ (آیا ہے) یا اس کے معنی ہوں گے لم یات (نہیں آیا) یعنی تو اے مخبر خبر دینے میں سچا ہے،

حضرت جامیؒ فرماتے ہیں کہ کافیہ کے بعض نسخوں میں اس طرح عبارت پائی گئی ہے کہ اجل وجیر وان تصدیق للمخبر یعنی تینوں خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں پس شارحؒ کا قول قد اتاک زید اولم یات یہ اس کے قول للمخبر کا صلہ ہے اور قولہ قد اتیٰ اولم یات یہ اجل وجیر وان کی تفسیر ہے جو مخبر یا خبر کے جواب میں کہا گیا۔

قولہ وقد جاء ان لتصدیق الدعاء اور ان دعاء کی تصدیق کے لئے بھی آیا ہے اور ان جبکہ تصدیق مخبر کے لئے آوے یا تصدیق دعا کیلئے ہر دو صورت میں اس ان کیلئے اسم اور خبر نہیں ہوتا ہے جیسا کہ وہ دونوں اس کیلئے حروف مشبہ بالفعل میں ہوتے ہیں چونکہ یہ جب وقت جواب کیلئے آتا ہے تو عامل نہیں ہوتا غرضیکہ ان دعاء کی تصدیق کے لیے بھی آتا ہے جیسے ابن الزبیر کا قول ان وراکبہا اس شخص کے واسطے جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسی اونٹنی پر لعنت کریں جو مجھ کو تیری طرف لاد کر لائی، پس ابن زبیر اس کی اس دعاء کے جواب میں ان وراکبہا یعنی لعن اللہ تلک الناقۃ وراکبہا ہاں اللہ تعالیٰ اس اونٹنی پر لعنت

Marfat.com

وراکبها وجاء بعد الاستفهام ایضاً فی قول الشاعر شعر ؎ لیت شعری هل للمحب شفاء ❊ من حوی حبهن ان اللقاء ❊ ای نعم اللقاء شفاء للمحب فمجیئها فی هذین الموضعین خلاف ماذکرہ المصنف من کونها تصدیق للمخبر حروف الزیادة وانما سمیت هذہ الحروف زوائد لانها قد تقع زائدة لا انها لاتقع الا

اس کے سوار پر بھی اور اس کے معنی ہیں یعنی لعن اللہ تلک الناقة وراکبها اور اس کا استعمال استفہام کے بعد بھی ثابت ہے شاعر کے قول میں شعر کاش مجھے خبر ہوتی کہ آیا چاہنے والے کے لئے بھی کوئی شفاء ہے جس نے ان کے ساتھ محبت کی۔ ہاں ان سے ملاقات کا ہوجانا شفاء ہے یعنی ہاں لقاء چاہنے والے کیلئے شفاء ہے۔ پس اس کا ان دونوں مقام پر استعمال ہونا مصنف کے بیان کردہ کے خلاف ہے یعنی ان کا مخبر کی تصدیق ہونا۔ اور حروف زیادہ اور نام رکھے گئے یہ حروف زوائد اس لئے کہ کبھی کبھی یہ زائد واقع ہوتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ نہیں واقع ہوتے مگر

کرے اور اس کے سوار پر) مروی ہے کہ فضالہ ابن شریک حضرت عبداللہ بن الزبیر کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میری اونٹنی زخمی ہوگئی اور اس کے پاؤں میں سوراخ ہوگئے پس عبداللہ بن الزبیر نے اس کو جواب دیا کہ گھاس کا اس پر پیوند لگادے اور عشب گھاس سے اس کے جوتے یعنی پاؤں سیدے اور اس کو صبح وشام چلا پس فضالہ نے کہا کہ میں تمنی ہو کر آیا ہوں علاج کرانے نہیں آیا پس اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھ کو تیرے پاس لائی حضرت عبداللہ رضؓ نے جواب میں کہا کہ ہاں اس اونٹنی اور اس کے سوار دونوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔

قولہ وجاء بعد الاستفہام الخ یعنی کلمہ ان جواب کے واسطے استفہام کے بعد بھی آیا ہے چنانچہ شاعر کے اس قول لیت شعری هل الخ میں ان استفہام کے بعد واقع ہے یہ شعر بحر خفیف سے ہے اور قولہ شعری میں شعر بالکسر مصدر ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے اور جملہ استفہامیہ یعنی هل للمحب شفاء شعری کے ساتھ محل نصب میں ہے اور یہ شعری لیت کا اسم ہے اور خبر محذوف ہے یعنی لیت بهذا الامر حاصل اور بعض نے کہا کہ رفع کے محل میں ہے اس بنا پر کہ لیت کی خبر اور شعر بمعنی مشعور بہ یہ لیت کا اسم ہے یعنی لیت المشعور بہ هذا الامر اور الجوی جلن، سوزش اور عشق کا بہت غم یا بمعنی غم وحزن اس سے فعل جوی (بالکسر) یجوی (بالفتح) فهو جو اور ان بالکسر مشددة النون نعم کے معنی ہیں اور اس میں شاہد ہے، اشعار کا ترجمہ یہ ہے کاش کہ مشعور بہ مجھ کو معلوم ہوجاتا کہ آیا عاشق اور محب کے واسطے شفاء ہے پس عشق کو ایک مرض مان لیا ہے اور دوسرے مصرعہ کے معنی ہے ایا غمگین ہونے اور جلنے اور ان کی محبت سے ہاں ملاقات شفاء ہے ای نعم اللقاء شفاء یعنی ہاں ملاقات شفاء ہے دوست اور عاشق کے واسطے۔

قولہ فمجیئها فی هذین الخ پس ان کا ان دونوں جگہوں میں یعنی دعاء کی تصدیق کے لئے اور استفہام کے بعد آنا مصنف نے جو ذکر کیا ہے اس کے خلاف ہے یعنی ان مخبر کی تصدیق کے لئے ہے اس کے خلاف ہے۔

قولہ وانما سمیت هذہ الحروف الخ حروف زیادہ کا حروف زیادت یا حروف زوائد نام رکھنے کی وجہ ذکر کرتے ہیں کہ چونکہ کبھی یہ حروف زیادہ واقع ہوتے، اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا اور اس وجہ سے یہ نام نہیں رکھا گیا کہ یہ حروف صرف زائد آتے ہیں شارح نے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ نام رکھنا بعض افراد کے اعتبار سے ہے اور کل افراد کے اعتبار سے نہیں ہے جیسا کہ حروف ایجاب کا حروف ایجاب نام رکھنا بعض افراد کے اعتبار سے تھا کیوں کہ نعم میں یہ نام رکھنا متحقق نہیں ہے کیوں کہ نعم ماسبق کے واسطے مقرر ہے خواہ ماسبق ایجاب ہو یا نفی ہو اور اس میں جو اعتراض ہے وہ معلوم ہوچکا ہے۔

قولہ معنی کونها الخ اور ان حروف کے زیادہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اصل

Marfat.com

زائدۃ ومعنی کونہا زائدۃ ان اصل المعنی بدونہا لا یختل لا انہا لا فائدۃ لہا اصلا فان لہا فوائد فی کلام العرب اما معنویۃ واما لفظیۃ فالمعنویۃ تاکید المعنی کما فی من الاستغراقیۃ والباء فی خبر ما ولیس واما الفائدۃ اللفظیۃ فی تزیین اللفظ وکونہ بزیادۃ افصح اوکون الکلمۃ اوالکلام بسببہا مہیا لاستقامۃ وزن الشعر ان السجع اوغیر ذلک ولا یجوز خلوہا من الفائدتین معاً والا لعدت عبثاً ولا یجوز ذلک فی کلام الفصحاء لاسیما فی کلام الباری سبحانہ اِن واَن مخففتین وما ولا ومن والباء واللام فان بکسر الہمزۃ وسکون النون تزاد مع ما النافیۃ کثیر التاکید النفی

زائد اور ان کے زائد ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جملے کے اصلی معنی ان کے بغیر مختل نہیں ہوتے معنی یہ نہیں کہ ان سے کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا اس لئے کہ کلام عرب میں ان کے فوائد ہیں یا معنوی ہیں یا لفظی ہیں پس فوائد معنوی معنی کی تاکید ہے جیسے من استغراقیہ میں اور حرف بار ما، اور لیس کی خبر میں اور بہر حال لفظی فائدہ پس وہ لفظ کو مزین کرنا ہے اور اس کا ان کے زائد ہونے کے ساتھ مزین ہونا زیادہ فصیح ہے یا کسی کلمے یا کلام کا ان کے سبب سے شعر کے وزن کی استقامت کا مہیا ہونا کلام مسجع ہو یا اس کے علاوہ ہو اور ان حروف زوائد کا دونوں فوائد سے ایک ساتھ خالی ہونا جائز نہیں ہے ورنہ تو بیکار شمار کئے جائیں گے اور فصحاء کے کلام میں یہ جائز نہیں ہے خاصکر باری تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام پاک اِن اور اَن درانحالیکہ دونوں مخفف ہوں اور ما، لا، من، بار اور لام پس ان ہمزہ کے کسرہ اور سکون نون کیسا تھ مار نافیہ کے ساتھ زائد لایا جاتا ہے بہت زیادہ نفی کی تاکید کے معنی دینے کے لئے

معنی یعنی وہ معنی جس کا متکلم نے مخاطب کو فائدہ دینے کا ارادہ کیا ہے اگر ان حروف کو کلام میں سے نکال دیا جاوے تو وہ معنی خراب اور مختل نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے سبب اس معنی کی تاکید اور تقویت ہوتی ہے اور ان حروف کے زیادہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان حروف کا کلام میں بالکل فائدہ نہیں ہے بلکہ ان کے واسطے عرب کے کلام میں بہت فائدے ہیں معنوی بھی اور لفظی بھی چنانچہ معنوی فائدہ کلام کے معنی کی تاکید ہے جیسا کہ من استغراقیہ اور بار ما اور لیس کی خبر میں زیادہ آتی ہے چنانچہ من استغراقیہ لا نفی جنس کے اسم پر زیادہ آتا ہے جیسے لا رجل فی الدار میں لا من رجل فی الدار بولتے ہیں لا رجل فی الدار میں نکرہ نفی سیاق میں واقع ہونے کی وجہ سے عموم کا فائدہ دے رہا ہے اور من استغراقیہ اس کی تاکید کرتی ہے۔ قولہ واما الفائدۃ اللفظیۃ یعنی لفظی فائدے ان حروف زائدہ کے بہت سے ہیں ان میں سے ایک فائدہ لفظ کو خوبصورت کرنا اور مزین کرنا ہے اور دوسرا فائدہ لفظ ان کے زیادہ ہوجانے سے زیادہ فصیح ہوجاتا ہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کلمہ یا کلام ان حروف کے زیادہ ہونے کے سبب سے وزن شعر کی درستگی تیار ہوجاتا ہے اور جس سجع کے واسطے مہیا اور تیار ہوجاتا ہے یعنی ان حروف کے زیادہ کرنے سے شعر کا وزن درست ہوجاتا ہے اور سجع کی خوبی حاصل ہوجاتی ہے ایسے ہی ان کے علاوہ اور فائدے ہیں اور یہ حروف زیادہ کا ان دونوں فائدوں

سے معاً خالی ہونا درست نہیں اگر دونوں فائدوں میں سے کوئی بھی فائدہ نہ ہو تو پھر یہ عبث شمار کئے جائیں گے اور فصحاء کے کلام میں واقع ہونا قطعاً جائز نہیں بلکہ عبث پاگلوں کے کلام میں ہوتا ہے، اور

خاصکر باری تعالیٰ کے کلام میں عبث واقع ہو نہیں سکتا ہے۔

قولہ ان الخ یہاں سے مصنف حروف زیادہ کون کون ہیں بتاتے ہیں، ایک ان مخففہ اور ایک ان مخففہ اور ما اور لا اور من

Marfat.com

نحو ما ان رایت زیداً ای ما رایت زیداً وقلت ای زیادۃ ان مع
ما المصدریۃ نحو انتظر لی ما ان جلس القاضی ای مدۃ جلوسہ
وقلت زیادتہا ایضاً مع لما نحو لما ان قام زید قمت وان بفتح
الہمزۃ وسکون النون تزاد مع لما کثیراً نحو فلما ان جاء البشیر و
تزاد بین لو والقسم المتقدم علیہ نحو واللّٰہ ان لو قام زید قمت

جیسے ما ان رایت زیداً یعنی میں نے زید کو نہیں دیکھا اور قلیل ہے ان کا زائد ہونا اس ما کے ساتھ جو مصدر کلام میں واقع ہو جیسے انتظرلی ما ان جلس القاضی یعنی قاضی کے بیٹھنے کی مدت تک میرا انتظار کر اور نیز اس کا زائد ہونا کم ہے لما کے ساتھ جیسے لما ان قام زید قمت جب تک زید کھڑا رہے گا میں کھڑا رہوں گا اور ان ہمزہ کے فتحہ اور نون کے سکون کے ساتھ زائد ہوتا ہے لما کے ساتھ بہت زیادہ جیسے فلما ان جاء البشیر پس جب خوشخبری دینے والا آیا اور زائد ہوتا ہے لو اور قسم کے درمیان وہ قسم جو اس سے مقدم مذکور ہو واللّٰہ ان لو قام زید قمت اللہ کی قسم اگر زید کھڑا ہوا

اور باء اور لام یہ حروف زیادہ ہیں مصنف کے کلام میں عطف ربط سے پہلے ہے یعنی یہ حروف زیادہ ہیں اور فان مع النافیہ سے ہر ایک حرف زیادہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں ان میں سے کون کہاں زیادہ ہوتا ہے

قولہ فان یعنی ان جو کہ ہمزہ کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ ہے یہ ما نافیہ کے ساتھ بہت زیادہ آتا ہے اور اس سے نفی کی تاکید ہوتی ہے جیسے ما ان رایت زیداً کو اصل ما رایت زیداً تھا ان کو نفی کی تاکید کے لئے ما کے ساتھ زیادہ کر دیا پس ما ان رایت زیداً میں ان زیادہ ہے اور ایسے ما حجازیہ جو عامل ہے اس کے ساتھ زیادہ آتا ہے لیکن اس کو عمل سے روک دیتا ہے شارح رح کثیر کہنا کہ یہ اس وجہ سے ہے اگر مصنف قلت فرما رہے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ما نافیہ کے زیادہ زیادہ آنا کثیر ہے کیوں کہ کثرۃ قلت کے مقابلہ میں واقع ہوتا ہے

قولہ وقلت مع ما المصدریۃ یعنی ما مصدریہ کے ساتھ ان کا زیادہ آنا قلیل ہے جیسے انتظر ما ان جلس القاضی اس کے معنی ہے مدۃ جلوس القاضی شارح رح نے اس سے اشارہ کر دیا کہ ما مصدریہ نے فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیا اور وہ جلوس ہے پھر شارح رح ما مصدریہ کے مدخول کو مصدر حین قرار دیا کیوں کہ اگر مصدر حین قرار نہ دے تو پھر معنی درست نہیں ہوں گے کیوں کہ انتظر لی فی جلوس القاضی بولنا درست نہیں پس مصدر حین سے زمان مصدر ہے پس مدۃ زمان کے معنی میں ہے یعنی قاضی کے بیٹھنے کی مدۃ کا انتظار کر۔

قولہ وقلت زیادتہا ایضاً مع لما اور ان لما کے ساتھ بھی زیادہ آتا ہے جیسے لما ان قام زید قمت یہ لما شرطیہ ہے جس کے بعد ان زیادہ لما کے ساتھ ان کا زیادہ آنا کم ہے جیسے ما مصدریہ کے ساتھ کم آتا ہے (جب زید کھڑا ہوا میں کھڑا ہوا۔)

قولہ ان بفتح الخ یعنی ان جو کہ ہمزہ کے فتحہ اور نون کے سکون کے ساتھ ہے لما کے ساتھ بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے فلما ان جاء البشیر اس میں ان زیادہ ہے (پس جب خوشخبری دینے والا آیا) بشیر سے مراد یہودا ہے یہ مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر آئے اور اس بشیر نے حضرت یعقوبؑ کے چہرۂ مبارک پر ڈالدی تو حضرت یعقوبؑ بینا ہوگئے) لما کے ساتھ ان کا استعمال زیادہ کثیر ہے یہ کثرت مصنف کے قول قلت مع الکاف سے مفہوم ہوتی ہے چونکہ یہ اس کے مقابل ہے اس لئے شارح لفظ کثیراً زیادہ کر دیا یعنی ان کا لما کے ساتھ زیادہ آنا کثیر ہے اور یہ ان بفتح الہمزہ و سکون النون کو اور اس قسم کے درمیان میں جو اس سے پہلے آئی ہے جیسے واللّٰہ ان لو قام زید قمت اس میں ان قسم کے بعد اور لو سے پہلے زیادہ ہے (قسم اللّٰہ کی اگر زید کھڑا ہوتا تو میں کھڑا ہوتا۔)

قولہ وقلت زیادتہا مع الکاف الخ اور قلیل ہو اس ان کا زیادہ ہونا کاف کے ساتھ یعنی کاف کے ساتھ ان زیادہ آتا ہے لیکن کم جیسے کان ظبیۃ تعطوا الی ناضر السلم اور اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

Marfat.com

ویو ماً توافینا بوجہ مقسم الموافاۃ بمعنی آنا ، مقسم مصدر میمی قسامۃ سے بمعنی حسن وظبیۃ تین طرح پڑھا جاتا ہے رفع کے ساتھ اس بنا پر یہ کان کانّ حرف مشبہ کا مخفف ہے جس کو عمل سے ملغی کر لیا گیا اور ظبیہ نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا کیوں کہ کان کانّ کا مخفف ہے اور عامل قرار دیا گیا اور تیسرے ظبیہ کو جر پڑھا گیا اس بنا پر کہ کاف حرف جر ہے اور ان کاف کے ساتھ زیادہ آیا ہے تعطوا عطو سے بنا ہے بولتے ہیں عطوت الشیَٔ شے کو ہاتھ سے پکڑو الناضر ترو تازہ اور ٹہنی السلم ایک قسم کا بڑا درخت ہے یہ نام اس درخت کا اس وجہ سے رکھا گیا کہ عرب کے اعتقاد میں یہ درخت آفتوں سے محفوظ ہے اور بجائے ناضر السلم کے وارق السلم بھی مروی ہے یعنی پتہ دار سلم ناضر اور وارق کی اضافت السلم کی طرف جرد قطیفہ " کی طرح اضافت ہے ترجمہ شعر کا یہ ہے اور ایک دن ہم سے ملاقات کی خوبصورت چہرہ کے ساتھ ہرن کے مانند کہ بھرتی ہے وہ سلم درخت کی ترو تازہ شاخ کو یعنی میری معشوقہ ہرن کی چست وچلاک ہے۔

قولہ علیٰ تقدیر روایۃ ظبیۃ بالجر یعنی ان کے کاف کا زیادہ ہونا اس وقت ہے جب کہ ظبیہ کو جر کے ساتھ پڑھا جائے اور اگر رفع کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت کان کانّ حرف مشبہ کا مخفف ہو کر ملغی ہو گا یا ضمیر شان میں عامل ہو گا اور ظبیہ خبر ہونے کی بنا پر مرفوع اور اگر ظبیہ نصب پڑھا جائے تو کان مخفف من المثقلہ کا اسم ہو کر منصوب ہو گا شعر کا مطلب یہ ہے یہ عورت ہمارے پاس خوبصورت چہرہ کے ساتھ ایک دن آئی

وقلت زیادتها مع الكاف نحو كان ظبية تعطو الى ناضر السلم علی تقدیر روایۃ ظبیۃ بالجر وما تزاد ومع اذا نحو اذا ماتخرج اخرج ومع متى نحو متى ماتذهب اذهب ومع اى نحو ايا ما تدعوا فله اسماء الحسنى ومع اين نحو اينما تجلس اجلس ومع ان نحو اما ترين من البشر احدا حال کون تلك المذكورات مع ما شرطا.

تو میں کھڑا ہوں گا اور کاف کے ساتھ اس کا زائد ہونا قلیل ہے جیسے ع اور کبھی وہ ہمارے پاس آتا ہے گویا وہ مائل کئے ہوئے ہے اپنی گردن کو ترو تازہ شاخ کی جانب یعنی محبوب اس حالت میں آیا کہ وہ بہت خوش تھا جب کہ لفظ ظبیہ کو اس جگہ جر کے ساتھ پڑھا جائے اور حرف ما اذ کے ساتھ مل کر زائد ہوتا ہے جیسے اذا ماتخرج اخرج اور معنی میں اذا تخرج اخرج کے ہے (جب تو نکلے گا تو میں نکلوں گا) اور متیٰ کے ساتھ جیسے متی ما تذہب اذہب جب تو جائے گا تو میں بھی جاؤں گا اور ای کے ساتھ جیسے ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ (تم جس نام سے اس کو پکارو اسماء حسنی اسی کے لئے ہیں) اور این کے ساتھ جیسے اینما تجلس اجلس جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا . اور ان کے ساتھ جیسے اما ترین من البشر احداً (اگر تو دیکھے انسا میں سے کسی کو) اس حال میں کہ یہ مذکورہ بالا ما کے ساتھ شرط واقع ہوں یعنی حروف شرط اسی

حسن اس کی جگہ خالی نہیں تھی ہرن کی مانند گویا کہ اپنی آنکھوں کے حسن اور اپنی گردن کی درازی میں ہرن کے مانند ہے جس نے اپنی گردن کو اس درخت سلم کی ترو تازہ ٹہنی کی ہے ظبیہ (ہرن) اس وصف کے ساتھ اس وجہ سے موصوف کیا کہ اس حال میں وہ حسن کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے ۔

قولہ وما تزاد الخ اور ما ایک تو اذا کے ساتھ زیادہ آتی ہے جیسے اذا ماتخرج اخرج یہ اذا تخرج اخرج کے معنی میں ہے ما اس میں زیادہ ہے دوسرے ما متی کے ساتھ زیادہ آتی ہے جیسے متی ما تذہب اذہب تیسرے

ای کے ساتھ زیادہ آتی ہے جیسے ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی حسنی احسن کی مونث ہے اور این کے ساتھ ما زیادہ آتی ہے جیسے این ما تجلس اجلس اور ان کے ساتھ ما زیادہ آتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اما ترین من البشر احداً اگر مریم دیکھے تو آدمیوں میں سے کسی کو تو کہدے انی نذرت للرحمٰن صوماً کہ میں نے رشک رحمٰن کے واسطے روزہ کی نذر کی ہے یعنی میں نے روزہ رکھا ہے یہ حکم اس وجہ سے کیا کہ مجادلہ کو ناپسند رکھا .

قولہ حال کون تلک الخ یعنی شرطاً ان مذکورہ پانچوں کلموں سے حال ہے یعنی جس

Marfat.com

ای ادوات شرط و مع بعض حروف الجر نحو فبما رحمة من الله لنت لهم و مما خطیئٰتهم اغرقوا و عما قلیل و زید صدیقی کما ان عمرًا اخی وقلت زیادة ما مع المضاف نحو غضبت من غیر ما جرم وایما الاجلین قضیت وقیل ما فیها کلها نکرة والمجرور بعدها بدل منها ولا ای کلمة لا تزاد مع الواو العاطفة بعد النفی لفظا نحو ما جاء نی زید ولا عمرو او معنی نحو غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین

طرح بعض حروف جر کے ساتھ بھی جیسے فبما رحمة من اللہ لنت لهم، پس اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لئے رحم ہو گئے اور مما خطیئٰتهم اغرقوا اور اپنی خطاء کی بنا پر وہ غرق کئے گئے اور عما قلیل تھوڑی مدت میں اور زید صدیقی کما ان عمرًا اخی زید میرا دوست ہے جس طرح عمر میرا بھائی ہے اور مضاف کے ساتھ ما کا زائد ہونا قلیل ہے جیسے غضبت من غیر ما جرم بغیر جرم و تصور کے تونے غضب کیا اور ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علی دو نوں میں سے جو مدت پوری کردوں میرے اوپر کوئی زیادتی کا الزام نہ ہوگا اور کہا گیا ہے کہ حرف ما ان تمام مثالوں میں نکرہ ہے اور اس کے بعد جو مجرور واقع ہے وہ اس سے بدل ہے اور لا یعنی کلمہ لا زائد ہوتا ہے واو عاطفہ کے ساتھ نفی کے بعد لفظوں میں جیسے ما جاء نی زید ولا عمرو یا معنیً جیسے غیر المغضوب علیهم ولا

وقت یہ مذکورہ پانچوں کلمے (اذا اور متی اور ای اور این اور ان) شرط کے واسطے ہوتے ہیں یعنی جس وقت یہ ادوات شرط ہوتے ہیں اس وقت ان کے ساتھ ما زیادہ آتا ہے، شرطاً حال کے لانے کا یہ مطلب ہے کہ یہ کلمات شرط کیلئے بھی آتے ہیں اور کبھی نہیں بھی، جب شرط کیواسطے ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ما زیادہ آتی ہے ورنہ نہیں۔ چوں کہ خود شرط نہیں ہیں بلکہ ادوات شرط ہیں اس وجہ سے شارح نے مضاف مقدر کرلیا یعنی جس وقت یہ ادوات شرط ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ما زائد آتی ہے ورنہ نہیں۔

قولہ و مع بعض حروف الجر الخ یعنی بعض حروف جر کے ساتھ بھی ما زیادہ آتی ہے پس ما بار حرف جر کے ساتھ زیادہ آتی ہے جیسے فبما رحمة من اللہ لنت لهم (ایسی رحمت کے سبب سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے والی ہے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے واسطے نرم ہوگیا) اور مما خطیئٰتهم اغرقوا اس میں ما من حرف جر کے ساتھ زیادہ ہے (ان کی خطاؤں کے سبب سے ڈبوئے گئے وہ) اور عما قلیل

اس میں عن کے ساتھ ما زیادہ آئی ہے۔ حضرت صالحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ رب انصرنی بما یکذبون (اے رب میری نصرت کر ان کے جھٹلانے کے سبب سے اللہ نے فرمایا عما قلیل لیصبحن نادمین (تھوڑے زمانہ میں البتہ وہ ہوں گے نادم اور ذلیل) عن زمان قلیل لفظ زمان محذوف ہے یا قلیل عما سے بدل ہے اور زید صدیقی کما ان عمرًا اخی اس میں کاف کے ساتھ ما زیادہ ہے (زید میرا سچا دوست ہے جیسا کہ عمر میرا بھائی ہے

قولہ وقلت زیادة ما الخ اور مضاف کے ساتھ ما کا زیادہ آنا کم ہوا ہے جیسے غضبت من غیر ما جرم، بغیر جرم کا مضاف ہے اس کے ساتھ ما زیادہ آئی ہے (تونے بلا گناہ کے غضب کیا) اور ایما الاجلین قضیت اس میں ای الاجلین کی طرف مضاف ہے ما ای مضاف کے ساتھ زیادہ آئی ہے (دونوں مدتوں میں سے جو نسی میں پوری کردوں) اور ای قضیت کے ساتھ منصوب ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت شعیبؑ کے قصہ میں ہے اور جملہ شرطیہ ہے اور اسکی جزا مابعد ہے

قولہ وقیل ما فیها الخ اور کہا گیا کہ ان سب میں یعنی جو ما کے حروف جر مذکورہ کے ساتھ ہے اور ایسے مضاف کے ساتھ ہے ان سب میں یہ کہا گیا کہ یہ ما نکرہ ہے اور جو مجرور کہ اس کے بعد واقع ہو رہا ہے وہ اس ما سے بدل ہے۔

قولہ ولا الخ یعنی کلمہ لا نفی کے بعد واو عاطفہ کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ نفی لفظاً ہو جیسے ما جاءنی زید ولا عمرو اس میں کلمہ لا واو حرف عطف کے ساتھ زیادہ

Marfat.com

وتزاد بعد ان المصدرية نحو قوله تعالى ما منعك ان لا تسجد اذ امرتك اى ان تسجد وقلت زيادة لا قبل اقسم نحو لا اقسم بيوم القيمة ولا اقسم بهذا البلد والسر فى نيأتها التنبيه على جلاء القضية بحيث تستغنى عن القسم فتبرز لذلك فى صورة نفى القسم وشذت زيادتها مع المضاف كقوله ع فى بير لا حور سرى وما شعر :. اى فى بير حور والحور الهلكة جمع حائر اى هالك

الضالین اور زائد ہوتا ہے ان مصدریہ کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک یعنی ان تسجد (کس نے روکا تجھ کو کہ تو سجدہ کرے اس وقت جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا) اور قلیل ہے لا کا زائد ہونا اقسم سے پہلے جیسے لا اقسم بہذا البلد اور مصلحت اس کے زائد ہونے میں آگاہ کرنا ہے قضیہ واضح ہونے پر اس طور پر کہ وہ قسم سے مستغنی ہے پس اسی وجہ سے قسم کی نفی کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے اور شاذ ہے اس کی زیادتی مضاف کے ساتھ جیسے شاعر کا قول ع میرا راز گہرے کنوے میں ہے اور اس نے نہیں جانا یعنی گہرے کنوے میں اور حور کے معنی ہلاکت کے ہیں حائر کی جمع یعنی ہلاک ہونے والا حار سے ماخوذ ہے یعنی ہلاک

آیا ہے اور نفی کے بعد ہے اور یہ نفی ملفوظ ہے یا وہ نفی جس کے بعد واؤ عاطفہ کے ساتھ لا زیادہ آتا ہے معنیً ہو جیسے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اس میں لا واؤ عاطفہ کے ساتھ لا غیر کے بعد زیادہ اور لفظ غیر سے نفی مفہوم ہوتی ہے اس وجہ سے یہاں معنوی نفی کے بعد ہے اور بعض نے کہا کہ یہ لا اسم ہے غیر کے معنی میں اور حروف زیادہ سے نہیں ہے اور کلمہ غیر بمعنی مغایرۃ اذ نفی سے نہیں ہے یعنی لا المغضوب علیہم ولا الضالین مغضوب علیہم سے یہود اور لا الضالین سے نصاریٰ مراد ہے بعض نے کہا کہ مغضوب علیہم سے مراد کافر ہیں الضالین سے مراد عاصی ہیں اور لا اصل میں عاطفہ ہے غیر کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جب کہ اس پر واؤ عاطفہ داخل ہو اور لا کو صرف اس وجہ سے زیادہ کیا ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک کی نفی کو ثابت کرتا ہے ۔

قولہ وتزاد بعد ان المصدریۃ اور لا ان مصدریہ کے بعد بھی زیادہ کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک اصل میں ان تسجد تھا پس لا اس میں زیادہ کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ جب میں نے تجھ کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روک دیا یعنی تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا ۔

قولہ وقلت زیادۃ لا قبل اقسم اور اقسم کے پہلے لا زیادہ آتا ہے لیکن کم جیسے لا اقسم بیوم القیامۃ اور لا اقسم بہذا البلد ان دونوں جگہوں میں لا زائد ہے اور اس مقام میں لا کا زیادہ آنا کلام عرب میں شائع ہے اور اقسم کے پہلے لا کے زیادہ کرنے میں بھید اس پر خبردار کرنا ہے کہ اس قضیہ کا مضمون بالکل ظاہر اور روشن ہے یعنی مقسم علیہ بالکل ظاہر اور روشن ہے کیوں کہ قسم مخاطب کے اس تردد کو دور کرنے کیلئے ہوتا ہے جو کسی قضیہ کے مضمون میں مخاطب کو ہو اور اسی لام ابتداء سے تاکید پس لا کا قسم سے پہلے لانا قضیہ کے مضمون کے بہت روشن ہونے پر تنبیہ ہے کہ یہ قضیہ ایسا ہے کہ اس پر قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اسی وجہ سے اس کو قسم کی نفی کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے اگرچہ حقیقۃً نفی ہے کیوں کہ قسم کے معنی مقصود ہیں اور بعض نے کہا کہ لا مشرکوں کے کلام کا رد ہے اور اقسم قسم کی ابتداء ہے لیکن اس صورت میں کلمہ لا پر وقف کرنا ہوگا ۔

قولہ وشذت یعنی مضاف کے ساتھ لا کا آنا شاذ ہے یعنی نہایت کم ہے جیسے اس مصرعہ میں ہے فی بیر لا حور سری وما شعر :. اصل میں فی بیر حور تھا اس میں بیر مضاف ہے اور حور مضاف الیہ اور لا ان دونوں کے درمیان زیادہ ہے اس کا شروع مصرعہ بانکہ حتی الصبح حسر ہے اور یہ بحر رجز

Marfat.com

من حار ای هلك ومن والباء واللام تقدم ذكرها مشتملا على ذكر مواضع زيادتها فلا حاجة الى تكرارها حرفا التفسير اى فهى تفسير كل مبهم من المفرد نحو جاءنى زيد اى ابو عبد الله والجملة كما تقول قطع رزقه اى مات وان وهى اى ان مختصة بما فى معنى القول اى بفعل متقرر فى معنى القول تقرر المظروف فى الظرف غير منفك عنه فلا تقع بعد صريح القول ولا بعد ما ليس فى معنى القول فهى لا تفسر فى الاكثر الا مفعولا مقدرا للفظ غير صريح القول مؤد

ہوگیا اور من، بار، لام ان کا ذکر پہلے گذر چکا ہے جو مشتمل تھا ان کے زائد ہونے کے مقامات کے بیان پر لہذا ان کے تکرار کی حاجت نہیں ہے اور تفسیر کے دونوں حرف پس ھی مفرد کے ہر مبہم کی تفسیر کرتے ہیں جیسے جاءنی زید ای ابوعبد اللہ اور جملہ کی بھی جیسے تو کہے قطع رزقہ ای مات اس کا رزق منقطع ہوگیا یعنی وہ مرگیا اور ان اور وہ یعنی ان مختص ہے اس فعل کے ساتھ جو قول کے معنی میں ہو یعنی اس فعل کیساتھ جو مقرر ہو قول کے معنی کے ساتھ مقرر کرنا ہو مظروف کو ظرف کے ساتھ اور اس سے جدا نہ ہو لہذا پس وہ قول صریح کے بعد واقع نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد جو قول کے معنی میں نہ ہو پس وہ اکثر تفسیر نہیں کرتا مگر اس مفعول کی جو مقدر ہو اس لفظ کی جو صریح القول نہ ہو اور اس کے معنی

سے ہے. بیر کنواں جمع ابار آتی ہے لازائدہ حور حائر کی جمع بمعنی ہلاک ہونے والا حار سے ماخوذ بمعنی ہلاک ہوا. سری یسری چلنا واو عاطفہ ما نافیہ. شعر شعور سمجھنا یا فک افک سے ماخوذ بمعنی جھوٹ بولنا. الجشور صبح کا بیٹھنا اور صبح کا نکلنا جشر الصبح صبح نے طلوع کیا شاعر فاسق یا کافر حال بیان کرتا ہے فاسق یا کافر چلا ہلاک ہونے والوں کے کنویں کی جانب اور اس نے نہ سمجھا اور خبردار نہ ہوا اپنے کنویں میں گرنے سے یہاں تک کہ روشن ہوئی صبح.

قولہ ومن والباء الخ یعنی من اور باء اور لام یہ بھی کلام میں زیادہ آتے ہیں ان کا ذکر پہلے حروف جر میں ہو چکا ہے ان مواضع کے ذکر پر مشتمل ہوتے ہیں مواضع میں کہ یہ زیادہ ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے.

قولہ حرفا التفسیر یعنی تفسیر کے دو حرف ہیں ایک ای اور دوسرا ان شارحؒ فرماتے ہیں کہ ای یہ ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے مفرد کی جیسے جاءنی زید اے ابوعبد اللہ (تیرے پاس زید یعنی عبد اللہ کا باپ آیا) اس میں زید مفرد ہے اے ابوعبد اللہ سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے یعنی زید کے ابہام کو دور کیا جا رہا ہے اور جملہ کی بھی تفسیر کرتا ہے جیسے تم کہو قطع رزقہ ای مات قطع رزقہ جملہ ہے ای مات سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے یعنی رزق کے قطع ہونے سے موت مراد ہے چوں کہ رزق قطع ہونا مرنے پر ہوتا ہے.

قولہ ان وہی الخ دوسرا حرف تفسیر ان ہے اور وہ ان اس شئی کے ساتھ خاص ہے جو قول کے معنی میں ہو شارحؒ نے فرمایا بفعل متقرر فی معنی القول الخ شارح نے اس سے اشارہ کیا کہ ما موصوف ہے اور اس سے مراد فعل ہے اور متقرر اس کی صفت مقدر ہے. جار مجرور اس کے ساتھ ہی متعلق ہے یعنی ایسے فعل کے ساتھ مختص ہے کہ وہ فعل قول کے معنی میں متقرر اور ثابت ہے جیسے ظرف میں مظروف ثابت اور متقرر ہوتا ہے وہ فعل قول کے معنی سے جدا ہونے والا نہیں چوں کہ لفظ کا معنی کے لئے مظروف ہونا ظاہر نہیں شارحؒ نے اس کو بیان کر دیا کہ لفظ موضوع کا معنی سے علیحدہ نہ ہونے کے حق میں تشبیہ کے طریقہ پر بیان کیا ہے جس طرح مظروف ظرف سے الگ نہیں ہوتا ایسے ہی وہ فعل قول کے معنی سے الگ نہیں ہوتا بخلاف لفظ کا معنی کے واسطے ظرف ہونا یہ ظاہر ہے اور اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ الفاظ معانی کے قوالب ہیں کیوں کہ متکلم معانی کے موافق الفاظ لاتا ہے اور سامع الفاظ سے معانی کو لیتا ہے کیوں کہ لفظ سے مقصود اس کے معانی ہوتے ہیں یعنی ان سے صرف اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ ان صریح قول کے بعد واقع نہ ہوگا اور نہ اس فعل کے بعد واقع ہوگا جو قول کے معنی میں نہ ہو پس وان اکثر استعمالات میں صرف اس مفعول کی تفسیر کرتا

Marfat.com

معناه نحو قولہ تعآ ونادیناه ان یّاابراهیم فقولہ ان یا ابراهیم
تفسیر لمفعول نادیناه المقدر ای نادینا ه بلفظ هو قولنا یّا
ابراهیم وکذلک قولک کتبت الیہ ان ایت ای کتبت الیہ شیئاً هو
ایت فاّن حرف دال علیٰ ان ایت تفسیر للمفعول بہ المقدر لکتبت
وقولہ تعالیٰ ما قلت لهم الا ما امرتنی بہ ان اعبد وا اللّٰہ فقولہ
ان اعبد وا اللّٰہ تفسیر للضمیر فی بہ وفی امرت معنی القول

ادا کرنے والا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ونادیناہ ان یا ابراہیم اور ہم نے اس کو پکارا اے ابراہیم پس اس کا قول ان یا ابراہیم نادیناہ کے مفعول کی تفسیر ہے جوکہ مقدر ہے یعنی نادیناہ بلفظ ہو ہم نے اس کو ندا دی ایسے لفظ سے کہ وہ ہمارا قول یا ابراہیم ہے اور اسی طرح تیرا قول کتبت الیہ ان ایت ای کتبت الیہ شیئاً ہو ایت یعنی میں نے اس کے پاس لکھا کہ تو لے آ یعنی میں نے اس کی طرف لکھا ایک شئی وہ ایت ہے پس ان ایک حرف ہے جو ان ایت پر دلالت کرتا ہے اور کتبت کے مفعول بہ محذوف کی تفسیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ نہیں کہا میں نے ان سے لیکن جس کا آپ نے مجھ کو حکم کیا کہ تم اللہ کی عبادت کرو پس اس کا قول ان اعبدوا اللہ تفسیر واقع ہے اس ضمیر کی جو بہ میں ہے

ہے جو اس لفظ کے واسطے مقدر ہوتا ہے کہ وہ لفظ صریح قول نہیں اس قول کے معنی گو ادا کرنے والا ہے شارح قولہ فہی لاتفسر فی الاکثر الخ سے اس کی طرف اشارہ کیا کہ مصنف کی عبارت میں مسامحت ہے کیوں کہ مصنف کی مراد یہ ہے کہ ان ایسے فعل کے مفعول کے ساتھ خاص ہے کہ وہ فعل قول کے معنی میں ہو اور مفعول کی تقدیر اکثریت کی طرف نظر کے اعتبار سے ہے۔ اعتراض ظاہر یہ ہے کہ فاء تفریع کے واسطے ہے اور اس کے ماقبل پر متفرع ہونے میں نظر ہے۔ جواب تفریع کبھی نظری ہوتی ہے ایک مقدمہ کے ملانے سے ثابت ہوتی ہے اور فی الاکثر شارح نے اس وجہ سے کہا کہ کبھی یہ ان ایسے فعل کے مفعول ظاہر کی تفسیر کرتا ہے کہ وہ فعل صریح قول نہیں قول کے معنی کو وہ فعل ادا کرتا ہے — قولہ نحو قولہ تعالیٰ ونادیناہ الخ پس اس میں قولہ تعالیٰ ان یا ابراہیم ایسے مفعول کی تفسیر ہے جوکہ نادیناہ کے واسطے مقدر ہے یعنی نادیناہ بلفظ ہو قولنا یا ابراہیم پس بلفظ نادیناہ کے واسطہ حرف جر کے واسطے سے مقدر مفعول بہ ہے پس مفعول مقدر عام ہے خواہ بواسطہ ہو یا بلاواسطہ پس اس مثال اور دوسری مثال کے درمیان فرق اسی اعتبار سے ہے کہ دوسری مثال میں مفعول مقدر بلاواسطہ حرف جر کے ہے اور نادینا کا مفعول اول نادیناہ میں ضمیر ہے اور نادیناہ کا قول کے معنی میں ہونا اس لئے ہے کہ ندا کو قول لازم ہے قولہ وکذلک قولک الخ یعنی کتبت الیہ ان ایت تمہارا قول اسی طرح نادیناہ ان یا ابراہیم کے مانند ہے یعنی اصل میں یہ تھا کتبت الیہ شیئاً ہو ایت (میں نے اس کی طرف ایک چیز لکھی اور وہ ایت ہے پس اَن ایسا حرف ہے کہ وہ اس پر دلالت کرنے والا ہے کہ ایت کتبت کے مفعول بہ مقدر کے واسطے تفسیر ہے قولہ وقولہ تعالیٰ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ (نہیں کہا میں نے ان سے مگر وہ چیز کہ حکم کیا مجھ کو اس کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) پس قولہ ان اعبدوا اللہ یہ بہ میں جو ضمیر ہے اس کی تفسیر ہے کیونکہ یہ ضمیر قولہ امرتنی کا مفعول بہ اور امرتنی میں قول کے معنی موجود ہے اور ان اعبدوا اللہ اس ما کی تفسیر نہیں ہے جو ما امرتنی میں ہے کیوں کہ ما امرتنی صریح قول کے واسطے مفعول ہے معلوم ہو کہ شارح کا قولہ وقولہ تعالیٰ ما قلت الخ جملہ مستانفہ ہے اور یہ قولک پر معطوف نہیں ہے کیوں کہ یہ اس ان کی مثال نہیں ہے جو کہ مفعول مقدر کے واسطے مفسر ہو اور نہ یہ فی الاکثر قید کے فائدہ کے واسطے بیان ہے کیوں کہ اس وقت قولہ وقد یفسر بہا المفعول بہ ایضاً سے مؤخر لانا واجب تھا بلکہ یہ ایک توہم کا رد ہے اور وہ وہم یہ ہے کہ ان کبھی صریح قول کے مفعول بہ کی تفسیر کرتا ہے اور اس آیت سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے پس شارح

Marfat.com

ولیس تفسیرا لما فی قوله ما امرتنی لانه مفعول لصریح القول
وقد یفسر بها المفعول به الظاهر کقوله تعالیٰ اذ اوحینا الی
امك ما یوحی ان اقذفیه فقوله ان اقذفیه تفسیر لما یوحی
الذی هو المفعول الظاهر لاوحینا حروف المصدر ما وان المفتوحة
المخففة وان المفتوحة المشددة فالاولان ای ما وان المفتوحة
المخففة للفعلیة ای للجملة الفعلیة ای تدخلان علی الجملة
الفعلیة فتجعلانها فی تاویل المصدر نحو قوله تعالیٰ وضاقت

اور لفظ امرت میں قول کے معنی ہیں اور نہیں ہے وہ تفسیر اس کی جو اس کے قول ما امرتنی میں ہے کیوں کہ وہ قول صریح کا مفعول ہے اور کبھی اس کے ذریعہ مفعول بہ ظاہر کی تفسیر کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اذ اوحینا الیٰ امک ما یوحیٰ ان اقذفیہ اور جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وحی بھیجی وہ بات جو وحی سے جانی جاسکتی ہے کہ اس کو اس میں ڈالدیجئے پس اس کا قول ان اقذفیہ ما یوحیٰ کی تفسیر ہے جو بظاہر اوحینا کا مفعول واقع ہے اور حروف مصدر ان اور ما ہیں ان مثقلہ سے مخفف کیا گیا ہے اور اَن مفتوحہ اور مشددہ ہے پس پہلے دونوں یعنی ما اور ان مفتوحہ مخففہ فعلیت کے لئے مستعمل ہیں یعنی جملہ فعلیہ کیلئے یعنی جملہ فعلیہ پر دونوں داخل ہوتے ہیں پس اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور ان

کے قول فقولہ ان اعبدوا اللہ میں فا یا اما کی تقدیر ہے اور اخفش کے مذہب پر یہ فاء اما کی تقدیر پر مبنی ہے یا فاء مبتدا کی خبر میں مذہب اخفش پر زیادہ ہے اور اول مبتدا کی طرف جو عائد ہے وہ محذوف ہے یعنی فیہ۔

قولہ وقد یفسر بہا المفعول بہ الظاہر اور کبھی ان کے ساتھ ظاہر مفعول بہ کی تفسیر کی جاتی ہے شارح فی الاکثر کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں جس کو شارح نے نہی لا تفسر فی الاکثر الا مفعولاً مقدراً الخ میں بیان کی تھی

اور شارح آیت سابقہ قید کے فائدہ کے بیان کے لئے قرار نہیں دیا کیوں کہ وہ آیت ان کے مفسرہ ہونے میں نص اور صریح نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ کے اس قول اذ اوحینا الیٰ امک ما یوحیٰ ان اقذفیہ پس اللہ تعالیٰ کا قول ان اقذفیہ ما یوحیٰ کے واسطے تفسیر ہے جو کہ اوحینا کا ظاہر مفعول بہ ہے ترجمہ آیت شریفہ یہ ہے یاد کر تو اس وقت کو جب کہ وحی کی ہم نے تیری اماں کو اے موسیٰ وہ چیز جو وحی کی جاتی ہے

یعنی ایسی شیٔ وحی کی جو صرف وحی کے ساتھ جانی جاتی ہے) یعنی یہ وحی کہ ڈال تو اس کو یعنی موسیٰ کو تابوت میں ڈال کر دریائے نیل میں ڈالدے کیوں کہ موسیٰ اس سال میں موجود ہوئے جس میں فرعون نے ہر مذکر مولود کو ذبح کر ڈالنے کا حکم دے رکھا تھا۔

قولہ حروف المصدر یعنی وہ حروف جو اپنے مدخول مصدر کی تاویل کرتے ہیں کل تین حرف ہیں ایک ما دوسرا ان مفتوحہ مخففہ اور اَنَّ مفتوحہ مشددہ ان دونوں میں سے اول یعنی ما اور ان مفتوحہ مخففہ فعلیت کے واسطے ہیں یعنی جملہ فعلیہ کے واسطے ہیں یعنی یہ دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر جملہ فعلیہ کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں اسے للجملۃ الفعلیۃ یہ تفسیر موصوف کے بیان کے واسطے یعنی الفعلیۃ کا موصوف الجملۃ محذوف ہے اور اس سے جملہ فعلیہ مراد ہے اور ای تدخلان علی الجملۃ الفعلیۃ یہ لام کی تفسیر ہے جو للفعلیۃ میں ہے شارح نے یہاں پر لام کو تخصیص کے لئے نہیں لیا بلکہ اس قد کے معنی میں جو تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قد یعلم اللہ قولہ تعالیٰ میں اسی وجہ سے اسے یدخلان علی الجملۃ الفعلیۃ خاصۃ نہیں کہا جیسا کہ ان للاسمیۃ میں کہا تاکہ تکرار لازم نہ آوے فاضل حلوانی نے کہا کہ شارح کیلئے اصوب یہ تھا کہ اس طرح کہتے لا یدخلان الا علی الجملۃ الفعلیۃ اور لام کو قد للتحقیق کے لئے لینا ظاہر کے خلاف ہے لیکن حلوانی رح کا یہ قول غیر مناسب ہے کیوں کہ تکرار لازم آتا ہے معلوم ہو کہ بعض نے جملہ فعلیہ کو اس جملہ فعلیہ کے ساتھ مخصوص

Marfat.com

عليهم الارض بما رحبت اى برحبها بضم الراء وهو السعة
نحو قولك اعجبنى ان خرجت اى خروجك واختصاص ما المصدرية
بالفعلية انما هو عند سيبويه وجوز غيره بعدها الاسمية قال
الشارح الرضى وهو الحق وان كان قليلا كما وقع فى نهج البلاغة
بقوا فى الدنيا ما الدنيا باقية وانّ المفتوحة المشددة للاسمية

پر زمین اپنے وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی یعنی برحبہا اپنی وسعت کے باوجود راء کے ضمہ کے ساتھ جس کے معنی وسعت کے ہیں اور جیسے تمہارا قول تعجب میں ڈالا مجھ کو یہ کہ تو خارج ہوا یعنی تیرا نکلنا اور ما مصدریہ کا فعلیہ کے ساتھ خاص ہونا تو وہ سیبویہ کے نزدیک ہے اور اس کے علاوہ دوسرے نحویوں نے اس کے دخول کو اسمیہ پر بھی جائز کہا ہے شارح رضی نے کہا کہ یہی درست ہے اگرچہ قلیل ہے جیسے نہج البلاغہ میں مذکور ہے یعنی باقی رہو تم دنیا میں جب تک دنیا باقی رہے ان مفتوحہ مشددہ اسمیہ کے لئے یعنی جملہ اسمیہ کے لئے خاص ہے لیکن جب

کر دیا جس کا فعل متصرف ہو یعنی یہ دونوں اس جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں جس جملہ فعلیہ کا فعل متصرف ہو چونکہ فعل غیر متصرف کے واسطے مصدر نہیں ہوتا کہ اس فعل کی تاویل مصدر سے کی جاسکے اور ان دونوں کا مصدر کی تاویل میں کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مشہور یہ ہے کہ مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں اس معنی کر کہ مصدر کے احکام اس جملہ فعلیہ پر جاری ہوتے ہیں باوجودیکہ وہ جملہ اپنے معنی پر باقی رہتا ہے ما کی مثال قول تعالیٰ وضاقت علیہم الارض بما رحبت ہے اس میں ما مصدریہ اس رحبت جملہ فعلیہ کو مصدر رحبہا کے معنی میں کر دیا یعنی ان پر زمین تنگ ہوگئی باوجود اس کے کشادہ ہونے کے حاشیہ میں ہے کہ نظم قرآن علیکم الارض ہے علیہم لکھنے والے کے قلم سے سہو ہے رحب راء کے ضم کے ساتھ وسیع ہونے کے معنی میں ہے اور ان مفتوحہ مخففہ کی مثال یہ ہے اعجبنی ان خرجت ای خروجک یعنی تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے نکلنے نے ۔

قولہ واختصاص ما الخ شارح فرماتے ہیں کہ ما مصدریہ کا جملہ فعلیہ کیساتھ مخصوص ہونا صرف سیبویہ کے نزدیک ہے دوسرے حضرات ما مصدریہ کے بعد جملہ اسمیہ کے آنے کو جائز رکھتے ہیں شارح رضی کا قول شارح نقل کرتے ہیں کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ما مصدریہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے یہی حق ہے اگرچہ جملہ اسمیہ پر داخل ہونا اس کا قلیل ہے نہج البلاغۃ کی یہ عبارت استشہاد میں پیش کرتے ہیں بقوا فی الدنیا ما الدنیا باقیۃ پس کلمہ ما نے اس جملہ کو ایسے مصدر کی تاویل میں کر دیا جو کہ اس جملہ اسمیہ کی خبر کا مصدر یعنی بقاء کی تاویل میں کر دیا اس کی خبر باقیہ ہے یعنی زندہ رہے وہ دنیا میں دنیا کے باقی رہنے کی مدت تک مدۃ تقدیر اس لئے ہے کہ زمان اور وقت کی تقدیر شائع ہے معلوم ہو کہ نہج البلاغۃ بفتح النون وسکون الہاء ایک کتاب کا نام ہے جس کو شریف رضی مولوی نے جمع کیا چنانچہ کہا کہ ... موضوعات..... سے ہیں صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں اور کچھ امیر المومنین حضرت علی رضؓ کا کلام اور کچھ بعض سلف کا اور کچھ حکماء کا کلام اور کچھ وہ جس کو رافضیہ نے وضع کیا غرضیکہ نہج البلاغۃ ان تمام کا مجموعہ ہے جیسا کہ ہدایۃ الاصول میں ہے پس اس پر اس سے استدلال کرنا جو اس میں ہے مشکل ہے

قولہ وانّ یعنی ان مفتوحہ مشددہ جملہ اسمیہ کے لئے ہے خاص کر اور جملہ فعلیہ پر یہ داخل نہیں ہوتا کہ البتہ جبکہ اس کے ساتھ ما کافہ لگا کر عمل سے روک دیا جاتا ہے تو پھر اس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں میں سے ہر ایک آسکتا ہے یعنی دونوں قسم کے جملوں پر اسمیں داخل ہوتا ہے ۔

قولہ ومعنی کونہا للاسمیۃ یعنی ان مفتوحہ مشددہ کا اسمیہ کے لئے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ ان مفتوحہ مشددہ جملہ اسمیہ کے دونوں جزء میں عمل کرتا ہے اور جملہ اسمیہ کو اس مفرد کی تاویل میں کرتا ہے کہ وہ اس کی خبر کا مصدر ہوتا یعنی ان کی خبر کا مصدر نکال کر ان کے اسم کی طرف مضاف کر دیا

Marfat.com

ای للجملۃ الاسمیۃ خاصۃ اذا کفت بما فیجوز بعدھا الاسمیۃ والفعلیۃ ومعنی کونھا للاسمیۃ انھا تعمل فی جزئیھا وتجعلھا فی تاویل المفرد الذی ھو مصدر خبرھا نحو اعجبنی انک قائم ای قیامک او ما فی معناہ نحو اعجبنی ان ھذا اخوک ای اخوۃ زید فان تعذر قدرت الکون نحو اعجبنی ان ھذا زید ای کونہ زید احرف التحضیض ھلا والا مشددتین ولولا ولوما لھا صدر الکلام لدلالتھا علی احد انواع الکلام فتصدر لتدل من اول الامر علی ان الکلام من ذلک النوع ویلزمھا الفعل وفی

اس کو ما کے ذریعہ روک دیا جائے پس اس کے بعد جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں جائز ہیں اور اس کے اسمیہ کے لئے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کے دونوں جزؤں پر عمل کرتا ہے اور ان کو اس مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے جس کی خبر مصدر ہو جیسے مجھ کو تعجب میں ڈالدیا کہ تو کھڑا ہے یعنی تیرے قیام نے یا وہ جو اس کے معنی میں ہو جیسے تعجب میں ڈالا مجھ کو کہ زید تیرا بھائی ہے یعنی زید کا بھائی ہونا پس اگر متعذر ہو تو کون مقدر مانا جائے گا جیسے تعجب میں ڈالا مجھ کو کہ یہ زید ہے یعنی اس کا زید ہونا اور حرف تحضیض ھَلّا اور اَلّا دونوں مشدد ہیں اور لولا، لوما ان کے لئے صدر کلام ہے اس ان کے دلالت کرنے کی وجہ سے انواع کلام میں سے ایک نوع پر پس صدر کلام میں مذکور ہوتے ہیں تاکہ اول وھلہ میں دلالت کرے اس بات پر کہ کلام اسی نوع کا ہے اور ان کو فعل لازم ہے اور بعض

جاتا ہے جیسے اعجبنی انک قائم یعنی قیامک قائم خبر ہے اس کا مصدر قیام ہے اس کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کر دیا یہ اس وقت ہے جب کہ خبر اسم مشتق ہو اور اگر اسم مشتق نہ ہو بلکہ وہ چیز ہو جو اسم مصدر کے معنے میں ہو سکے تو پھر اس کو مصدر کے معنی میں کرلیں گے جیسے اعجبنی ان زیدا اخوک پس اس میں اخوۃ

زید کے معنی میں کر کے مفرد مصدر بنا لیا اور اگر خبر ایسی شئی ہو کہ اس کو مفرد مصدر کی تاویل میں کرنا ناممکن ہو بایں طور کہ خبر ایسا اسم جامد ہے کہ اس کے واسطے مصدر ہونا ممتنع ہے تو کون کی تقدیر کرلی جائے گی جیسے اعجبنی ان ہذا زید اسم جامد ہے اس کے لئے مصدر کا ہونا ممتنع ہے تو کون مقدر کرلیا

کیوں کہ ہر خبر جامد اس سے مخبر کی نسبت لفظ کون کے ساتھ ہونا درست ہوتی ہے یعنی کونہ زیدا یعنی اس کے زید ہونے نے مجھ کو تعجب میں ڈالا۔

قولہ حروف التحضیض، التحضیض باب تفعیل سے ہے الحض کے معنی ہیں کسی شئی پر ابھارنا اور کسی شئی کو طلب کرنا اور یہ باب تفعیل تکثیر کے لئے یعنی بہت زیادہ کسی شئی پر ابھارنا، ظاہر یہ ہے تحضیض کے مرکب ہیں جیسا کہ مفتاح میں ہے اور احتمال ہے الا اصل میں ہلا ہو۔ ہار کو ہمزہ سے بدل دی گئی حروف تحضیض میں سے ایک ہلا اور دوسرا الا اور یہ دونوں مشدد ہیں اور ہلا مخفف اسم فعل عجل کے معنی میں ہے یعنی جلدی کر تو غیر عاقل کو فعل پر ابھارنے کے لئے آتا ہے اور الا مخفف حرف تنبیہ بمعنی خبردار اور حرف عرض اور نفی کے استفہام کے واسطے ہے تیسرا حرف تحضیض لولا ہے اور چوتھا حرف تحضیض لوما ہے

قولہ لہا صدر الکلام ان کے لئے صدر کلام ہے چوں کہ یہ حروف کلام کے نوعوں میں سے ایک خاص نوع پر دلالت کرتے ہیں یعنی کلام تحضیض پر اس وجہ سے کلام کے شروع میں آتے ہیں جیسے حروف استفہام کلام استفہامی پر دلالت کرتے ہیں ایسے ہی کلام انواع میں سے ایک تحضیض ہے اور ایک توبیخ اور ایک تندیم ہے جب ان کو کلام کے شروع میں واقع کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان مذکورہ نوعوں میں سے کس نوع کا ہے

قولہ ویلزمہا الفعل ان حروف تحضیض کو فعل لازم ہے اور بعض نسخوں میں تلزم الفعل

Marfat.com

بعض النسخ وتلزم الفعل لفظاً نحو هلاّ ضربت زیداً وهلاّ تضرب زیداً او تقدیراً نحو هلا زید أضربته وهلا زیداً تضربه فمعناه اذا دخلت علی الماضی التوبیخ واللوم علی ترک

نسخوں میں مذکور ہے کہ فعل لفظاً لازم ہے جیسے کیوں نہ مارا تو نے زید کو اور کیوں نہیں مارتا تو زید کو یا تقدیراً ہو جیسے ھلا زید ضربتہ، اور ھلاّ زیداً تضربہ، پس اس کے معنی جب یہ ماضی پر داخل ہو توبیخ اور ملامت کے ہیں فعل کے ترک کرنے پر

ہے یعنی حروف تحضیض فعل کو لازم ہیں پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے فعل ان حروف سے منفک نہیں ہوتا ہے اس وقت لزوم اصطلاحی کے معنی میں ہے دوسری عبارت کا مطلب ہے یہ حروف فعل کو لازم ہیں اس وقت لزوم لغوی معنی میں ہے معلوم ہو لولا اور لوما یہ دونوں تحضیض بھی ہوتے ہیں اور امتناعی بھی پہلا یعنی جب یہ تحضیضی ہوتے ہیں تو فعل پر وجوباً داخل ہوتے ہیں اور ثانی یعنی امتناعی ایسے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کے بعد ایک دوسرا جملہ اسمیہ آتا ہے یہ دوسرا جملہ کے وجود کے لئے جواب ہوتا ہے۔

قولہ فی بعض النسخ یعنی یہاں پر دو نسخے ہیں ایک نسخہ الفعل کے رفع کے ساتھ ہی اس بنا پر کہ فاعل اور مفعول محذوف ہے اور وہ ہذا الحروف ہے اور اس وقت دونوں نسخوں کے درمیان فرق یہ ہے پہلے نسخہ پر معنی ہے کہ فعل حروف تحضیض کے واسطے لازم ہے اور دوسرے نسخے پر یہ معنی ہے کہ یہ حروف فعل کو لازم ہیں اور دونوں تقدیر پر مطلب یہ ہے کہ یہ حروف فعل سے منفک اور علیحدہ نہیں ہوتے ہیں یعنی حروف فعل کے بغیر استعمال نہیں کئے جاتے ہیں بعض نے مذکورہ فرق یہ بیان کیا ہے کہ پہلے نسخے پر لزوم متعارف کے معنی میں ہے اور دوسرے نسخے پر لزوم لغوی معنی میں ہے۔

قولہ لفظاً جیسے ھلا ضربت زیداً اور ھلا تضرب زیداً شارح مثالیں

اس بات کے ساتھ خاص کرکے بیان کی اس سے اشارہ کر دیا کہ یہ حروف منفی پر داخل نہیں یعنی فعل پر یہ حروف تحضیض داخل ہیں ان میں تعمیم ہے کہ وہ فعل ملفوظ ہو جیسے مذکورہ مثالوں یا فعل مقدر ہو جیسے ھلاّ زیداً ضربتہ کہ اصل میں ہلا ضربت زیداً ضربتہ تھا مفسر کی دلالت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور ایسے ہی ھلا زیداً تضربہ یہ اصل میں ھلاّ تضرب زیداً تضربہ تھا ھلاّ کے بعد جو فعل تضرب واقع ہے اس کو حذف کر دیا چونکہ مفسر اس پر دال ہے رضی نے شرح کافیہ میں فرمایا کہ جب ہلا کے بعد ظرف واقع ہوتا ہے تو وہ ایسے فعل کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جو اس ظرف کے بعد واقع ہو اور ہلاّ کے بعد اس وقت فعل مقدر نہ کیا جاوے گا چونکہ ظروف میں توسع ہے پس جیسے ھلاّ یوم الجمعۃ زرتنی میں یوم الجمعہ زرتنی کے سبب سے منصوب ہے

قولہ فمعناہ الخ پس ان حروف تحضیض کے معنی لمعناہ میں فاء فصیحہ پر شرط المحذوف یعنی اذا علمت انہا تدخل المضارع والماضی

یعنی جب یہ جان لیا کہ یہ حروف تحضیض مضارع اور ماضی پر داخل ہوتے ہیں پس ان کے معنی جب کہ وہ ماضی پر داخل ہوں یعنی ماضی کے ساتھ مستعمل ہوں تو ان کے معنی فعل کے چھوڑنے پر توبیخ اور لوم ہوتے ہیں یعنی فعل کے چھوڑنے پر ڈانٹنا اور ملامت کرنا ہوتے ہیں کیونکہ اس شئ پر ابھارنا جو شئ کہ فوت ہو گئی ہو تو وہ اپنے ساتھ توبیخ اور ملامت کو لیتی ہے اس لئے کہ اس شئ پر ابھارنا اور بھڑ کانا جو کہ فوت ہو گئی ہو کچھ معنی نہیں ہیں اس لئے توبیخ اور ملامت کے معنی حاصل ہو جاویں گے خواہ وہ معنی حقیقی ہوں یا مجازی اور ظاہر اخیر معنی ہیں چوں کہ آئندہ آویگا کہ وہ فوت شدہ شئ کے مثل پر بھڑ کنے سے خالی نہیں ہے اور مفتاح میں ہے اور ماضی میں تندیم کے لئے ہیں توبیخ کے معنی ہے ڈانٹنا اور تندیم کے معنی ہے پشیمان کرنا، نادم وشرمندہ کرنا اور لوم کے معنی ہے ملامت کرنا یہ سب معنی فوت شدہ شئ پر بھڑ کنے اور منع کے لئے لازم ہیں پس مخاطب بڑائی والا ہے تو معنے تندیم ہوں گے اور اگر بڑائی والا نہیں ہے تو معنی توبیخ اور لوم ہوں گے۔

Marfat.com

الفعل ومعناها فی المضارع الحض علی الفعل والطلب له فہی فی المضارع بمعنی الامر ولا یکون التحضیض فی الماضی الذی قد فات الا انہا قد تستعمل کثیراً فی لوم المخاطب علی انہ ترک فی الماضی شیئاً یمکن تدارکہ فی المستقبل فکانہا من حیث المعنی للتحضیض علی فعل مثل ما فات حرف التوقع والتقریب قد

اور اس کے معنی مضارع میں فعل پر ابھارنے اور اس کے طلب کے ہیں پس وہ مضارع میں امر کے معنی میں ہوتا ہے اور نہیں ہوتا تحضیض کے لئے ماضی میں وہ جو کہ گذر چکا ہے لیکن بیشک وہ کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے مخاطب کے ملامت کرنے پر اس پر کہ اس نے ماضی میں کسی ایسی چیز کو ترک کر دیا ہے جس کا تدارک مستقبل پر ممکن ہے پس گویا معنی کے لحاظ سے وہ فعل پر ابھارنے کیلئے ہے اس فعل کی مثل پر جو فوت ہوگیا ہے۔ حرف توقع ان کا دوسرا نام حرف تقریب ہے

قولہ ومعناہا فی المضارع الخ اور حروف تحضیض کے معنی مضارع میں فعل پر ابھارنا ہے اور فعل کو طلب کرنا ہے پس وہ حروف تحضیض مضارع میں امر کے معنی میں ہیں یعنی حث اور ازعاج کے ساتھ فعل کو طلب کرنا ہے اور اس کے باوجود وہ توبیخ اور لوم سے خالی نہیں ہے اس بنا پر کہ مخاطب کیلئے یہ تھا کہ وہ اس کو طلب سے پہلے کرتا اور کبھی فعل کی طلب مخاطب سے ان حروف تحضیض کے ذریعہ سے تحضیض اور توبیخ کے بغیر ہوتی ہے بلکہ ادب کرنے کے ساتھ طلب ہوتی ہے اس وقت یہ حروف تحضیض عرض کے لئے ہوتے ہیں معلوم ہو کہ شارح کے قول فہی فی المضارع بمعنی الامر (پس وہ مضارع میں امر کے معنی میں ہوتے ہیں) میں امر کے معنی لغوی یعنی حکم کرنا ہے اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے

قولہ وفی الماضی الخ یعنی جب یہ ماضی پر داخل ہو کر ماضی میں مستعمل ہوتے ہیں تو ماضی میں جو شئی فوت ہوگئی اس کی تحضیض نہیں ہوسکتی ہے اس لئے ماضی میں فوت شدہ چیز پر توبیخ اور ملامت ضروری ہے

قولہ الا انہا تستعمل کثیراً الخ شارح اس سے ایک وہم کو دور کر رہے ہیں وہم یہ ہوتا ہے کہ جب یہ حروف ماضی پر داخل ہوتے ہیں تب ان کو حروف تحضیض کہا جاتا ہے حالانکہ اس وقت توبیخ و تندیم کے واسطے ہوتے ہیں لہذا اس وقت یہ اطلاق درست نہ ہوا جواب یہ ہے کہ اس وقت جب کہ یہ ماضی پر داخل ہوتے اور ان کے معنی توبیخ اور تندیم ہوتے ہیں تو اس وقت ان کو حروف تحضیض کہنا اس لئے ہے کہ یہ حروف بہت زیادہ اس پر مخاطب کی ملامت میں استعمال ہوتے ہیں کہ اس نے ماضی میں ایسی شئی کو چھوڑ دیا جس کا مستقبل میں تدارک ممکن ہے پس گویا کہ وہ معنی کے اعتبار سے مافات کے مثل تحضیض ہے اور یہ اس میں ممکن ہے کہ جس فوت شدہ فعل کے واسطے مثل ہو اور وہ فوت شدہ فعل جس کا مثل ممکن نہ ہو تو وہاں تحضیض نہ ہوگی جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ھلا شققت قلبہ۔

قولہ علی فعل مثل الخ اس فعل کا مثل جو زمانہ ماضی میں فوت ہوگیا کیوں کہ وہ ضرب جو مخاطب سے فوت ہوگئی اس کا تدارک اور اس کا لانا مستقبل میں ممکن ہے گویا کہ اس نے یہ کہا کہ وہ ضرب جو تجھ سے زمانہ ماضی میں فوت ہوگئی زمانہ مستقبل میں تو اس کو لوٹا غرضیکہ ان حروف پر ان اصلی کا اطلاق معنی اضافی کے ساتھ ہے اور نقل کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ گذرا اسی وجہ سے سکاکی نے مفتاح میں ان کا نام حروف التحضیض والتندیم رکھا ہے

قولہ حرف التوقع الخ یعنی حرف توقع حرف ایک حرف قد ہے شارح نے التوقع کے ساتھ التقریب زیادہ کردیا جو کہ اس کے پانچ معنوں میں سے ہے۔ التقریب اضافہ اس وجہ سے کیا کہ قد ان دونوں معنی کیساتھ مختص ہے یا اس کے اضافہ کرنے سے اس پر رد کرنا ہے جس نے یہ کہا کہ قد ماضی میں توقع کے واسطے نہیں ہوتا اور اس شخص پر رد کرنے کی وجہ بڑھا دیا جس نے کہا کہ قد مطلقاً توقع کے واسطے نہیں ہوتا معلوم ہو کہ

Marfat.com

سمیت بهما لمجیئهما لهما فان هذه الحرف اذا دخلت علی الماضی
او المضارع فلابد فیها من معنی التحقیق ثم انه یضاف فی
بعض المواضع الی هٰذا المعنی فی الماضی التقریب من الحال مع
التوقع ای یکون مصدره متوقعاً للمخاطب واقعاً عن قریب کما
تقول لمن یتوقع رکوب الامیر قد رکب ای حصل عن قریب ما
کنت تتوقعه ومنه قول المؤذن قد قامت الصلوٰة ففیها اذن
ثلثة معان مجتمعة التحقیق والتوقع والتقریب وقد یکون
مع التحقیق التقریب من غیر توقع کما تقول قد رکب زید

ان دونوں کے ساتھ ان کے نام رکھنے کی وجہ ان کے آنے کی وجہ سے ان کیلئے کیوں کہ یہ حرف جب ماضی پر داخل ہوتے ہیں یا مضارع پر تو اس میں تحقیق کے معنی کا ہونا ضروری ہے پھر بیشک وہ بعض مواقع پر ان معنی کی طرف مضاف کئے جاتے ہیں اس ماضی میں جو حال سے قریب کرنے والی ہے توقع کے ساتھ یعنی اسکا مصدر مخاطب کے لئے توقع دلانے والا ہوتا ہے کہ واقع ہونے والا ہے قریب میں جیسے تو کہے اس شخص کے لئے جو امیر کے سوار ہونے کی توقع کر رہا ہو قد رکب تحقیق کہ وہ سوار ہوگیا یعنی قریب میں حاصل ہوگئی وہ جس کی تو توقع کر رہا تھا اور اسی قبیل سے ہے مؤذن کا قول قد قامت الصلوٰۃ تحقیق کہ نماز قائم ہوگئی پس اس وقت اس میں تین معانی مجتمع ہیں تحقیق توقع اور تقریب اور کبھی بغیر توقع کے تحقیق تقریب کے ساتھ ہوتا ہے جیسے تو کہے تحقیق کہ سوار ہوگیا زید اس شخص کے لئے جو اس کے ہوتا ہے۔

قد کے یہ معانی اس وقت ہیں جب کہ وہ حرف ہو۔ قولہ وسمیت بہما الخ لفظ قد کا نام حرف لتوقع والتقریب اس وجہ سے رکھا کہ یہ ان دونوں معنی کے واسطے آتا ہے چنانچہ یہ حرف قد جب ماضی یا مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس میں تحقیق کے معنی ضرور ہوتے ہیں پھر اس معنی کی طرف ماضی میں بعض مواضع کے اندر مع معنی توقع کے معنی تقریب من الحال ملا دیئے جاتے ہیں یعنی یہ قد یہ بتاتا ہے کہ فعل ماضی کا مصدر مخاطب کے واسطے خبر دینے سے پہلے متوقع امید کیا ہوا ہے عنقریب اس سے واقع ہونے والا ہے یعنی اسے زمانہ ماضی واقع ہونے والا ہے جو حال سے قریب ہے خبر دینے سے پہلے متوقع ہونا اس وجہ سے کہا کہ ماضی میں توقع نہیں ہوسکتی کیوں کہ گذرنا یعنی مضی توقع سے منافات رکھتی ہے لیکن جب یہ کہا کہ خبر دینے سے پہلے متوقع ہے تو اب یہ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے معلوم ہو کہ شارح کے قول اذا دخلت علی الماضی سے معلوم ہوا کہ قد فعل طلب پر داخل نہیں ہوتا اور ماضی میں قد کے داخل ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ ماضی مثبت منصرف ہو کیوں کہ غیر منصرف مضی کے واسطے نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کو حال کے قریب کرے اور قرینہ اطلاق سے معلوم ہوا کہ ماضی مجرد غیر متشابہ بالحرف مراد ہے۔

قولہ کما تقول الخ جیسے ایک شخص امیر کے سوار ہونے کی توقع اور امید رکھتا ہے اس کو تم کہو قد رکب یعنی قریب میں وہ فعل حاصل ہو جاوے گا جس کی تو امیر سے توقع رکھ رہا ہے اور اسی سے مؤذن کا قول قد قامت الصلوٰۃ ہے یعنی قیام صلوٰۃ جس کی تو امید کر رہا ہے وہ قریب میں ہو جاویگا قد قامت الصلوٰۃ کے یہ سب معانی کئے جاسکتے ہیں نماز ظاہر ہوگئی ہے نماز حاضر ہوگئی ہے نماز لازم ہوگئی ہے نماز قائم ہوگئی ہے نماز کا وقت قریب ہوگیا، جماعت نماز کی طرف کھڑی ہوگئی ہے قیام ان سب مذکورہ معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

قولہ ففیہا اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ قد میں اس وقت تین معنی مجتمع ہیں ایک تحقیق دوسرے توقع اور تیسرے تقریب۔

قولہ وقد یکون مع التحقیق الخ یعنی قد کے معنی جو تحقیق کے ہیں کبھی اس تحقیق کے ساتھ تقریب بلا توقع ہوتی ہے جیسے تم

Marfat.com

لمن لم يتوقع ركوبه وهي في المضارع المجرد عن ناصب وجازم وحرف تنفيس للتقليل اى يضاف الى التحقيق في الاغلب التقليل نحو ان الكذوب قد يصدق وقد تستعمل للتحقيق مجردا عن معنى التقليل نحو قد نرى تقلب وجهك في السماء ويجوز الفصل بينها وبين الفعل بالقسم نحو قد والله احسنت وقد لعمري بت ساهرا حرفا الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الكلام لا يتقدم مهما ما في حيزهما لدلالتهما على

سوار ہونے کی توقع نہیں رکھتا اور وہ مضارع میں جو کہ ناصب، جازم اور حرف تنفیس سے خالی ہو تقلیل کے لئے آتا ہے یعنی اغلب میں وہ تحقیق کی طرف مضاف ہوتا ہے قلت کے ساتھ جیسے زیادہ جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے اور کبھی تحقیق کے معنی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خالی کرکے تقلیل کے معنی سے جیسے تحقیق ہم نے دیکھا آپ کے چہرہ کے پھیرنے کو آسمان کی جانب اور جائز ہے فعل کا لانا اس کے درمیان اور اس فعل کے درمیان جس سے قسم کھالی گئی ہے جیسے تحقیق اللہ کی قسم تو نے اچھا کیا اور تحقیق میری عمر کی قسم میں جاگ کر رات گذاری، استفہام کے دونوں حروف ہمزہ اور ھل ان دونوں کے لئے صدر کلام ہے ان دونوں پر مقدم نہیں ہوتا وہ جو ان کی حیز میں ہوتا ہے ان دونوں

کہو قدرکب زید اس شخص سے جس نے زید کے سوار ہونے کی توقع اور امید نہیں کی، پس اس وقت رکب زید کے معنی ہے بیشک زید سوار ہو گیا ہے اور اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ بیشک زید سوار ہونے کو ہے جیسا کہ یہ معنی توقع کی صورت میں ہے۔

قولہ وہی فی المضارع الخ یعنی قد جب فعل مضارع پر داخل ہو کر آتا ہے تو تقلیل کے لئے ہوتا ہے یعنی اغلب استعمالات میں تحقیق کے ساتھ تقلیل کو ملا دیا جاتا ہے لیکن وہ مضارع جس پر قد داخل ہوتا ہے، وہ فعل مضارع ناصب سے بھی خالی ہو اور جازم سے بھی خالی ہو اور حرف تنفیس (وہ حرف جو تنفیس اور تاخیر پر دلالت کرتا ہے جیسے سین اور سوف) سے بھی خالی ہو۔ مصنفؒ نے المضارع مطلق بولا ہے یہ اس کا قرینہ ہے کہ ان سب سے خالی ہو جیسے ان الکذوب قد یصدق اس میں قد تحقیق مع التقلیل کیلئے ہے یعنی بیشک جھوٹا کبھی سچ بولدیتا ہے یہ مثل ہے اس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جس پر اسارۃ (بدی کرنا) اور جھوٹ بولنا غالب ہو الکذوب کاذب کا مبالغہ ہے کذب بفتح الکاف وکسر الذال اور بکسر کاف و سکون الذال سے بنا ہے واقع یا اعتقاد کے خلاف کہنا اور صدق بالکسر والفتح یا بالفتح مصدر اور بالکسر اسم سچ بولنا یعنی واقع یا اعتقاد کے موافق بولنا اصل یہ ہے صدق اور کذب کے ساتھ قول موصوف ہوتا ہے۔

قولہ وقد تستعمل للتحقیق الخ اور قد کبھی صرف تحقیق کے واسطے مستعمل ہوتا ہے۔ معنی تقلیل سے خالی ہوتا ہے جیسے قد نری تقلب وجہک فی السماء تحقیق ہم نے دیکھے ہیں تیرے چہرہ کے بار بار پلٹنے کو آسمان میں یہ آیت تحویل قبلہ کے بارے میں اتری ہے نری صیغہ متکلم مع الغیر ہے اس کا فاعل اللہ ہے لہذا یہاں تقلیل درست نہ ہوگی۔

قولہ ویجوز الفصل الخ قد اور وہ فعل جس پر قد داخل ہو دونوں کے درمیان قسم کے ساتھ فصل کا آنا جائز ہے یعنی قد اور مدخول قد کے درمیان قسم سے فصل کا واقع ہونا جائز ہے جیسے قد واللہ احسنت اور جیسے قد لعمری بت ساہرا واللہ اور لعمری قسم ہے جو قد اور مدخول احسنت اور بت کے درمیان آئی ہے بیشک اللہ کی قسم خوب کیا ہے تو نے اور بیشک میری زندگی کی قسم رات گذاری میں نے درانحالیکہ میں جاگنے والا تھا۔

قولہ حرفا الاستفہام الہمزۃ وہل، یعنی

احد انواع الکلام کما مر وتدخلان علی الاسمیۃ والفعلیۃ تقول فی الاسمیۃ ازید قائم وفی الفعلیۃ اقام عمرو وکذلک هل تقول فیهما هل زید قائم وهل قام عمرو الا ان الهمزۃ تدخل علی کل اسمیۃ سواء کان الخبر فیها اسما او فعلا بخلاف هل فانها لا تدخل علی اسمیۃ خبرها فعل نحو هل زید قام الا علی الشذوذ وذلک لان اصلها ان تکون بمعنی قد کما جاءت علی الاصل فی قولہ تعالیٰ هل اتی علی الانسان ای قد اتی فلما کان اصلها قد

کے دلالت کرنے کی وجہ سے کلام کی انواع میں سے ایک پر جیسا کہ گذر چکا ہے اور دونوں اسمیہ اور فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں تو کہے اسمیہ میں کیا زید قائم ہے اور فعلیہ میں کیا زید کھڑا ہے اور اسی طرح ہل تو ان دونوں میں کہے ھل زید قائم اور ھل قام عمرو لیکن بیشک ہمزہ ہر اسمیہ پر داخل ہوتا ہے برابر ہو کہ اس میں خبر اسم ہو یا فعل بخلاف ہل کے پس وہ اس اسمیہ پر داخل نہیں ہوتا جس کی خبر فعل ہو جیسے ہل زید قام مگر بطور شاذ کے اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی اصل یہ ہے کہ وہ قد کے معنی میں ہو جیسا کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کے قول میں مذکور ہے ھل اتی علی الانسان یعنی قد اتی پس جب کہ اس کی اصل قد ہے اور وہ فعل کے لوازم میں سے ہے

استفہام (دریافت کرنے اور پوچھنے) کے دو حرف ہمزہ اور ہل ہیں پھر اَلْ فعلتَ جو کہ ہل فعلت کے معنی میں ہے جیسا کہ قطرب نے ابوعبیدہ سے حکایت بیان کی تو یہ اصل میں ہل تھا اس میں ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا اَل ہوگیا۔

قولہ لھما صدر الکلام ان دونوں کیواسطے صدر کلام ہے یعنی جو ان دونوں کے تحت میں ہوتا ہے وہ ان پر مقدم نہیں ہوتا ہے پس یہ کلام کے اول میں واقع ہوتے ہیں تاکہ اول وہلہ میں کلام کی انواع میں سے ایک نوع پر دلالت کرے اور ایک نوع یہاں پر کلام استفہامی ہے۔

قولہ وتدخلان الخ اور ان دونوں حرف استفہامی میں سے ہر ایک حرف دونوں قسم کے جملوں پر داخل ہوتے ہیں یعنی جملہ اسمیہ پر بھی اور جملہ فعلیہ پر بھی، جملہ اسمیہ پر ہمزہ کے دخول کی مثال ازید قائم ہے اور جملہ فعلیہ پر ہمزہ کے دخول کی مثال اقام عمرو ہے اور اسی طرح ہل ہے کہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ہل زید قائم اور جملہ فعلیہ پر بھی جیسے ہل قام عمرو۔ شارح تدخلان علی الاسمیۃ والفعلیۃ سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مصنف کا متعدد مثالوں کا لانا اسی وجہ سے ہے کہ ان کا دخول عام ہے اسمیہ اور فعلیہ دونوں قسم کے جملوں پر داخل ہوتے ہیں۔

قولہ الا ان الھمزۃ الخ یعنی ہمزہ اور حرفِ ھل استفہامیہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں میں سے ہر ایک میں داخل ہوتا ہے مگر ان دونوں میں فرق ہے ہمزہ ہر جملہ

اسمیہ پر داخل ہوتا ہے خواہ جملہ اسمیہ میں خبر اسم ہو یا فعل ہو، بخلاف ہل کے وہ ایسے جملہ اسمیہ پر داخل نہیں ہوتا جس جملہ اسمیہ کی خبر فعل ہو مگر شذوذ پر یعنی غیر فصیح استعمال پر جیسا کہ مفتاح میں اس کے قبیح ہونے کو بیان کیا شارح نے الا ان الھمزۃ الخ سے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ مصنف کا قول وکذلک ہل یہ عموم پر نہیں چونکہ آگے مصنف فرما رہے والھمزۃ اعم تعرفنا پس گویا کہ یہ اس حکم سے استثناء کے معنی میں ہیں اسی وجہ سے شارح کے لئے اوجہ

یہ تھا کہ اس کو قولہ تقول ازید ضربت کے جیسا کہ اس کی طرف قولہ لما عرفت سے اشارہ ہو رہا ہے۔

قولہ ذلک لان اصلھا یعنی ہل کا اس جملہ اسمیہ پر نہ داخل ہونا جس کی خبر فعل ہو اس وجہ سے ہے کہ ہل کی اصل یہ ہے کہ وہ قد کے معنی میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول ھل اتی علی الانسان میں قد کے معنی میں اپنی اصل پر آیا ہے اور ہل اتی کے معنی قد اتی کے ہیں یعنی ہل اس قولہ تعالیٰ میں تقریر اور تقریب دونوں کیلئے ساتھ آیا ہے بیشک آیا ہے

Marfat.com

وهي من لوازم الانفعال فان رأت فعلا في حيزها تذكرت عهودا بالحمى وحنت الى الالف المالوف وعانقته وان لم تره في حيزها تسلت عنه ذاهلة والهمزة اعم تصرفا اي التصرف فيها باعتبار استعمالها في مواضع استعمالاتها اكثر من التصرف في هل

پس اگر وہ اپنے حیز میں فعل کو دیکھے گا تو یاد کرے گا اپنے زمانے کو زرخیز اور ہری بھری زمین میں اور اپنے مالوف کی جانب مائل ہوگا اور اس سے معانقہ کرے گا، اور اگر اس کو اپنے حیز میں نہ دیکھے گا تو غافل ہوکر اس سے تسلی حاصل کرلے گا اور تصرف میں ہمزہ عام ہے یعنی اس میں تصرف میں اس کے استعمال کرنے کے لحاظ سے اس کے مواضع استعمال میں زیادہ هل میں تصرف سے تو کہے ازید اضربت

بنی آدم پر کوئی زمانہ اس زمانہ دھاز سے کہ اس زمانہ میں وہ کچھ بھی نہ ہو پس جب کہ اس کی اصل قدر ہے اور وہ فعل کے لوازم میں سے ہے پس اگر کلمہ ہل اپنے تحت میں فعل کو دیکھے گا تو اپنے زمانوں اور اشتیاق کے ساتھ یاد کرے گا اور مالوف دوست کی طرف مشتاق ہوگا اور اس سے گلے ملنا چاہے گا اور اگر وہ اپنے تحت میں فعل کو نہیں دیکھے گا تو اس سے غافل رہتے ہوئے تسلی اور مطمئن و ساکن رہے گا عہود عہد کی جمع بمعنی زمانہ اور وہ منزل جس کی طرف ہمیشہ لوٹتے ہیں اور الحمیٰ بفتح الحاء المہملہ وسکون المیم بمعنی اشتیاق اور بمعنی چراگاہ اور اس میں بارفی کے معنی میں ہے اور حنت حاء مہملہ اور تخفیف نون کے ساتھ میل کے معنی میں ہے مالت یعنی مائل ہوا۔ حنا یحنو حنواً نون کی تشدید کے ساتھ یاحن یحن حناً سے بنا ہے بمعنی مشتاق ہونا۔ الالف بکسر الہمزۃ وسکون اللام بمعنی محبت وحبیب صاحب المعانقہ گلے ملنا ماخوذ عنق بمعنی گردن اتسلی سکون ذاہل غافل ذہول سے غافل ہونا یعنی اگر کلمہ ہل فعل کو اپنے تحت دیکھے گا تو اپنے ان زمانوں اور وقتوں کو یاد کریگا جس وقت چراگاہ میں تھا اور یاد کریگا اپنے ایسے دوست کو کہ اس کے ساتھ الفت رکھتا تھا اور اس سے گلے ملے گا اور اگر کلمہ ہل اپنے تحت فعل کو نہیں دیکھے گا تو اپنے کو تسلی دیگا اور اس مالوف دوست اس سے اس حالت میں غافل ہوجائے گا معلوم ہو کہ شارح کی یہ دلیل شعری ہے۔

قولہ والہمزۃ اعم تصرفاً یعنی ہمزہ تصرف کے اعتبار سے اعم ہے یہاں پر اعمیت (اعم ہونا) شمول کے معنی میں اور مصطلح معنی میں یہاں پر اعمیت نہیں ہے پس شارح کی عبارت کے یہ معنی ہیں کہ ہمزہ کا استعمال اس کے استعمالات کے مواضع میں ہل کے استعمال سے بہت زیادہ جس ہل کے استعمالات کے مواضع میں فاضل حلوانی یہ بیان کیا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اعمیت مطلقاً ہے اور مصنف کا یہ کہنا کہ ہمزہ باعتبار تصرف کے اعم ہے ہل سے اس وقت درست رہتا ہے اگر ہل کے لئے خواص نہ ہوتے حالاں کہ ایسا نہیں بلکہ ہل کے لئے بھی خصائص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ هل اثبات میں تقریر کیلئے آتا ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ فاء پر فاء اور واو اور ثم داخل ہوتا ہے اور ہمزہ پر ان میں سے کوئی داخل نہیں ہوتا اس وجہ سے ظاہر کو چھوڑنا اور اعمیت کو اعمیت من وجہ پر حمل کرنا ضروری ہے لیکن اس کا یہ قول کچھ نہیں معلوم ہو کہ مصنف نے تصرف کو ہمزہ کی طرف مسند کردیا اپنے اس قول والہمزۃ اعم تصرفاً یعنی ہمزہ کا تصرف اعم ہے باوجودیکہ ہمزہ حقیقۃً متصرف نہیں ہے اسی وجہ سے شارح اس کی تفسیر اپنے قول ای التصرف فیہا الخ سے کردی یعنی ہمزہ میں متکلم کا تصرف ہمزہ کے مواضع استعمالات میں ہمزہ کے استعمال کے اعتبار سے اس تصرف سے اکثر ہے جو تصرف کہ متکلم ہل میں کرتا ہے اس کے استعمال کے اعتبار سے اس کے مواضع استعمال میں اس کے بعد معلوم ہو کہ وہ شمول جو عموم سے مستفاد ہورہا ہے وہ شمول باعتبار استعمال کے ہے اور مواد کے اعتبار سے جو شمول ہے وہ مراد نہیں ہے اس طور پر کہ ہمزہ کے واقع میں ہل کے مواد سے زیادہ ہو اور فاضل حلوانی مصنف کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا کہ ہمزہ کا تصرف جملوں

Marfat.com

تقول ازید اضربت بادخال الهمزة علی الاسم مع وجود الفعل بخلاف هل زیداً ضربت لما عرفت وتقول اتضرب زیداً وهو اخوک باستعمال الهمزة لاثبات ما دخلت علیه علی وجه الانکار دون هل تضرب زیداً لان المستفهم عنه فی مثل هذا الموضع محذوف بالحقیقة لان اصله اترضی بضربک زیداً وهو غیر مستحسن منک وهل ضعیف فی الاستفهام فلا یحذف فعلها بخلاف الهمزة فانها قویة فیه وتقول ازید عندک ام عمرو

اسم پر ہمزہ داخل کر کے فعل کے موجود ہونے کے ساتھ بخلاف ہل زیداً ضربت کے جیسا کہ تو سابق میں جان چکا ہے اور تو کہے اتضرب زیداً وہو اخوک ہمزہ کو استعمال کر کے ثابت کرنے کے لئے جس پر وہ داخل ہے انکار کے طریق پر نہیں کہہ سکتا ہل تضرب زیداً وہو غیر مستحسن منک اور ہل استفہام کے موقع پر ضعیف ہے پس اس کا فعل حذف نہ کیا جائے گا بخلاف ہمزہ کے کیوں کہ وہ اس میں قوی ہے اور تو

میں شامل ہوا ہے۔ ہمزہ کے دخول کو ہر جملہ پر اور ہمزہ کا تصرف ان سب جملوں میں شامل ہوا ہے بخلاف ہل کے کہ وہ بعض جملوں پر داخل ہو اس وجہ سے صرف انہیں جملہ پر تصرف کرتا ہے حلوانی جو یہ بیان کیا وہ کچھ نہیں ہے قول ای التصرف الخ سے شارح نے یہ بتا دیا کہ تصرفاً نسبت سے تمیز ہے اور اس کے معنی ہے متکلم کا تصرف ہمزہ میں اور اس کے معنی یہ نہیں کہ کسی شئی میں ہمزہ کا تصرف اور شارح یہ جو فرمایا باعتبار استعمالہا اس سے یہ بتاتے ہیں کہ متکلم کا ہمزہ اس کے استعمال کے اعتبار سے نہ کہ اس کی ذات کے اعتبار سے یعنی ہمزہ کی ذات میں متکلم کا کوئی تصرف نہیں بلکہ اس کے استعمال میں ہے۔

قولہ تقول ازید اضربت یعنی ہمزہ اسم پر داخل کیا جا سکتا ہے باوجودیکہ وہاں فعل ہے بخلاف ہل کے جب وہاں فعل ہو تو وہ ہل اسم پر داخل نہیں کیا جا سکتا اسی وجہ سے جس کو ابھی بتا کر آئے ہیں کہ جملہ اسمیہ پر ہل داخل نہیں ہوگا جس کی خبر فعل ہو۔

قولہ وتقول اتضرب زیداً وہو اخوک یعنی ہمزہ کا استعمال انکار طریقہ پر اس کے اثبات کے لئے ہو سکتا ہے جس پر ہمزہ داخل ہو رہا ہے جیسے اس مثال اتضرب زیداً وہو اخوک اب یہ انکار ملامت کے لئے ہے تو اس وقت معنی ہے زید کو تیرا مارنا جب کہ وہ تیرا بھائی ہے یا تکذیب کے واسطے ہے اور اس وقت

معنی ہے ضرب زید نہیں ہوئی جب کہ وہ تیرا بھائی ہے اور ہل تضرب زیداً وہو اخوک نہیں بولا جاوے گا جو ل کہ اس جیسے جگہ میں وہ شئی جس کے متعلق استفہام ہو رہا ہے حقیقت محذوف ہے اس لئے کہ اس کی اصل ہے اترضی بضربک زیداً وہو غیر مستحسن منک کیا تو پسند کرتا ہے زید کے مارنے کو حتی کہ حالانکہ وہ مارنا تیرا اچھا نہیں" پس مستفہم منہ محذوف ہے وہ رضا ہے اور اس میں انکار لوٹا ہے نہ تکذیباً اور ھل استفہام میں ضعیف ہے اس وجہ سے اس کے فعل کو حذف نہیں کیا جاوے گا بخلاف ہمزہ کے کہ وہ استفہام میں قوی ہے پس اس کا فعل محذوف ہو سکتا ہے۔

قولہ وتقول ازید عندک ام عمرو اس میں ہمزہ کو ام متصلہ کا معادل بنا دینے کے ساتھ ہمزہ کو استعمال کیا یہ درست ہے اس لئے کہ جب کہ دو امروں میں سے ایک کے استفہام کا قصد کیا تو مستفہم عنہ متعدد ہو گئے پس ایسے ہمزہ کا استعمال جو کہ باب استفہام میں اصل ہے اور نہ اس میں اقوی پس ام کے استعمال سے جو نہ استفہام میں اصل ہے اور نہ اس میں اقوی پس ام متصلہ کا معادل ہمزہ کو بنانا صحیح ہوگا اور ام متصلہ کا معادل ہل کو بنانا صحیح نہیں ہوگا اس وجہ سے ہل عندک زید ام عمرو بولنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ ام کے بعد مفرد کا واقع ہونا ام کے اتصال کی دلیل ہے اور ام متصلہ احد الامرین کی تعیین کو طلب کرتا ہے اس

Marfat.com

او يجعل الهمزة معادلة لام المتصلة فانه لما قصد الاستفهام عن احد
الامرين تعدد المستفهم عنه فاستعمال الهمزة التي هي الاصل في
باب الاستفهام الاقوى فيه النسب اليق وتقع هل مع ام المنقطعة
لان المستفهم عنه في صورة ام المنقطعة لم يتعدد لانها للاضراب
عن السؤال الاول والاستيناف سؤال آخر بام المقدرة بالهمزة فان قولك

هل اعندك عمرو وتقول اثم اذا ما وقع وافمن كان وامن كان
بادخال الهمزة على ثم والفاء والواو من الحروف العاطفة بخلاف

کہے ازید عندک ام عمرو یا پھر ہمزہ کو ام متصلہ کے برابر قرار دیا جائے کیوں کہ جب احد الامرین سے استفہام کا ارادہ کیا گیا تو مستفہم عنہ (جس کا استفہام کیا گیا ہے) متعدد ہو گیا پس ہمزہ کا استعمال جو کہ ہمزہ کے باب میں اصل ہے اور اس میں اقوی بھی ہے۔ زیادہ مناسب اور لائق ہے اور واقع ہوتا ہے ھل ام منقطعہ کے ساتھ کیوں کہ مستفہم عنہ ام منقطعہ کی صورت میں متعدد نہیں ہوا کیوں کہ وہ سوال اول سے اعراض کرنے اور سوال آخر کے از سر نو شروع کرنے کیلئے آتا ہے ام مقدرہ کے ذریعہ ہمزہ کے ساتھ کیوں کہ تیرا قول ھل زید عندک ام عمرو بل اعندک عمرو کے معنی میں ہے اور تو کہے اثم اذا ما وقع اور افمن کان اور امن کان ہمزہ داخل کرکے ثم، فاء اور واو عاطفہ پر

اس بات کے علم کے ساتھ ساتھ کہ اصل حکم ثابت ہے پس وہ نفس حکم کی تصدیق کے بعد تصور کے طلب کے لئے ہوگا اور ھل صرف طلب تصدیق کے لئے آتا ہے پس ام متصلہ اور ہل دونوں کے درمیان تدافع ہوگا۔

قولہ وتقع ہل مع ام المنقطعۃ الخ شارح کی یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ ھل بھی اس استفہام کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے جو ام کا معادل ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ ہل ام منقطعہ کے ساتھ واقع ہوتا ہے کیوں کہ ام منقطعہ کی صورت میں مستفہم عنہ متعدد نہیں ہوتا کیوں کہ ام منقطعہ پہلے سوال سے اضراب دوسرے سوال سے استیناف کیلئے ہوتا ہے بذریعہ ام کے جو بل اور ہمزہ کے ساتھ مؤول ہے چنانچہ تمہارا قول ھل زید عندک ام عمرو بل اعندک عمرو کی تاویل میں ہے۔

قولہ وتقول اثم اذا ما وقع الخ یعنی اثم اذا ما وقع اور افمن کان اور امن کان تم بول سکتے ہو کہ ہمزہ کو ثم اور فاء اور واو پر داخل کرکے جو کہ حروف عاطفہ سے ہیں اور ہل کو ان حروف عاطفہ پر داخل کرکے ہل اذا ما وقع اور ہل فمن کان اور ہل ومن کان نہیں بول سکتے کیوں کہ ہل ہمزہ کی فرع کی فرع ہے اس وجہ سے ہمزہ کے تصرف کے مانند اس میں تصرف نہیں ہوگا معلوم ہو کہ شارح کا قول لکونہا فرع الہمزۃ کے ہمزہ کے تمام خصائص مذکور کے ساتھ متعلق ہے اور صرف اخیر کے ساتھ متعلق نہیں ہے نیز معلوم ہو کہ مصنف کا یہ قول اثم اذا ما وقع الخ اس سے تین آیتوں کی طرف اشارہ ہے (۱) قولہ تعالیٰ اثم اذا ما وقع الخ اس سے قولہ تعالیٰ افمن کان علی بینۃ من ربہ (۲) قولہ تعالے اومن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات پس عاطف کا مدخول جمہور کے نزدیک سابق پر معطوف ہے اور زمخشری کے نزدیک مقدر پر معطوف ہے اول کی تقدیر ہے اذا جاء وقت العذاب وقع اثم اذا ما وقع امنتم بہ اور ثانی کی تقدیر ہے امن کان مؤمناً لمن کان فاسقاً امن علی بینۃ کمن لیس ذلک اور ایسے ہی ثالث کی تقدیر پس جمہور کے نزدیک ہمزہ اصل میں عاطف کے بعد ہے پھر وہ مقدم کردیا گیا اور زمخشری کے نزدیک ہمزہ ان سب جگہوں پر اپنے اصل محل میں واقع ہے اور معطوف علیہ ہمزہ اور عاطف کے درمیان مقدر کیا جاوے گا۔

قولہ حروف الشرط الخ شرط کے حروف کل تین ہیں ایک ان بکسر الہمزۃ وسکون

Marfat.com

هل لکونها فرع الهمزة فلا یتصرف تصرفها حروف الشرط ان ولو واما لها صدر الکلام لما مر فان للاستقبال وان دخلت علی الماضی ولو عکسه یعنی للماضی وان دخلت علی المستقبل وفی بعض النسخ فان للاستقبال ولو للماضی ومعناه ان ان للاستقبال سواء دخلت علی المضارع والماضی نحو ان تکرمنی اکرمك وان اکرمتنی اکرمتك فمعنی المثال الثانی بعینه معنی المثال الاول یعنی ان وقع منك اکرامی فی الاستقبال وقع منی ایضا اکرامك منیه وکذلك لو للماضی علی

بخلاف ہل کے کیوں کہ وہ ہمزہ کی فرع ہے اور حروف شرط ان، لو اور اما ہیں ان کے لئے صدر کلام ہے جیسا کہ گذر چکا ہے پس ان استقبال کے لئے ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو اور حرف لو اس کا عکس ہے یعنی ماضی کے لئے ہے اگرچہ وہ مستقبل پر داخل ہو اور بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ فان للاستقبال ولو للماضی یعنی پس ان استقبال کے لئے آتا ہے اور لو ماضی کے لئے اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ بیشک ان استقبال کے لئے آتا ہے اگرچہ برابر ہے کہ وہ مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر جیسے ان تکرمنی اکرمک اور ان اکرمتنی اکرمتک پس مثال ثانی کے معنی بعینہ مثال اول کے معنی میں یعنی اگر تیری جانب سے میرا اکرام واقع ہوا استقبال میں تو میری جانب سے بھی تیرا اکرام اس میں واقع ہوگا اور اسی طرح لو ماضی کے لئے آتا ہے دونوں میں سے جس پر

النون اور دوسرا لو اور تیسرا اما بفتح الہمزة وتشدید اور شرط کے الزام الشیٔ سے ہے یعنی شئ کو لازم کرنا اور چمٹانا اس کے بعد اس کو اصطلاح میں نقل کر لیا اور شرط کے معنی اصطلاح میں ایک جملے کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملے کے مضمون کے حصول کے ساتھ متعلق کرنا پس حروف الشرط کے یہ معنی ہوئے کہ وہ حروف جو دلالت کرتے ہیں اس تعلق مذکور پر ان اور لو اور اما ہے اس معنی پر عطف ربط پر مقدم ہے اور یہ بھی جائز ہے ...... حروف الشرط مبتدا ہو اور اس کی خبر محذوف ہو یعنی حروف الشرط ثلثة یعنی شرط کے حروف تین ہیں اس معنی پر ان اور لو اور اما یا تو خبر سے بدل ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی احدہا ان اور ثانیہا لو اور ثالثہا اما — قولہ لہا صدر الکلام لما مر اور ان کے لئے کلام صدر یعنی اول ہے یعنی کلام کے شروع ہی میں داخل ہوتے جس کی وجہ گذر چکی ہے یعنی اس لئے یہ کلام کی صدارت کو چاہتے ہیں تاکہ کلام کی نوعوں میں سے ایک نوع پر دلالت کرے پس ان حروف کی تقدیم واجب ہے تاکہ اول ہی میں یہ دلالت کریں کہ کلام اس نوع میں ہے اسی وجہ سے ان کا ماقبل ان کے مابعد میں عمل نہیں کریگا ایسے ہی ان کا مابعد ان کے ماقبل میں عمل نہیں کرے گا اور اسی وجہ سے یہ حروف صرف اس فعل پر داخل ہوں گے جو کسی حرف سے شروع نہ کیا گیا ہو لا اور لم کو چھوڑ کر رہا ان کا داخل ہونا اس فعل پر جو لا یالم سے شروع

کیا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لا اور لم فعل کے ... ساتھ ممتزج ہو جاتے ہیں اس طور سے گویا کہ وہ فعل کے اجزاء سے ہیں معلوم ہو کہ وہ الفاظ جو معنی شرط کو متضمن ہوتے ہیں بہت ہیں جیسے متی اور کلما اور ان کے علاوہ۔

قولہ فان للاستقبال الخ اب یہاں سے مصنفؒ حروف شرط کی تفصیل بیان کرتے ہیں پس کہتے ہیں کلمہ ان جو کہ حروف شرط سے ہے استقبال کیلئے موضوع ہے اگرچہ ماضی

پر داخل ہوئے یعنی اس کا دخول خواہ مضارع پر ہو یا ماضی پر ہو زمان استقبال میں حصول کا فائدہ دیگا جیسے ان تکرمنی اکرمک اور جیسے ان اکرمتنی اکرمتک دوسری مثال کے معنی بعینہ وہی ہیں جو پہلی مثال کے معنی ہے یعنی اگر تیرا میری عظمت کرنا زمان استقبال میں ہو تو میرا تیری عظمت کرنا بھی زمان استقبال میں واقع ہوگا اور بعض نسخوں میں اس طرح عبارت ہے فان للاستقبال ولو للماضی اور اس کا

Marfat.com

ایھما دخلت نحو لو ضربت ضربت ولو تضرب اضرب بمعنیً واحدٍ ای لو وقع منک ضرب لی فی الماضی فقد وقع منی ضربک ایضاً فیہ وقد تستعمل کان فی المستقبل نحو قولہ تعالیٰ ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم واعلم ان المشہور ان لو لانتفاء الثانی لانتفاء الاول وھذا الازم معناہ فانھا موضوعۃ لتعلیق حصول امر فی الماضی بحصول امر آخر مقدر فیہ وما کان حصولہ مقدراً فی الماضی کان

بھی داخل ہو جیسے لو ضربت ضربت ولو تضرب اضرب ایک ہی معنی میں ہے یعنی اگر واقع ہوئی تیری جانب سے مجھ پر مار زمانہ ماضی میں پس تحقیق کہ واقع ہوگی میرے جانب سے ضرب اس میں اور کبھی ان کی طرح استقبال میں استعمال کر لیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم اور جان تو کہ مشہور یہ ہے کہ لو انتفاء ثانی کے لئے آتا ہے انتفاء اول کی وجہ سے اور یہ اس کے لازم معنی ہیں کیوں کہ وہ وضع کیا گیا ہے کسی امر کے حصول کو معلق کرنے کے لئے ماضی میں دوسرے امر کے حصول کے ساتھ جس کا حصول اسی میں مقدر کیا گیا ہے اور وہ جس کا

مطلب یہ ہے کہ بیشک ان استقبال کیلئے ہے خواہ مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر جیسا کہ اس کی مثالیں گذریں اور اسی طرح لو ماضی کیلئے ہے ان دونوں مضارع یا ماضی میں سے جونسے پر لو داخل ہو تو وہ ماضی کیلئے ہے جیسے لو ضربت ضربت اور لو تضرب اضرب دونوں مثالوں کے ایک معنی ہیں یعنی اگر میرا مارنا تیرے زمانہ ماضی میں واقع ہو تو میری جانب سے بھی تیرا مارنا زمانہ ماضی میں ہوگا۔

قولہ وقد تستعمل کان الخ یعنی کبھی لو ان کی طرح مستقبل میں مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول لامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم میں لو استقبال کیلئے ان کی طرح یعنی مؤمن باندی مشرکہ آزاد عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو تعجب میں ڈالے گی پس اس میں اعجبتکم ماضی مضارع کے معنی میں ہے اعجاب کے معنی تعجب میں ڈالنا اور شوق میں لانے کے ہیں

قولہ واعلم ان المشہور الخ معلوم ہو کہ مشہور یہ ہے کہ لو ثانی کے انتفاء کیلئے اول کے انتفاء کی وجہ سے یعنی دوسرا امر موجود میں نہیں آیا چونکہ پہلا امر وجود میں نہیں آیا لو کے یہ معنی مشہور اور یہ معنی لو کے معنی کے لازم ہیں یعنی لو کے معنی موضوع لہ کے لئے یہ معنی لازم ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کیوں کہ لو کے سوا جتنے اور حروف شرط ہیں سب تعلیق کے لئے موضوع ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ لو بھی تعلیق کیلئے موضوع ہے اور ان سب کو حروف الشرط سے تعبیر کرنا نحوی کرتا ہے اس لئے کہ شرط جس کے معنی ہے تعلیق حصول مضمون الجملۃ یعنی حصول مضمون الجزاء بحصول مضمون الشرط حروف کا مضاف الیہ بنا کر ذکر کیا ہے پس یہ لو موضوع ہوا کہ ماضی میں ایک امر کے حصول کو ایسے دوسرے امر کے حصول پر جو اس زمانہ میں مفروض مقدر ہے معلق کر دیا پس یہ دوسرا امر جس کے مفروض حصول پر معلق کیا شرط ہوگا اور جس کے حصول کو معلق کیا جزاء ہوگا ۔ اور جس کا حصول زمانہ ماضی میں مفروض اور مقدر یعنی جس کے حصول کو زمانہ ماضی میں فرض کر رکھا ہے یقیناً وہ اس زمانہ ماضی میں منتفی ہوگا یعنی حقیقت میں موجود نہیں ہوگا پس اس کے انتفاء اور موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بھی وجود نہیں ہوگا اور وہ بھی منتفی ہوگا جس کو معلق کیا یعنی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جزاء بھی حاصل اور موجود نہیں ہوگا پس اول کے نہ ہونے کی وجہ سے ثانی نہیں ہوا اور منتفی ہوگیا پس یہ معنی لو کے اصلی معنی کے لازم ہوئے پس جب تم نے یہ کہا لو جئتنی لاکرمتک تو تم نے زمانہ ماضی میں اکرام کے حصول کو ایسی مجی (آنا) کے حصول پر معلق کر دیا جو زمانہ ماضی میں فرض کیا گیا پس یہ مطابق معنی مخصوص تعلیق ہے اور دونوں امروں کا انتفاء اور امتناع

Marfat.com

منتفیا فیہ قطعاً فیلزم لاجل انتفائہ انتفاء ما علق بہ ایضاً فاذا قلت مثلا لو جئتنی لاکرمتک فقد علقت حصول الاکرام فی الماضی بحصول مجیئ مقدر فیہ فیلزم انتفاؤھما معاً وکون انتفاء الاکرام مسبباً لانتفاء المجیئ فی زعم المتکلم واستعمال لو بھذا المعنی ھو الکثیر المتعارف وقد تستعمل علی قصد لزوم الثانی للاول مع انتفاء اللازم لیستدل بہ علی انتفاء الملزوم کقولہ تعالیٰ لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا فان لو ھھنا تدل علی لزوم الفساد لتعدد

حصول زمانہ ماضی میں مقدر رہے وہ اس میں قطعاً منتفی ہوتا ہے پس اس کے انتفاء کی وجہ سے جس پر وہ معلق کیا گیا ہے اس کا معلق ہونا لازم ہے پس مثلاً جب تو نے کہا لو جئتنی لاکرمتک تو تو نے معلق کیا ہے اکرام کے حصول کو ماضی میں اس مجیئت کے حصول پر جس کا پایا جانا اسی زمانہ ماضی میں مقدر تھا لہذا پس دونوں کا انتفاء ایک ساتھ لازم آتا ہے اور اکرام کے انتفاء مسبب ہونا مجیئت کے انتفاء کے لئے متکلم کے گمان میں اور لو کا استعمال ان معنی میں کثیر بھی ہے اور متعارف بھی اور کبھی استعمال کیا جاتا ہے ثانی کے لازم ہونے کے قصد پر اول کے لئے اول کے انتفاء کے ساتھ تاکہ اس کے ذریعہ استدلال کیا جائے ملزوم کے انتفاء پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا اللہ کے سوا اگر آسمان وزمین میں کوئی دوسرا معبود ہوتا تو دونوں فاسد ہو جاتے پس بیشک اس مقام پر لو فساد کے لزوم پر دلالت کرتا ہے تعدد آلہہ کے لئے اور اس

کا سبب ہونا امتناع کے واسطے یہ التزامی مدلول ہے اور جب کہ مخاطب کو دونوں انتفاء معلوم ہیں اور مفروض حصول کے ساتھ حصول کو معلق کرنا بنفسہ مقصود نہیں ہے چونکہ اس میں کچھ فائدہ نہیں بلکہ سببیت کے افادہ کے واسطے مقصود ہے اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ لو ثانی کے امتناع کے واسطے اول کے امتناع کی وجہ سے پس جو معنی مطابقی سے مقصود ہے اس کو معنی مطابقی کے جگہ میں رکھ دیا

قولہ فیلزم انتفاؤھما معاً پس ان دونوں کا انتفاء ایک ساتھ لازم آویگا پس یہ لازم آویگا کہ اکرام کا انتفاء مجی کے انتفاء کے واسطے مسبب ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے جان لیا ہے کہ وہ تعلیق جو لو کے معنی میں معتبر ہے وہ ہے جو توقف کے طور پر ہو اگرچہ وہ متکلم کے زعم اور گمان کے اعتبار یا اس کے ادعاء کے اعتبار سے ہو اور بلاشک موقوف علیہ کا انتفاء ایسا سبب ہے کہ وہ موقوف کے انتفاء کو مستلزم ہے پس شارح کے قول فی زعم المتکلم اس بات کی طرف ایماء ہے کہ لو کے معنی میں معتبر وہ سببیت ہے جو متکلم کے اعتقاد اور اس کے ادعاء کے اعتبار سے ہو خواہ وہ واقع کے موافق ہو یا واقع کے موافق نہ ہو پس فاضل حلوانی نے جو اعتراض کیا وہ وارد نہیں ہوگا انکا اعتراض یہ ہے کہ اگر مجیب ادعاء المتکلم کہتے تو یہ اولیٰ تھا لیکن اولویت کی وجہ غیر ظاہر ہے معلوم ہو کہ فی زعم قولہ مسبباً کے متعلق ہے اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ ثانی کا نفس الامر میں مسبب ہونا لازم نہیں آتا شارح فرماتے ہیں اس معنی مذکور میں لو کثیر متعارف ہے۔

قولہ وقد تستعمل علی قصد لزوم الثانی الخ اور کبھی لو اس معنی میں استعمال کیا جاتا ہے کہ اول کے واسطے ثانی کے لزوم کا قصد کرنا لازم کے انتفاء کے ساتھ تاکہ اس کے ساتھ ملزوم کا منتفی ہونا اور موجود نہ ہونے پر استدلال کیا جائے شارح قدس سرہ مستعمل لفظ سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ لو کے یہ معنی مجازی ہیں کیونکہ تعلیق کا لزوم لازم ہے اور اس پر دلیل کہ وہ معنی مجازی ہیں اس میں استعمال کا قلیل ہونا اور تعلیق مخصوص معنی متبادر میں اور اسی طرح معنی مجازی ہیں کیونکہ تعلیق کا لزوم لازم ہے اور اسکا پر دلیل کہ وہ

Marfat.com

الالٰهة وعلى ان الفساد منتف فيعلم من ذلك انتفاء التعدد ومن هذا الاستعمال توهم المصنف ان لو لانتفاء الاول لانتفاء الثاني وخطا عكسه المشهور ولم يدر ان ما ذكره معنى يقصد اليه في مقام

بات پر بھی کہ فساد منتفی ہے پس اس سے تعدد کا انتفاء معلوم ہوجاتا ہے اور اس استعمال کی بنا پر مصنف نے وہم کرلیا کہ بیشک انتفاء اول کے لئے آتا انتفاء ثانی کی وجہ سے اور اس میں اس نے خطا کی ہے اس کے مشہور عکس سے (یعنی اسکے استعمال مشہور سے خطا کی) اور اس نے نہیں جانا کہ جو اس نے ذکر کیا ہے یہ ایسے معنی

معنی مجازی ہیں اس میں استعمال کا قلیل ہونا اور تعلیق مخصوص معنی متبادر ہیں اور اسی طرح معنی مجازی ہیں اور حق وہ ہے جس کی طرف سلوک گیا ہے قاضی بیضاوی رح اس کو اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے کہ یہ لو قدر مشترک کیلئے موضوع ہے اور وہ تعلیق اشتراک اور حقیقت مجاز کیلئے دفع کرنے کی غرض سے اور اس ایک فرد متبادر ہے اور اس کے استعمال نے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے منافی نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے وجود میں کہا اور اس معنی کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اگر ان دونوں (آسمان اور زمین) میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو وہ دونوں فاسد ہوجاتے پس اس قول تعالیٰ میں لو آلہۃ (معبودوں) کے متعدد ہونے پر فساد کے لازم آنے پر دلالت کرتا ہے کہ اگر معبود متعدد ایک سے زیادہ ہو تو زمین آسمانوں کا فساد لازم آئے گا اور اس پر دلالت کرتا ہے کہ فساد منتفی ہے پس اس سے جانا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ کا معبود ہونا بھی منتفی ہے پس مع الانتفاء لزوم کے متعلق ہے پس لو کا مدلول لزوم مع انتفاء لازم ہوگا پس وہ لزوم جو لازم کے انتفاء کے ساتھ مقارن ہے اس ملزوم کے انتفاء پر استدلال کیا جاویگا پس اس وجہ سے تالی کے استثناء کی طرف احتیاج نہ ہوگی اور مقدم کا استثناء درست نہ ہوگا یعنی اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا الہہ (معبودوں) ہوں تو معبودوں کی رائے کے اختلاف کی وجہ سے فساد لازم آویگا جو کہ منتفی ہے اس وجہ سے معبودوں کا تعدد منتفی ہے پس فساد کے انتفاء سے تعدد الہہ کا انتفاء معلوم ہوجاتا ہے جو کہ ملزوم ہے اس لئے کہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہے۔

قولہ ومن ہذا الاستعمال الخ یعنی لو کے استعمال مذکور سے اس بات کا وہم ہوگیا کہ لو تالی کے انتفاء کی وجہ سے اول کے انتفاء کے لئے ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قول لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا جب فساد منتفی ہوا تو تعدد منتفی ہوگیا پس مصنف نے یہ اعتقاد کرلیا کہ لو اول کے انتفاء کے واسطے ہے ثانی کے انتفاء کی وجہ سے اور مصنف اس کے عکس ایسے کو جو کہ مشہور ہے کہ لو ثانی کے انتفاء کے واسطے اول کے انتفاء کی وجہ سے اسکو غلط اور خطا قرار دیا کیوں کہ لو کے مشہور معنی کے ماننے پر مقدم ملزوم یا سبب ہوگا اور جزا مسبب یا لازم اور ملزوم کے انتفاء سے لازم کا انتفاء لازم نہیں آتا ہے اور نہ مسبب کے انتفاء سے سبب کا انتفاء لازم آتا ہے کیوں کہ مسبب کی طرح لازم کبھی اعم ہوتا ہے بخلاف لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہے کیوں کہ لازم یا اعم ہوگا یا مساوی ہوگا اور دونوں تقدیروں پر ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوگا اسی طرح مسبب کا انتفاء سبب کے انتفاء کو مستلزم ہے کیوں کہ مسبب بھی یا اعم ہوگا یا مساوی ہوگا اور اعم کا انتفاء خاص کے انتفاء کو واجب کرتا ہے نہ اس کا عکس اور متساویوں میں سے ایک انتفاء دوسرے کے انتفاء کو واجب کرتا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شئ کے اسباب متعدد مختلف ہوں جیسے اشراق کے واسطے شمس اور نار سبب ہے پس سبب کا انتفاء مسبب کے انتفاء کو واجب نہیں اور مسبب کا انتفاء سبب کے انتفاء کو واجب کرتا ہے

قولہ ولم یدر ان ما ذکرہ یعنی مصنف نے یہ وہم کرکے کہ لو ثانی کے انتفاء کی وجہ سے اول کے انتفاء کے واسطے اس

Marfat.com

الاستدلال بانتفاء اللازم المعلوم على انتفاء الملزوم المجهول وان المعنى المشهور بيان سببية احد انتفائين معلومين للآخر بحسب الواقع فلا يتصور هناك الاستدلال فانك اذا قلت لوجئتني لاكرمتك لم تقصد ان تعلم المخاطب انتفاء المجئ من انتفاء الاكرام كيف و كلا الانتفائين معلوم له بل قصدت اعلامه بان انتفاء الاكرام مستند الى انتفاء المجئ ولها استعمال ثالث وهو ان يقصد بيان استمرار شئ فيربط ذلك الشئ بابعد النقيضين عنه كقولك لو

ہیں کہ جن کا قصد اس کے استدلال کے موقع پر کیا جاتا ہے لازم معلوم کے انتفار سے ملزوم مجہول کے انتفار پر اور بیشک معنی مشہور دو منتفی معلوم میں سے ایک دوسرے منتفی ہونے کے سبب کو بیان کرنا ہے واقع کے اعتبار سے لہذا یہاں استدلال صادق نہیں آتا کیوں کہ جب تونے کہا لوجئتنی لاکرمتک تو تو نے ارادہ نہیں کیا کہ تو مخاطب کو بتلائے کہ مجیئت کا نہ ہونا اکرام کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ دونوں کا انتفار اس کو معلوم ہے بلکہ تو نے ارادہ کیا ہے اسکو یہ بات بتلانے کا کہ اکرام کا انتفار مستند ہے مجیئت کے نہ پائے جانے کی طرف اور لو کے تین استعمال ہیں اول یہ کہ شئی کے استمرار کے بیان کا ارادہ کیا جائے پس یہ شئی مربوط ہوگی اس کے ابعد نقیضین کو جیسے تیرا قول لو اہانی

معنی کے عکس کو غلط قرار دیدیا اور مصنف یہ نہیں جانا کہ جو معنی کہ مصنف نے ذکر کئے یعنی لولا انتفار الثانی بہ ایسے معنی ہیں کہ جس کی طرف مقام استدلال میں قصد کیا جاتا ہے لازم معلوم کے انتفار کے سبب ملزوم مجہول کے انتفار اس آیت میں لازم معلوم فساد ہے یہ لازم معلوم منتفی ہے تعدد الہہ ملزوم مجہول ہے فساد لازم معلوم کا انتفار سبب میں کیا ملزوم مجہول یعنی تعدد الہہ کے انتفار کا اور مصنف نے یہ جانا کہ مشہور معنی استدلال میں نہیں ہے مشہور معنی دو معلوم انتفار میں سے ایک بحسب الواقع دوسرے کیلئے سبب ہونے کو بیان کرتا ہے یہ معنی علمار کے قول سے معلوم ہوتے ہیں وہ کہتے کہ لو جزا کے مضمون کے حصول شرط کے مضمون کے حصول کے ساتھ معلق کرتا ہے جو شرط کہ فرض کرلی گئی پس وہاں یعنی معنی مشہور میں متصور نہیں ہوتا کہ دو سببوں میں سے ایک معلوم ہے اور دوسرا مجہول ہے، پس اس معنی مشہور میں استدلال نہیں ہے چنانچہ جب تم یہ کہو لوجئتنی لاکرمتک اس میں تم نے مخاطب کو یہ بتانے کا قصد نہیں کیا کہ مجئ کا انتفار اکرام کے انتفار سے اور اس معنی کے بتانے کا کیسے قصد کیا جا سکتا ہے حالاں کہ مخاطب کو دونوں انتفار یعنی مجئ اور اکرام دونوں کا انتفار معلوم ہے بلکہ تم نے مخاطب کو یہ بتانے کا قصد کیا ہے اکرام کا انتفار مجئ کے انتفار کی طرف مستند ہے معلوم ہو کہ تقصد

مخاطب کا صیغہ ہے اور تعلم اعلام سے مخاطب کا صیغہ ہے اور المخاطب مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے یا یعلم صیغہ غائب معروف ہے اس المخاطب فاعلیت پر مرفوع ہے تو لہ ولہا استعمال ثالث الخ یعنی لو کے واسطے ایک تیسرا استعمال ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شئ کے استمرار (یعنی برابر ہونے) کے بیان کا قصد کیا جاوے پس اس شئ کو اس کی دو نقیضوں جو سب سے زیادہ بعید نقیض اس کیساتھ

مربوط کردیا جاتا ہے جیسے اس مثال میں لو اہانی لاکرمتہ پس اس مثال میں اکرام کے وجود کے استمرار (برابر ہونے) کے وجود کو بیان کرنا پس جب اہانت کو اکرام مستلزم ہے تو اکرام اکرام کیسے مستلزم نہ ہوگا۔ معلوم ہو کہ لبیان استمرار اس میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے یعنی اس مثال مذکور میں اکرام کے وجود کے مستمر ہونے کو بیان کرنا ہے کیوں کہ اہانت اکرام عدم

Marfat.com

اهانني لاكرمته لبيان استمرار وجود الاكرام فانه اذا استلزمت الاهانة الاكرام فكيف لا يستلزم الاكرام الاكرام وتلزمان اي ان ولو الفعل لفظاً كما مرّ من الامثلة او تقديراً نحو قوله تعالى وان احد من المشركين استجارك ولو انتم تملكون اي وان استجارك احد ولو تملكون انتم فاحدٌ وانتم مرفوعان بانهما فاعلان لفعلين محذوفين يفسرهما الظاهر اما احد فظاهر واما انتم فلانه كان ضميراً مستتراً فلما حذف الفعل صار منفصلاً بارزاً

لاکرمتہ کرام کے وجود کے استمرار کو بیان کرنے کے لئے اس لئے کہ جب تو نے اہانت کے بدلہ اکرام کا استلزام کیا ہے تو پس اکرام دوسرے اکرام کو مستلزم کیسے نہ ہوگا اور دونوں لازم ہوتے ہیں یعنی ان اور لو فعل کو لفظوں میں جیسا کہ ان کی مثالیں گذر چکی ہیں یا تقدیراً لازم آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان احد من المشرکین استجارک اور اگر مشرکین میں سے کوئی امن طلب کرے اور لو انتم تملکون یعنی ان استجارک احد و لو تملکون انتم پس ان دونوں مثالوں میں احد اور انتم دونوں مرفوع ہیں بایں طور کہ دونوں دو محذوف فعلوں کے فاعل ہیں جن کی تفسیر ظاہر کر رہا ہے بہر حال احد تو ظاہر ہے اور بہر حال انتم تو اس لئے کہ وہ ضمیر مستتر کی شکل میں تھا پس جب فعل کو حذف کر دیا گیا تو وہ منفصل بارز

سے زیادہ بعید نقیض پس اس کے مقابلہ میں جب اکرام مستمر ہے پس جب اہانت اکرام کے واسطے لازم ہے تو اکرام اکرام کیو اسطے کیسے لازم نہیں ہوگا پس اکرام کے مقابلہ میں اکرام کا متحقق ہونا بطریق اولیٰ ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

قولہ وتلزمان الخ یعنی ان اور لو دونوں فعل کو لازم ہیں اب یہ فعل یا لفظاً ہوگا یعنی ملفوظ ہوگا جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے یعنی شرط اور جزاء دونوں یا تو ملفوظ فعل ہوتے ہیں اور ان کی جزاء کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے اور لو کی جزاء فعل مجزوم بلم ہوتی ہے یا ایسی ماضی کہ اس کے اول میں مفتوح لام ہے اور لو کی جزاء کا حذف قلیل ہے مگر جب کہ لو ایسی شئی کے ساتھ ہو کہ اس شئی کے تحت میں صلہ ہے جیسے جاء نی الذی لو ضربتہ شکرنی یا شرط دراز ہو گئی ہو جیسے قولہ تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام الایۃ اور زمخشری اسطرف گئے ہیں کہ لو کے جواب میں جملہ اسمیہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ولو انہم امنوا واتقوا لمثوبۃ من عند اللہ خیر۔

قولہ تقدیراً یعنی ان اور لو دونوں فعل کو لازم ہیں اگر لفظاً نہ ہو تو وہاں تقدیراً ہوگا یعنی فعل مقدر نکالیں گے جیسے وان احد من المشرکین استجارک اور لو انتم تملکون اصل میں اسطرح پر تھے وان استجارک اور ولو انتم تملکون پس احد اور انتم دونوں اس بنا پر مرفوع ہیں کہ یہ دونوں دو محذوف فعل کے فاعل ہیں ان دونوں فعل کی تفسیر ظاہر فعل کر رہے ہیں بہر حال احد کے فعل کا محذوف کا فاعل ہونا ظاہر ہے اور بہر حال انتم یہ اسلئے فعل محذوف کا فاعل ہے کہ فعل محذوف میں ضمیر مستتر تھی پس جب فعل کو حذف کیا تو وہ ضمیر مستتر ضمیر بارز منفصل ہو گئی۔

قولہ اما انتم فلانہ الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ انتم فعل محذوف کا فاعل نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ فاعل فعل محذوف میں ضمیر مستتر ہے پس جمع کی ضمیر جو تملکون میں ہے وہ اس کا فاعل ہے اور قولہ انتم اس ضمیر الجمع کی جو کہ فاعل ہے تاکید ہے پس شارح جواب دیا کہ قولہ انتم اصل میں ضمیر مستتر تھی پس جب فعل کو حذف کیا تو وہ ضمیر مستتر بارز منفصل بن گئی تو فعل تملکون بلا فاعل محذوف ہے وہ فاعل اس میں ضمیر مستتر تھی

Marfat.com

چوں کہ فعل جس میں یہ مستتر ہوئی باقی
نہیں رہا اس وجہ سے ضمیر بارز منفصل
ہو گئی اور یہ اس پر مبنی ہے کہ تملکون میں
واو فاعل نہ ہو بلکہ فاعل کے واسطے
علامت ہو یہ اس آیت انتم ضمیر ہو گی
اور فعل کے حذف کے ساتھ وہ ضمیر
بارز متصل منفصل ہو گئی یہ اس آیت
انتم ضمیر مستتر یا ضمیر بارز متصل کی تاکید
نہیں یعنی فعل محذوف کے فاعل ضمیر
مستتر یا بارز متصل کی تاکید نہیں۔ اب
سوال ہوتا ہے کہ جب فعل حذف کیا
گیا تو فاعل کیوں حذف نہیں ہوا پس لان
حذف الفعل سے اس کا جواب دیا کہ
فعل اور فاعل دونوں کا حذف کرنا ابعد
ہے صرف فعل کے حذف کرنے سے
پس دلیل دلالت کرتی ہے کہ انتم فعل
محذوف کا فاعل ہے اور اس کی تاکید
نہیں ہے اگر ضمیر متصل کی ضمیر منفصل تاکید
ہو تو تقدیر یہ ہو گی لو تملکون انتم تملکون
اور اس وقت فعل الفاعل دونوں کا
حذف صرف فعل کے حذف سے زیادہ
ہے اس وجہ سے وہ ابعد ہے۔

ولیس تاکیداً لفاعل لفعل المحذوف لان حذف الفعل
والفاعل ابعد من حذف الفعل وحده ومن ثمہ ای ومن
اجل لزوم الفعل بعد ھما قیل بعد لو المحذوف فعلھما
انك بالفتح لا بالکسر لانه ای ان مع معمولیه فاعل
للفعل المقدر بعد لو والصالح للفاعلیة ھو ان المفتوحة
لا المکسورة وقیل انطلقت بالفعل ای بصیغة الفعل
موضع منطلق ای فی موضع یلیق ان یقع فیه منطلق کان
الاصل فی خبر ان ھو الافراد لیکون الفعل المذکور موضع

ہو گیا اور یہ فعل محذوف کی تاکید نہیں ہے کیوں کہ فعل اور فاعل کا حذف کرنا تنہا
فعل کے حذف سے زیادہ بعید ہے اور اسی وجہ سے یعنی ان دونوں کے بعد
فعل کے لازم ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے بعد لو کے کہ جس کا فعل حذف کر دیا
گیا ہے انک کے فتحہ کے ساتھ نہ کہ کسرہ کے ساتھ اس وجہ سے کہ وہ اپنے
دونوں معمولوں کے ساتھ اس فعل کا فاعل ہے جو لو کے بعد مقدر ہے اور فاعل
بننے کیلئے ان مفتوحہ صلاحیت رکھتا ہے نہ کہ مکسورہ اور کہا گیا ہے انطلقت
فعل کے ساتھ یعنی صیغہ فعل کے ساتھ منطلق کی جگہ یعنی اس مقام میں کہ جہاں
منطلق مناسب تھا اس لئے کہ ان کی خبر میں اصل افراد ہے تاکہ ہو جائے
وہ فعل جو اسم فاعل کی جگہ ذکر کیا گیا ہے مانند عوض کے فعل محذوف

قولہ من ثم الخ چوں کہ ان اور لو
کے فعل لازم ہے اس وجہ سے ایسے لو
کے بعد جس کے فعل کو حذف کر دیا گیا
انک ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بولا جاتا
ہے نہ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ کیوں کہ
ان اپنے دونوں معمولوں سمیت اس
فعل کا فاعل ہے جو لو کے بعد مقدر ہے
اور جو فاعل ہونے کی صلاحیت اور
قابلیت رکھتا ہے وہ ان مفتوح الہمزہ

اور ان مکسورہ الہمزہ نہیں ہے اس وجہ
سے کہ جب لو کے بعد فعل کو حذف کر دیا
گیا تو اس فعل محذوف کے واسطے فاعل
ہو گا اور فاعل صرف مفرد ہوتا ہے اس
وجہ سے ان کا بفتح الہمزہ ہونا ضروری
ہے تاکہ لو کے اس مابعد کو مفرد کی تاویل
میں کر کے فاعل بنایا جا سکے اور چوں کہ
لو کے بعد فعل لازم ہے تو ایسے لو کے

بعد جس کے فعل کو حذف کر دیا گیا تو انک
انطلقت فعل کے صیغہ کے ساتھ بولا
جاتا ہے منطلق کی جگہ میں یعنی ایسی جگہ
میں جس میں منطلق واقع انطلقت
بولا جاتا ہے اور منطلق کا ایسی جگہ میں
واقع ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان کی
خبر کے اندر اصل میں افراد ہے رہا امر
کہ منطلق اسم مشتق کے واقع ہونے کی

Marfat.com

اسم الفاعل کالعوض من الفعل المحذوف فیقال لوانك انطلقت
ولا یقال لوانك منطلق وانما قال کالعوض لان الفعل المقدر
لا بدله من مفسروان لکونها دالة علی معنی التحقیق و
الثبوت تدل علی معنی ثبت المقدر ههنا فهو عوض عنه من
حیث المعنی والفعل الواقع خبرا عوض عنه من حیث اللفظ فلیس
شئ منهما عوضا حقیقیا عن الفعل المقدر بل کالعوض وهذا
اذا کان الخبر مشتقا یمکن اشتقاق الفعل من مصدره وان

سے پس کہا جاتا ہے لوانک انطلقت اور نہیں کہا جاتا لوانک منطلق اور مصنف
نے کالعوض کہا ہے اس لئے کہ فعل مقدر کیلئے ضروری ہے مفسر کا ہونا اور
اس لئے کہ چوں کہ وہ تحقیق اور ثبوت کے معنی پر دلالت کرتا ہے لہذا ثبت کے
معنی پر دال ہوگا جو یہاں پر محذوف ہے لہذا پس یہ اس کے عوض میں ہے
باعتبار معنی کے اور وہ فعل جو خبر واقع ہے اس کے عوض میں ہے لفظ کے اعتبار
سے پس ان دونوں میں سے کوئی فعل مقدر کا حقیقی عوض میں نہیں ہے بلکہ مانند
عوض کے ہے اور یہ جب ہے کہ خبر مشتق ہو فعل کا مشتق ہونا اس کے مصدر سے

جگہ انطلقت صیغہ فعل کیوں واقع ہوتا تو
اس کی وجہ مصنف رح یہ بیان کی لیکون
کالعوض یعنی اسم فاعل کی جگہ میں فعل
مذکور فعل محذوف سے عوض کی طرح
ہو جاوے پس لوانک انطلقت بولا جائے
گا اور لوانک منطلق نہیں بولا جاوے گا
معلوم ہو کہ شارح بالفعل کی تفسیر بصیغۃ
الفعل سے کی اس سے اس بات کی طرف
اشارہ کر دیا کہ انطلقت سے فعل کا صیغہ
مطلقاً ہے اور صرف صیغہ ماضی نہیں ہے
اور نہ خاص صیغہ انطلقت مراد ہے
اور شارح موضع منطلق کی تفسیر فی

موضع یلیق ان یقع فیہ منطلق سے کی اس وجہ
سے کہ مصنف کی عبارت پر ایک اعتراض
ہوتا تھا جس کی تقریر یہ ہے کہ مصنف
کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں
موضع قولہ منطلق کا موضع ہے نہ انطلقت
کا موضع باوجود یہ ضروری تھا کہ یہ کہا
جاتا لوانک انطلقت عرب کے قاعدہ
کی طرف نظر کے اعتبار سے اور وہ قاعدہ
یہ ہے کہ جب فعل مفسر کو حذف کیا جاوے
تو اس کے بعد مفسر لانا ضروری ہے پس
اس قاعدہ کی طرف نظر کے اعتبار سے
لوانک منطلق کہنا درست نہیں ہوگا۔

قولہ وانما قال کالعوض الخ یعنی مصنف
کالعوض (عوض کے مانند) ہی کیوں کہا
اور عوض کیوں نہیں کہا تو اس کی وجہ یہ
ہے کہ فعل مقدر کے واسطے ایک مفسر
ضروری ہے کہ وہ جو حذف سے ابہام
پیدا ہو گیا اس کو وہ مفسر زائل کر دے
اور ان چوں کہ تحقیق اور ثبوت کے معنی
پر دلالت کرنے والا ہے تو یہ یہاں پر
ثبت مقدر کے معنی پر دلالت کریگا پس
یہ ان جس کے معنی تحقیق اور ثبوت کے
ہیں ثبت کا عوض ہے معنی کے اعتبار سے
بھی اور فعل کے اعتبار سے بھی اور وہ
فعل جو خبر واقع ہو رہا ہے یعنی انطلقت
وہ فعل لفظ کے اعتبار سے فعل مقدر
ثبت کا عوض حقیقی ہے پس یہ فعل
مذکور انطلقت اس فعل مقدر
(ثبت) نہ لفظ کے اعتبار سے عوض ہے
اور نہ معنی کے اعتبار سے لہذا یہ فعل
مذکور انطلقت مقدر کا عوض ہے
پس ان دونوں میں سے کوئی سا بھی
عوض حقیقی نہیں ہے بلکہ عوض کے
مانند ہے۔

قولہ ہذا اذا کان الخ یعنی فعل کا خبر
مفرد کی جگہ میں ہونا صرف اسوقت
درست ہے جب کہ خبر مشتق ہو جیسے
منطلق کیوں کہ فعل کا اشتقاق اس
خبر کے مصدر سے ممکن ہوگا اور اس
فعل کا اس کی جگہ میں رکھنا یہاں پر
منطلق کا مصدر انطلاق ہے اس
انطلقت مشتق کرکے منطلق کی جگہ میں
رکھدیا جاویگا اور اگر خبر ایسا جامد

Marfat.com

کان جامداً لا یمکن اشتقاق الفعل منه جاز وقوع ذلک
الاسم الجامد خبراً لتعذرہ ای تعذر وقوع الفعل فی موضع
الخبر کقولہ تعالیٰ ولوان ما فی الارض من شجرۃ اقلام فان الاقلام
لیس مشتقا یوضع فعلہ فی موضعہ واذا تقدم القسم اول الکلام
ای فی اول زمان التکلم بالکلام فیمہ ترک فی لکونہ ظرف زمان
واحترز بہ عن توسط القسم بتقدیم غیر الشرط علی الشرط متعلق

ممکن ہو اور اگر جامد ہو تو فعل اشتقاق اس سے ممکن نہ ہو تو جائز ہے اس اسم
جامد کا خبر واقع ہونا اس کے متعذر ہونے کی وجہ سے یعنی فعل کے وقوع کے دشوار
ہونے کی وجہ سے خبر کی جگہ میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولوان ما فی الارض من شجرۃ
اقلام پس اس مثال میں اقلام مشتق نہیں ہے کہ اس کا فعل اس کی جگہ رکھا
جا سکے اور جب قسم اول کلام میں مقدم ہو یعنی کلام کے تکلم کے شروع زمانے
میں تو اس وقت فی کا ترک کرنا درست ہے اس لئے کہ وہ ظرف زمان ہے
اور اس کے ذریعہ مصنف نے احتراز کیا ہے قسم کے وسط میں ہونے سے غیر
شرط کو مقدم ذکر کرنے کی وجہ سے شرط پر۔ یہ تقدم کے متعلق ہے تو اس

ہو کہ اس سے فعل کا اشتقاق ممکن ہو تو
اس جامد کا خبر واقع ہونا جائز ہوگا کیوں کہ
خبر کی جگہ میں فعل کا واقع ہونا نہ ممکن ہو گیا
ہے چوں کہ جامد سے اشتقاق ممکن ہے
جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ولوان ما فی الارض
من شجرۃ اقلام اور اگر ثابت ہوتی وہ شئی
جو زمین میں درختوں سے قلم یعنی سب درخت
قلم ہوتے تو اللہ کے کلمات جو لا تعد و لا
تحصی ختم نہیں ہو سکتے بہتے لکھائی میں چونکہ
اقلام اسم جامد ہے ایسا اسم مشتق نہیں ہے
کہ اس کا فعل اس کی جگہ میں رکھا جا سکے

قولہ واذا تقدم القسم الخ شارح نے
اس کی ای فی اول زمان التکلم بالکلام سے
کی اس تفسیر سے اس اعتراض کے دفع کی
طرف اشارہ کیا جو حواشی ہندیہ میں ہے
اور وہ اعتراض یہ ہے کہ فی کی تقدیر کی
شرط یہ ہے کہ جہاں فی مقدر کیا جائے
وہ ظرف زمان یا مکان مبہم ہو اور اول نہ تو
ظرف زمان ہے اور نہ ظرف مکان اور اس
اعتراض کے دفع کی تقریر یہ ہے کہ اول ظرف
زمان ہے مضاف الیہ محذوف کے اعتبار
سے تقدیر عبارت میں اذا تقدم القسم فی
اول زمان الکلام اور کلام سے مراد تکلم با
لکلام ہے مجازاً یعنی اول زمان الکلام با
لکلام اس وجہ سے فی کا چھوڑنا جائز ہو گیا
یعنی کلام کے بولنے کے اول زمان میں معلوم
ہو کہ یہ جواب دو وجہ سے ضعیف ہے اول تو
اس وجہ سے ضعیف ہے کہ یہ کلام ایسے
مجاز پر مشتمل ہوگا جو غیر مقصود پر کلام کے
حمل کو واجب کرتا ہے دوسرے اس
وجہ سے کہ مقصود اول کلام میں قسم کا واقع

ہونا اور کلام کے تکلم کے اول زمانہ میں قسم کا
واقع ہونا مقصود نہیں ہے، حواشی میں اس
کا یہ جواب دیا ہے کہ اول الکلام تقدم کا
ظرف مکان ہے دخول کے تضمن کے سبب
سے اور دخول میں مکان مبہم ہونا شرط نہیں
ہے بلکہ دخلت کے بعد میں جو امکنہ معینہ
آتے ہیں وہ مکان مبہم پر حمل کر لئے جاتے
ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ قسم شرط پر مقدم
ہوتے کلام کے بولنے کے اول زمانہ میں
یعنی سب سے پہلے یعنی فعل شرط کے بولنے
اور کسی چیز کے بولنے سے پہلے قسم کو بولا
گیا ہو، مصنف کے قول اول الکلام سے

قسم کو درمیان میں لانے کے شرط کے علاوہ
کسی اور چیز کو مقدم کر کے اس سے احتراز
ہو گیا یعنی فعل شرط کے علاوہ اور کوئی
چیز بھی قسم سے پہلے نہ آوے پس مصنف
اس سے احتراز کے واسطے قولہ اول الکلام
لایا ہے پس یا احتراز اسی پر محصور کیا جاوے
اگرچہ وہ ذکر میں مقدم ہے پس وہ قصد
میں متاخر ہے پس قولہ علی الشرط شرط کی
تقدیم سے احتراز ہے یا اس کو توسط
کی تمام قسموں سے احتراز قرار دیا جاوے
تو قولہ علی الشرط کا ذکر کرنا اس لئے
ہوگا کہ کلام شرط پر مقدم کرنے میں ہوتا

Marfat.com

بتقدم لزمه الماضى اى لزم القسم ان يكون الشرط الواقع بعده ماضيا لفظا او معنىً ليكون على وجه لا تعمل فيه ادوات الشرط فيطابق اى الشرط الجواب حيث يبطل عمل ادوات الشرط فيه اى فى الجواب وكان الجواب للقسم نقط لفظا لا للقسم والشرط جميعا لانه يلزم ان يكون مخبرو ما وغير مجزوم وهو محال

کا ماضی ہونا ضروری ہے یعنی قسم کے لئے لازم ہے کہ وہ شرط جو اس کے بعد واقع ہو وہ لفظاً ماضی ہو یا معنیً تاکہ وہ اس طریق پر ہو جائے کہ حروف شرط اس میں کوئی عمل نہ کر سکیں پس مطابق ہو گی یعنی شرط جواب قسم کے اس وجہ سے کہ حروف شرط کا عمل اس جگہ باطل ہو جاتے گا اس میں یعنی جواب میں اور ہو گا جواب قسم کا فقط لفظ میں نہ کہ قسم اور شرط دونوں کا کیوں کہ اس صورت میں مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور بہر حال

چوں کہ مصنف کا یہ کلام دونوں احتمالوں کو برداشت کرتا ہے اس وجہ سے شارح نے اس کو اس کے اطلاق پر چھوڑ دیا اور قولہ علی الشرط تقدم کے متعلق ہے اور الشرط سے مراد فعل شرط اور ادوات شرط مراد ہے۔

قولہ لزمہ الماضی الخ یعنی جب کہ قسم الکلام کے شروع میں واقع ہو اور قسم سے پہلے کلام کے اجزاء میں کوئی جز واقع نہ ہو نہ فعل شرط اور نہ ادوات شرط قسم سے پہلے واقع ہو اور نہ شرط کے علاوہ اور کوئی شئی واقع ہو قسم ہی پہلے واقع ہو تو اس قسم کو فعل ماضی لازم آتا ہے لزمہ الماضی اذا تقدم الخ شرط کی جزاء ہے یعنی یہ ضروری ہے فعل شرط جو قسم کے بعد واقع ہو وہ فعل شرط فعل ماضی ہو اعم اس سے کہ وہ فعل ماضی لفظی ہو یا معنوی ہو یعنی فعل شرط اس طور پر ہو کہ اسمیں ادوات شرط بالکل عمل نہ کر سکیں چوں کہ اس وقت یہ مقرر ہے کہ جواب قسم کے واسطے ہو گا اور اس ادوات شرط کا عمل باطل ہے اس وجہ سے شرط کو بھی ماضی قرار دیا تاکہ اس میں بھی حرف شرط کا عمل نہ ہو پس اس وقت شرط جواب کے موافق ہو جائے گی اس طور سے کہ ادوات شرط کا عمل اس جواب میں باطل ہو رہا ہے۔

قولہ ای لزم القسم الخ شارح اس تفسیر سے یہ بتایا کہ لزمہ کی ضمیر مفعول بہ القسم کی طرف راجع ہے نہ شرط کی طرف اور اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ فعل شرط جو قسم کے بعد واقع ہو رہا ہے یہ قسم کو لازم ہو گیا کہ وہ فعل شرط لفظی ماضی ہو یا وہ معنوی ماضی ہو۔ سوال لزمہ کی ضمیر کو قسم کی طرف لوٹانا از روئے لفظ بعید ہے اور لفظ کے اعتبار سے شرط کی طرف لوٹانا قریب ہے پس بعید کو قریب پر کیوں اختیار کیا جواب لزمہ کی ضمیر مفعول بہ کو قسم کی طرف لوٹانا اگرچہ لفظ کے اعتبار سے بعید ہے لیکن معنی کے اعتبار سے قریب ہے کیوں کہ کلام قسم میں ہے حضرت شیخ عبدالحکیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ قسم کی طرف ضمیر کا لوٹانا باوجودیکہ لفظ کے اعتبار سے بعید ہے لیکن معنی کے اعتبار سے قریب ہے کیوں کہ کلام قسم میں واسطے ماضی کا لازم ہونا لزوم الکلی للجزئی کے تکلف کے اعتبار کی طرف محتاج ہے۔

قولہ کان الجواب للقسم الخ یعنی جب کہ کلام کے شروع میں قسم ہو اس طور سے کہ قسم سے پہلے نہ شرط ہی واقع ہو نہ اور کوئی چیز جس کی وجہ سے شرط درمیان کلام کے واقع ہو جاوے تو اس وقت یہ امر ضروری ہے کہ وہ فعل شرط جو اس قسم کے بعد واقع ہو رہا ہے وہ فعل شرط لفظی یا معنوی فعل ماضی ہو اس لئے کہ حرف شرط جیسے شرط فعل ماضی ہونے کی وجہ سے اس شرط میں عامل نہیں اسی طرح اس جواب میں ہو اس فعل شرط کے بعد واقع ہو رہا ہے اس میں بھی حرف شرط عامل نہ ہو تو اس وقت شرط اور جواب میں موافقت ہو جاوے گی اور وہ جواب اس شرط کے بعد آ رہا ہے لفظاً قسم کا جواب

Marfat.com

واما معنى فهو جواب للقسم لكون اليمين عليه وللشرط ايضاً لكونه مشروطاً بالشرط مثل والله ان اتيتني مثال للماضي لفظاً وان لم تاتني مثال للماضي معنى لاكرمتك وان توسط اى القسم

معنی تو پس وہ قسم کا جواب ہے اس لئے کہ اسی پر یمین واقع ہے اور شرط کے لئے بھی اس لئے کہ وہ شرط کے ساتھ مشروط ہے جیسے واللہ ان اتیتنی یہ لفظاً ماضی کی مثال ہے وان لم تاتنی یہ معنًی ماضی کی مثال ہے لاکرمتک اور اگر وسط میں

ہو جائے گا اگرچہ معنی کے اعتبار سے وہ جواب قسم کا بھی اور شرط کا بھی اس جواب لفظاً کے اعتبار سے صرف قسم کا جواب اس وجہ سے قرار دیں گے تاکہ اس جواب کا لفظ کے اعتبار سے مجزوم ہونا اور غیر مجزوم ہونا لازم نہ آوے اگر اس کو دونوں کا جواب قرار دیں گے تو اس جواب کا مجزوم ہونا اور غیر مجزوم ہونا لازم آوے گا کیونکہ فعل شرط جب کہ ماضی ہو اگرچہ جزاء کا مجزوم ہونا واجب نہیں ہے بلکہ اس کا جزم جائز ہے لیکن محذور مذکور میں جزم کا جواز کافی ہے جواز کے ساتھ عمل کی تقدیر پر تو اس کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آویگا پس لزوم سے خاص تقدیر پر لزوم مراد ہے یا یہ کہا جائے کہ اس صورت میں عمل اگرچہ واجب نہیں مگر اولیٰ ہے جیسا کہ قولہ مکان الجزم بحذف النون سے یہ معلوم ہوتا ہے اور اولیٰ واجب کے درجہ میں ہوتا ہے ۔

قولہ واما معنی الخ یعنی جواب جو قسم اور شرط کے بعد واقع ہو نا اگرچہ تلفظ کے اعتبار سے صرف قسم کا جواب ہے لیکن معنی کے اعتبار سے پس وہ جواب قسم کا بھی جواب ہے کیونکہ یمین اس جواب قسم پر ہے اور شرط کے واسطے بھی موجود ہے کیونکہ یہ جواب شرط کے ساتھ مشروط ہے

قولہ مثل واللہ ان اتیتنی الخ یہ دو مثال ہیں جن میں قسم اول کلام میں شرط پر مقدم ایک مثال واللہ ان اتیتنی لاکرمتک یہ مثال ماضی لفظی کی ہے جو شرط ہے اور لاکرمتک جواب ہے یہ جواب تلفظ میں قسم کا جواب ہے لیکن معنی میں قسم اور شرط دونوں کا جواب ہے چونکہ تلفظ میں اس کو قسم کا جواب بنایا اسی وجہ سے اس پر لام ابتدا تاکید کا جو جواب قسم پر آتا ہے داخل کیا ہے اور معنی میں یہ شرط کا جواب بھی ہے کیونکہ جواب شرط کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ متکلم کا اکرام جو مخاطب کا ہے مخاطب کے آنے کی شرط کے ساتھ مشروط ہے ۔

دوسری مثال یعنی ان لم تاتنی لاکرمتک ایسی مثال ہے کہ اس میں قسم اول کلام میں شرط پر مقدم اور وہ معنوی فعل ماضی ہے اور لاکرمتک لفظاً قسم کا جواب ہے اور معنی شرط کا جواب بھی اور قسم کا جواب بھی جیسا کہ پہلی مثال میں معلوم ہوا ۔

قولہ وان توسط الخ اور اگر قسم کلام کے اجزاء کے درمیان آجاوے خواہ اس طور سے کہ شرط کو قسم سے پہلے لایا گیا اس طور پر شرط کے علاوہ کسی اور شئی کو قسم سے پہلے لایا گیا اور ای تقدیم غیر الشرط سے شارح قدس سرہ نے اس طرف اشارہ کردیا کہ قولہ غیرہ الشرط معطوف ہے اور التقدیم پر معطوف کیونکہ شرط کی تقدیم کا غیر اس کی تاخیر ہے وہ قسم کے توسط کو مستلزم نہیں ہوگا اور یہ بھی ذہب ہے کہ وہ غیر جو قسم کے پہلے آوے وہ ایسی شئی ہو کہ وہ خبر کو طلب کرتی ہو یعنی مبتدا ہو خواہ نواسخ کے پہلے یا نواسخ کے بعد اس پر رضی اور شرح تسہیل میں تصریح کی ہے غرضیکہ جب قسم کے اجزاء کے درمیان میں واقع خواہ اس طور سے کہ شرط کو قسم مقدم کردیا جیسے ان تاتنی واللہ آتک یا اس طور سے کہ شرط تو قسم سے مؤخر ہو یعنی قسم شرط مقدم لیکن کلام اور جزء قسم سے مقدم کردیا گیا جیسے انا واللہ ان تاتنی آتک اسمیں انا مبتدا کو قسم سے پہلے ذکر اور شرط کو قسم کے بعد میں ان میں سے ہر صورت میں تمہارے لئے جائز ہے کہ جواب میں ان میں سے کسی ایک کا اعتبار کرلیا جائے خواہ قسم کا خواہ شرط کا اور دوسرے کو لغو کردیا جائے خواہ قسم کو خواہ شرط کو پس اگر قسم کا اعتبار کرکے جواب کو قسم کا جواب بنایا جاوے تو جواب میں قسم کے احکام کی رعایت کی جائے اور جزاء

Marfat.com

بین اجزاء الکلام بتقدیم الشرط علیه او غیره ای تقدیم غیر الشرط جاز ان یعتبر القسم ویلغی الشرط وان یلغی القسم ویعتبر الشرط ویحتمل ان یکون المعنی جاز ان یعتبر الشرط ویلغی القسم وان یلغی الشرط ان یعتبر القسم کقولک انا واللّٰه ان تاتنی اٰتک فعلی المعنی الاول هذا مثال لتقدیم غیر الشرط وجواز الغاء القسم فیکون باعتبار

آئے یعنی قسم اجزاء کلام کے شرط کے مقدم ہونے کی وجہ سے اس پر یا اس کے غیر کے یعنی غیر شرط کی تقدیم کی صورت میں تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور شرط لغو ہو جائے اور یہ کہ لغو ہو جائے قسم اور شرط معتبر ہو جائے اور احتمال ہے کہ مطلب عبارت کا یہ ہو کہ جائز ہے کہ معتبر ہو شرط اور لغو ہو قسم اور یہ بھی کہ لغو ہو جائے شرط اور معتبر ہو جائے قسم اسی طرح انا واللہ ان تاتنی اٰتک ہے پس اول معنی کی صورت میں یہ غیر شرط کی تقدیم کی مثال ہے اور قسم کے لغو کرنے

کے احکام کی رعایت نہ کی جائے مثلاً کہا جائے شرط کو قسم پر مقدم کر کے اور جواب کو قسم کا جواب بنا کر ان تاتنی واللہ لاٰتینک اس میں قسم کا اعتبار کیا اور شرط لغو کر دیا اگر اس صورت میں شرط کا اعتبار کیا جائے یعنی جواب کو شرط کا جواب بنائیں تو جزاء کے احکام کی رعایت کر کے اس طرح کہیں گے ان تاتنی واللہ اٰتک میں شرط کی رعایت کر کے آتک کے لام کو حذف کر دیا کہ اصل میں آتینک تھا ایسے غیر شرط کو قسم سے پہلے ذکر کرنے میں چاہیے جواب کو قسم کا جواب بنا کر ذکر کریں اور شرط کا جواب بنا کر ذکر نہ کریں اس طرح انا واللہ ان تاتنی لاٰتینک چاہیے جواب کو شرط کا جواب بنا کر ذکر کریں اور جزاء کے احکام کی اس میں

رعایت اور جواب قسم بنا کر ذکر نہ کیا بلکہ اس کو محذوف قرار دیں اور اس طرح کہیں انا واللہ ان تاتنی آتک مصنف کی عبارت ہے جاز ان یعتبر وان یلغی شارحؒ اس کے دو مطلب بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ ان یعتبر اور یلغی کی ضمیر قسم یا شرط میں سے ایک طرف معین کر کے لوٹائی اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک کے اعتبار دوسرے کے الغاء کو واجب کرتا ہے پس اگر ضمیر قسم کی طرف لوٹا تو یہ معنی ہوں گے کہ قسم کا اعتبار کیا جاوے اور شرط کو لغو کیا جاوے اور قسم کو لغو کیا جاوے اور شرط کا اعتبار کیا اور اگر ضمیر علی التعیین شرط کی طرف لوٹائی جاوے تو معنی یہ ہونگے کہ شرط کا اعتبار کیا جاوے قسم کو لغو

کر دیا جاوے اور شرط کو لغو کر دیا جاوے اور قسم کا اعتبار کیا دوسرا احتمال یہ ہے کہ غیر معین طریقہ پر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضمیر لوٹائی جاوے پھر یلغی آخر کی طرف لوٹائی جائے گی مطلب یہ ہوگا کہ دونوں میں کسی ایک کو اعتبار کیا جاوے اور دوسرے کو لغو کر دیا جاوے اس احتمال پر اول دونوں معنی اس میں مندرج ہو جاویں گے اور دونوں میں سے ہر ایک کے اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ قسم اور شرط کے جو جواب مذکور ہیں کہ اس میں اس کی رعایت کی جاوے جس کا اعتبار کیا جاوے اور ان میں سے ہر ایک کے الغاء کا یہ مطلب ہے کہ جواب جو ان کے بعد مذکور اس میں اس کی رعایت نہ کی جاوے جس کو لغو کر دیا پس شارح فرماتے ہیں کہ مصنف کی عبارت میں دو لف ہیں ایک قسم کا درمیان کلام میں آنا اس طور پر کہ شرط قسم سے پہلے ذکر کر دی گئی یا اس طور سے قسم درمیان کلام میں آئی کہ غیر شرط کو قسم پر مقدم کر دیا پس اس لف میں تقدیم شرط پہلے مذکور ہے اور تقدیم غیر شرط دوسرے نمبر پر مذکور ہے اور دوسرا لف جاز ان یعتبر وان یلغی اور اس کے دو معنی ہیں ایک معنی یہ ہے قسم کا اعتبار ہو اور شرط کا الغاء اور قسم کا الغاء اور شرط کا اعتبار اور دوسرے معنی میں شرط کا اعتبار ہونا اور قسم کا الغاء اور شرط کا لغو کیا جانا اور قسم کا اعتبار کیا جانا اور مصنف نے مثال یہ دی ہے

Marfat.com

التقدیم والجواز کلیہما نشرأ علی غیر ترتیب اللف وعلی المعنی الثانی هذا امثال لتقدیم غیر الشرط وجواز اعتبار الشرط فیکون النشر باعتبار التقدیم علیٰ غیر ترتیب اللف وباعتبار جواز اعتبار الشرط علیٰ ترتیبه وان اٰتیتنی واللّٰه لاٰتینك وانما اورد فی هذا المثال الشرط بصیغة الماضی علیٰ خلاف المثال الاول اشارة الی اشتراط المضی فی الشرط فی صورة اعتبار القسم علیٰ تقدیر توسطه کاشتراطه علیٰ تقدیر التقدیم فعلی المعنی الاول هذا امثال لتقدیم الشرط و

کے جواز کی پس ہوگی مثال تقدیم اور جواز دونوں کے اعتبار سے بیان کرتے ہوئے لف کی ترتیب کے خلاف اور دوسری صورت میں یہ مثال غیر شرط کی تقدیم اور شرط کے اعتبار کے جواز کی ہوگی پس بیان باعتبار تقدیم کے غیر ترتیب لف کے ہوگا اور شرط کے اعتبار کے جواز کے لحاظ سے اس کی ترتیب پر ہوگا وان اٰتیتنی واللہ لاٰتینک اور اس شرط والی مثال کو بصیغۂ ماضی لایا گیا ہے مثال اول کے برخلاف اشارہ کرتے ہوئے اس طرف کہ ماضی کا ہونا مشروط ہے شرط میں قسم کے اعتبار کرنے کی صورت میں اس تقدیر پر کہ وہ وسط میں ہو جیسے اس کا ہونا شرط ہے، پس اول معنی کی بنا پر یہ تقدیم .... شرط کی مثال

انا واللہ ان تاتنی اٰتک پس اول معنی پر یہ مثال غیر شرط کی تقدیم کی اور قسم کے الغاظ پس یہ مثال تقدیم اور جواز دونوں کے اعتبار سے علی الترتیب اللف نہیں بلکہ یہ نشر علیٰ غیر ترتیب لف ہے اور ثانی معنی کے اعتبار سے جس کو تحمل کے ساتھ بیان کیا یہ مثال تقدیم غیر شرط کی ہے اور جواز اعتبار شرط کی پس اس وقت نشر باعتبار تقدیم غیر شرط کے غیر لف پر ہے اور جواز اعتبار شرط اور قسم کے لغو ہونے کے اعتبار سے نشر ترتیب لف پر ہے

قولہ علیٰ غیر ترتیب اللف یہ مثال اس صورت میں لف کی ترتیب پر ہے کیوں کہ لف میں شرط کی تقدیم غیر شرط کی تقدیم پر مقدم کیا تھا اور مثال میں غیر شرط کو پہلے کو ذکر کیا اس وجہ سے علیٰ غیر ترتیب اللف ہے۔

قولہ وباعتبار جواز اعتبار الشرط علیٰ ترتیبہ۔ یعنی یہ مثال اس اعتبار سے کہ شرط کو معتبر ماننا اور قسم کو ملغی کرنا جائز ہے لف کی ترتیب پر یہ منشور ہے کیوں کہ آتیک جو مثال میں ثانیاً مذکور ہے شرط چوں کہ ثانیاً لف میں مذکور ہے اس اعتبار پر اور لاٰتینک ثالث درجہ میں ہے اس الغاء کی مثال ہے جو لف میں درجہ ثالث میں مذکور ہے اس وجہ سے یہ مثال اس جواز اعتبار شرط بھی لف کی ترتیب پر ہے۔

قولہ وان اٰتیتنی واللہ لاٰتینک یہ مثال قسم پر شرط کی تقدیم اور قسم کے اعتبار اور شرط کے ملغی رکھنے کے جواز کی ہے۔

قولہ وانما اورد فی ہذا المثال الشرط الخ مصنفؒ اس مثال میں شرط کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ لایا اول مثال کے خلاف پر اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قسم کی اعتبار کی صورت میں شرط ماضی کا لانا مشروط ہے جب کہ قسم کا اعتبار اس کے درمیان میں آنے کی تقدیر پر جیسے قسم کا درمیان میں لانا جیسے ماضی کا شرط کیا جانا اس تقدیر پر ہے جب کہ شرط کو مقدم کیا جاوے پس قسم کے اعتبار کی صورت میں شرط میں ماضی کو لایا جانا اس وجہ سے شرط کیا تاکہ شرط اور جزاء معنوی ان دونوں میں عمل نہ کرنے میں مطابق ہو جاوے۔

قولہ فعلی المعنی الاول الخ پس اول معنی پر یعنی جواز اعتبار قسم والغاء شرط اور جواز الغاء شرط واعتبار القسم معنی پر یہ مثال تقدیم الشرط اور جواز اعتبار قسم کی ہے پس یہ مثال دونوں لفظ رکھتے (یعنی تقدیم الشرط اور جواز اعتبار القسم) کے اعتبار کے ساتھ لف کی ترتیب پر

Marfat.com

جواز اعتبار القسم فهو باعتبارهما جميعاً نشر على ترتيب اللف وعلى المعنى الثانى مثال لتقديم الشرط وجواز الغائه فالنشر بالاعتبار الاول على ترتيب اللف وبالاعتبار الثانى على غير ترتيبه ففى كل من المثالين يقع من حيث المعنى الثانى اختلاف بين اعتباريه بخلاف المعنى الاول فالحمل عليه اولى وعلى تقدير الحمل عليه وان كان رعاية كون النشر على ترتيب اللف يقتضى تقديم المثال الثانى

ہے اور قسم کے اعتبار کرنے کے جواز کی پس وہ دونوں کے اعتبار کرنے کی صورت میں لف ونشر کی ترتیب شامل ہے اور معنی ثانی کی صورت میں یہ مثال ہے شرط کی تقدیم اس کے الغاء کے جواز کی یا اول کے اعتبار نشر پایا جاتا ہے لف کی ترتیب پر اور ثانی کے اعتبار سے اس کے غیر کی ترتیب پر پس دونوں مثالوں میں سے ہر ایک واقع ہوگی معنی ثانی کے اعتبار سے دونوں اعتبارات کے درمیان اختلاف ہے بخلاف معنی اول کے لہذا اس پر حمل کرنا اولی ہے اور اس پر حمل کرنے کی صورت میں اگر لف ونشر ترتیب کی رعایت تقاضا کرتی ہے مثال ثانی کی تقدیم کی مثال

نشر ہے چوں کہ ان اتیتنی مثال ہے جو کہ اول میں ہے یہ تقدیم الشرط کی مثال ہے اور لآتینک جو ثانیاً مذکور ہے اعتبار قسم کی ہے جو ثانیاً اس لف میں مذکور ہے اور اتک متعدد تیسرے درجہ میں ہے یہ الغاء کی مثال ہے جو لف میں تیسرے درجہ میں مذکور ہے۔

قولہ وعلى المعنى الثانى اور دوسرے معنی (یعنی جواز اعتبار الشرط والغاء قسم اور الغاء الشرط واعتبار القسم) پر یہ مثال تقدیم الشرط اور جواز الغاء شرط کی ہے پس یہ نشر اول اعتبار سے لف کی ترتیب پر ہے چوں کہ یہ مثال تقدیم شرط کی مثال پر مشتمل ہے اور شرط مشتمل میں مقدم ہے اور ثانی اعتبار (یعنی جواز الغاء الشرط) کے ساتھ یہ مثال ترتیب لف پر نہیں ہے کیوں کہ یہ مثال ثانی شرط کے الغاء اور قسم کے اعتبار پر مشتمل ہے باوجودیکہ ثانی احتمال میں شرط کا اعتبار الغاء شرط پر مقدم ہونا چاہئے پس الغاء الشرط مشتمل میں اس سے متاخر ہے پس دونوں مثالوں میں سے ہر ایک میں ثانی معنی کے اعتبار سے اس کے دونوں اعتبار کے درمیان اختلاف ہوگا یعنی تقدیم اور جواز ان دونوں اعتباروں کے درمیان اختلاف ہوگا اور اختلاف کا واقع ہونا اس وجہ سے ہے کہ گذرا کہ معنی ثانی پر اول مثال میں نشر تقدیم کے اعتبار سے غیر ترتیب پر ہے اور جواز کے اعتبار سے ترتیب پر اور ثانی مثال میں تقدیم کے اعتبار سے ترتیب پر ہے جواز کے اعتبار سے غیر ترتیب پر اول مثال کے برعکس پس اس کے دونوں اعتباروں کے درمیان اختلاف ثابت ہوا۔

قولہ بخلاف المعنى الاول اور یہ اول معنی خلاف کے ساتھ ثابت ہے۔ اس لئے کہ اول مثال نشر علی غیر ترتیب اللف ہے اول معنی پر دونوں اعتبار کے ساتھ اور ثانی مثال معنی اول پر نشر علی ترتیب اللف ہے پس اول معنی پر حمل کرنا اولی ہے یعنی اول معنی کو ثانی معنی پر رجحان ہے چوں کہ اس معنی پر دونوں اعتبار کے ساتھ نشر علی ترتیب اللف ہے اجتماع کے طریق پر اور معنی ثانی پر تفریق کے طریقہ پر ہے ورنہ اس میں بھی دونوں اعتبار کے ساتھ نشر علی ترتیب اللف ہے اگرچہ نشر علی ترتیب اللف ہونے کی رعایت اس کو مقتضی ہے کہ ثانی مثال کو اول پر مقدم کیا جاوے کیوں کہ ثانی مثال تقدیم الشرط اور اعتبار قسم کی ہے جو معنی اول پر مشتمل میں مقدم ہے بخلاف اول مثال کے یہ تقدیم غیر الشرط کی مثال ہے اور الغاء قسم کی یہ مشتمل میں مؤخر ہے غرضیکہ تقدیم کو اس وجہ سے مقتضی ہے کہ

Marfat.com

على الاول لكنه اراد اتصال المثال بالممثل له بقدر الامكان على تقدير تقدم اللفين على نشريهما من حيث مثاليهما او تقدير القسم كاللفظ اى كالتلفظ به او مقدرة كملفوظه فى صدر الكلام فلزم فى الشرط الذى بعده المضى وكان الجواب للقسم نحو قوله تعالى لئن اخرجوا لايخرجون اى والله لئن اخرجوا فالشرط ماض ولايخرجون جواب القسم فانه لو كان جزاء الشرط لكان الجزم بحذف النون اولى به اى ك

اول پر لیکن مصنف نے ارادہ کیا ہے مثال کے متصل ہونے کا ممثل لہ کے ساتھ بقدر امکان دونوں لفوں کی تقدیر پر ان کے نشر پر دونوں کی مثالوں کی حیثیت سے اور قسم کی تقدیر جیسے لفظ یعنی جیسے اس کا تلفظ کرنا یا اس کا مقدر کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس کا لفظوں میں ذکر کرنا کلام کے شروع میں پس لازم ہے اس شرط میں کہ اس کے بعد ماضی ہو اور وہ قسم کا جواب ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لئن اخرجوا لایخرجون یعنی اللہ کی قسم اگر وہ نکالے گئے اس مثال میں شرط ماضی ہے اور لایخرجون جواب قسم ہے اس لئے کہ اگر یہ شرط کی جزاء ہوتی تو جزم یعنی نون کا محذوف ہونا اولی تھا یعنی لایخرجوا اور اسی طرح اس کا قول

ثانی مثال نشر علی ترتیب اللف ہے اور مثال اول لف کی ترتیب پر نشر نہیں اور نشر علی ترتیب لف اس میں اظہر ہے کہ وہ غیر ترتیب لف پر ہو۔

قولہ لکنہ اراد الخ لیکن مصنف نے اول مثال کو ذکر میں مقدم کیا تا کہ مثال ممثل لہ کے ساتھ متصل ہو جاوے یعنی اگر ثانی مثال کو اول مثال پر مقدم کرتا جیسا کہ نشر علی ترتیب اللف ہونے کی رعایت اس کو مقتضی ہے تو بہر حال دونوں مثالوں میں سے ایک مثال ممثل لہ کے کے ساتھ متصل نہ ہوئی اور وہ اس کا قول وان یلق القسم و یعتبر الشرط ہے اور اصل مثال کا ممثل لہ کے ساتھ اتصال ہے پس مصنف نے اس کی رعایت کی جس میں اتصال کی رعایت ہے اگرچہ اول کے تقدم کی مثال کے اعتبار کے ساتھ ہو۔

قولہ علی تقدیر تقدم الخ اور بہر حال جب کہ دونوں لفوں میں سے ہر ایک کی مثال اس کے پہلو میں ذکر کرے تو اس طور پر کہا جاتا اذا توسط القسم تقدم الشرط علیہ جاز ان یعتبر القسم دلیلی نحو ان اتیتنی واللہ لا اتیک وکذا ان توسط بتقدیم غیرہ نحو انا واللہ ان تاتنی اتک تو ہر مثال کا اتصال ممثل لہ کے ساتھ پورا حاصل ہو جاتا یعنی مصنف نے چاہا کہ دونوں نشروں پر دونوں لفوں کو مقدم کرنے کی تقدیر پر بقدر امکان مثال کا ممثل لہ کے ساتھ اتصال ہو جائے ان دونوں کی مثالوں کی حیثیت سے

قولہ من حیث مثالیہما یہ نشریہما سے حال ہے اس کے ساتھ اس وجہ سے مقید کیا کہ ..... جب کہ اس حیثیت سے دونوں مثالوں کو اعتبار کیا کہ دونوں لفوں کے مجموع کی مثال ہے تو اتصال پورا پورا حاصل ہو جائے گا۔

قولہ وتقدیر القسم کاللفظ یعنی قسم کی تقدیر لفظ کے مانند ہے شارح نے اس کی تفسیر ای کالتلفظ بہ اور مقدرۃ بملفوظہ کی، اس سے شارح اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تقدیر سے مراد جبکہ

اس کے معنی مصدری ہوں تو لفظ سے مراد تلفظ ہے جو کہ وہ اس کے معنے مصدری ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کی تقدیر اس کے تلفظ کی مانند ہے اور اگر تقدیر سے مراد مصدر جو کہ وہ اسم مفعول ہے تو لفظ سے مراد ملفوظ ہے جو کہ وہ اسم مفعول ہے اور یہ جائز نہیں ہے تقدیر سے اس کے معنی مصدری مراد ہوں اور لفظ سے ملفوظ مراد ہو جوں کہ .... اس وقت درست نہ ہوں گے حا

Marfat.com

یخرجوا وکذا قولہ وان اطعتموھم انکم لمشرکون ای واللہ ان اطعتموھم انکم لمشرکون فالشرط ماض وانکم لمشرکون جواب القسم فانہ لوکان جزاء الشرط یلزم الاتیان بالفاء لان الجملۃ الاسمیۃ الواقعۃ جزاء الشرط یجب فیھا الفاء واما للتفصیل ای لتفصیل ما اجملہ المتکلم فی الذکر نحو قولک جاء اخوتک اما زید فاکرمتہ واما عمرو فاھنتہ واما بشر فاعرضت عنہ او اجملہ فی الذھن ویکون معلوما للمخاطب بواسطۃ

یعنی حق تعالیٰ کا وان اطعتموہم انکم لمشرکون یعنی اللہ کی قسم اگر تو نے ان کی اطاعت کی ہوتی تو تم البتہ مشرک ہوتے پس شرط ماضی ہے اور وانکم لمشرکون جواب قسم ہے کیوں کہ اگر یہ شرط کی جزاء ہوتی تو فاء کا لانا لازم ہوتا اسلئے کہ جب جملہ اسمیہ شرط کی جزاء واقع ہو تو اس میں فاء کا لانا ضروری ہے اور اما تفصیل کیلئے آتا ہے یعنی تفصیل کیلئے اس کلام کی جس کو متکلم نے ذکر میں اجمال کیا ہے جیسے تیرا قول جاء اخوتک اما زید فاکرمتہ واما عمرو فاہنتہ اور بہر حال بشر پس میں نے اس سے اعراض کیا یا اس کو ذہن میں مجمل کیا ہو حالانکہ وہ مخاطب

یہ ہے کہ اگر قسم مقدر ہو تو اس کا حکم ایسے ہی ہے جیسے قسم ملفوظ کا یعنی اگر کلام صدر کلام میں ملفوظ ہو تو وہ شرط جو اس کے بعد میں ہے اس کے لیے فعل ماضی ہونا ضروری ہے اور وہ جواب جو اس کے بعد آوے قسم کے واسطے اس کو جواب بنایا جاوے گا اور اس کو شرط کا جواب بنا کر نہیں لایا جائے گا بلکہ تلفظ میں شرط کو ملغی کر دیا جاویگا اور اس کا جواب محذوف نکالا جاوے گا اگرچہ معنی میں یہ جواب قسم اور شرط دونوں کا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لئن اخرجوا لایخرجون اس کی تقدیر ہے واللہ لئن

اخرجوا اس میں قسم صدر کلام میں مقدر کی گئی پس اخرجوا شرط فعل ماضی ہے اور لایخرجون یہ جواب قسم کا جواب ہے کیونکہ اگر شرط کا جواب یعنی جزاء ہوتی تو اس کے ساتھ جزم اولیٰ ہوتا اس طور پر کہ نون حذف کرکے لایخرجوا بولا جاتا ہی

قولہ کذا قولہ تعالیٰ ان اطعتموہم انکم لمشرکون ای واللہ کی قسم اگر تم ان کی فرمانبردار کرو گے تو تحقیق کہ تم البتہ مشرک ہو اس کی تقدیر واللہ ان اطعتموہم انکم المشرکون اس میں قسم صدر کلام میں مقدر ہے اس وجہ سے شرط فعل ماضی لائی

گئی اور انکم لمشرکون جو شرط کے بعد مذکور ہے اس کو قسم جواب قسم بنا کر لایا گیا اور شرط ملغی کر دیا گیا کیوں کہ اگر اس کو جواب الشرط یعنی جزاء الشرط بنا کر لایا جاتا تو اس پر فاء کا لانا ضروری تھا یا اس کا جو فاء کے قائم مقام ہو جیسے اذا جو مفاجاۃ کیلئے آتا ہے کیوں کہ جملہ اسمیہ جو شرط کی جزاء واقع ہو اس میں فاء کا لانا واجب ہوتا ہے یا اس کا جو فاء کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی اذا مفاجاتیہ اور جملہ اسمیہ پر سے فاء کا حذف کرنا جبکہ وہ جزاء ہو محض ضرورۃ شعری کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے من یفعل الحسنات اللہ یشکرہا اس میں فاء کا حذف کرنا شعر کی ضرورۃ کی وجہ سے ہے۔

قولہ اما للتفصیل یعنی اما جو شرط کیلئے آتا وہ اس شئی کی تفصیل کیلئے آتا ہے جس کو متکلم ذکر میں مجمل کر دے یعنی پہلے ایک شئی مجمل بیان کی جاتی ہے پھر اما شرطیہ سے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے پھر جس کو متکلم مجمل بیان کرتا ہے یا تو اس کو ذکر میں مجمل کرتا ہے جیسے جاء اخوتک اما زیدٌ فاکرمتہ واما عمرو فاہنتہ واما بشرٌ فاعرضت عنہ اس مثال میں اخوتک (تیرے بھائی) کو مجمل ذکر کرکے پھر امّا سے اس کی تفصیل کی۔ بہرحال زید پس میں نے اس کا اکرام کیا اور بہرحال عمرو پس میں نے اس کی اہانت کی بہرحال بشر پس میں نے اس سے اعراض کیا یا اس کو متکلم ذہن میں مجمل کرتا اور اما اس

القرائن وقد جاءت للاستيناف من غير ان يتقدمها اجمال نحو اما الواقعة في اوائل الكتب ومتى كانت لتفصيل المجمل وجب تكرارها وقد يكتفى بذكر قسم واحد حيث يكون المذكور ضد الغير المذكور لدلالة احد الضدين على الأخر كقوله تعالى فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه به فان ما يقابل اما المذكورة ههنا غير مذكور لكنه مقدر يعني واما الذين ليس في قلوبهم زيغ فيتبعون المحكمات ويردون اليها المتشابهات والحكم بان كلمة اما للشرط للزوم الفاء في جوابها

کو معلوم ہوتا ہے بواسطہ قرائن کے اور کبھی استیناف کیلئے آتا ہے بغیر اس کے کہ مقدم ہو اس سے اجمال جیسے وہ اما جو کتابوں کے شروع میں ہوا کرتا ہے اور جب کہ وہ مجمل کی تفصیل کیلئے آتا ہے تو اس کا تکرار واجب ہے اور کبھی قسم واحد کے ذکر پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے جبکہ مذکور غیر مذکور کی ضد ہو دونوں ضدوں میں سے ایک کی دلالت کی وجہ سے دوسرے پر جیسے حق تعالیٰ کا قول فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ پس اس مثال میں اما جو یہاں مذکور ہے وہ غیر مذکور ہے وہ مقدر ہے یعنی واما الذین لیس فی قلوبہم زیغ فیتبعون المحکمات ویردون الیہا المتشابہات بہرحال وہ لوگ جن کے قلوب میں زیغ نہیں ہے پس وہ محکمات کی اتباع کرتے اور متشابہات کو رد کر دیتے ہیں اور بہرحال یہ حکم کہ بیشک کلمہ اما شرط کیلئے ہے اس کے جواب میں فاء کے لازم ہونے

کی تفصیل کے لئے لاتا ہے جس کو ذہن میں مجمل کیا اس وقت ضروری ہے کہ مخاطب کو وہ مجمل قرائن کے ذریعہ سے معلوم ہو ورنہ پھر اس کی تفصیل نہیں آئے گی اور یہ اما استیناف کیلئے آتا ہے اس سے پہلے اجمال نہیں ہوتا جیسے وہ اما جو کتابوں کے اوائل میں واقع ہونے والا ہے جیسے ان کا قول اما بعد فہذہ۔

قولہ ومتی کانت الخ اور جب کہ اما مجمل کی تفصیل کے واسطے آتا ہے تو اس بنا پر تکرار اما واجب ہوتا ہے اور کبھی ایک قسم کے ذکر پر کتابت کر لی جاتی جہاں کے مذکور غیر مذکور کی ضد ہو اس وجہ سے کہ دو ضدوں میں سے ایک دوسری ضد پر دلالت کریگی جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ (پس بہرحال وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے (پس وہ لوگ قرآن شریف سے اس کے پیچھے پڑتے ہیں جو اس قرآن سے ان کی خواہش کے موافق ہے) پس یہاں اس مذکور اما کا مقابل مذکور نہیں لیکن وہ مقدر ہے اور مقدر یہ ہے واما الذین لیس فی قلوبہم زیغ فیتبعون المحکمات (اور بہرحال وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی نہیں پس وہ لوگ محکمات کے پیچھے لگتے ہیں متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹاتے ہیں) زیغ کے معنی باطل کیطرف رغبت کرنا اور اردو میں ترجمہ کجی ہے۔

قولہ والحکم بان کلمۃ الخ یہ حکم کہ کلمہ اما شرط کیلئے دو وجہ سے ہے ایک اس کے جواب میں فاء کا لازم ہونا دوسرے اول کا ثانی کیلئے سبب ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمۂ اما شرط کیلئے ہونے کیواسطے دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے اول اس کے جواب میں فاء کا لازم ہونا دوسرے اول کا ثانی کے واسطے سبب ہونا پس جو فاء کہ اما کے بعد آتی ہے وہ عاطفہ نہیں ہو سکتی چونکہ خبر کا عطف مبتدا پر نہیں کیا جاتا ہے اور نہ یہ فاء زائدہ ہوتی ہے چونکہ فاء زائدہ لازم نہیں ہوتی ہے پس یہ فاء سببیہ ہے پس یہ دلالت کریگی کہ اما شرط کیلئے ہے شارح نے للزوم الفاء کہا اور لدخول الفاء نہیں کہا چونکہ فاء کا دخول اس پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ اما شرط کے معنی کو متضمن ہے۔۔۔۔

Marfat.com

وسببیۃ الاول للثانی والتزم حذف فعلہا الذی ھو الشرط و
عوض بینہا ای بین اما وبین فائہا الواقعۃ فی جزائہا جزء مما
فی حیزھا ای حیز فائہا او حیز اما لان حیز الفاء ایضا حیزھا

کی وجہ سے اور اول کا ثانی کیلئے سبب ہونے کی بنار پر اور اس کے فعل کا حذف کرنا لازم کیا ہے یعنی وہ فعل جو کہ شرط ہے اور عوض میں لایا گیا ہے اس کے درمیان یعنی اما کے درمیان اور اس کے فار کے درمیان جو کہ اس کی جزار میں واقع ہے جزر ہے اس کلام کا جو اس کے تحت ہے یعنی اس کے فار کے تحت ہے یا اما کے تحت ہو اس لئے کہ فار کا حیز نیز اس کا ماتحت ہے برابر ہے کہ

جوں کہ اس کا شرط کی جگہ میں جاری کرنا جائز ہوگا جیسا کہ حین اور اذا اور اذ میں جیسے زید حین یا اذا یا اذ لقیتہ فاکرمتہ اور اول کا ثانی کیلئے سبب ہونا اس سے یہ مراد ہے کہ اول کا ثانی کے لئے سبب ہونے کا قصد کرنا۔

قولہ التزم حذف الخ یعنی اما کے اس فعل کے جو شرط ہوتا ہے حذف کو لازم پکڑا گیا ہے یعنی اما جس فعل شرط پر داخل ہو رہا ہے اس کا حذف کرنا لازم ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس کا استعمال کلام میں کثیر ہے دوسرے اس وجہ سے کہ وہ اما اس تفصیل کے واسطے جو اس کے یعنی اما کے تکرار کو متقضی ہے تیسرے اس وجہ سے کہ اما جس فعل پر داخل ہوتا ہے وہ فعل جمیع مواضع ایک طریقہ پر ہوتا ہے عام جیسے ظرف مستقر کا متعلق فعل عام ایک طریق پر ہوتا ہے۔

قولہ عوض الخ جب اما کے فعل شرط جو ہوتا ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے تو اما کے درمیان اور اما کے اس فار کے درمیان جو اس اما کی جزار میں واقع ہے تو ان دونوں اما اور فار جزائیہ کے درمیان اس سے ایک جزر عوض میں لایا جاتا ہے جو اس اما کی فار کے حیز میں ہے اور یہ عوض میں لانا اس وجہ سے ہے کہ فعل شرط کے حذف کے بعد اما اور فار دونوں مل جاویں گی اما حرف شرط ہے اور فار جزائیہ ہے تو اس وقت حرف شرط اور حرف جزار میں لگاتاری اور توالی لازم آوے گی جو کلام عرب میں قبیح ہے اور یہ خرابی اس فعل کے حذف کے بعد لازم آتی ہے جو اما کے بعد واقع ہوتا ہے اس لئے اما کی فار کے تحت میں جو شئی ہوتی ہے اس میں کوئی جزر اما اور فار اما کے درمیان رکھدیا جاتا ہے شارح بینہا کی ضمیر مضاف الیہ اور فائہا کی ضمیر مضاف الیہ اما کی طرف لوٹائی اور بین فائہا کی ضمیر بھی اما کی طرف راجع ہے یہاں پر الواقعۃ فی جزائہا صفت کا اضافہ کر دیا یعنی

...... اما کی ایسی فار جو اما کی جزار میں واقع ہونے والی ہے اس سے شارح نے اس مسامحۃ کی طرف اشارہ کر دیا جو مصنف کی عبارت میں واقع ہے اور یہ مسامحۃ فار کی اضافت کلمہ اما کی طرف اضافت سے پیدا ہوا ہے یعنی اما کی طرف اضافت کا مطلب یہ ہے کہ ..

اما کی جزار میں جو فار آتی ہے اور حیزہا کی ضمیر مضاف الیہ میں شارح نے دو احتمال بیان کئے ایک یہ کہ فائہا کی طرف اس کی ضمیر لوٹائی جائے اس وقت یہ مطلب ہے کہ اما اور فار اما کے درمیان ایسا جزر لایا جائے جو اس میں سے ہے جو اما کی فار کے حیز میں واقع ہے دوسرا احتمال یہ بیان کیا کہ حیزہا کی ضمیر اما کی طرف لوٹائی جائے یعنی اما اور فار اما کے درمیان وہ جزر لایا جاوے جو اما کے تحت میں واقع ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایسے جزر کے ساتھ تعویض کہ وہ جزر اس شئی سے ہونے والا ہو جو اما کے حیز میں ہو مطلقاً جائز نہیں جب تک کہ وہ فار کے حیز میں نہ ہو۔ لہٰذا ضمیر حیزہا کی فائہا کی طرف لوٹائی جاوے شارح لان حیز الفاء سے اس اعتراض کا جواب دیا کہ فار کا حیز بھی فعل شرط کے حذف کے بعد اما کا بھی حیز ہے۔ تعویض اس وقت ممکن نہیں جب تک فار کا اقتران اما کے ساتھ اعتبار نہ کرلیا جاوے پس اس وقت فار کا حیز اما کا بھی حیز ہے یہ جزر جو اما اور فار کے درمیان لایا جاوے گا اس میں تعمیم ہے

Marfat.com

خواہ وہ جزء مبتدا ہو جیسے اما زید فمنطلق یا اس کا معمول ہو جو فاء کے بعد واقع ہے جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق معلوم ہو کہ جزء ثمانی جیز ہا یعنی ایسا جزء اما فاء کے درمیان لایا جاتا ہے جو کہ اس کلام کا جزء ہوتا ہے جو فاء کے تحت میں ہے اس سے مصنف نے اشارہ کر دیا کہ جملہ تامہ کے ساتھ اما اور فاء کے درمیان فصل کرنا درست نہیں ہے پس کبھی جملہ ناقصہ کے ساتھ فصل کیا جاتا ہے کوئی جملہ شرط ہے جیسے قولہ تعالیٰ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان اور کبھی جملہ دعائیہ کے ساتھ فصل کرتے ہیں لیکن اس وقت جب کہ کلمہ اما اور جملہ دعائیہ کے درمیان اما کے معمول کے ساتھ فصل واقع ہو جاوے یعنی شرط کے معمول کے ساتھ فصل واقع ہو جائے جیسے اما الیوم رحمک اللہ فلا تفعلن کذا یا کلمہ اما کے جواب کے ساتھ اما اور قسم کے درمیان فصل واقع ہو جاوے جیسے اما زیداً یرحمک فاضرب عز فسیکہ جو جزء اما اور فاء کے درمیان لایا جاتا ہے وہ متکلم کے قصد میں ملزوم ہو خواہ جزء عمدہ ہو یا فضلہ ہو تاکہ وہ عوض اس شرط کے مانند ہو جاوے جو کہ جمیع کلام میں ملزوم اس ملازمت سے جو غرض ہے وہ حاصل ہو جو ملازمت کہ شرط و جزاء کے درمیان مذکور ہے جیسے مثلاً اما زید فذاہب سے غرض زید کیلئے جانے کا لزوم ہے اس کے لزوم کے سبب سے شئ فی الدنیا کے وجود کے واسطے پس

سواء کان ذلک الجزء مبتدأ نحو اما زید فمنطلق او معمولا لما وقع بعد الفاء نحو اما یوم الجمعۃ فزید منطلق مطلقا ای تعویضاً مطلقا غیر مقید بحال تجویز تقدیم ذلک الجزء علی الفاء وعدم تجویزہ وھذا مذھب سیبویہ فجعل سیبویہ لاما خاصیۃ

یہ جزء مبتدا واقع ہو جیسے اما زید فمنطلق یا معمول واقع ہو اس کا جو فاء کے بعد واقع ہے جیسے اما الیوم الجمعۃ فزید منطلق مطلقاً یعنی مطلقا عوض ہو مقید نہ ہو فاء پر اس جزء کے تقدیم کے جواز کی حالت کے ساتھ اور اس کے جائز نہ ہونے کے ساتھ اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے پس سیبویہ نے اما کے لئے

جب ہم نے زید کو اس کی جگہ میں رکھا تو اس نے اس کا افادہ کیا۔

قولہ مطلقاً شارح نے اس کی تفسیر تعویضاً مطلقاً سے کرکے اس طرف اشارہ کر دیا کہ مطلقاً مفعول مطلق تعویضاً کی صفت یعنی وہ عوض میں لانا قید لگانے سے چھوڑا ہوا ہے یعنی اس جزء کے فاء پر مقدم کرنے کے جائز رکھنے اور اس کے جائز نہ رکھنے دونوں میں سے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں کیا خواہ ایسا جزء ہو کہ فاء پر اس کا مقدم کرنا جائز ہو یا جائز نہ ہو ہر دونوں صورت میں اس جزء کو عوض بنایا جاسکتا ہے چنانچہ مبرد اس کو جائز نہیں کہتا ہے کیونکہ معمول اس کے نزدیک عامل پر مقدم نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے جب کہ وہ جزء جو اما اور فاء کے درمیان ہے ایسا ہے کہ اس کا مقدم کرنا جائز نہیں ہے تو وہ اس کا شرط کا معمول قرار دیتا ہے نہ کہ اس کا معمول جو فاء کے جزء میں ہے لیکن سیبویہ وغیرہ کے نزدیک خواہ ایسا جزء ہو کہ فاء پر اس کو مقدم کرنا جائز ہو یا نہ ہو ہر صورت میں اس کو سیبویہ کے نزدیک فاء کے جزء کا جزء قرار دیں گے پس سیبویہ نے اس امر کے ساتھ حکم کیا کہ اما کے واسطے یہ خاصیت ہے کہ اس کا مقدم کرنا جائز ہے جس کی تقدیم ممتنع ہے یہ سیبویہ کے نزدیک جائز اور صحیح ان فائدوں کی وجہ سے ہے کہ کلام میں تخفیف حاصل ہو جاوے گی شرط کو حذف کرنے کے ساتھ اور اس شئ کو قائم کرنے کے ساتھ جو حقیقت میں متکلم کے قصد میں ملزوم ہے ادعائی ملزوم کی جگہ میں اور جزء واجب الحذف کا دوسری شئ کے ساتھ مشغول ہونا اور حرف شرط کا حرف جزء کے ساتھ متوالی اور متصل نہ ہونا پس سیبویہ نے اما کے واسطے اس شئ کے تقدیم

Marfat.com

جواز التقدیم لما یمتنع تقدیمہ مطلقاً وقیل القائل لمبرد
هو ای ما وقع بینها وبین فائها معمول الشرط المحذوف
عملا مطلقا ای معمولیة مطلقة غیر مقیدة بحال
تجویز التقدیم وعدمه مثل اما یوم الجمعة فزید منطلق
فان تقدیره علی المذهب الاول مهما یکن من شئ فزید

تقدیم کے جواز کے خاص ہونے کا قول کیا ہے اس کیلئے جسکی تقدیم مطلقاً ممتنع ہو اور کہا گیا ہے کہ اس کا قائل مبرد ہے وہ یعنی وہ جو اس کے درمیان اور اس کے فاء کے درمیان واقع ہو شرط کا معمول ہوتا ہے جو عملاً مطلقاً محذوف ہے یعنی اس کا معمول ہونا مطلق ہے اس حال کے ساتھ مقید نہیں ہے کہ تقدیم جائز ہے یا نہیں جیسے اما یوم الجمعة فزید منطلق پس اس جملے کی تقدیر اول مذہب پر مہما یکن من شئ فزید منطلق یوم الجمعة ہے

کی جواز کی خاصیت قرار دیدی جس کی تقدیم مطلقاً ممتنع ہوتی ہے خواہ فاء مانع کے علاوہ کوئی دوسرا مانع ہو یا نہ ہو قرینہ لاحق کی وجہ سے ۔

قولہ وقیل الخ اور کہا گیا کہ وہ یعنی جو اما اور فاء اما کے درمیان واقع ہے یعنی شرط عمل کر رہی ہے عمل مطلق یعنی اس کا شرط کا معمول ہونا معمولیت مطلقہ تقدیم کی تجویز اور تقدیم عدم تجویز دونوں میں سے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں یعنی وہ جو اما اور فاء اما کے درمیان واقع ہو رہا ہے خواہ ایسا معمول ہو کہ فاء پر اس کا مقدم کرنا جائز ہو یا ایسا معمول ہو کہ فاء پر اس کا مقدم کرنا ممتنع اور جائز نہ ہو شارح مطلقاً کو مصدر محذوف مبنی للمفعول کی صفت بنانے کی طرف عملاً مطلقاً سے اشارہ کیا اور اس کو ظرف زمان نہیں بنایا اور اس کا ترجمہ فی جمیع الاوقات سے نہیں کیا تاکہ اس مقابلہ کی رعایت ہو جاوے جو اس کے اور اس کے تفصیل کی درمیان ہے جو آنے والی ہے چنانچہ اس تفصیل میں جواز التقدیم اور امتناع التقدیم میں فرق کیا ہے ۔

قولہ مثل اما یوم الجمعة فزید منطلق پس اس کی تقدیر پہلے مذہب پر مہما یکن من شئ فزید منطلق یوم الجمعة ہے مہما زمان کے علاوہ ما لا یفعل کے واسطے اسم ہے اور یکن تامہ ہے اور اس کا فاعل وہ ضمیر مستتر ہے جو مہما کی طرف راجع ہے اور تعمیم کے زیادہ ہونے کیلئے مہما کیواسطے بیان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مہما تاتنا بہ من اٰیۃ اور اخفش کے قول پر من زائدہ ہے قال کے اعتبار سے من استغراقیہ ہے یہ اخفش کا وہم ہے غرضیکہ اول مذہب پر اس کی تقدیر مہما یکن من شئ فزید منطلق یوم الجمعة ہے فعل شرط جو لہ یکن من شئ ہے حذف کر دیا اور مہما کی جگہ میں اما قائم کر دیا اب اما فزید منطلق یوم الجمعة ہو گیا اور یوم الجمعة کو اما اور فاء اما کے درمیان میں لے آئے تاکہ شرط اور جزاء کے دونوں حرفوں میں توالی لازم نہ آئے پس اما یوم الجمعة فزید منطلق ہوا جیسا کہ تم دیکھتے ہو ۔

قولہ من شئ الخ پس قولہ یوم الجمعة انطلاق کے واسطے ظرف ہے پس مہما شرط کے معنی کو متضمن ہے اور اس کی خبر صرف فعل شرط ہے یا تنہا جواب یا دونوں کا مجموعہ اس میں مختلف اقوال ہیں اور یکن تامہ یوجد کے معنی میں ہے اور اس کا فاعل ضمیر ہے جو مہما کی طرف راجع ہے اور من شئ اس کا بیان ہے اور اس کا فائدہ بیان اور تعمیم کا زیادہ ہونا ہے کیونکہ من زائدہ ہے اور شئ یکن کا فاعل ہے اور اس وقت مبتدا بلا عائد کے رہتی ہے اور عائد کی تقدیر باوجودیکہ اس کی ضرورت نہیں پس اس طرح ترکیب تکلف ہے اور بعض نے کہا کہ مہما یکن کی خبر ہے اس بنا پر کہ وہ ناقصہ ہے اور شئ اس کا اسم ہے اور من زائدہ ہے بعض نے کہا کہ اس کی اصل ان یکن فی الدنیا شئ ہے پس شرط حذف کر کے ما کو ان کے ساتھ زیادہ کر دیا پھر نون کو میم کر کے ادغام کر دیا اور حرف

Marfat.com

منطلق یوم الجمعۃ حذف فعل الشرط الذی ہو یکن من شئ و اقیم اما مقام مہما و وسط یوم الجمعۃ بین اما و فائہا لئلا یلزم توالی حرفی الشرط والجزاء فصار اما یوم الجمعۃ فزید منطلق کما تری واما علی المذہب الثانی فتقدیرہ مہما یکن من شئ یوم الجمعۃ فزید منطلق فیوم الجمعۃ معمول الفعل الشرط فلما حذف فعل الشرط صار اما یوم الجمعۃ فزید منطلق فہذا القائل لم یجعل لاما خاصیۃ جواز التقدیم اصلاً وقیل والقائل المازنی

حذف کر دیا گیا ہے شرط کا وہ فعل جو کہ یکن من شئ ہے اور قائم کر دیا گیا ہے اس کی جگہ اما کو اور یوم الجمعۃ کو اما اور اس کے فار کے درمیان وسط میں لایا گیا ہے تاکہ دونوں حروف شرط اور جزار کی توالی و تسلسل لازم نہ آئے پس اما یوم الجمعۃ فزید منطلق ہو گیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور بہرحال مذہب ثانی کی بنا پر تو پس اس عبارت کی اصل یہ ہے کہ مہما یکن من شئ یوم الجمعۃ فزید منطلق پس یوم الجمعۃ شرط کے فعل کا معمول ہے پس جب کہ شرط کا فعل حذف کر دیا گیا ہے اور اما یوم الجمعۃ فزید منطلق ہو گیا پس اس قائل نے اما کے لئے تقدیم کے جواز کا خاص ہونا بالکل قرار نہیں دیا اور کہا گیا ہے اور قائل مازنی ہیں اگرچہ وہ جو اما اور اسکے

شرط کے ہمزہ کو فتحہ دیدیا تاکہ اما عاطفہ کے ساتھ اس کا التباس لازم نہ آوے اور اس کے باوجود اس کا فتحہ اس تخفیف سے ہے جو اس کے مناسب ہے چوں کہ اس کا استعمال کثیر ہے اور اس ترکیب کے مذکور کے معنی میں کہا گیا کہ اس کے معنی ہے ای شئ یا ای حالۃ یکون فزید فیہا منطلق یوم الجمعۃ یعنی جو شئ ہو یا جو حالت ہو پس زید جمعہ کے دن اس میں چلنے والا ہے۔

قولہ واقیم اما مقام مہما الخ اس میں اس پر رد ہے جس نے یہ کہا کہ اما کی اصل مہما ہے اولاً اس میں قلب کیا یعنی ہار کو شروع میں لگا کر میم کو مؤخر کر کے ادغام کر دیا ہمّا ہوا اس کے بعد ہار کو ہمزہ سے بدل لیا امّا ہو گیا اس قول کو رد اس وجہ سے کہا کہ اس میں قلب اور ابدال کے ساتھ اسم کو حرف بنانا لازم آرہا ہے۔

قولہ لئلا یلزم الخ تاکہ حرف شرط اور حرف جزار دونوں کی لگاتاری لازم نہ آوے کیوں کہ یہ ایک تو اس کا وہم ڈالتا ہے معطوف علیہ کے بغیر معطوف مذکور ہے دوسرے اس کا وہم ہوتا ہے سبب کے بغیر مسبب موجود ہے اسی وجہ سے دونوں میں فصل مذکور کیا گیا۔

قولہ واما علی المذہب الخ اور دوسرے مذہب پر اس کی تقدیر مہما یکن من شئ یوم الجمعۃ فزید منطلق ہے یعنی یوم الجمعۃ شرط کا ظرف اور

اس کی قید ہے اور اطلاق بے قید ہے پس یوم الجمعۃ اسی تقدیر پر فعل شرط کا معمول ہے پس جب فعل شرط حذف کیا گیا تو اما یوم الجمعۃ فزید منطلق ہو گیا پس اس قائل اما کے واسطے تقدیم کی جواز کی خاصیت بالکل قرار نہیں دی شارح نے بتایا کہ اس قول کا قائل اگرچہ مصنف نے نہیں بیان کیا مجہول صیغہ قیل لاکر مبہم کر دیا لیکن اس کا قائل مبرد ہے پس اس شئ کی تقدیم کا جواز فار پر جو فار کے تحت میں ہے سیبویہ کا مذہب ہے کیوں کہ مبرد کے نزدیک

عوض شرط کا معمول ہے اور وہ فار پر مقدم ہے۔

قولہ وقیل والقائل المازنی اور کہا گیا شارح فرماتے ہیں کہ اس قول کا قائل مازنی ہے اس نے سیبویہ اور مبرد کے قول میں محاکمہ کو اختیار کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ فار کے جزمیں جو جزء ہے وہ اما اور فار کا عوض اور واسطہ بن سکتا ہے خواہ اس جزء کا فار پر مقدم کرنا جائز ہو یا نہ ہو یہ مطلقاً حکم نہیں ہے بلکہ جب کہ اس جزء کا فار پر مقدم کرنا جائز

Marfat.com

ان کان مایتوسط بین اما وفائها جائز التقدیم علی الفاء مع قطع النظر عن الفاء کالمثال المذکور فمن قبیل القسم الاول فهو ان یکون المتوسط جزء الجزاء قدم علی الفاء والّا ای وان لم یکن جائز التقدیم مع قطع النظر عن الفاء بل انضم الیها مانع اٰخر مثل امّا یوم الجمعة فان زید اُمنطلق فان ما فی حیز ان لا یعمل فیما قبلها فمن قبیل لقسم الثانی وهو ان یکون المتوسط معمول الشرط المحذوف وهذا القائل میز بین ان لا یکون وراء الفاء مانع اٰخر وبین ان یکون فجعل لاما قوة رفع حکم الامتناع

فار کے درمیان واقع ہے جائز التقدیم ہو فار پر فار سے قطع نظر کرتے ہوئے جیسے مذکورہ مثال میں تو از قبیل قسم اول ہوگا اور وہ یہ ہے کہ متوسط جزار کا جزء واقع ہو فار پر مقدم کیا گیا ہے اور ورنہ یعنی اگر جائز التقدیم مع قطع النظر عن الفاعل نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا مانع ملا ہوا ہو جیسے اما یوم الجمعة فان زید اُمنطلق اس وجہ سے کہ جو ان کے حیز میں واقع ہے وہ اپنے ماقبل پر عمل نہیں کرتا پس وہ از قبیل ثانی ہوگا اور وہ یہ کہ متوسط شرط محذوف کا معمول ہو اور اس قائل نے تمیز کی ہے درمیان اس کے کہ فار کے ماورار کوئی مانع نہ ہو اور اس کے درمیان کہ کوئی مانع موجود ہو پس اس نے اول سے اما کے لئے امتناع کے حکم کی قوت

نہ ہو تو عوض نہیں بن سکتا ہے صرف اس وقت عوض بن سکتا ہے جبکہ فار پر اس جزء کا مقدم کرنا جائز ہے ایسے ہی جو مبرد نے ذکر کیا کہ فار کا ماتحت جزار وا اما وفار کے درمیان شرط کا عوض بن کر واسطہ نہیں بن سکتا خواہ فار پر اس جزء کا مقدم کرنا جائز ہو یا جائز نہ ہو یہ مطلقاً حکم درست نہیں ہے بلکہ وہ شرط کا معمول ہے اس کا یہ قول علی الاطلاق درست نہیں بلکہ جب کہ فار

کا ماتحت ایسا ہو کہ اس کا مقدم کرنا جائز نہیں تو شرط کا عوض نہیں ہے بلکہ شرط کا معمول ہے اور اگر وہ جزء ایسا ہے کہ فار پر مقدم ہو سکتا ہے تو پھر وہ جو اما و فار کے درمیان ہے شرط کا معمول نہیں بلکہ جزار کا جزء رہے غرضیکہ ہر دو کا قول علی الاطلاق درست نہیں چنانچہ یہ قائل کہتا ہے۔

قولہ ان کان مایتوسط الخ شارحؒ ما یتوسط اما وفائها کان ضمیر جو اسم کان ہے اس کا مرجع بیان کرتے ہیں یعنی اما اور اما کی فار کے درمیان دیکھا اگر درمیان جو واقع ہے "" کا فار مقدم کرنا جائز ہے فار سے قطع نظر کرتے ہوئے یعنی فار کے علاوہ کوئی دوسرا مانع نہ ہو جیسے مثال مذکور اما زید فذاہب تو وہ قسم اول کے گروہ سے ہے یعنی وہ متوسط جزار کا جزء ہوگا جو فار پر مقدم کر دیا۔ چونکہ اما کے واسطے خاصیت ہے جس کی وجہ سے اس کو جو فار کے حیز میں ہوگا وہ فار پر مقدم ہو سکتا ہے اور اگر وہ متوسط ایسا ہے کہ فار سے قطع نظر کرنے کے باوجود ہی اس کا فار پر مقدم کرنا جائز نہیں یعنی فار کے مانع کے ساتھ دوسرا کوئی مانع اس کے ساتھ مل گیا جیسے اما یوم الجمعة فان زید اُمنطلق پس اس مثال میں ایک تو فار مانع ہے اس کے ساتھ ان مانع مل گیا کیونکہ ان کے حیز میں جو ہوتا ہے وہ اس میں عمل نہیں کرتا جو ان کے ماقبل میں ہو تو وہ قسم ثانی کے گروہ سے ہے یعنی وہ یہ ہے کہ متوسط شرط محذوف کا معمول ہے اور اس کے قائل مازنی نے اس کے درمیان فرق کر دیا کہ اس فار کے علاوہ دوسرے مانع نہ ہو اور اس کے درمیان کہ اس کے فار مانع کے علاوہ دوسرا مانع ہو اسی وجہ سے اول قسم میں کہا کہ فار مانع کے علاوہ دوسرا مانع فار کے ساتھ نہ ملا ہو فار مانع سے قطع نظر کرنے کے ساتھ اور دوسری قسم فار مانع

Marfat.com

عن اول دون الثانی ھذا تقدیر الکلام اذا کان ما بعد اما منصوباً واما اذا کان مرفوعاً نحو اما زید فمنطلق فتقدیرہ علی المذھب الاول مہما یکن من شئ فزید منطلق اقیم اما مقام مہما وحذف فعل الشرط ووسط زید بین اما والفاء لما ذکر فصار اما زید فمنطلق فارتفاع زید بالابتداء کما کان اولاً وعلی المذھب الثانی مہما یکن زید فمنطلق ای فھو منطلق اقیم اما مقام مہما وحذف فعل الشرط فصار اما زید فمنطلق فزید فاعل لفعل المحذوف واما تقدیرہ علی تقدیر الرفع

رکھی ہے نہ کہ ثانی سے کلام کی تقدیر یہ ہے جب کہ اما کا مابعد منصوب ہو اور بہرحال جب مرفوع ہو جیسے اما زید فمنطلق تو اس کی تقدیر اول مذہب پر مہما یکن من شیٔ فزید منطلق ہو گی اما کو مہما کی جگہ قائم کیا گیا ہے اور شرط کا فعل حذف کر دیا گیا ہے اور زید کو وسط میں لایا گیا ہے اما اور فار کے جیسا کہ ذکر کیا گیا پس اما زید فمنطلق ہو گیا پس زید کا رفع ابتدار کی وجہ سے ہے جیسا کہ شروع میں تھا اور مذہب ثانی کی بنا پر مہما یکن زید فمنطلق ہے یعنی فہو منطلق، اس مثال میں اما کو مہما کی جگہ قائم کیا گیا ہے اور شرط کا فعل حذف کر دیا گیا ہے پس وہ اما زید فمنطلق ہو گیا پس اس مثال میں زید فعل محذوف کا فاعل واقع ہے اور بہرحال اس کی اصل رفع کی تقدیر پر مہما یکن زید فہو منطلق کے

کے علاوہ دوسرا مانع بھی فار کے ساتھ موجود ہو مع قطع فار مانع کے پس اس قائل نے ان دونوں کے اندر تمیز کر دی پس اس قائل نے اما کے واسطے یہ قوت قرار دی کہ وہ اما اول سے امتناع کا حکم دیتا ہے اور ثانی سے نہیں اٹھا دیتا ہے یعنی وہ امتناع جو قسم اول میں ہے اس امتناع کے قوت امتناع کے واسطے پس قولہ عن القسم الاول اس قوت کے متعلق ہے جو رفع کے ساتھ متعلق ہے حاصل یہ ہے کہ اس قائل نے اما کے واسطے تقدیم کے جواز کی خاصیت اس تقدیر پر قرار دی جو اما اور فار کے درمیان متوسط ہے فار پر اس کی تقدیم اس وقت جائز ہے جب کہ دوسرا مانع فار کے ساتھ نہ ہو اور سیبویہ کے مختار کے مانند اسکے واسطے مطلقاً خاصہ قرار نہیں دی۔

قولہ ہذا تقدیر الکلام الخ یہ کلام کی تقدیر اس وقت ہے جب کہ وہ چیز جو اما کے بعد میں ہے منصوب ہو اور جب کہ متوسط ظرف کے علاوہ اور مفاعیل میں سے ہو جیسے مفعول بہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فاما الیتیم فلا تقہر تو اس میں تقدیر ثانی کا جاری ہونا محل بحث ہے کیوں کہ مہما یکن الیتیم کہنا درست نہیں ہوتا ہے اس پر الیتیم فعل شرط کا معمول ہو اور بہرحال وہ شیٔ جو اما کے بعد میں مرفوع ہو جیسے اما زید فمنطلق پس اول مذہب پر اس کی تقدیر مہما یکن من شیٔ فزید منطلق ہے اما کو مہما کی جگہ میں قائم کر دیا گیا اور فعل شرط کو حذف کر دیا گیا اور زید اما اور فار کے درمیان قائم کر دیا اس

وجہ سے جو ذکر کیا گیا یعنی تاکہ حرف شرط وحرف جزار کی توالی لازم نہ آئے پس اما زید فمنطلق ہو گیا پس زید کا مرفوع ہونا مبتدا ہونے کی وجہ سے ہے جیسے وہ اول میں مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا یعنی فار پر مقدم کرنے سے پہلے جیسے مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ویسے ہی فار پر مقدم ہونے کے بعد مبتدا

ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قولہ علی المذہب الثانی دوسرے مذہب پر اس کی تقدیر مہما یکن زید فمنطلق یعنی فہو منطلق ہے اما کو مہما کی جگہ میں قائم کر دیا اور فعل شرط کو حذف کر دیا پس اما زید فمنطلق ہو گیا اس مذہب پر زید فعل محذوف کا فاعل ہے۔

قولہ واما تقدیرہ علی تقدیر الرفع الخ بعض

Marfat.com

بمهما يذكر زيد فهو منطلق بصيغة الفعل لغائب المجهول على ان يكون زيد مرفوعاً بانه فاعل لفعل المحذوف وتقديره على تقدير النصب بمهما تذكر يوم الجمعة بصيغة الفعل المخاطب المعلوم على ان يكون يوم الجمعة منصوباً بانه مفعول به للفعل المحذوف فوجهه غير ظاهر مع انه يوهم جواز اما زيداً فمنطلق بالنصب بتقدير تذكر على صيغة المعلوم المخاطب و جواز اما يوم الجمعة فزيد منطلق برفع اليوم بتقدير يذكر على صيغة المجهول الغائب مع عدم جوازهما بلاخلاف وانما مثل

ذریعہ فعل غائب مجہول کے صیغہ کے ذریعہ اس شرط پر کہ زید مرفوع ہے اس وجہ سے کہ وہ فعل محذوف کا فاعل ہے اور اس کی اصل نصب کی تقدیر پر مہما تذکر یوم الجمعہ کے ذریعہ فعل حاضر معروف کے صیغہ کے ساتھ اس شرط پر کہ یوم الجمعہ منصوب ہو اس وجہ سے کہ وہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے تو اس کی وجہ ظاہر نہیں ہے اسی کے ساتھ یہ بھی وہم کیا جاتا ہے کہ اما زیداً فمنطلق نصب کے ساتھ جائز ہے تذکر کی تقدیر پر اس بنا پر کہ وہ صیغہ حاضر معروف ہے اور اما یوم الجمعۃ فزید منطلق کا جائز ہونا الیوم کے رفع کے ساتھ یذکر کی تقدیر پر صیغۂ مجہول غائب کی وجہ سے بلا کسی اختلاف کے دونوں کے جائز نہ ہونیکے باوجود اور مصنف نے

حضرات اس کی تقدیر رفع کی تقدیر پر مہما یذکر زید فہو منطلق کرتے ہیں فعل غائب مجہول کے صیغہ کے ساتھ اس بنا پر کہ زید مرفوع ہے اس وجہ سے کہ وہ فعل محذوف کا فاعل ہے یعنی فاعل حکمی یعنی نائب الفاعل ہے اور مہما سے مراد احوال اور روابط محذوف ہے یعنی ای حالۃ یذکر زید علیہا فہو منطلق اور نصب کی تقدیر پر اس کی تقدیر مہما تذکر یوم الجمعۃ کرتے فعل مخاطب معلوم کے

صیغہ کے ساتھ اس بنا پر یوم الجمعۃ فعل محذوف کے واسطے مفعول بہ یعنی جو فعل مقدر کیا جاتا ہے وہ ذکر فعل سے مشتق ہے اور فعل عام کون سے مشتق نہیں ہے۔ دونوں صورتوں میں یعنی اس صورت میں جب کہ اما کے بعد میں مرفوع ہو اور اس صورت میں بھی جب کہ اما کے بعد منصوب واقع ہو شارح فرماتے ہیں اس تقدیر کی وجہ ظاہر نہیں ہے غالباً اس کی وجہ یہ

ہے کہ یہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اس قول فاما الیتیم فلا تقہر میں جاری ہوتی ہے اور یکن کی تقدیر جاری نہیں جیسا کہ پہلے گذرا لیکن یہ تقدیر مفعول لہ اور حال اور جار مجرور میں جاری نہیں ہوتی پس قولہ اما تقدیرہ الخ مبتدا ہے اور قولہ فوجہہ غیر ظاہر اس کی خبر ہے اور یہ جملہ استینافیہ ہے اور ظاہر نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تذکر فعل محذوف خاص ہے اور فعل خاص کا قرینہ خاص کے بغیر جائز نہیں ہے بخلاف یکن کے کہ یہ فعل عام ہے۔

قولہ مع انہ یوہم جواز اما زیداً فمنطلق یعنی اول تو اس تقدیر کی وجہ ظاہر نہیں ہے اور اس کے باوجود یہ تقدیر اس کا وہم ڈالتی ہے کہ اما زیداً فمنطلق نصب کے ساتھ جائز ہو کر اس کی تقدیر تذکر کے ساتھ کرلی جو کہ صیغہ معلوم مخاطب پر ہے ایسے ہی یہ تقدیر اس کا وہم ڈالتی ہے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق یوم کے رفع کے ساتھ کہ یذکر علی الصیغۃ المجہول الغائب باوجودیکہ بلا خلاف جائز نہیں بعض حواشی میں کہا کہ مصنف نے اس سے اس پر دلیل پکڑی ہے کہ جب کہ اما زید فمنطلق کہا جائے تو انطلاقِ زید کی خبر دینا ہے پس جب یہ کہا جائے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق یوم کے ذکر سے غرض ہے کہ جمعہ کا دن انطلاق کے واسطے ظرف ہے اور اس معنی کی تحقیق اس کو باطل کر دیتی ہے جس کا وہ ذکر کر رہے ہیں ـــــ قولہ انہ یوہم الخ شارح یوہم کہا کیوں کہ تقدیر سے مقصود اس رفع و نصب کی صورت میں جو استعمال میں واقع

Marfat.com

المصنف بما تکون الواسطة بین اما وفائها منصوبة بظهور امثلة کونها مرفوعة لکثرتها حروف الردع کلا الردع هو الزجر والمنع تقول لشخص فلان یبغضک فیقول کلا ردعا لک ای لیس الامر کما تقول و قد یجیٔ بعد الطلب لنفی اجابة الطالب کقولک لمن قال لک افعل کذا کلا ای لا اجاب الی ذلک وقد جاء ای کلا بمعنی حقا والمقم

مثال میں ذکر کیا اس کو جو کہ اما اور اس کے فاء کے درمیان واسطہ ہے اور منصوب ہے اس لئے کہ اس کے مرفوع ہونے کی مثالیں ظاہر ہیں کیوں کہ وہ بکثرت ہیں اور حروف ردع کلاّ ہے ردع کے معنی زجر اور منع کرنے کے ہیں تم فلاں آدمی سے کہتے ہو فلان یبغضک پس وہ کہتا ہے کلاّ ہرگز نہیں، تمہاری تردید کرتے ہوئے یعنی واقعہ نہیں ہے جیسا کہ تم کہتے ہو اور کبھی طلب کے بعد بھی مستعمل ہے طالب کے جواب کی نفی کرنے کے لئے جیسے تمہارا قول اس شخص کیلئے جس نے تم سے کہا افعل کذا ہرگز نہیں یعنی اس کو قبول کرنے کی طرف اور تحقیق کہ ثابت ہے یعنی کلا حقا کے

ہے اعراب کی وجہ بیان کرتی ہے اور استعمال تقدیر پر متفرع نہیں ہے لیکن مقید کا تعدد دونوں حالتوں میں اس کا وہم ڈالتا ہے کہ اعراب تقدیر کے تابع ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں نہ زید کی تقدیر میں ابہام نہیں ہے کیوں کہ تمام صورتوں میں مقدر ایک ہے اور اعراب تقدیر کے اختلاف کے ساتھ دائر نہیں ہے۔

قولہ جواز اما الیوم الجمعۃ فزید منطلق برفع الیوم بتقدیر یذکر الخ اس کا جائز نہ ہونا تذکر کے تقدیر کے ساتھ بلا خلاف ہے ورنہ تو اس کا جواز عائد کی تقدیر پر مرجوح ہے۔

قولہ جواز اما الیوم الجمعۃ الخ یعنی اس کا جواز بھی وہم ڈالتا ہے کہ فعل محذوف کے واسطے حکمی فاعل ہے۔

قولہ انما مثل المصنف الخ مصنف نے ایسی مثال بیان کی جس میں واسطہ اما اور فاء کے درمیان منصوب ہے یعنی یہ مثال بیان کی اما الیوم الجمعۃ فزید منطلق اور ایسی مثال بیان نہیں کی جس میں ان دونوں (اما اور فاء) کے درمیان واسطہ مرفوع کا ہو چوں کہ اس کی مثال ظاہر ہے کیوں کہ وہ کثیر ہے اور بہرحال ایسی مثالیں جس میں واسطہ ان دونوں کے درمیان منصوب کا ہو ظاہر نہیں ہے اس وجہ سے اس کی مثال بیان کر دی۔

قولہ حروف الردع کلا، ردع کے حروف جب مصنف حروف شرط کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب حروف ردع کے بیان کو شروع کرتے ہیں چنانچہ کہا حروف الردع ردع کے معنی زجر کرنا، اور روکنا ہے جیسا کہ تم ایک شخص کو یہ کہو فلان یبغضک فلاں تجھ کو مبغوض رکھتا ہے پس وہ شخص کہتا ہے کلا یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے کہ فلاں شخص تجھ کو مبغوض رکھتا ہو پس حرف ردع کلا ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کلا بسیط ہے ابن یعیش کہتا ہے کہ کلا مرکب ہے کاف تشبیہ اور لا سے اس کے بعد اس کو مشدد کر دیا تاکہ تشبیہ سے نکل جائے

قولہ فیقول کلا ردعا الخ قولہ یقول غائب کے صیغہ کے ساتھ یعنی مخبر کے مقابلہ میں وہ کہتا ہے کلا وقت ہونے کلا کے ردع اور منع تیرے واسطے پس یہ کلا مخبر کو ردع اور روکنا ہے اور اسکے خبر کی نفی ہے۔

قولہ ای لیس الامر کما تقول یعنی امر ایسا نہیں ہے جیسا کہ تو کہتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ فعل جو اس کے تمام سے ہے محذوف ہے کیوں کہ حرف مستقل نہیں ہوتا ہے ایسے ہی رضی میں ہے لیکن اس میں یہ اعتراض ہے کہ یہ کلا کلام سابق سے زجر ہے پس اس سے تعلق کیلئے یہ کافی ہے مگر یہ کہا جائے کہ یہ مغیر ہے اور مغیر کیلئے ہوتا ہے اس لئے تقدیر ضروری ہے۔

قولہ قد یجیٔ بعد الطلب الخ کلا کبھی طلب کے بعد اجابت کی نفی کے واسطے آتا ہے جیسے ایک شخص نے آپ سے کہا افعل کذا آپ نے جواب میں کہا کلا یعنی اس کی طرف جس کو تم کرتے ہو اجابت نہیں کی جاویگی رضی میں ہے کہ طلب کے بعد بھی کلا ردع یعنی منع اور زجر کے لئے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا اے میرے رب لوٹا دو مجھکو

Marfat.com

منه تحقيق مضمون الجملة كقوله تعالیٰ كلّا انّ الانسان ليطغىٰ واذا
كان بمعنى حقا جاز ان يقال انه اسم بنى لكون لفظه كلفظة كلا
الذى هو حرف ولمناسبة معناه لمعناه لانك تردع المخاطب
عما يقوله تحقيقا لضده لكن النحاة حكموا بحرفيته اذا كان
بمعنى حقا ايضا لما فهموا من ان المقصود به تحقيق مضمون الجملة
كالمقصود بانّ فلم يخرجه ذلك عن الحرفية تاء التانيث الساكنة

معنی میں اور اس سے مقصد مضمون جملہ کی تحقیق ہوتی ہے جیسے حق تعالیٰ کا فرمان کلا
ان الانسان لیطغیٰ اور جب وہ حقا کے معنی میں ہو تو جائز ہے کہ کہا جائے کہ یہ اسم
بنی ہے کیونکہ اس کا لفظ لفظ کلا کی طرح ہے جو کہ حرف ہے اور اس کے معنی کے
مناسب ہونے کی وجہ سے اس کے معنی کے ساتھ اس لئے کہ تو مخاطب کو زجر کرتا
ہے اس بات سے جو وہ کہتا ہے اس کی ضد کے ثابت کرنے کے لئے لیکن نحویوں
نے حکم کیا ہے اس کے حرف ہونے کا جب کہ وہ حقا کے معنی میں ہو نیز اس لئے کہ
جب انہوں نے سمجھا کہ اس سے مقصود مضمون جملہ کی تحقیق ہوتی ہے جیسے کہ ان سے
مقصود ہوتا ہے پس اس کو حرفیت سے خارج نہیں کیا تاء تانیث ساکنہ نہ کہ

امید ہے کہ عمل کروں میں اچھا اس میں جس کو
میں نے چھوڑا) اور ظاہر جو شارح نے ذکر
کیا کیونکہ مقصود طالب کی اجابت کی نفی
ہے اس کی مسئول کی طرف اور طلب سے
زجر نہیں ہے اجابت کے معنی جواب دینا
جیسے اجاب عن سوالہ اور اجابت کے معنی
قبول کرنا جیسے اجاب اللہ دعاءہ۔
قولہ قد جاء ای کلا بمعنی حقاً یعنی کلا حقا
کے معنی میں آیا ہے اور اس سے جملہ کے
مضمون کی تحقیق ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ
کا قول کلا ان الانسان لیطغیٰ۔ اور اس
وقت جائز ہوتا جواب القسم کے ساتھ

جواب دینا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ان
الانسان لیطغیٰ اور قسم کے ساتھ جواب نہیں
دیا جاتا جیسے قول تعالیٰ کلا بل تحبون العاجلۃ
قولہ واذا کان حقاً الخ یہ ایک سوال
کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب حقاً
اسم ہے تو یہ معرب کیوں نہیں ہوتا پس
شارح نے جواب دیا کہ جب یہ بمعنی حقا
ہوتا ہے تو یہ جائز ہوتا ہے کہ یہ کہا
جائے کہ یہ اسم بنی ہے اور بناء کی وجہ
یہ بیان کی جاتی ہے کہ کلا بمعنی حقاً کا لفظ
اور معنی میں اس کلا کے ساتھ لفظ اور معنی
میں مماثلت اور مناسبت رکھتا ہے جو

کہ حرف ہے بمعنی ردع اس اعتبار سے اس
کو بنی قرار دیا دونوں میں مماثلت لفظی تو
ظاہر ہے اور دونوں میں معنی کے اعتبار سے
مناسبت اس جہت سے ہے کہ کلا جو کہ
حقا کے معنی میں ہے اس سے غرض مخاطب
کو زجر اور ردع ہے اس وجہ سے کہ اسکی
ضد متحقق ہے بعض نے کہا کہ یہ وہم ہو نکہ
دونوں کلا کے دونوں معنوں کے منافی
ہے اس کے جواب کی طرف شارح نے
اپنے قول لانک تردع المخاطب سے
اشارہ کیا کہ یعنی کسی شئ سے روکنا،
اس شئ کی نقیض کے حق ہونے کے اعتقاد
سے منفک نہیں ہوتا پس تم مخاطب کو
اس سے جھڑکتے ہو جو مخاطب کہتا ہے
اس کی ضد کو ثابت کرنے کی غرض سے کیونکہ
شئ کی حقیقت کا بیان اس کی نقیض سے
ردع کیلئے ہوتا ہے پس اس اعتبار سے
دونوں معنی میں ملازمت ہے معلوم ہو کہ
قرآن مجید میں یہ لفظ کلا تینتیس ۳۳ جگہ آیا
ہے ان تمام جگہوں میں اس کا ردع کے
واسطے ہونا صحیح نہیں ہے اسی وجہ سے
کلا کے معنی ردع پر اور معنی کو زیادہ کرتے
ہیں پس کسائی نے کہا کہ کلا بمعنی حقا بھی
ہوتا ہے اور نصیر ابن شمیل نے کہا کہ کلا
حرف جواب ہوتا ہے اسے اور نعم کے
درجہ میں۔
قولہ لکن النحاۃ حکموا لیکن نحویوں نے
جب کہ کلا بمعنی حقا ہوتا ہے اس وقت بھی
اس کے حرف ہونے کا حکم کیا کیونکہ
اس سے مقصود مضمون جملہ کی تحقیق ہے
اس کے مانند جو ان سے مقصود ہے۔

Marfat.com

لا المتحركة لانها مختصة بالاسم تلحق الفعل الماضي لتكون من اول الامر علامة لتانيث المسند اليه فاعلا كان اومفعول مالم يسم فاعله وانما جعلت هذه التاء ساكنة بخلاف تاء الاسم لان اصل الاسم الاعراب و اصل الفعل البناء فتنبّه

متحرکہ کیوں کہ وہ اسم کے ساتھ مختص ہے، لاحق ہوتی ہے فعل ماضی کے ساتھ تاکہ اول وہلہ میں علامت بن جائے مسند الیہ کے مؤنث ہونے کی خواہ فاعل ہو یا مفعول مالم یسم فاعلہ ہو اور بیشک اس تار کو ساکن کیا گیا ہے بخلاف اس تار کے جو اسم میں داخل ہوتی ہے کیوں کہ اسم کی اصل اعراب کا اس پر داخل ہونا ہے اور فعل کی اصل مبنی ہونا ہے پس تنبیہ کی ہے اول امر سے کہ اس کو

پس اس وجہ سے انہوں نے اس کو حرفیت سے خارج نہیں کیا چوں کہ جب تحقیق مضمون جملہ کرتا ہے جیسے اِنَّ وہ حرف ہے پس اس کا تحقیق مضمون جملہ کیلئے ہونا اس کو حرفیت سے خارج نہیں کرتا ہے اس وجہ سے نحاۃ نے اس کے حرف ہونے کا حکم کیا۔

قولہ تار التانیث الخ۔ تانیث کی ساکن تار یہ تار اصل وضع میں اعتبار سے ساکن ہے اگرچہ عارض کی وجہ سے یہ متحرک ہوجاتی ہے جیسے اس کے بعد کوئی آجائے تو اس کو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے ہند ضربت الرجل اور جب اس کے بعد الف تثنیہ آتا ہے تو عارض الف کی وجہ سے فتحہ کی حرکت آجاتی ہے جیسے ضربتا اسی وجہ سے لام کلمہ جو دو ساکن کے ملنے کی وجہ سے ہوجاتا ہے نہیں لوٹتا ہے جیسے رمتا اور غزتا میں نہیں لوٹا۔

قولہ لا المتحرکۃ الخ یعنی ساکنہ کی قید سے متحرکہ خارج ہوگئی تار متحرکہ حروف میں شمار نہیں ہوتی کیوں کہ اسم کے ساتھ مختص ہے یہاں تک کہ یہ تار متحرکہ جس اسم کیساتھ لگی ہوتی ہے اس کیلئے یہ جزء کے مانند ہوتی ہے اور اس پر اعراب جاری ہوتا ہے اس کے احکام مبحث التذکیر والتانیث مؤنث کے بیان کی تبعیۃ میں بیان کردیئے گئے بخلاف تار ساکنہ کے یہ فعل کے ساتھ مختص نہیں ہے یہ حرف پر بھی داخل ہوتی ہے جیسے ثمۃ پس یہ تار التانیث الساکنہ مستقل کلمہ ہے پس اسی وجہ سے اس کو حرف شمار کیا اور اس کے احکام کو بالاستقلال بیان کیا۔

قولہ لانہا مختصۃ بالاسم یعنی متحرک تار اسم کے ساتھ مختص ہے اگر اس تار تانیث کو قید ساکنہ کے ساتھ مقید نہ کیا جاوے تو مصنف کا قول یلحق الفعل الماضی درست اور صحیح نہیں ہوگا شارح نے یہ جو بیان کیا کہ اس سے اتم ہے جو فاضل ہندی نے کہا کہ ساکنہ کی قید سے متحرکہ سے احتراز ہوگیا کیوں کہ وہ مسند الیہ کی تانیث کے واسطے نہیں ملائی جاتی ہے بلکہ نفس (خود) اسم کی تانیث کے لئے لگائی جاتی ہے اور شارح کا قول اتم اس وجہ سے ہے کہ فاضل ہندی کے قول پر منع وارد ہوتا ہے اور تانیث کی متحرک تار حروف سے شمار نہیں کیا اور نہ علامت تثنیہ اور دونوں جمع کی علامتوں کو اسمار سے شمار نہیں کیا صرف اس وجہ سے کہ یہ تار التانیث متحرکہ جس کے ساتھ لاحق ہوتی ہے اس کے ساتھ ملکر ایک کلمہ کے درجہ میں ہوتی ہے اور تثنیہ اور دونوں جمع کی علامتوں کو اس وجہ سے شمار نہیں کیا کہ وہ اسمار ہیں اور ان سے ان کی علامتوں کی طرف اشارہ کے اعتبار سے حروف ہونا ضعیف لغت ہے تار التانیث کے حکم کے تابع بنادیا۔

قولہ فاعلاً کان اومفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ یعنی تانیث کی ساکن تار فعل ماضی کے آخر میں لگائی جاتی ہے تاکہ اول الامر سے مسند الیہ کی تانیث کے واسطے علامت ہوجائے یہ مسند الیہ کبھی فاعل ہوتا ہے کبھی مفعول مالم یسم فاعلہ مصنف نے مسند الیہ اس وجہ سے کہا تاکہ مسند اور مسند الیہ دونوں کو شامل ہوجاوے کیوں کہ مفعول یسم فاعلہٗ مصنف کے نزدیک فاعل نہیں ہے۔

قولہ وانما جعلت الخ اس ساکن تار کو مسند الیہ کیلئے مؤنث ہونے کو اول امر سے بتانے کیلئے فعل ما کے آخر میں لگائی

من اول الامر بسكون هذا كا على بناء ما لحقته وبحركة تلك على الاعراب ما وليته لانهما كالحرف الاخير مما لحقتاه فان كان اى المسند اليه اسما ظاهرا غير مؤنث حقيقى فخير اى فانت مخير بالحاق التاء التانيث وبين عدمه او فهو اى

ساکن لاکر مبنی ہونے کی طرف اس کے جس سے یہ ملی ہوئی ہے اور اس کو حرکت دیکر معرب ہونے پر جس کا تونے اس کو والی بنایا ہے یعنی جو اعراب تونے اس کو سونپ دیا ہے کیوں کہ یہ دونوں آخری حرف کے مانند ہیں اس کے جس کو یہ لاحق ہوں یعنی جس کے آخر میں یہ لاحق ہوں پس اگر وہ یعنی مسند الیہ اسم ظاہر غیر مؤنث حقیقی ہو پس اختیار دیا گیا ہے یعنی پس تو مختار ہے تار تانیث کے لاحق کرنے کے درمیان اور اس کے عدم کے درمیان (لاحق کرے

.... جاتی ہے اس کو ساکن کیوں قرار دیا تار اسم کے برخلاف پس اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس تار کو ساکن اور اسم کے ساتھ لگنے والی تار کو متحرک اس وجہ سے قرار دیا کہ اسم کی اصل اعراب (معرب ہونا) ہے اور فعل کی اصل بنار (مبنی ہونا) ہے پس اول امر سے اس کے سکون کے ساتھ اس کے مبنی ہونے پر تنبیہ کردی جس کے ساتھ یہ ساکن تار لاحق ہوتی ہے اور اسم کے ساتھ لاحق ہونے والی تار حرکت سے اس کے معرب ہونے پر تنبیہ کردی جس کے ساتھ یہ لگتی ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں تار جن کے ساتھ یہ لگتی ہیں ان کے اخیر حرف کے مانند ہے۔

قولہ من اول الامر یعنی اس سے پہلے کہ اس کے فعل ماضی ہونے کا علم ہو کیوں کہ فعل ماضی کا صیغہ کبھی اسم کے وزن پر ہوتا ہے جیسے ضرب اور سمع اور کرم کہ فرس اور کتف اور عضد کے وزن پر ہوتا ہے اور کبھی حرف کے وزن پر ہوتا ہے جیسے ان مفتوحہ مشددہ کہ یہ حرف کے وزن پر فعل ماضی ہے پس جب سامع کو کلام کے معنی میں غور کرنے سے پہلے اس کے ساتھ تار تانیث ساکنہ کو لاحق کردیا جاویگا تو شروع ہی سے سامع جان لیگا کہ یہ فعل ماضی مبنی ہے اور متحرک تار کے شروع میں لگانے سے معلوم ہوگیا کہ یہ ملحق بہ معرب اور مبنی ہونا اور ان میں تار تانیث ساکنہ اور تار تانیث متحرکہ لگانے سے ملحق بہ مبنی اور معرب ہونا اس وجہ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ متحرک تار اور ساکن تار ملحق بہ کا حرف اخیر کے مانند ہوتا ہے پس جب تار متحرکہ پر اعراب جاری ہوتا ہے تو معلوم ہوجاوے گا کہ جس کے ساتھ یہ تار متحرکہ ملی ہوئی ہے معرب ہے اور تار ساکن چوں کہ معرب نہیں بلکہ مبنی ہے پس معلوم ہوجاویگا کہ وہ کلمہ جس کے ساتھ تار ملحق ہے مبنی ہے اور اس امر کا قرینہ کہ تار متحرکہ اور ساکنہ ملحق بہ کے حرف اخیر کے مانند ہے تو تار متحرکہ میں تو یہ بات ظاہر ہے چوں کہ اس پر اعراب جاری ہوتا ہے اور تار تانیث کے حرف اخیر ہونے کا قرینہ فعل کے اس کا شدۃ اتصال ہے چوں کہ اس کا تلفظ فعل کے بغیر ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے تار کو فاعل پر مقدم کیاجاتا ہے باوجودیکہ فاعل بھی جزء کے مانند ہے۔

قولہ کالحرف الاخیر حرف اخیر کے مانند اس وجہ سے ہے تار اسم پر اعراب جاری ہوتا ہے اور تار تانیث ساکنہ فعل کے ساتھ اتصال بہت زیادہ ہے بغیر فعل کے اس کا تلفظ ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے اس کو اس فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے جو کہ فعل سے اس جزء کے مانند ہے

قولہ فان کان الخ پس اگر وہ مسند الیہ اسم ظاہر غیر مؤنث حقیقی ہو تو تار التانیث کے لگانے اور اس کے نہ لگانے کے درمیان اختیار دیا ہوا ہے چاہے تم اس صورت مذکورہ میں تار تانیث ساکنہ کے فعل کے ساتھ لگانے اور نہ لگانے میں مختار ہو چاہے لگاؤ چاہے نہ لگاؤ معلوم ہو کہ فخیر ان کان ظاہرا الخ شرط کی جزاء ہے اور جزاء جملہ ہوتی ہے اس وجہ سے شارح نے فانت مقدر کرکے بتایا کہ انت

Marfat.com

الحاق تاء التانيث مخير فيه على الحذف والايصال وهذه المسألة قد تقدمت الا انها ذكرت فيما تقدم من حيث انها من احكام المؤنث وههنا من حيث انها من احكام تاء التانيث

واما الحاق علامة التثنية والجمعين اى جمع المذكر والمؤنث فى مثل قاما الزيدان وقاموا الزيدون وقمن النساء فضعيف لعدم احتياجها الى هذه العلامات مثل احتياج المسند اليه

یا نہ کرے) یا پس وہ یعنی تار تانیث کا لاحق کرنا حذف کرنے اور ایصال میں اختیار دیا گیا ہے اور یہ مسئلہ تحقیق پہلے گذر چکا ہے مگر ماسبق میں ذکر کیا گیا تھا اس حیثیت سے کہ وہ مؤنث کے احکام میں سے ہے اور یہاں پر اس حیثیت سے کہ تار تانیث کے احکام میں سے ہے اور بہر حال علامت تثنیہ اور جمع کی یعنی جمع مذکر اور مؤنث کی قاما الزیدان اور قاموا الزیدون اور قمن النسار جیسی مثالوں میں تو وہ ضعیف ہے اسکے محتاج نہ ہونے کی بنا پر ان علامتوں کی طرف ایسی

مبتدا مقدر ہے اور تحیز خبر پھر جملہ اسمیہ کی طرف راجع ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ہو ضمیر مبتدا مقدر کی جائے یہ ضمیر الحاق تار التانیث کی طرف راجع ہے جو تلحق الفعل الماضی الخ مفہوم ہو رہا ہے اس وقت فیہ علی الحذف والایصال مخیر کا متعلق محذوف ہے یعنی اگر مسند الیہ اسم ظاہر غیر حقیقی ہو پس وہ ملانا تار التانیث الساکنہ پس اس الحاق میں اختیار دیا ہوا ہے حذف اور ایصال پر۔

قولہ ہذہ المسألۃ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے جس کو صاحب المتوسط نے ذکر کیا کہ یہ تکرار ہے کیوں کہ مصنف اس مسئلہ کو پہلے مذکر و مؤنث کی بحث میں ذکر کر چکا ہے شارح جواب دیتے ہیں کہ تکرار لازم نہیں آتا ہے کیونکہ اس مسئلہ کو دونوں جگہوں میں ذکر کرنا دو مختلف حیثیتوں کی وجہ سے ہے کیونکہ مذکر و مؤنث کی بحث میں اس کا ذکر مقصود بالذات ہونے کی حیثیت سے ہے کیوں کہ اسمیں اسم مؤنث پر حکم قصداً ہے اور یہاں پر اس کا مقصود حکم سابق کے تابع ہونے کے اعتبار سے ہے یعنی ساکن تار تانیث کا لاحق ہونا مسند الیہ کے مؤنث ہونے کے اعتبار سے کیوں کہ اس سے تمام صورتوں میں وجوب متبادر ہوتا ہے پس اس سے صورت نکال دیا کہ اس میں اس کا فعل کے ساتھ اختیار پر ہے پس گویا کہ یہ اس سے استثنار ہے اسی وجہ سے یہاں پر اس سے اسی قدر پر کفایت کرلی اور الحاق کی تمام صورتوں کو نہیں بیان کیا۔

قولہ واما الحاق علامۃ یعنی تثنیہ و جمع کی علامتوں کا فعل کے ساتھ لگانا یہ مستانف اہل المعانی ہے اس سے ایک وہم کو دور کرنا ہے تثنیہ و جمع کی علامتوں کا لگانا تار التانیث کے لگانے کے مانند ہے مسند الیہ کے مثنی اور مجموع ہونے پر تنبیہ کرنے کے لئے اور مصنف نے اس الحاق کو ماضی اور فعل کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ علامت اور جمع کے ملانے کا حکم عام ہے چنانچہ ان کا ماضی اور مضارع اور صفت سب کے ساتھ ہوتا ہے

قولہ ای جمعی المذکر والمؤنث الخ یعنی تثنیہ کی علامت کا لگانا جیسے قاما الزیدان اور مذکر و مؤنث دونوں کی جمع کا علامت کا لگانا یعنی مذکر غائب کی علامت کا لگانا جیسے قاموا الزیدون اور جمع مؤنث کی علامت کا لگانا جیسے قمن النسار غرضیکہ تثنیہ اور جمع کی علامتیں لگانا ضعیف ہے لیکن یہ ضعیف ہونا اس وقت ہے جبکہ ان کی اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو چوں کہ یہ تثنیہ اور دونوں جمع مذکر غائب اور مؤنث غائب اس وقت ان علامتوں کی طرف محتاج نہیں ہیں جیسے مسند الیہ تانیث کی علامت کی طرف محتاج ہے کیوں کہ مسند الیہ کی تانیث کبھی معنوی ہوتی ہے جیسے زینب اور کبھی سماعی جیسے الشمس (سورج) اور تثنیہ اور جمع کی علامتیں اکثر

الیٰ علامة التانیث لان تانیثه قد یکون معنویا اوسماعیا وعلامة
التثنیة والجمع غالباً ظاهرة غایة الظهور واذا الحقت علیٰ
ضعفها فلیست بضمائر لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر من
غیر فائدة بل هی حروف اتی بها للدلالة من اول الامر علیٰ
احوال الفاعل کتاء التانیث وفی شرح الرضی هذا ما قاله النحاة
ولا منع من جعل هذه الحروف ضمائر وابدال الظاهر منها
والفائدة فی مثل هذا الابدال ما مر فی بدل الکل من الکل او
تکون الجملة خبر المبتدا المؤخر والغرض کون الخبر منهما التنوین

جیسی احتیاج مسند الیہ کو ہوتی ہے علامت تانیث کی طرف کیوں کہ اس کی تانیث کبھی معنوی ہوتی ہے یا سماعی ہوتی ہے اور علامت تثنیہ اور علامت جمع غالباً ظاہری ہوتی ہے اور ظہور بھی غایت درجہ کا اور جب یہ علامتیں ضعف کے باوجود لاحق ہو گئیں تو وہ ضمیر نہیں ہوئیں تاکہ اضمار قبل الذکر بلا فائدہ کے لازم نہ آئے بلکہ یہ حروف ہوتے ہیں جن کو لایا جاتا ہے اول امر میں دلالت کرنے کیلئے فاعل کے حالات پر جیسے تاء تانیث اور شرح رضی میں لکھا ہے یہ وہ قول ہے جس کو نحویوں نے کہا ہے اور ان حروف کے ضمائر قرار دینے میں کوئی مانع نہیں ہے اور ان سے ظاہر کے بدل دینے میں اور فائدہ ان جیسی تقدیر و توضیح سے بدلنا ہے اس کو جو گذر چکا ہے بدل کل من الکل کی بحث میں یا جملہ مبتدا موخر کی خبر ہو اور غرض ہما کا خبر ہونا ہے تنوین اصل میں نونتہ کا مصدر ہے یعنی میں نے

بہت ظاہر ہوتی ہو البتہ جب کہ مدغم ہوں یا التقاء ساکنین کی وجہ سے محذوف ہو ایسے من اور ما جب کہ ان دونوں جمع مراد ہو تو اس وقت تثنیہ اور جمع کی علامتیں ظاہر نہیں ہوتی ہیں اس وجہ سے فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامتیں لگانا ضعیف ہوگا۔ قولہ واذا الحقت علیٰ ضعفہا یعنی

جب کہ تثنیہ اور جمع کی علامتیں فعل کے ساتھ لگائی جاویں باوجودیکہ ان کا لگانا ضعیف ہیں پس یہ ضمیریں نہیں ہوں گی تاکہ اضمار قبل الذکر بلا فائدہ لازم نہ آوے بلکہ وہ ایسے حروف ہیں جن کو اسی وجہ سے لایا گیا تاکہ اول الامر ہی فاعل کے احوال پر دلالت ہو جاوے جیسے تاء تانیث کی تاء

شارحؒ نے فرمایا تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے اور یہ نہیں کہا تاکہ ایک فعل کیساتھ دو فاعل کا جمع ہونا لازم نہ آوے جس کا بیان عنقریب آویگا چوں کہ اسم ظاہر کا اس سے بدل ہونا یا جملہ کا مبتدا موخر کی خبر ہونا جائز ہے معلوم ہو کہ شارح نے فرمایا کہ بلا فائدہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے بلا فائدہ کی قید اس وجہ سے لگادی تاکہ نعم رجلاً اور ربہ رجلا اور باب التنازع سے احتراز ہو جاوے چوں کہ ان میں فائدہ کی بنا پر اضمار قبل الذکر جو لازم آتا ہے جائز ہے۔

قولہ فی شرح الرضی الخ شرح رضی میں ہے کہ وہ ہے جس کو وہ نحاۃ نے کہا کہ یہ علامتیں حروف ہی ہیں تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے لیکن اگر ان علامتوں کو حروف قرار نہ دیں بلکہ ان حروف کو ضمیریں ہی قرار دیں اور اسم ظاہر کو ان ضمیروں سے بدل بنالیں تب اس وقت اضمار قبل الذکر بے فائدہ لازم نہ آوے گا بلکہ اس صورت میں ایسا ہی فائدہ حاصل ہوگا جیسا کہ بدل الکل من الکل بنانے میں ہے یعنی تقریر یا توضیح کا فائدہ حاصل ہوگا اس وجہ سے ان حروف کو ضمیریں قرار دینا ممنوع نہیں ایسے ہی اگر ان حروف کو ضمیریں قرار دیکر فعل فاعل سے جملہ فعلیہ بناکر خبر مقدم قرار دیں اور اسم ظاہر کو مبتدا موخر تب بھی اضمار قبل الذکر بلا فائدہ لازم نہیں آویگا اس لئے ان علامتوں ضمیر میں قرار دینا ممنوع نہیں ہے قمن اور قاما اور قاموا اسم ظاہر مبتدا موخر ہے اور یہ جملہ فعلیہ ہوکر النساء اور الرجلان

Marfat.com

فی الاصل مصدر نونته ای ادخلته نونا فسمی مابه ینون الشئ اعنی النون تنوینا اشعار الحدوثه وعروضه لما فی المصدر من معنی الحدوث ولهذا سمی سیبویه المصدر حدثا او هی فی الاصطلاح نون ساکنة ای بذاتها فلا تضرها الحرکة المعارضة مثل عاد الاولی وهی شاملة نون من ولدن ولم یکن وامثالها فاخرجها بقوله تتبع حرکة الاخر ای اخر الکلمة فان هذه اواخر تلك الکلمات لا توابع حرکات اواخرها

اس میں نون کو داخل کیا پس نام رکھا گیا اس شئ کا جس کے ذریعہ تنوین دی گئی ہو یعنی نون کا نام تنوین رکھ دیا گیا خبر دیتے ہوئے اس حادث ہونے اور عارض ہونے کی طرف کیوں کہ مصدر میں حدوث کے معنی پائے جاتے ہیں اسی لئے سیبویہ نے تو مصدر کا نام حدوث رکھا ہے اور وہ اصطلاح میں نون ساکنہ ہے یعنی بذاتہ باعتبار وضع کے پس حرکت عارضی اس کو مضر نہیں ہے جیسے عادن الاولیٰ اور یہ شامل ہے من، لدن، لم یکن اور ان جیسوں کی نون کو پس خارج کر دیا ان کو اپنے اس قول سے "تتبع حرکۃ الاخر" آخر کی حرکت کے تابع ہوتی ہے یعنی کلمہ کے آخر کے کیوں کہ مذکورہ یہ من، لدن، لم یکن کے نون ان کلمات کے آخری حرف ہیں آخر کی حرکتوں کے توابع نہیں ہیں اور مصنف نے کہا ہے تتبع حرکۃ

اور الرجال کی خبر مقدم ہے پس اس وقت اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا ہے کیوں کہ مبتدا میں تقدیم ہے پس وہ رتبۃً مقدم ہے اور شارح نے خبر کے مقدم کرنے کی علت قولہ والغرض کون الخبر الخ سے بیان کر دی یعنی خبر کا مقدم کرنا اس غرض سے ہے کہ خبر مہتم بالشان اور مہم ہے۔

قولہ التنوین یہ باب تفعیل سے مصدر ہے باب تفعیل کا خاصہ تصییر اور صیرورۃ ہے اول پر اس کے معنی ہے نون والا کر دینا اور ثانی پر اس کے معنی ہے نون والا ہو جانا یعنی شئ پر نون داخل کر کے شئ کو نون والا بنا دینا پس تنوین اصل میں مصدر ہے بولتے ہیں نونتہ یعنی نون والا بنا دیا شارح نے ادخلتہ نونا جو ترجمہ کیا یہ اس کے حاصل معنی کا بیان ہے اس کے بعد اس کا نام رکھ دیا جس کے ساتھ شئ نون والا کرتے ہیں یعنی نون کا نام تنوین رکھ دیا گیا نون کا تنوین مصدر کے ساتھ نام رکھنا یعنی تنوین کے ساتھ نام رکھنا اس شئ کے حدوث اور عروض سے خبر دینا ہے جس کے ساتھ تنوین آتی ہے یعنی نون چوں کہ مصدر میں حدوث کے معنی ہیں اسی وجہ سے سیبویہ نے مصدر کا نام حدث رکھا ہے پس مابہ ینون الشئ میں با سببیت یا آلہ کے لئے ہے یعنی کلمہ پر نون داخل کر کے کلمہ کو نون والا بنا دینا،

قولہ ہی فی الاصطلاح نون ساکنۃ اور وہ تنوین اصطلاح میں ساکن نون ہے یعنی ایسا نون ہے کہ وہ بذاتہا ساکن ہے یعنی اس کے قطع نظر کرنے کے ساتھ جو اس سے خارج ہے اس طور پر کہ اس کی وضع سکون پر ہوا ہے پس اگر اس نون پر عارضی حرکت آجائے جیسے عادن الاولیٰ میں تو اس عارضی حرکت آنے سے اس تنوین کو کچھ ضرر نہیں ہے پس متحرک اصل میں ساکن ہے پس اب اس تعریف پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ تعریف جامع نہیں ہے کہ ساکنہ کی قید سے تنوین متحرک خارج ہو گئی ایسے ہی محسن اور صائن جس وقت کہ یہ وقف پر ہوں کیوں کہ ان کے نون کا سکون تحریک کے موجب کے منتفی ہونے کی بنا پر ہے پس ان کا نون ساکن تنوین نہیں ہے۔

قولہ وہی شاملۃ الخ یعنی تنوین کی یہ تعریف من اور لدن اور لم یکن اور ان کے امثال کے نون اس تعریف میں داخل ہے اور یہ تعریف تنوین ان نون کو شامل ہے باوجودیکہ یہ نون تنوین نہیں ہیں پس مصنف نے ان نون تنوین کی تعریف سے اپنے قول تتبع حرکۃ الاخر سے خارج کر دیا الاخر میں لام بدل مضاف

Marfat.com

انما قال تتبع حركة الآخر ولم يقل تتبع الآخر لان المتبادر من متابعتها الآخر لحوقها به من غير تخلل شئ وههنا الحركة تخللة بين آخر الكلمة والتنوين فان قلت فآخر الكلمة هي الحركة فلا حاجة الى ذكر الحركة قلت المتبادر من الآخر الحرف الاخير ولم يقل آخر الاسم ليشمل تنوين الترنم في الفعل لا لتاكيد الفعل فخرج به نون التاكيد الخفيفة ولا ينتقض التعريف

الآخر اور نہیں کہا ہے تتبع الآخر اس لیئے کہ ان کے آخر کی متابع ہونے سے متبادر ہوتا ہے ان کا لاحق ہونا آخر میں بغیر کوئی چیز درمیان میں آئے ہوئے اور یہاں پر حرکت آخر کلمہ اور تنوین کے درمیان داخل ہونے والی ہے پس اگر تو اعتراض کرنے کہ حرکت ہی آخر کلمہ ہے تو پھر حرکت کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی میں جواب دوں گا کہ آخر سے متبادر حرف آخر ہے اور نہیں کہا ہے آخر الاسم تاکہ فعل میں جو تنوین ترنم آتی ہے یہ اس کو بھی شامل ہو جائے نہ کہ فعل کی تاکید کے لیئے پس اس سے نون تاکید خفیفہ خارج ہو گیا اور تعریف اس نون سے نہیں

البیہ یا عہد کا ہے اس سے مراد آخر الکلمہ یعنی کلمہ کا اخیر یعنی کلمہ کے آخر حرف کی حرکت کے تابع ہو یعنی جس حرف پر کلمہ اپنی نہایت کو پہنچتا ہے اس کی حرکت تابع ہو اور من اور لدن اور لم یکن اور ان کی مثال میں جو نون ہیں وہ نون کلمات کے خود آخر حرف ہیں اور آخر کی حرکت کے تابع نہیں ہیں اور قائمۃ اور اھری اور قاض کلمات کے نون چونکہ ان کے حرف اخیر کی حرکت کے تابع ہیں اس وجہ سے تنوین کی تعریف میں داخل رہے چونکہ آخر کلمہ سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اس حرف کی طرف منتہی ہوئے قائمۃ میں تاء اور بصری میں یاء اس معنی کے اعتبار سے کلمہ کا اخیر حرف ہے کہ کلمہ ان کی طرف منتہی ہوتا ہے۔

قولہ انما قال تتبع حرکۃ الآخر یعنی مصنف نے صرف یہ کہا کہ جو نون ساکن کلمہ کے آخر حرف کی حرکت تابع ہو نون تنوین اور مصنف نے یہ نہیں کہا کہ کلمہ آخر حرف کے جو ساکن نون تابع ہوتا ہے وہ نون تنوین ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ کہتے تو نون کا آخر حرف کے متابع ہونے سے یہ متبادر ہوتا کہ یہ تنوین کلمہ کے آخر حرف کے ساتھ کسی شئی کے درمیان میں آنے کے بغیر لاحق ہوتی ہے حالاں کہ یہ نون ساکن (تنوین) کلمہ کے آخر حرف کو جو لاحق ہوتی ہے تو کلمہ کا آخر حرف اور اس نون ساکن کے درمیان حرکت حائل اور متخلل ہوتی ہے اس وجہ سے یہ کہا کہ یہ نون ساکن کلمہ کے آخر حرف کی حرکت کے تابع ہوتا ہے۔

قولہ فان قلت الخ، پس اگر تم یہ کہو کہ کلمہ کا آخر خود یہ حرکت ہی ہوتی ہے اس وجہ سے حرکت کے ذکر کی طرف کچھ حاجت نہ تھی پس شارح اس کا جواب قلت سے دیتے ہیں کہ الآخر سے متبادر الی الذہن حرف اخیر ہے نہ کہ حرکت پس اگر مصنف آخر الکلمہ کہتے تو اس کا فائدہ یہ کلام نہ دیتا جو مراد ہے کیوں کہ آخر سے مراد وہ مطلقاً آخر مراد نہیں بلکہ متبادر کے قرینہ کے ساتھ وہ حرف اخیر ہے جس کے ساتھ حرکت قائم ہوتی ہے۔

قولہ ولم یقل آخر الاسم، مصنف نے الآخر کلمہ کا آخر حرف کہا اور اسم کا آخر حرف نہیں کہا کیوں کہ اگر اسم کا آخر حرف کہتے تو تنوین ترنم خارج ہو جاتی کیوں کہ یہ تنوین ترنم اسم کے آخر حرف کے تابع نہیں ہوتی بلکہ فعل اور اسم اور حرف تینوں کے ساتھ یہ لگ کر آتی ہے پس تاکہ تنوین الترنم کو بھی یہ تعریف شامل ہو جاوے اس وجہ سے آخر الاسم نہیں کہا بلکہ آخر الکلمہ کہا۔

قولہ لا لتاکید الفعل یعنی وہ ساکن نون فعل کی تاکید کے واسطے نہ ہو یعنے تنوین ساکن نون ہوتا ہے جو کلمہ کے آخر حرف کی حرکت تابع ہوتا ہے تو فعل کے ساتھ جو نون تاکید خفیفہ لگ کر آتا ہے یہ بھی ساکن نون ہے جو کلمہ (فعل) کے .... آخر حرف کی حرکت کے تابع ہے

Marfat.com

بالنون فی نحو یا رجل انطلق فان المراد بتبعیتها لحرکة الآخر تطفلها لها فی الوجود تطفل العارض للمعروض ولیست نون انطلق تابعة لحرکة لام الرجل بهذا المعنی وهو ای التنوین للتمکن وهو ما یدل علی امکنیة الکلمة ای کون الاسم لم یشبه

ٹوٹی جو یارجل انطلق جیسی مثالوں میں موجود ہے کیوں کہ اس کی آخر کی حرکت کے تابع ہونے سے مراد اس کا اس کے طفیلی بن کر آنا ہے وجود میں جیسے عارض طفیلی ہوتا ہے معروض کے یہاں پر انطلق کا نون رجل کی لام کی حرکت کے اس معنی کے لحاظ سے تابع نہیں ہے اور وہ یعنی تنوین تمکن کیلئے آتی ہے اور تمکن وہ ہے جو دلالت کرے کلمہ کے منصرف رجگہ دینے والا ہونے پر اس بات

اس لئے یہ نون خفیفہ بھی تنوین ہو حالانکہ یہ نون ساکن خفیفہ تنوین نہیں کیوں کہ اس کے معنی فعل کی تاکید کرنا اور تنوین کے یہ معنی نہیں یعنی تنوین سے تاکید فعل غرض نہیں ہے اس وجہ سے کسی قید سے اس کا تنوین کی تعریف سے خارج کرنا ضروری ہو اس لئے لا للتاکید الفعل کی قید لگا کر اس کو خارج کر دیا یعنی نون ساکن جو آخر میں واقع ہوتا ہے تنوین اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ فعل کی تاکید کے واسطے نہ ہو

قولہ لاینتقض التعریف بالنون الخ.

یعنی یا رجل انطلق میں جو نون ہے یہ تنوین نہیں ہے بلکہ باب انفعال کا نون ہے حالاں کہ اس پر تنوین کی تعریف صادق آتی ہے چوں کہ رجل کا جو ضمہ ہے کہ یہ اخیر حرف لام کی حرکت ہے نون اس حرکت کے تابع ہو رہا ہے لہذا تنوین کی تعریف کہ ساکن نون آخر کی حرکت کے تابع ہو اور وہ نون فعل کی تاکید کے واسطے نہ ہو یہ تعریف یا رجل انطلق کے نون پر صادق آتی ہے لہذا تنوین مانع نہیں رہی پس شارح جواب دیتے ہیں تنوین کی یہ تعریف یا رجل انطلق کے نون پر صادق نہیں آتی ہے کیوں کہ کلمہ کی آخر حرف کے حرکت کے نون کے تابع ہونے سے مراد یہ ہے کہ نون وجود اور عدم میں کلمہ کے آخیر حرکت کے طفیلی بنا رہا ہو اس طور پر کہ حرکت کے وجود اور عدم میں تابع ہو جیسے عارض اپنے معروض کا طفیلی یعنی تابع ہوتا ہے وجود اور عدم میں اور انطلق کا اگرچہ یا رجل

کے اخیر حرف کی حرکت تابع لیکن وجود اور عدم میں نہیں یعنی یارجل کی حرکت اگر معدوم ہو جاوے تب بھی یہ نون رہتا ہے پس شارح کے تطفل سے مراد وجود اور عدم میں تابع ہونا یہ معنی تطفل کے تطفل العارض للمعروض کے تشبیہ سے مفہوم ہوتے ہیں پس جب تطفل کی یہ تفسیر اور معنی ہیں یہ اعتراض واقع نہیں ہوگا کہ نون تاکید خفیفہ کو خارج کرنے کے لئے لا لتاکید الفعل کی قید کی ضرورت نہیں چوں کہ یہ تاکید کا نون اگرچہ اخیر حرف فعل کے وجود میں تابع ہے لیکن عدم میں تابع نہیں اس وجہ سے اعتراض مذکور وارد نہیں ہوتا ہے

قولہ وہو ای التنوین اور وہ یعنی تنوین ضمیر ہو دو احتمال رکھتی تھی ایک یہ التنوین کی طرف راجع ہو دوسرے معرف میں جو نون اس کی طرف راجع ہو پس شارح اول کو ترجیح دی کہ ضمیر التنوین معرف کی

طرف راجع ہے کیوں کہ اصل بھی ہے کہ معرف کی تقسیم ہوتی اس اعتبار سے کہ معرف اس کے افراد پر صادق ہوتا ہے

قولہ للتمکن یعنی وہ تنوین پانچ معنی کے لئے آتی ہے ایک تمکن کے واسطے.

شیخ رضی رح نے فرمایا کہ تمکن کے معنی ہے کون الاسم معرباً یعنی اسم کا معرب ہونا، سید المحققین سند المدققین دمیر سید شریف رح نے فرمایا کہ یہ اولیٰ اس سے ہے کہ جو تمکن کی تعریف میں کہا گیا کہ تنوین التمکن وہ تنوین ہے جو کلمہ کے امکن ہو پر دلالت کرے یعنی کون الاسم لم یشبہ

قولہ وہو ما یدل علی امکنیة الکلمة

ضمیر ہو تنوین تمکن کی طرف راجع ہے تمکن کی طرف اور یہ ظاہر ہے اور ا حال باقیوں میں ہے اور امکنیة الکل سے مراد کلمہ کا منصرف ہونا مراد ہے کی تمکن (قوة اصالة ہے) اسمیہ میں

الفعل بالوجھین المعتبرین فی منع الصرف وحینئذٍ لایتصور معناہ فی غیر المنصرف والتنکیر وھو الفارق بین المعرفۃ و النکرۃ فھو الدال علیٰ ان مدخولہ غیر معین نحو صہٍ اسکت سکوتاً ما فی وقت ما واما صہ بغیر التنوین فمعناہ

کی طرف کہ اسم فعل کے مشابہ نہیں ہے دو نوں معتبر وجوہ سے منع صرف میں اور اس صورت میں یہ معنی غیر منصرف میں نہیں پائے جائیں گے اور تنکیر نکرہ لانا اور یہ فرق کرنے والا ہے معرفہ اور نکرہ کے درمیان پس وہ دلالت کرنیوالا ہے اس بات پر کہ اس کا مدخول غیر معین ہے جیسے صہٍ یعنی اسکت سکوتاً چپ ہو چپ ہونا کسی نہ کسی وقت میں اور بہرحال صَہ بغیر تنوین کے تو اس کے معنی ہیں اسکت

یعنی اسم معرب کے منصرف ہونے میں اس لئے اعراب میں اصل یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں تینوں حرکتوں کے ساتھ ہو اور یہ صرف اسم معرب منصرف میں پایا جاتا ہے اس لئے اسم مبنی اسم ہونے میں غیر متمکن ہے اور اسم ہونے میں اسم معرب بالحروف اور اسم معرب بالحرکات متمکن غیر امکن ہے اور تینوں حرکتوں کے ساتھ جو اسم معرب ہوتا ہے وہ بھی اسم معرب امکن ہے اس تحقیق پر یہ لازم آتا ہے کہ جمع مؤنث سالم غیر منصرف کے مانند امکن نہیں اور امکن مفرد اور جمع مکسر منصرف میں منحصر ہے اور اسی وجہ سے تنوین جمع المؤنث کو تنوین التمکن میں شمار نہیں کیا معلوم ہوا امکن افعل اسم تفضیل کے وزن پر ہے یا علی الشذوذ تمکن سے ماخوذ ہے یا مکانۃ سے ماخوذ ہے اس کی شرافت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا پس امکن کے زائد فی التمکن کے معنی ہے کیوں کہ غیر منصرف بھی فی الجملہ متمکن ہے۔

قولہ ای کون الاسم لم یشبہ الخ یہ امکنیۃ الکلمہ کی تفسیر ہے یعنی کلمہ کا امکن ہونا اسم کا فعل کے مشابہ نہ ہونا ہے یعنی اسم فعل کے ایسی دو وجہوں کے ساتھ مشابہ نہ ہو جو غیر منصرف میں معتبر ہے اور وہ دو وجہیں یہ ہے کہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہوتا ہے دو فرعیتوں کے متحقق اور ثابت ہونے میں جن کو غیر المنصرف کے بحث میں بتایا جا چکا ہے معلوم ہو کہ شارح نے یہ کہا کہ وہ فعل کے مشابہ نہ ہو ان دو وجہ میں غیر منصرف میں معتبر ہیں اور یہ نہیں کہا کہ وہ حرف یا فعل دونوں کے مشابہ نہ ہو جیسا کہ عامۃ الکتب میں ہے کیوں کہ امکن غیر منصرف کے مقابلہ میں ہے اور تنوین دونوں کے درمیان فرق کرتی ہے

قولہ وحینئذٍ لایتصور الخ اور اس وقت تنوین التمکن کے معنی یعنی امکنیۃ مذکورہ صرف باب غیر منصرف ہی میں متحقق ہوتے ہیں ضرورۃ اور تناسب کی وجہ سے جو اس میں ایک صورت نکلتی ہے وہ بھی تنوین تمکن ہی میں داخل ہے کوئی چھٹی قسم ان سے علیحدہ نہیں ہے جیسا کہ اس کو ان کے بعض نے شمار کیا۔

قولہ والتنکیر لغت میں اس کے معنے اجنبی سمجھنا اور اجنبی قرار دینا اور اصطلاح میں اس کے معنی ہے اسم کا نکرہ ہونا اور تنوین التنکیر وہ تنوین ہے جو معرفہ اور نکرہ کے درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی اس تنوین تنکیر کا ہونا اسم کے نکرہ ہونے کی علامت ہے یعنی جس اسم پر یہ تنوین تنکیر ہو وہ اسم نکرہ اور جس پر یہ تنوین تنکیر نہ ہو وہ معرفہ ہے پس ان تنوین کا اسم پر داخل نہ ہونا اس اسم کے معرفہ ہونے کی علامت ہے، پس یہ تنوین اس پر دلالت کرنے والی ہے کہ اس کا مدخول اسم نکرہ غیر معین ہے جیسے صہٍ اس کے معنی ہے اسکت سکوتاً ما فی وقت ما یعنی کسی وقت میں چپ رہو تو کیسا ہی چپ رہنا معنی میں سکوتاً کے ساتھ اور وقت کیساتھ ما لگا کر سکوت اور وقت کے مبہم غیر معین کو بتانا ہے اور جب صہ کو بلا تنوین بولا جاوے تو اس کے معنی اسکت السکوت الآن اب چپ رہے تو خاص قسم کا چپ رہنا السکوت پر لام تعریف اور الآن سے صہ کے معنی جو سکوت معین ہے اس کو بیان کرنا ہے شارح نکرہ غیر معینہ کی مثال خاص صہ سے بیان کی کیوں کہ غیر منصرف پر اس کو نکرہ کے مانند

Marfat.com

اسکت السکوت الاٰن واما التنوین فی نحو رب احمد وابراھیم فلیس للتنکیر بل ھو للتمکن قال الشارح الرضی وانا لا اری منعا من ان یکون تنوین واحد للتمکن والتنکیر معا فاقول التنوین فی رجل یفید التنکیر ایضاً فاذا جعلتہ علما تمحض للتمکن والعوض وھو ما لحق الاسم عوضا عن المضاف الیہ لتعاقبھما علی اٰخر

السکوت الآن ابھی اس وقت خاموش ہو جا بہرحال منع کیا گیا ہے کہ ایک ہی تنوین تمکن اور تنکیر ساتھ دونوں کے لئے ہو تو میں کہتا ہوں کہ رجل کی تنوین تنکیر کا بھی فائدہ دیتی ہے اور جب تو نے اس کو علم محض بنا دیا تو تمکن کے لئے ہو گئی اور عوض یہ وہ تنوین ہے جو اسم کو لاحق ہوتی ہے مضاف الیہ کے عوض میں دونوں کے ایک دوسرے کے بعد آنے کی وجہ سے کلمہ کے آخر میں جیسے یومئذ یعنی یوم اذا کان کذا اس

بنانے کے بعد تو عدم تعیین میں وہ نکرہ کے بعد ہو جاتا ہے خواہ ایک سبب باقی رہے یا نہ رہے تو ان کی تنوین تنکیر کے نہیں ہوتی ہے بلکہ تمکن کیلئے ہوتی ہے کیوں کہ وہ موانع صرف کو زائل کرنے والی ہے پس جب تنوین تمکن کے داخل ہونے سے مانع زائل ہو گیا تو وہ تنوین تمکن لوٹ آئی بخلاف سیبویہ کے کہ وہ اس کو مبنی قرار دیتا ہے پس جب اس کو نکرہ بنایا گیا تو اس میں تنوین تنکیر داخل ہو گئی۔

واما التنوین فی نحو رب احمد الخ اور جو تنوین رب احمد وابراہیم میں ہے پس وہ تنوین تنکیر کے لئے نہیں ہے بلکہ تمکن کے لئے ہے شارح رضی رحؒ نے فرمایا کہ ایک تنوین تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے اکھٹی ہو جاوے تو اس کو ممنوع نہیں سمجھتا ہوں پس رب احمد اور رب ابراہیم تنکیر کے بعد جو اس میں تنوین ہے تو یہ تنوین تنکیر اور تمکن دونوں کے لئے ایک ساتھ ہوتی ہے کیوں کہ یہ تنوین تنکیر اور تمکن دونوں پر دلالت کریگی پس رجل میں تنوین جہاں یہ تنوین اس کے متمکن امکن (منصرف) ہونے کا فائدہ دے رہی ہے تنکیر (نکرہ ہونے) کا بھی فائدہ دے رہی ہے اب یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر رجل پر یہ تنوین تنکیر کے لئے ہو تو اس کے علم ہونے کے بعد تو اس پر تنوین باقی نہ رہے حالاں کہ اس وقت بھی یہ تنوین اس پر باقی رہتی ہے پس معلوم ہوا کہ رجل پر تنوین تنکیر کیلئے نہیں ہے پس شارح رحؒ فاذا جعلتہ علماً تمحض للتمکن سے اس کا

جواب دیتے ہیں کہ رجل جب تک علم نہیں ہوتا تو یہ تنوین تنکیر اور تمکن دونوں کے لئے ہوتی اور علم بننے سے اگرچہ نکرہ نہیں رہا بلکہ معرفہ ہو گیا تو اب اس پر تنوین تنکیر نہیں رہی اب خالص تمکن کے لئے ہے کیوں کہ اسم منصرف ہے رضی کے بعض نسخوں میں اس طرح عبارت ہے واما التنوین فی نحو رب احمد وابراہیم فلم یمحض للتنکیر بل ھو للتمکن ایضاً لان الاسم منصرف قولہ انا لا اری پس اس نسخہ پر قول رضی واما التنوین الخ اپنی جانب سے کلام ہے وانا لا اری اس پر معطوف پر ہے اور اس نسخہ پر جس کو شارح جامیؒ نے نقل کیا یہ کلام قوم کی طرف سے ہے اور وانا لا اری یہ شیخ رضی کا قول اپنی طرف سے استیناف ہے اور تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ قوم کے کلام کو اس پر

حمل کر لیا جائے جس کو شیخ رضی نے اختیار کیا ــــ قولہ وھو ما لحق الخ یعنی تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں اسم کو لاحق ہوتی ہے خواہ مضاف الیہ مفرد ہو یا جملہ ہو کیوں کہ مضاف الیہ اور تنوین دونوں میں سے ہر ایک کلمہ کے آخر پر متعاقب ہونے والی ہے یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کے عقب میں آنے والی ہے شارحؒ لتعاقبھما سے تنوین عوض اور مضاف الیہ میں مناسبت بیان کر دی تاکہ دونوں ایک دوسرے کا عوض ہو سکے شارح عوضاً عن المضاف الیہ کہا اور حرف اصلی سے عوض ہو جیسے جوار یا زائدہ ہو جیسے جندل کہ اس میں تنوین جنادل کے الف کے عوض میں زائد ہے یا مضاف الیہ کے عوض میں ہو یہ اس وجہ سے نہیں کہا جوار میں تنوین اور جندل

Marfat.com

الکلمۃ کیومئذٍ ای یوم اذا کان کذا فالیوم مضاف الی اذا واذ کانت مضافۃ الی الجملۃ التی کانت بعدھا فلما حذفت الجملۃ للتخفیف الحق بھا التنوین عوضاً عن الجملۃ لئلا تبقی الکلمۃ ناقصۃ وکذلک حینئذٍ وساعتئذٍ وعامئذٍ وجعلنا بعضھم فوق بعضٍ ای فوق بعضھم ومررت بکلٍ قائماً ای بکل واحد وامثال ذلک والمقابلۃ وھو ما یقابل نون جمع المذکر السالم کمسلمات فان الالف فیہ علامۃ الجمع کما ان الواو علامۃ فی جمع المذکر السالم ولم یوجد فیہ ما یقابل النون فی ذلک فزید التنوین فی اٰخرہ لیقابلہ وتوھم بعضھم

مثال میں یوم مضاف ہے اذ کی طرف اور اذ کانت مضاف ہے جملہ کی طرف جو اس کے بعد واقع ہے پس جب تخفیف کی وجہ سے جملہ کو حذف کر دیا گیا تو اس کے ساتھ تنوین کو جملہ کے عوض میں لاحق کر دیا گیا تاکہ کلمہ ناقص نہ باقی رہ جائے، اسی طرح حینئذٍ، ساعتئذٍ اور عامئذٍ بھی ہیں) اور رکھا ہے ہم ان میں سے بعض کو بعض کے اوپر یعنی ان میں سے بعض کے اوپر اور مررت بکلٍ قائماً یعنی بکل واحد اور اسی طرح دوسری مثالیں۔ اور مقابلہ یہ وہ ہے جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابل ہے جیسے مسلمات اس لئے کہ اس میں الف جمع کی علامت ہے جس طرح بیشک واو اس کی علامت ہے جمع مذکر سالم میں اور پایا جاتا ہے اس میں وہ جو اس میں نون کے مقابل ہے پس اس کے آخر میں تنوین زیادہ کر دی گئی تاکہ اس کے مقابل ہو جائے

میں تنوین آیا کہ عوض کے لئے ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے پس مبرد کے نزدیک جوار میں تنوین صرف کے لئے ہے اور جندل میں تنوین ابن مالک کے نزدیک صرف کے لئے ہے اور الف جو کہ جمعیت کی علامت ہے اس کا زائل ہونا ایسا نہیں جیسا کہ جوار میں سے یاء زائل ہوئی ہے اور شارح کا اذ اور کل اور بعض کے ساتھ مثالوں کو خاص

کرنا اس سے اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تنوین عوض انہی کلمات کے ساتھ خاص ہے۔

قولہ کیومئذٍ الخ جیسے یومئذٍ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا پس یوم اذ کی طرف مضاف ہے اور اذ جملہ کان کذا کی طرف مضاف ہے جو اس کے بعد ہے پس جب جملہ کو تخفیف کی غرض سے حذف کیا گیا

تو اذ کے ساتھ جملہ کے عوض میں تنوین لاحق کر دی گئی نقصان کے جبر کے واسطے پس اگر اس کا جبر تنوین کے ساتھ پورا نہ کیا جاتا تو کلمہ ناقص باقی نہیں رہتا شارح کے قول لئلا تبقی الکلمۃ ناقصۃ (تاکہ کلمہ ناقص نہ رہے) کے یہی معنی ہے یوم اذ کان کذا میں یوم معین زمانہ جس کا مبدا طلوع الشمس یا طلوع الفجر ہے اور اس کا منتہیٰ غروب الشمس ہے اور کبھی وقت مطلق میں مستعمل ہوتا ہے پس اول پر اضافت بیانیہ ہے اور ثانی معنی یوم اضافت لامیہ ہے ساعتئذٍ اور حینئذٍ اور عامئذٍ میں صرف بیانیہ اضافت ہے۔

قولہ وجعلنا بعضھم فوق بعضٍ میں فوق بعضٍ فوق بعضھم تھا ضمیر ھُم مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے بدلے میں تنوین لگا دی معلوم ہو کہ بعض نسخوں میں اس سے پہلے قولہ تعالیٰ ہے اس پر شارح پر اعتراض ہوتا ہے کہ شارح نے غیر آیت کو آیت قرار دیا یا کسی محشی کا اس سے تعرض نہ کرنا تعجب کی بات ہے اور شمس الدین اصفہانی نے اپنی شرح حل الایاب والابیات اس قول کے بعد ان کلمات کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا جعلنا بعض الناس فوق بعضھم بالفقر والغناء والحریۃ والرق اور یہ فی الحقیقۃ آیات القرآن سے نہیں ہے بلکہ نظم آیت اٹھارویں جز میں اس طرح ہے جعلنا بعضکم لبعضٍ فتنۃ اور مررت بکلٍ قائماً اصل میں بکل واحد۔

قولہ وھو ما یقابل الخ یہ تنوین مقابلہ کی تعریف ہے یعنی تنوین مقابلہ وہ تنوین

انہ للتمکن و ھو خطاء لانہ اذا سمیت مسلمات مثلا امراۃ یثبت فیھا التنوین ولو کان للتمکن لزال للعلتین العلمیۃ والتانیث والظاھر انہ لیس بتنوین التنکیر لوجودہ فیما کان علما کعرفات ولا تنوین العوض لعدم مساعدۃ المعنی ولا تنوین الترنم لوجودہ فی غیر اواخر الابیات والمصاریع فتعین ان یکون للمقابلۃ لانھا معنی مناسب لحمل التنوین علیہ والترنم وھو ما لحق اخر الابیات

اور بعض نے وہم کیا ہے کہ یہ تنوین تمکن کی ہے اور یہ خطاء ہے اس لئے کہ مثلاً جب کوئی عورت مسلمات کے نام سے نام رکھدی جائے تو اس میں تنوین ثابت رہے گی اور اگر یہ تنوین تمکن کی ہوتی تو دو علتوں کی بنا پر یہ زائل ہو جاتی یعنی علمیت اور تانیث اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تنوین تنکیر بھی نہیں ہے اس کے پائے جانے کی وجہ سے اس صورت میں کہ یہ علم بن جائے جیسے عرفات اور نہ یہ تنوین عوض ہے معنی کے درست نہ ہونے کی وجہ سے اور نہ تنوین ترنم بیت اور مصرعہ کے آخر کے علاوہ اس کے پائے جانے کی وجہ سے پس متعین ہوگیا کہ وہ مقابلہ کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ یہ مناسب معنی ہیں تنوین اس کا احتمال رکھتی ہے اور ترنم اور یہ وہ ہے جو

ہے جو جمع مذکر سالم کے مقابلہ میں آتی ہے جیسے مسلمات چنانچہ الف اس میں جمع کی علامت ہے جیسا کہ جمع مذکر سالم میں واو جمع کی علامت ہے اور جمع مونث سالم میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو اس نون کے مقابل ہو جو مذکر سالم میں ہے اس وجہ سے جمع مؤنث سالم میں تنوین زیادہ کردی گئی تاکہ وہ اس نون کے مقابل ہو جاوے جو نون کہ جمع مذکر سالم میں ہے اور ان کے بعض رصاحب کشاف م نے یہ وہم کیا ہے کہ جمع مؤنث سالم جیسے مسلمات میں تنوین تمکن کے واسطے یہ اس کا قول خطا ہے کیوں کہ مسلمات مثلاً کے ساتھ کسی عورت کا نام رکھدیا جائے تب بھی یہ تنوین اس میں ثابت رہتی ہے اور اگر یہ تنوین تمکن کے لئے رہتی تو دونوں علتوں کے زائل ہونے سے یہ تنوین ز ہو جاتی۔ اور وہ دو علتیں علمیت اور تانیث ہیں اور زمخشری نے کہا مسلمات میں تنوین صرف کی ہے اگرچہ اس کے ساتھ کسی مؤنث کا نام رکھدیا کیوں کہ اس کی تاء خالص تانیث کے لئے نہیں ہے کیوں کہ مسلمات مثلاً کی تاء مع الالف جمع کی علامت ہے اور اس کی تاء اور کسی کے لئے ماننا درست نہیں کیوں کہ اس تاء اختصاص جمع مؤنث کے ساتھ اس سے انکار کرتا ہے جیسے اخت اور بنت کی تاء کیوں کہ ان دونوں کی تاء واو سے بدل کر آئی ہے اور اس کی تاء موجود گی دوسری تاء کے تقدیر سے روکتی ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ تنوین تمکن کی نہیں ہو سکتی کیوں کہ اگر یہ تنوین تمکن ہو تو مسلمات کے ساتھ اگر کسی کا علم بنادیا جائے تو دو

علتوں کی وجہ سے یہ تنوین زائل ہونا چاہیئے کیوں کہ وہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا اور غیر منصرف میں تمکن کی تنوین نہیں آتی ہے اور جمع مؤنث میں تنوین ظاہر یہ ہے کہ تنوین تنکیر نہیں ہے چوں کہ اس صورت میں یہ تنوین موجود ہوتی ہے کہ وہ علم ہو جیسے عرفات یہ موضع معروف کا علم ہے اور اعلام میں تنوین التنکیر نہیں آتی ہے اور یہ تنوین جمع مؤنث میں عوض کی بھی نہیں ہو سکتی ہے کیوں کہ مثلاً مسلمات کے معنی عوض کے معنی کی موافقت مساعدۃ نہیں کرتے ہیں عوض کے معنی کی مساعدت اس وجہ سے نہیں کرتے

مسلمات مثلاً کے معنی اضافت پر نہیں ہیں یہاں تک کہ مضاف الیہ کی تنوین عوض بن جائے اور ایسے ہی کوئی شئی یہاں محذوف نہیں ہے کہ یہ تنوین عوض کی تنوین بن جائے غرضیکہ نہ مضاف الیہ محذوف ہے کہ اس کے عوض میں تنوین ہو اور نہ یاء محذوف ہے جیسا کہ جوارٍ میں محذوف ہے کہ یاء کے عوض میں تنوین آگئی۔

قولہ ولا تنوین الترنم الخ اور جمع مؤنث سالم میں تنوین ترنم بھی نہیں ہو سکتی ہے۔ چونکہ تنوین ترنم کا وجود بیتوں اور مصرعوں کے آخر میں ہوتا ہے جمع مؤنث سالم مثلاً

Marfat.com

والمصاریع لتحسین الانشاد ولانه حرف یسهل به ترديد الصوت فی الخیشوم وذلك الترديد من اسباب حسن الغناء وانما اعتبروا ما لحق اواخر الابیات والمصاریع وان کان للحروف والکلمات الواقعة فی اثنائها جائزا بل واقعاً کما نشاهد من اصحاب الغناء لان محل التغنی به انما هو الاخر لئلا یختل سلك النظم بتخلله بین کلمات

ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہوتی ہے، پڑھنے میں حسن پیدا کرنے کیلئے کیونکہ ترنم وہ حرف ہے جس سے ناک میں آواز کا لوٹانا آسان ہوجاتا ہے اور یہی تردید صوت گانے کے محاسن میں سے ہے اور بیشک انہوں نے ابیات اور مصرعوں کے اواخر کا اعتبار کیا ہے یہ وصف ان حروف اور کلمات میں بھی پایا جاتا ہے جو ان کے درمیان میں واقع ہیں اور جائز بھی ہے بلکہ واقع ہے جیسا کہ ہم گانیوالوں سے اسے سنتے بھی ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ تغنی کا محل و مقام آخر ہی ہوا کرتا ہے تاکہ نظم کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے اس کے درمیان میں واقع ہوجانے کی وجہ

مسلمات نہ بیتوں کا آخر ہے اور نہ مصرعوں کا آخر پس متعین ہوا کہ یہ تنوین جو جمع مؤنث میں آتی ہے۔ نون جمع مذکر کے مقابلہ میں ہے کیوں کہ نون جمع مذکر سالم کا مقابلہ ایسے معنی میں ہیں کہ اس پر تنوین کو حمل کیا جاسکے کیوں کہ یہ تنوین جمع مذکر سالم کے نون سے مشارکت رکھتی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اسم کے فقط تمام ہونے کی علامت ہے دوسری کسی شئی پر دلالت کے بغیر۔

قولہ والترنم وہو مالحق الخ۔ تنوین الترنم وہ ایسی تنوین ہے جو بیتوں اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہوتی ہے شعر کے پڑھنے کو خوبصورت بنانے کے لئے بیت کے معنی کوٹھری کے ہیں اس کے بعد شعر کو بیت کہتے ہیں جب بیت کوٹھری کے معنی میں آتا ہے تو جمع بیوت آتی ہے اور جب شعر کے معنی میں آتا ہے تو جمع ابیات آتی ہے مصاریع مصراع کی جمع ہے دردو بازد ہوتی ہیں ہر بازد کو مصراع کہتے ہیں اس کے بعد شعر کے دو حصوں میں سے ہر حصہ کو مصراع کہتے ہیں دروازہ کے دونوں مصرعوں سے استوا میں تشبیہ دے کر اور تحسین کے معنی خوبصورت کرنا، انشاد کے معنی ہے شعر پڑھنا۔

قولہ لانہ حرف یہ اس کی تعلیل ہے جو سابق سے مستفاد ہوتا ہے تنوین ترنم جو ابیات اور مصاریع کے آخر کو لاحق ہو اور اس کا نام تنوین ترنم اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ ایسا حرف ہے کہ اس کے ذریعہ سے خیشوم (ناک کی جڑ) میں آواز کا گھوٹنا آسان ہوتا ہے اور یہ آواز کا گھومانا ٹاننے کی خوبی کے اسباب سے ہے ترنم کے معنی لغت میں تغنی (گانا) ہے اور یہ ایسا حرف ہے کہ اس کے ذریعہ سے آواز کا گھومانا سہیل ہوتا ہے چوں کہ یہ حروف اغنی الحروف ہے اور خیشوم میں آواز کا گھومانا حسن الغناء کے اسباب سے ہے اور اسی وجہ سے مغنی کا نام مغنی رکھا گیا کیوں کہ مغنی اپنے آواز میں غنہ کردیتا ہے مغنی اصل میں مغنن تین نون کے ساتھ تھا تیسرے نون کو یاء سے بدل دیا گیا پس تنوین الترنم کے معنی ایسی تنوین ہے کہ وہ ترنم کے حاصل کرنے کے واسطے لگائی جاتی ہے اور ابن یعیش اسی کی طرف گیا ہے اور مصنف رحؒ نے شرح مفصل میں اس کو اختیار کیا دوسرے یہ کہتے ہیں اس تنوین کا نام تنوین ترنم اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ ترنم کے چھوڑنے کے واسطے لاحق کی جاتی ہے کیوں کہ حروف اطلاق ترنم کے واسطے صلاحیت رکھتے ہیں چوں کہ ان میں آواز کا دراز کرنا ہے پس ان کو جب ترنم کے چھوڑنے کی خبر دینے کا قصد ہوتا ہے تو ان حروف اطلاق کو تنوین سے بدل دیتے ہیں چوں کہ یہ تنوین مد سے خالی ہے الخیشوم بفتح المعجمہ مقدم الانف بالغاریۃ دماغ ابیات اور مصاریع کے آخر میں اس کے لحوق کا اس وجہ سے اعتبار کیا گیا خیشوم میں آواز کی تردید کا محل وہ آخر ہے اس وجہ سے آخر میں اس کے لحوق کا اعتبار کیا گیا اگرچہ اس تنوین ترنم کا لاحق ہونا ان حروف اور کلمات کیساتھ جائز ہے جو ابیات اور مصاریع کے درمیان میں واقع ہوتے ہیں بلکہ واقع بھی ہے،

Marfat.com

الابیات والمصاریع ولا یخل لفهم المعانی وهو اما یلحق القافیة المطلقة وهی ما کان رویها متحرکا مشتبعاً باشباع حرکته واحدا من الالف والواو والیاء وسمیت هذه الحروف حروف الاطلاق لاطلاق الصوت بامتدادها ولحوق النون بهذه

سے ابیات اور مصرعوں کے اور معانی کے سمجھنے میں بھی اس کی وجہ سے خلل نہ ہو اور یا مطلق کا قافیہ میں لاحق ہوگی اور یہ وہ مقام ہے کہ جس کا روی متحرک اور مشتبع ہو واو الف اور یار کے داخل ہو جانے کی وجہ سے اور ان حروف کا نام حروف اطلاق رکھا گیا ہے آواز کے مطلق پر غیر مقید ہونے کی وجہ سے اس کے ممتد اور کھینچنے کے باعث

جیسا کہ گانے والوں سے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کیوں کہ محل التغنی ترنم کے ساتھ وہ حرف آخر ہی ہے کیوں کہ ابیات اور مصاریع کے درمیان اگر لاحق کی جائے تو نظم کی لڑی خراب ہو جائے گی اور ابیات اور مصاریع کے معانی کے سمجھنے میں خلل واقع ہوگا پس نظم کی لڑی تاکہ خراب اور مختل نہ ہو اور نہ معانی کے سمجھنے میں خلل واقع ہو اس وجہ سے ابیات اور مصاریع کے آخر کو لاحق ہوتی ہے پس وہ تنوین ترنم جو وسط میں لاحق ہو اگرچہ واقع ہے لیکن وہ اپنے محل میں نہیں ہے اس وجہ سے انہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا لیکن اسمیں بحث ہے کیونکہ گانے والوں کے واسطے گانے کی ہر نوع میں آواز کے دراز کرنے اور چھوٹا کرنے اور اس کے گھومانے وغیرہ وغیرہ کے لئے مقامات ہیں خواہ آخر میں ہو یا وسط میں۔

قولہ وهو اما یلحق القافیة المطلقة اور یہ تنوین یا قافیہ مطلقہ کو لاحق ہوتی ہے اور قافیہ مطلقہ وہ قافیہ ہے جس کا روی متحرک ہو اپنی حرکت کے اشباع کے ساتھ الف اور واو اور یار میں سے کسی ایک کو تابع بنانے والا ہو معلوم ہو کہ خلیل کے نزدیک قافیہ بیت کے حرف آخر سے لیکر ایسے اول ساکن تک ہے جو حرف آخر سے متصل ہے مع اس حرکت کے جو اس ساکن سے پہلے ہے اور نیز خلیل سے مروی ہے کہ وہ متحرک جو اس ساکن سے پہلے ہے وہ اول قافیہ ہے قافیہ قفو سے مشتق ہے اس کے معنی تابع ہونے کے ہیں کیونکہ قوافی ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اس وجہ سے قافیہ کو قافیہ کہتے ہیں اور روی وہ حرف ہے جس پر قصیدہ مبنی ہوتا ہے اور اس کی طرف منسوب ہوتا ہے مثلاً قصیدہ لامیہ اور قصیدہ نونیہ بولا جاتا ہے یا تو رویت الحبل سے مشتق ہے اس کے معنی بٹنا ہے یا رویۃ البعیر سے مشتق ہے اس کے معنی ہے اونٹ پر رواء باندھنا اور رواء اس رسی کو کہتے ہیں جس سے بوجھ کو باندھتے ہیں یا ری سے مشتق کے معنی سیراب کرنا ہے پس بیت اس حرف پر پہونچنے پر سیراب ہو کر ختم ہو جاتی ہے، مشتبعاً اسم فاعل ہے اس کے معنی ہے تابع بنانے والا یعنی حرف روی کی حرکت الف اور واو اور یار میں سے کسی کو اپنے تابع بناتا ہے پس اگر حرف روی کی حرکت اگر فتحہ کی ہے تو وہ الف کو تابع بناتی ہے اور اگر اس کی حرکت ضمہ کی ہے تو واو کو تابع بناتی ہے اور اگر اس کی حرکت کسرہ کی ہے تو یار کو تابع بناتی ہے۔

قولہ وسمیت ہذہ الحروف اور ان حروف (واو، یار اور الف) کا نام حروف الاطلاق رکھا جاتا ہے چوں کہ ان کو دراز کرنے کے ساتھ آواز کو چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی آواز کو لمبا ہونے کیلئے ان کو کھینچا جاتا ہے اور یہاں سے قافیہ مطلقہ نام رکھنے کی وجہ بھی ظاہر ہو گئی کیوں کہ اس قافیہ میں حروف اطلاق واقع ہوتے ہیں اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قولہ ولحوق النون الخ اور اس قافیہ میں نون کا لاحق ہونا صرف اس طور پر ہوتا ہے کہ نون کے ساتھ حروف اطلاق کو بدل لیا جاتا ہے چوں کہ یہ حروف حروف زائد سے اور سکون لازم ہے غرضیکہ بیت، قول شاعر میں والعتابن اور اصابن میں جو نون ہے وہ الف تھا اس الف کو نون سے بدل لیا اس بیت میں حرف روی بار ہے اس بار کے فتحہ کے اشباع سے الف حاصل ہو گیا

Marfat.com

القافیۃ انما یکون بابدال حروف الاطلاق به کما فی قول الشاعر: اقلی اللوم عاذل والعتابن وقولی ان اصبت لقد اصابن: فروی هذا البیت الباء وحصل باشباع فتحتها الالف وعوض عن الالف عند التغنی نون التنوین واما یلحق القافیۃ المقیدۃ وهی ما کان رویها حرفا ساکناً صحیحاً کان اوغیر صحیح سمیت مقیدۃ لتقیید الصوت بها وامتناع الامتداد لانه لیس هناک حرکۃ یحصل من اشباعها حروف الاطلاق لتیسیر امتداد الصوت کقول الشاعر شعر وقاتم الاعماق خاوی المخترقن: مشتبه الاعلام لماع الخفقن:

اور اتفاقاً ان میں نون بھی لاحق ہو جانے کی وجہ سے یہ اس وقت ہوتا ہے جب حروف اطلاق کو اس سے بدل دیا جاتا ہے جیسے شاعر کے قول میں ؏ ایسے ملامت کرنے والے ملامت کو کم کر دے اور عتاب کو اور اگر میں نے درست کام کیا ہے تو میری تائید کریں روی اس بیت میں ب ہے اور اس کے فتح کے اشباع سے الف حاصل ہوا ہے اور الف کے عوض تغنی کے وقت تنوین کا نون لایا گیا ہے اور بہرحال قافیہ مقید لاحق کیا جاتا ہے یہ وہ ہے کہ جس کا حرف روی حرف ساکن ہو خواہ صحیح ہو یا غیر صحیح نام رکھا جاتا ہے اس کا مقیدہ آواز کو اس کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ سے اور امتداد کے ممتنع ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ وہاں ایسی حرکت نہیں پائی جاتی کہ جس کے اشباع سے حروف اطلاق حاصل ہوں امتداد صوت کے آسان کرنے کیلئے جیسے شاعر کا قول ہے ؏ بعض جوانب تاریک ہوتے ہیں جن کے اطراف دور اور راستے درختوں سے خالی ہوتے ہیں۔ اور علامتیں مشتبہ ہوتی ہیں الخ۔

عتابا اور اصابا ہوگیا تغنی کے وقت اس الف کے عوض میں نون لے آئے فتحہ کا اشباع شعر کا وزن حاصل کرنے کے لئے ضروری ہوا اور الف کے عوض میں نون کا لانا تغنی کے وقت نہیں ہے ــ قولہ اقلی الخ یہ جریر کا شعر ہے بحر وافر سے۔ اقلی صیغہ

واحد مؤنث حاضر امر اقلال سے بمعنی کم کرنا مراد نہ کرنا۔ اللوم بالفتح بمعنی ملامت عاذل اس کی اصل یا عاذلہ ہے یا حرف ندا کو حذف کر دیا اور عاذلہ میں ترمیم کر لی گئی العتاب بمعنی مواخذہ اور غضب جواب شرط محذوف ہے قولہ قولی اس پر دلالت کرتا ہے۔ قولی صیغہ واحد مؤنث حاضر امر حاضر قول سے بمعنی کہنا۔ اصابت صواب اور درستی کو پہونچنا۔ ترجمہ کم کر تو مجھ سے ملامت کو اے ملامت کرنے والے اور کہو تو اگر صواب کو پہونچوں میں البتہ تحقیق کہ صواب کو پہنچا۔

قولہ واما یلحق القافیۃ المقیدۃ الخ دوسری قسم وہ تنوین ہے جو مقیدہ قافیہ کو لاحق ہوتی ہے اور قافیہ مقیدہ وہ قافیہ ہے جس کا حرف روی ساکن ہو خواہ حرف ساکن صحیح ہو یا غیر صحیح ہو پس اس قافیہ مقید کا اول حرف ساکن ہوگا وقف پر دلالت کی وجہ سے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب کہ اس قافیہ مقید کا اول حرف ساکن ہے تو اس پر تنوین کیسے صادق ہوگا کہ آخر کی حرکت کے تابع تنوین ترنم ہوتی ہے جواب:۔ حرکۃ الاخر سے مراد عام ہے خواہ حرکت لفظی ہو یا حرکت تقدیری۔

قولہ سمیت مقیداً الخ اس قافیہ مقید کا نام مقیدہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ آواز کو اس قافیہ کے ساتھ مقید کر دی جاتی ہے اور آواز کے امتداد کو یعنی اس امتداد کو جو اطلاق صوت ہے روک دیا جاتا ہے کیوں کہ وہاں ایسی حرکت نہیں

"بقیہ صفحہ آئندہ"

Marfat.com

فان روی القافیة فی هذا البیت القاف الساکنة ولا یمکن مد الصوت بها فحرکت عند التغنی بالفتح والکسر والحق بها النون نقیل المخترقن والخفقن ویسمی هذا القسم من التنوین الغالی لان الغلو هو التجاوز عن الحد وقد تجاوز البیت بلحوق هذا التنوین عن حد الوزن ولهذا یسقط عن التقطیع ولیس للقسم الاول اسم یختص به واعلم ان تنوین الترنم لیس موضوعاً بازاء معنی من المعانی بل هو موضوع لغرض الترنم لان معناه الترنم

اس بیت میں قافیہ کا روی قاف ساکنہ ہے۔ اس آواز میں امتداد ممکن نہیں ہے اس لئے تغنی کے وقت اس کو فتحہ اور کسرہ کی حرکت دی گئی اور اس کے ساتھ نون کو لاحق کر دیا گیا اور مختر"قن اور خفقن کہدیا گیا اس قسم کی تنوین کا نام غالی رکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ غلو حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے اور تحقیق کہ تجاوز کر گیا ہے شعر اس تنوین کے لاحق ہونے کی وجہ سے وزن کے حد سے اسکے لئے تقطیع کے وقت وہ مساوی ہوجاتا ہے اور قسم اول کیلئے کوئی ایسا نام نہیں ہے جو اس کے ساتھ مختص ہو اور جان تو کہ تنوین ترنم معانی میں سے کسی معنی کے مقابلے میں وضع نہیں کی گئی بلکہ وہ ترنم کی غرض سے وضع کی گئی ہے نہ یہ کہ اس کے معنی ترنم کے ہیں

ہوتی ہے جس کے اشباع سے حروف اطلاق واو یا اور الف حاصل ہو آواز کو دراز کرنے کو آسان کرنے کیلئے۔

قولہ قاتم الاعماق الخ یہ بیت روبہ کی ہے بحر رجز۔ واو بمعنی رب اور جواب محذوف ہے یعنی تقطعت القاتم بہت سیاہ کہا جاتا ہے اسود قاتم اور مکان قاتم تاریک جگہ جس کے کنارے مغبر ہوں القتام سے ماخوذ بمعنی غبار الاعماق عمق بالفتح کا جمع یا عمق بالضم کی جمع جس جنگل کے بہت دور کنارے ہوں۔ الخاوی خوی البیت سے خالی ہوا بیت۔ المخترقن بفتح المیم و فتح الراء وہ جگہ جو خالی ہو اس کو ہوا پھاڑتی ہو یعنی اس میں ہوا چلے الاعلام علم کی جمع وہ نشان جس کے ذریعہ سے راستہ کی راہ ملتی ہو پہاڑ جھنڈ۔ لماع مبالغہ لامع بہت چمکنے والا۔ الخفق چمکتا ریت خفق السراب سے بنا جس کے معنی ہے ریت جھلملہوا یشئ کا نام اس کے مصدر سے رکھا ہے۔ ترجمہ۔ بہت سے اطراف والے بے نشان خالی ہوا اون کے پھاڑے ہوئے مشتبہ نشان والے چمکتے ریت والے میدان میں میں ان کو قطع کیا۔

قولہ فان روی القافیة اس بیت میں قافیہ کا حرف روی ساکن قاف ہے جس کے ساتھ آواز کا دراز کرنا ممکن نہیں پس تغنی کے وقت فتح یا کسر کی حرکت دیدی اور اس کے ساتھ نون کو لاحق کر کے المخترقن اور الخفقن بولا۔

قولہ ویسمی ہذا القسم الخ یعنی وہ تنوین ترنم جو قافیہ مقیدہ کو لاحق ہوتی ہے اس کا نام تنوین غالی رکھا جاتا ہے چوں کہ غلو کے معنی حد سے تجاوز کے ہیں...... اس تنوین رکھنے کی وجہ سے بیت وزن کی حد سے متجاوز ہوجاتی اسی وجہ سے جب شعر کی تقطیع کی جاتی ہے تو یہ تنوین تقطیع سے ساقط ہوجاتی ہے اور تنوین ترنم کی پہلی قسم کے واسطے کوئی ایسا نام نہیں ہے جو اسی کے ساتھ مختص ہو۔

قولہ واعلم ان تنوین الترنم الخ شارح تنوین ترنم اور دیگر اقسام تنوین کے متعلق تحقیق کرتے ہیں ان میں سے کونسی تنوین معنی کے لئے موضوع ہے اور کونسی نہیں، پس کہتے ہیں کہ معلوم ہو کہ تنوین ترنم معنوں میں سے کسی معنی کیلئے موضوع نہیں ہے بلکہ وہ غرض ترنم کیلئے موضوع ہے اور وہ اس لئے کہ اس سے مقصود خارج میں ترنم کا حاصل ہونا ہے اور ترنم کے معنی کا افہام اور اس کا ذہن میں حاصل

Marfat.com

كما ان حروف التهجي موضوعة لغرض التركيب لا بازاء معنى من المعاني ففي عد تنوين الترنم من اقسام الحروف التي هي من اقسام الكلمة المعتبر فيها الوضع تساهل وتسامح واما التنوينات الاخر ففي اعتبار الوضع في بعضها ايضا تامل و

يحذف اى التنوين وجوبا من العلم حال كونه موصوفا بابن حال كون الابن مضافا الى علم اخر نحو جاءني زيد بن عمرو

جس طرح کہ حروف تہجی ترکیب کی غرض سے موضوع ہیں نہ کہ معانی میں سے کسی معنی کے مقابلے میں، پس تنوین ترنم کے شمار کرنے میں حروف کی اقسام میں سے جو کہ کلمہ کی اقسام میں سے ہے اور جس میں وضع کا اعتبار کیا گیا ہے تساہل اور تسامح ہے اور بہر حال دوسری تنوینیں تو ان میں سے بعض کے اعتبار کرنے میں وضع کا اس میں بھی دخل ہے اور حذف کر دیا جاتا ہے یعنی تنوین کو وجوباً علم سے اس حال میں کہ وہ ابن کا موصوف ہے اس حال میں کہ ابن مضاف ہو دوسرے علم کی جانب جیسے جاءنی زید بن عمرو (میرے پاس زید عمرو کا لڑکا آیا)

ہونا مقصود نہیں ہے جیسا کہ تنوین الترنم کی تعریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو بیتوں اور مصرعوں کے آخر میں ملائی جاتی ہے۔ تنوین الترنم غرض ترنم کیلئے موضوع ہونا ایسا ہے کہ جیسا کہ حروف التہجی کا غرض ترکیب کے لئے موضوع ہونا اور معنوں میں سے کسی معنی کیلئے موضوع نہ ہونا پس مصنف رح کا تنوین ترنم کو ایسے حروف کے اقسام سے شمار کرنا جو اس کلمہ کی قسموں میں سے ہے جس میں وضع کا اعتبار کیا گیا ہے تساہل اور تسامح ہے شئ کی غرض کو اس کے معنی کے درجہ میں اتار لیا ہے۔

قولہ واما التنوینات الخ اور بہر حال دوسری تنوینیں پس ان میں سے اور بعض کے اندر بھی وضع کے اعتبار کرتے ہیں تامل ہے اور وہ تنوین مقابلہ ہے چنانچہ اس کے لاحق کرنے سے مقصود مقابلہ ہے چوں کہ یہ تنوین مقابلہ مخاطب کو مقابلہ کا فائدہ دیتی ہے بخلاف تنوین تنکیر پس وہ اپنے مدخول کے غیر معین ہونے کو سمجھانے کے واسطے ہے اور تنوین العوض پس مضاف الیہ کی جگہ میں قائم ہے جو معنی پر دلالت کرنے والا ہے پس اس تنوین سے مضاف الیہ کے معنی بالواسطہ مفہوم ہوتے ہیں۔

اور تنوین التمکن اس سے مقصود ماس کے مدخول کا منصرف ہونا سمجھاتا ہے اور منصرف کی تحصیل مقصود نہیں ہے۔ (پس) مصنف کے قول للتمکن الخ کے معنی یہ ہیں کہ تنوین التمکن وغیرہ کے لئے آتی ہے پس یہ مطلب معنی اور غرض دونوں کو شامل ہے حق یہ ہے کہ تمکن اور تنکیر اور مقابلہ اور عوض اور ترنم یہ سب تنوین کے فوائد ہیں جیسا کہ تسہیل کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ صاحب تسہیل نے کہا کہ تنوین ایسا ساکن نون ہے کہ وہ اسم کے آخر میں زیادہ کیا جاتا ہے اسم کی اضافت کو بیان کرنے یا اس کی تنکیر کو یا تعویض یا جمع مذکر کے مقابلہ کو بیان کرنے کے واسطے یا ترنم کے ترک کی خبر دینے کیلئے روی مطلق میں لغت تمیم میں۔

قولہ ویحذف الخ۔ مصنف رح حذف تنوین کا قاعدہ بیان کرتے ہیں وہ قاعدہ یہ ہے علم ابن کے ساتھ موصوف ہو اور یہ لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو پہلے علم پر سے تنوین کو وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے جیسے جاءنی زیدُ بن عمرو۔ پس زیدٌ پر سے تنوین کو حذف کر دیا۔ چوں کہ زید علم ابن کے ساتھ موصوف ہے۔ زید بن عمر کی طرف مضاف ہے کہ اس تنوین سے جو حذف کی جاتی ہے تنوین تمکن مراد ہے اس لئے کہ جو علم ابن کے ساتھ موصوف ہوتا ہے اس میں تنوین تنکیر اور تنوین عوض اور تنوین نہیں پائی جاتی ہے یہ تنوین ترنم صرف تحسین انشاد اور حسن الغناء کے لئے زیادہ کی جاتی ہے اور حذف

Marfat.com

وذلك لكثرة استعمال ابن بين علمين احدهما موصوف به والاخر مضاف اليه له فيطلب التخفيف لفظاً بحذف التنوين من موصوفه وخطاً بحذف الف ابن وكذلك قولهم هذا فلان ابن فلان لانه كناية عن العلم ويعلم منه

اور یہ ابن کے استعمال کے کثیر ہونے کی وجہ سے ہے دو علم کے درمیان ان میں سے اس کا موصوف اور دوسرا اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے۔ پس طلب کی گئی تخفیف لفظوں میں اس کے موصوف سے تنوین کو حذف کر کے اور خط ہے ابن کے الف کے حذف کرنے کے ساتھ اسی طرح ان کا قول ہذا فلان ابن فلاں کیوں کہ وہ علم سے کنایہ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کی صفت جب علم

اس سے منافات رکھتا ہے اور تنوین مقابلہ صرف جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے معلوم ہوکہ شارح نے وجوباً زیادہ کر دیا یعنی یہ حذف تنوین واجب ہے کیونکہ یحذف مستقبل ہے اس سے استمرار مستفاد ہوتا ہے یہ وجوب کا قرینہ ہے اور یہ حذف سعۃ یعنی نثر میں ہے رہا ضرورت یعنی نظم میں بھی حذف نہیں کی جاتی کیوں کہ ضرورات محضورات کو مباح کرتا ہے اور اس علم اور علم ثانی سے مراد اعم ہے کنیت اور لقب اور اسم سے موصوفاً العلم سے حال ہے اور موصوفاً سے یہ مراد ہے کہ ابن کے ساتھ موصوف وصف نحوی بلا واسطہ ہوا اسی وجہ سے زید الظریف ابن عمرو سے تنوین حذف نہیں کی جائے گی اور علم سے مراد مذکر کا علم ہے کیوں کہ عرب رجل کو اس کی ماں کی طرف منسوب نہیں کرتے ہیں اور مضافاً ابن سے حال واقع ہو رہا ہے علم آخر سے مراد یہ ہے کہ پہلے علم کے مغائر ہو۔

قولہ ذلک لکثرۃ الخ علم اول سے اس صورت میں تنوین کا حذف کرنا اس وجہ سے ہے ابن کا ایسے دو علموں کے درمیان استعمال بہت زیادہ ہے کہ ان دو علموں میں سے ایک ابن کے ساتھ موصوف ہو اور دوسرا مضاف الیہ ہو اس ابن کے واسطے اس لیے اس کے موصوف سے تنوین کو حذف کرنے کے ساتھ لفظاً تخفیف طلب کی جاتی ہے اور ابن کے الف کے حذف کے ساتھ خطاً تخفیف

طلب کی جاتی ہے مطلب یہ ہے اس کا اس شان کے ساتھ استعمال بہت زیادہ ہے اور کثرۃ استعمال تخفیف اس سے مناسبت رکھتی ہے یعنی دو علموں کے درمیان استعمال کا کثیر ہونا ان دونوں کے درمیان اتصال کے شدید ہونے کے ساتھ ہے گویا کہ ایک کلمہ ہے اور تنوین تمام اور انفصال کی علامت ہے اس وجہ سے حذف کرنا واجب ہے اور یہ حذف کرنا التقاء ساکنین کی وجہ سے نہیں چوں کہ التقاء الساکنین حذف کو واجب نہیں کرتا ہے کیوں کہ کسرہ کی حرکت سے متحرک کرنا جائز ہے جیسا کہ ساکن میں اصل ہے معلوم ہو خطاً سے کنایت ہے یعنی کتابت میں الف کو حذف کر دیا جاتا ہے خطاً کا عطف لفظاً پر ہو رہا ہے۔ یعنی ابن لفظاً اور خطاً تخفیف کو طلب کرتا ہے اور ابن کا خطاً تخفیف

کو طلب کرنا لفظاً تخفیف کو طلب کرنے کے منافی نہیں ہے پس وہ اعتراض جو فاضل حلوانی نے بیان کیا وارد نہیں ہوتا کہ الف کا حذف کرنا خط کے ساتھ مختص نہیں بلکہ وہ لفظ میں ہی تخفیف ہے اور اس صورت میں خط میں بھی حذف ہو جاتا اگرچہ تلفظ میں حذف ہونا تنوین کے حذف کے حال کے ساتھ مختص نہیں ہے

قولہ وکذلک قولہم الخ اسی طرح ان کا یہ قول فلاں ابن فلاں ہے کیوں کہ فلاں علم سے کنایہ ہے پس علم اعم ہے خواہ صریح ہو خواہ کنائی ہو ایسے ہی جو علم کی جگہ میں جاری ہو اس کا بھی یہی حکم ہے جیسے سید ابن سید اور ضل بن ضل اور طامر بن طاہر اور امی بن امی۔

قولہ ویعلم منہ انہ الخ اور اس سے یہ جانا جاتا ہے کہ ابن جبکہ غیر علم کے واسطے صفت ہو یا غیر علم کی طرف مضاف ہو

Marfat.com

انه اذا كان صفة لغير العلم اذ كان مضافا الى غير العلم نحو جاء ني رجل ابن زيد وزيد بن عالم لم يحذف التنوين من اللفظ والالف ابن من الخط لقلة الاستعمال ويعلم من قوله موصوفا انه لا يحذف اذا لم يكن الابن صفة نحو زيد ابن عمرو على ان يكون ابن عمرو خبرا عن زيد وحكم الابنة حكم الابن في جميع ما ذكرنا الا في حذف همزتها فانها لا تحذف حيثما كانت لئلا يلتبس ببنت في مثل هذه هند ابنة عاصم

کے علاوہ کیلئے ہو یا مضاف ہو غیر علم کی طرف جیسے جاءنی رجل ابن زید اور زید ابن عالم تو تنوین کو لفظ سے حذف نہیں کیا جاتا اور الف کو ابن سے خط میں قلت استعمال کی وجہ سے اور اس کے قول موصوفا سے معلوم ہوا کہ اس کو حذف نہیں کیا جائے گا جب کہ ابن موصوف واقع نہ ہو جیسے زید بن عمرو۔ اس صورت میں کہ ابن عمرو زید کی خبر واقع ہو اور ابنۃ کا حکم وہی ہے جو ابن کا حکم ہے تمام ان صورتوں میں جو ہم نے ذکر کی ہیں البتہ اس کے ہمزہ کے حذف کرنے میں کیوں کہ اس کا ہمزہ جہاں کہیں بھی ہو حذف نہیں کیا جاتا تاکہ بنت کے ساتھ التباس نہ ہو ہذہ ہند ابنۃ عاصم جیسی مثالوں میں۔

یعنی ابن کا موصوف علم ہو لیکن مضاف الیہ غیر علم ہو حاصل یہ ہے کہ دونوں شرط میں سے کوئی شرط مفقود ہو جاوے یا دونوں شرط مفقود ہو جاویں تو پھر نہ موصوف سے تنوین حذف ہوگی اور نہ ابن کا الف کتابت میں حذف ہوتا ہے مثلاً موصوف عالم نہ ہو جیسے جاءنی رجل ابن زید یا صفت علم نہ ہو جیسے زید ابن عالم یا دونوں علم نہ ہوں جیسے رجل ابن عالم تو تنوین تلفظ میں حذف نہ ہوگی بلکہ تنوین کو اس میں ظاہر کیا جائے گا۔

جب کہ رفع کا اعراب اس پر لفظ میں دیا جائے اور ابن کا الف خط و کتابت سے حذف نہ ہوگا کیوں کہ ابن کا استعمال ایسی دو شئی کے درمیان کہ ان میں سے ایک موصوف ہو اور دوسرا مضاف الیہ لیکن موصوف غیر عالم ہو یا مضاف الیہ غیر عالم ہو بہت قلیل ہے۔

قولہ ویعلم من قولہ موصوفا اور قولہ موصوفاً سے یہ جانا جاتا ہے کہ جب کہ ابن صفت نہ ہو بلکہ خبر ہو تو تب بھی تنوین کو حذف نہیں کریں گے جیسے زید بن عمرو

ابن عمرو کو زید کی خبر بنا دیں تو زید پر سے تنوین حذف نہ ہوگی اور نہ ابن کا الف کتابت میں حذف ہوگا۔

قولہ حکم الابنۃ الخ ابنۃ کا حکم ابن کا ہے اس تمام میں جو ذکر کیا گیا البتہ ابنۃ کے ہمزہ کو کتابت میں حذف نہ کریں۔ جہاں بھی ہو یعنی نہ التباس کی جگہ میں نہ عدم التباس کی جگہ میں اور یہ حذف نہ کرنا اس وجہ سے ہے تاکہ ھٰذہ ھذا بنت عاصم کے مثل میں بنت سے التباس نہ ہو یعنی اس مقام میں جہاں کہ مؤنث کی صفت ہو اس کا صرف جائز ہو پس اگر تنوین کو حذف کر دیا جاوے اور ابنۃ کے الف کو تو یہ نہ جانا جاویگا کہ یہ لفظ ابنۃ ہے کہ موصوف کی تنوین حذف کی اور بار کو ساکن کیا گیا ہے۔ یا یہ لفظ بنت ہے کہ اس کے موصوف میں تنوین اور عدم تنوین دونوں درست ہے اور بار ساکن نہیں کی جاتی۔ یہاں پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ التباس نہیں ہوگا کیوں کہ بنت کی تار مطول کی جاتی ہے اور ابنۃ کی تار مدور رگول لکھی جاتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ التباس کاتب کے ذہول پر ہے تار کے مطول اور مدور ہونے سے لیکن فی الحقیقت یہ التباس غیر معتبر ہے چوں کہ اس کے ساتھ مقصود متعارف نہیں ہوتا ہے۔ معلوم ہو کہ ابنۃ کا حکم ابن کا ہے اور بنت کا حکم ابن کا نہیں ہے کیوں کہ تنوین کا حذف کرنا بنت کے ساتھ واجب نہیں ہوتا ہے۔

Marfat.com

نون التاکید قسمان خفیفة ساکنة لانها مبنیة والاصل فی البناء السکون ومشددة مفتوحة لثقلها وخفة الفتح مع غیر الالف ای غیر التثنیة نحو اضربان والف الجمع ای الالف الفاصل بین نون الجمع المؤنث والنون المشددة نحو اضربنان فانها تکسر معهما لشبهها فیهما بنون التثنیة تختص ای نون التاکید بالفعل المستقبل الکائن فی ضمن

اور نون تاکید کی دو قسمیں ہیں اول خفیفہ ساکنہ اسلئے کہ وہ مبنی ہے اور اصل بناء میں سکون ہے اور دوسری قسم مشددہ مفتوحہ ہے اس کی ثقل کی وجہ سے اور فتحہ کے خفیف ہونے کی بنا پر الف کے غیر کے ساتھ یعنی الف تثنیہ کے علاوہ کے ساتھ جیسے اضربان اور الف جمع یعنی وہ الف جو جمع مؤنث کے نون اور نون مشددہ کے درمیان فصل کرنے والا ہو جیسے اضربنان اس لئے کہ وہ اس کے ساتھ کسرہ دیا جاتا ہے اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں میں تثنیہ کے نون کے ساتھ مختص ہے یعنی نون تاکید فعل مستقبل کے ساتھ جو ضمن میں امر کے

بلکہ اس میں دونوں وجہ حذف کرنا اور حذف نہ کرنا دونوں جائز ہے ۔

قولہ نون التاکید الخ تاکید کا نون دو قسم پر ہے ۔ شارح نے قسمان کہکر اسطرف اشارہ کیا کہ تاکید کے دونوں نون خفیفہ اور ثقیلہ اصل ہیں ۔ بصریوں کا یہی مذہب ہے اور کوفیوں نے کہا کہ ثقیلہ اصل ہے اور دونوں کے معنی تاکید ہیں اور خلیل نے کہا ثقیلہ میں تاکید ابلغ یعنی زیادہ ۔ نون تاکید کی ایک قسم خفیفہ ساکنہ ہے کیوں کہ وہ مبنی ہے اور بناء میں اصل سکون ہے نون تاکید کی دوسری قسم مشددہ مفتوحہ ہے یہ مشددہ مفتوح اس وجہ سے ہے کہ یہ خود ثقیل ہے یہ اپنے ثقل کی وجہ سے خفت کو چاہتا ہے اور فتحہ خفیف ہے غرضیکہ مشددہ حرکت کو مستلزم ہے اسی وجہ سے اصل تحریک کا نکتہ عارض نہیں ہو غرضیکہ نون مشددہ میں اس کا اصل متحرک کرنا ہے تاکہ التقاء ساکنین لازم نہ آوے اور ایک نون کا حذف نہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ حذف کرنا غرض کے منافی ہے یعنی افادہ تاکید کے منافی ہے پس یہ نون مشددہ خود اس کے ثقل اور فتحہ کے خفت کی وجہ سے مفتوح تا ہے لیکن یہ نون تاکید مشددہ کا مفتوح ہونا اس وقت ہے جب کہ وہ الف کے ساتھ نہ ہو یعنی نہ الف تثنیہ کے ساتھ ہو جیسے اضربان اور نہ الف جمع کے ساتھ یعنی اس الف کے ساتھ نہ ہو جو نون جمع مؤنث اور نون مشددہ کے درمیان فاصل ہوتا ہے جیسے اضربنان

شارح رح الف الجمع اضافہ کے ساتھ الف التثنیہ کی رعایت کی وجہ سے اختیار کیا اور قوم کی عبارت کو اس کی تفسیر بنا دی اور شائع اور مشہور الف الفصل ہے جیساکہ رضی میں ہے اور لفظ الفاصل کے اضافت کے معنی پس وہ ادنی مناسبت کی وجہ سے ہے ۔ پس ان دونوں الف تثنیہ اور الف جمع کے ساتھ نون تاکید مشددہ مکسور ہوتا ہے کیوں کہ اس وقت اس نون تاکید مشددہ کی مشابہت نون تثنیہ کے ساتھ ہوتی ہے کیوں کہ دونوں میں سے ہر ایک الف کے بعد واقع ہے ۔ شارح رح نے لشبہہا فیہما دو وجہ ان دونوں کے ان دونوں کے ساتھ مشابہت (م) نہیں کہا باوجودیکہ اس میں ضمائر کا تفکک بھی نہیں ہے کیوں کہ یہ وہم ڈالتا ہے کہ نون دونوں الف کے ساتھ نون تثنیہ کے ساتھ ہے اولی یہ تھا کہ شارح فیہما کو حذف کر دیتے چوں کہ اس کی طرف حاجت نہیں ہے ۔

قولہ تختص الخ ۔ شارح رح تختص کی ضمیر فاعل نون التاکید کی طرف راجع کی وحدة الضمیر کی رعایت کی وجہ سے اور بعض نے کہا کہ ضمیر کل واحد من الخفیفة و الثقیلة کی طرف راجع ہے اور اس طرف راجع کرنا قرب مرجع کی رعایت

Marfat.com

الامر نحو اضربن بالتخفیف واضربن بالتشدید و النهی نحو لا تضربن والاستفهام مثل هل تضربن و التمنی نحو لیتك تضربن والعرض نحو الا تنزلن بنا فتصیب خیرا او القسم نحو والله لافعلن بالتخفیف و التشدید فی جمیع هذه الامثلة وانما اختصت هذه النون بهذه المذكورات الدالة علی الطلب دون الماضی و

ہو. جیسے اضربن تخفیف کے ساتھ اور اضربن تشدید کے ساتھ اور نہی کے ضمن میں جیسے لاتضربن اور استفہام جیسے ہل تضربن اور تمنی جیسے لیتک تضربن اور عرض جیسے الاتنزلن بنا فتصیب خیرا. ہمارے پاس آجاؤ تو بھلائی پاؤ گے اور قسم جیسے واللہ لافعلن تخفیف و تشدید کے ساتھ ان تمام مثالوں میں اور یہ نون مختص ہے ان مذکورہ بالا صورتوں کے ساتھ جو طلب پر دلالت کرنیوالی ہیں

کی وجہ سے ہے اور اس کے باوجود ان دونوں میں سے ہر ایک میں حکم کی تصریح بھی ہو جاتی ہے ہر دو صورت پر تختص الخ جملہ مستانفہ ہے اور خبر بعد خبر نہیں ہے خبر جملہ میں عاطف کا ہونا ضروری ہے.

قولہ بالفعل المستقبل الخ یعنی تاکید کے ہر دو نون فعل مستقبل کے ساتھ مختص ہیں. یہاں پر فعل مستقبل سے مراد فعل اصطلاحی ہے اس نون تاکید کا دخول اسم فاعل پر اس اعتبار سے ہے کہ اسم فاعل کو مضارع کے مشابہ کر دیا گیا جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے اقائلن احضروا الشہودا ایسے ہی ماضی پر داخل ہوتا جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے دامن سعدک ان رحمت متیماً غرضیکہ ان دونوں میں داخل

ہونا نظم میں اضطراری ہے اور اختصاص سے مراد سعت منثرم میں داخل ہونا. یعنی نثر میں صرف فعل مستقبل پر داخل ہوتا ہے. فعل ماضی اور اسم فاعل وغیرہ پر داخل نہیں ہوتا.

قولہ الکائن فی ضمن الامر، یعنی فعل مستقبل امر کے ضمن میں ہونے والا ہو اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض اور قسم کے ضمن میں وہ فعل مستقل ہونے والا ہو. امر کی مثال جیسے اضربن بالتخفیف اور اضربن بالتشدید اور نہی کی مثال نون خفیفہ میں لاتضربن اور نون ثقیلہ میں لاتضربن اور استفہام کی ہل تضربن اور ہل تضربن اور تمنی کی مثال لیتک تضربن. لیتک تضربن اور عرض کی مثال

جیسے الاتنزلن بناد بالنون الخفیفہ و الثقیلۃ) بنا فتنصب خیراً اور قسم کی مثال واللہ لافعلن ان سب مثالوں میں نون تخفیف اور تشدید دونوں کے ساتھ پڑھا جاتے.

معلوم ہو کہ امر کے ضمن میں ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ فعل مستقبل امر کے ضمن میں اس طور پر ہو کہ فعل مستقبل لفظاً ہو جیسا کہ امر مخاطب کے ماسوا میں یا حکماً یا تقدیراً جیسا کہ امر مخاطب میں کہ امر مخاطب اصل میں مضارع ہے اس سے لام کو کثرۃ استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا پس وہ تقدیر میں فعل مستقبل ہے لام الامر کے ضمن میں جیسے امر غائب و متکلم پس امر سے مراد عام ہے امر بغیر لام اور باللام توسع کے طور پر یا امر بغیر لام مراد ہے اور اس سے امر باللام کا حکم بطریق اولی سمجھا جاتا ہے. شارح رح استفہام کی مثال میں ہل داخل کیا جیسے ہل تضربن اور ایسے ہی باقی ادوات پر استفہام کا حکم ہے خواہ اسمی ہوں یا حرفی بعض نے ہمزہ کے ساتھ اس حکم کو خاص کیا اس پر رد کرنے کے لیے جس نے اس کو ہمزہ کے ساتھ خاص کیا.

وانما اختصت ہذہ النون یہ نون ان مذکورات جو کہ طلب پر دلالت کرنے والے ہیں اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ نون صرف اس کی تاکید کرتا ہے جو مطلوب ہو کیونکہ اس کی وضع شئی کے حصول کی طلب کی تاکید کے واسطے ہوتی ہے خواہ خارج میں یا ذہن میں اور ماضی اور حال اور خبر مستقبل

Marfat.com

الحال لانه لا يؤكد الا ما يكون مطلوبا و قلت اى نون التاكيد فى النفى فلا يقال زيد ما يقومن الا قليلا لخلوه عن معنى الطلب وانما جاز قليلاً تشبيهاً له بالنهى ولزمت اى نون التاكيد فى مثبت القسم اى فى جوابه المثبت لان القسم محل التاكيد فكرهوا ان يؤكدوا الفعل بامر منفصل عنه وهو القسم من غير ان يؤكدوه بما يتصل به وهو النون بعد صلاحيته

نہ کہ ماضی اور حال پر کیوں کہ تاکید نہیں لائی جاتی مگر اس کی جو مطلوب ہو یعنی اس کو طلب کیا گیا ہو اور قلیل ہے یعنی نون تاکید نفی میں پس نہیں کہا جاتا زید ما یقومن لیکن بہت قلیل اس کے خالی ہونے کی وجہ سے طلب کے معنی سے اور بیشک بطور قلیل یعنی کمی کے ساتھ جائز ہے اس کو نہی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اور لازم ہے یعنی نون تاکید مثبت قسم میں یعنی اس کے مثبت جواب میں اس لئے کہ قسم محل تاکید ہے پس انہوں نے مکروہ سمجھا کہ وہ فعل کی تائید لائیں اس چیز سے جو اس سے جدا ہو اور وہ قسم ہے بغیر اس کے کہ اس کو مؤکد کریں اس چیز سے جو اس سے متصل ہو اور وہ نون ہے اسکے صلاحیت رکھنے کے باوجود

مطلوب نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے یہ نون نہ ماضی پر داخل ہوتا ہے نہ حال پر اور نہ خبر مستقبل پر۔

قولہ دون الماضی والحال النون سے حال ہے یعنی وہ نون تجاوز کرنے والا ہے اس سے جو ماضی اور حال پر دلالت کرنے والا ہے یا الدلالۃ میں جو ضمیر مستتر ہے اس سے حال ہے یعنی ماضی و حال ان مذکورات سے متجاوز ہو جو طلب پر دال ہیں۔

قولہ وقلت الخ یعنی نون تاکید نفی میں کم آتا ہے پس زید ما یقومن نہیں بولا جاتا ہے۔ مگر چوں کہ وہ معنی طلب سے خالی ہے یہ مثال ما کے ساتھ اس وجہ سے لائے تاکہ نفی بلا کا حکم بالطریق الاولی معلوم ہو جاوے کیوں کہ اس کی مشابہت لا ناہیہ کے ساتھ اتم ہے اور نفی کے ساتھ نون تاکید کا لانا جائز اس وجہ سے ہے کہ اس کی مشابہت نہی کے ساتھ ہے اگرچہ نفی کے ساتھ آنا قلیل ہے

قولہ ولزمت الخ اور نون تاکید کا مثبت قسم میں آنا لازم ہوا ہے یعنی قسم کے مثبت جواب میں اس سے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ مثبت سے مراد جواب ہے کیوں کہ وہی اثبات کے ساتھ موصوف ہے نہ قسم اور جس نے مثبت کی اضافت قسم کی طرف کی ہے وہ اضافت اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کے گروہ سے ہے جیسے جرد قطیفۃ جیسا کہ اس کو شارح مہدی نے اختیار کیا پس وہ مسامحت کا ارتکاب اور تساہل کا التزام ہے اور قسم کے مثبت جواب میں اس وجہ سے نون تاکید لازم ہوا ہے قسم محل تاکید ہے پس انہوں نے اس کو برا سمجھا ایسے امر سے فعل کی تاکید کریں جو اس سے منفصل ہیں اور وہ قسم ہے بلا اس کے کہ اس کی تاکید ایسے امر سے کریں کہ جو اس سے متصل ہو یعنی اولاً فعل کی تاکید ایسے امر سے کی جائے جو فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ اور وہ نون ہے پھر اس کی تاکید امر منفصل سے کی جاوے غرضیکہ جواب قسم میں جو فعل ہے اس کی تاکید امر منفصل سے کرنے کے بغیر قسم سے تاکید کرنا ناپسندیدہ امر ہے جب کہ اس فعل میں صلاحیت اور قابلیت بھی ہے کہ نون تاکید کے ساتھ مؤکد کر دیا جاوے

قولہ محل التاکید معلوم ہو کہ اس میں تسامح ہے کیوں کہ محل تاکید جواب القسم ہے خود قسم نہیں ہے بلکہ وہ قسم تاکید کا فائدہ کرنے والا ہے۔

قولہ ان یؤکدوا الفعل بامر منفصل عنہ یعنی فعل کی تاکید اس امر سے کی جاوے جو فعل سے منفصل ہو اور وہ امر منفصل قسم ہے بلا اس کے کہ اس فعل کی تاکید

Marfat.com

له وفی قوله لزمت اشارة الی ان زيادة نون التاكيد فيما
عدا مثبت القسم غير لازم بل جائز وكثرت ای نون التاكيد
فی مثل اما تفعلن ای الشرط المؤكد حرفه بما فانه لما اكدوا
الحرف قصدوا تاكيد الفعل ايضاً لئلا ينتقض المقصود

اور مصنف کے قول لزمت میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نون تاکید کی زیادتی مثبت قسم کے ماسوا میں الازم نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور کثیر ہے یعنی نون تاکید اما تفعلن جیسی مثالوں میں یعنی وہ شرط کہ مؤکد ہو اس کا حرف ما کے ساتھ اس لئے کہ جب انہوں نے حرف کو مؤکد کیا تو قصد کیا ہے فعل کی تاکید کا بھی تاکہ اس کے غیر سے مقصد ٹوٹ نہ جائے ۔

اس شئ سے کی جاوے جو فعل کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور وہ نون تاکید ہے بعد اس کے فعل امر متصل کے ساتھ تاکید کی صلاحیت بھی رکھتا ہے یعنی نون تاکید کے ساتھ تاکید کے قابل ہے کیوں کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہے بخلاف قسم کے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل نہیں ۔

قولہ بعد صلاحیتہ لہ: اس کے بعد کہ فعل کی صلاحیت امر متصل کے ساتھ پوری قابلیت ہے بعد صلاحیتہ لہ کی قید سے اس سے احتراز ہوگیا جو بالکل صلاحیت نہیں رکھتا ہے جیسے جملہ اسمیہ اور فعل ماضی مثبت اور وہ جس میں مانع موجود ہو ایسے ہی اس سے احتراز ہوگیا کہ جو فعل کہ صلاحیت رکھتا ہے لیکن پوری قابلیت نہیں رکھتا ہے جیسے مستقبل منفی چوں کہ فی النفی وہ منفی ہے مطلوب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا ہے جیسا کہ اس پر قلت قول دلالت کرتا ہے

پس حاصل یہ ہے کہ مثبت قسم میں نون تاکید کا لزوم صلاحیت تامہ کے ساتھ مشروط ہے مصنف رح نے اس شرط کو اس وجہ سے ذکر سے چھوڑ دیا یہ شرط خوب ظاہر بھی اور یہاں سے اعتراض مشہور کا اندفاع ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ قولہ لزمت فی مثبت القسم سے لزوم مطلق مفہوم ہوتا ہے اور یہ صحیح نہیں اسلئے کہ لزوم مذکور مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ فعل مضارع حروف تنفیس سے خالی ہو چوں کہ نون تاکید فعل مضارع کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا ہے جبتک کہ وہ حروف تنفیس خالی نہ ہو جیسے قولہ تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی اس لئے کہ دو حرف جو کہ معنی میں متحد ہوں ان کا جمع ہونا مکروہ ہے اور ایسے ہی کلمہ قد سے خالی ہونا بھی ضروری ہے جیسے واللہ لقد اطن زیداً منطلقاً چونکہ

قد حرف استقبال کے ساتھ جمع نہیں ہوتا ہے اور نون تاکید حروف استقبال سے ہے ۔

قولہ لزمت اشارۃً یعنی مصنف کے قول لزمت میں اس طرف اشارہ ہے کہ نون تاکید کی زیادۃ مثبت قسم کے ماسوا میں لازم نہیں ہے بلکہ جائز ہے لہذا فعل منفی جو صلاحیت رکھتا ہو کہ نون تاکید اس کے ساتھ لگ جاوے تو اس میں لازم نہیں بلکہ لگنا اس کے ساتھ جائز ہے ۔

قولہ وکثرت الخ اور نون تاکید کا اما تفعلن کے مثل میں لگنا بہت ہوا ہے مثل اما تفعلن سے مراد یہ ہے کہ جو شرط ایسی ہے کہ اس شرط کا حرف ما کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے تو اس میں نون تاکید بکثرت لگتا ہے اس لئے کہ جب حرف کے شرط کو مؤکد کیا گیا تو انہوں نے فعل کی تاکید کا بھی قصد کیا تاکہ غیر مقصود مقصود سے کم درجہ نہ ہو جاوے کیوں کہ مقصود فعل کی تاکید ہے اس کے غیر سے یعنی حرف سے . قولہ کثرت سے مصنف نے اس طرف اشارہ کردیا کہ کبھی نون تاکید شرط کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کو ما کے ساتھ مؤکد نہ کیا گیا ہو جیسے ان تفعل اور اس سے اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ نون تاکید کبھی جزا کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے جب کہ اس کی شرط ان میں سے ہو جس کے ساتھ نون تاکید کا لحوق جائز ہو اور حرف شرط کا ما کے ساتھ مؤکد کرنا اس میں تقبیح ہے خواہ

Marfat.com

من غيره وما قبلها اى ماقبل نون التاكيد خفيفة كانت او ثقيلة مع ضمير المذكرين وهو الواو مضموم ليدل على الواو المحذوفة لالتقاء الساكنين ان اشترط فى التقاء الساكنين على حدة ان يكون الساكنان فى كلمة واحدة فان النون المشددة كلمة اخرى او لثقل الواو بعد الضمة وقبل النون المشددة ان لم يشترط فى التقاء الساكنين ما ذكر ومع ضمير المخاطبة وهو الياء مكسور ليدل على الياء المحذوفة لالتقاء الساكنين

اور اس کا ماقبل یعنی نون تاکید کا ماقبل خفیفہ ہو یا ثقیلہ دونوں مذکر کی ضمیر کے ساتھ اور وہ واو ہے مضموم ہوتی ہے تاکہ اس واو پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے اگر علاحدہ مشروط ہو التقاء ساکنین میں کہ دونوں ساکن ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں اس لئے کہ نون مشددہ دوسرا کلمہ ہے یا پھر ضمہ کے بعد واو کے ثقیل ہونے کی وجہ اور نون مشددہ سے پہلے ہونے کی وجہ سے۔ اگر التقاء ساکنین میں مذکورہ بالا شرط نہ ہو اور ضمیر مخاطبہ کے ساتھ اور وہ یاء مکسورہ ہے تاکہ وہ اس یاء پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کر دی گئی ہے۔

..... ما کے ساتھ تاکید لازم ہو جیسا کہ ہمیشا اور اذ ما میں یا تاکید جائز ہو جیسے لیتما میں اور منتقص صاد مہملہ کے ساتھ ہے نقصان سے کیوں کہ مقصود فعل کی تاکید ہے اور اس کے ضمیر سے یعنی حرف سے۔

قولہ ماقبلہا یعنی وہ حرف نون تاکید خفیفہ یا ثقیلہ کے پہلے ہوتا ہے مذکرین کی ضمیر کے ساتھ مضموم ہوتا ہے۔ اور مذکرین کی ضمیر واو ہے یعنی جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں نون تاکید کا ماقبل مضموم ہوتا ہے تاکہ محذوف واو پر دلالت کرے جو کہ دو ساکنوں کے ملنے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا

قولہ مع ضمیر المذکرین یہ اس ضمیر سے حال مقدرہ ہے جو ظرف میں ہے ما کی طرف لوٹنے والی ہے کیونکہ ان کی ضمیر جمع مذکر کی جمع نہیں ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اس کے صحیح کا حکم ہے اس لئے کہ معتل ناقص میں نون کے پہلے ضمیر ہوتی ہے پس یہ کہنا کہ دونوں مذکورہ تعلیلیں اخشون اور اخشین میں جاری نہیں ہوتی وہم ہے۔

قولہ ان اشترط فی التقاء واو جو ضمیر ہے اس کا حذف کیا جانا دو ساکن کے ملنے کی وجہ سے اس وقت ہے کہ اگر دو ساکنوں کے علیحدہ کے ملنے میں یہ شرط کیا جاوے کہ دو ساکن ایک کلمہ میں ہو کیوں کہ نون مشددہ دوسرے کلمہ میں ہے یعنی دو ساکن کا التقاء دو کلموں میں ہے کیوں کہ التقاء ساکنین دو کلموں میں غیر جائز ہے کیوں کہ مشددہ دوسرا کلمہ ہے اسی وجہ سے ان اشترط فی التقاء الساکنین سے اشارہ کر دیا پس اس وقت

قولہ لیدل علی الواو المحذوفہ لالتقاء ساکنین وارد نہیں ہوتا ہے کیوں کہ واو کو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کرنے کے کچھ معنی نہیں چوں کہ التقاء ساکنین جائز ہے۔

قولہ او لثقل الواو بعد الضمۃ یا نون تاکید ماقبل اس وجہ سے مضموم ہوتا ہے تاکہ وہ اس واو پر دلالت کرے جو اس وجہ سے حذف کیا گیا واو ضمہ کے بعد اور نون مشددہ کے پہلے اگر التقاء .... ساکنین اس کی شرط کی جائے جو ذکر کیا گیا یعنی دونوں ساکن کا ایک کلمہ میں ہونا۔

قولہ مع ضمیر المخاطبۃ یعنی نون تاکید ماقبل ضمیر مخاطبہ کے ساتھ مکسور ہوتا ہے اور وہ ضمیر یاء ہے یعنی واحد مؤنث حاضر میں نون تاکید کا ماقبل مکسور ہوتا ہے تاکہ وہ کسرہ محذوف یاء پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کی۔ یہ اس وقت تعلیل ہے جب کہ التقاء ساکنین جو جائز ہے اس میں یہ شرط کی وجہ سے کہ دونوں ساکن کلمہ میں یا

Marfat.com

اولثقل الیاء بعد الکسرۃ وقبل النون المشددۃ وما قبلھا
فیما عدا ذلک المذکور من ضمیر المذکرین وضمیر المخاطبۃ
وھو الواحد المذکر غائباً کان او مخاطبا والمؤنث الغائبۃ
مفتوح طلبا للخفۃ وظاھر ان ماعدا ذلک المذکور
یشمل التثنیۃ وجمع المؤنث وحکمھما غیر ماذکر فقولہ و
تقول فی التثنیۃ وجمع المؤنث اضربان واضربنان بمنزلۃ الاستثناء
الاستثناء عنہ فتقول فی المثنی اضربان باثبات الالف لئلا

یا پھر یا کے ثقیل ہونے کی وجہ سے کسرہ کے بعد اور نون مشددہ سے پہلے اور اس کا ماقبل ان کے علاوہ میں کہ جن کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً دونوں مذکر کی ضمیر اور ضمیر مخاطبہ اور وہ واحد مذکر غائب ہو یا حاضر اور مؤنث غائب مفتوح ہوتی ہے خفت کو طلب کرنے کیلئے اور ظاہر ہے کہ ان مذکورہ کا ماسوا تثنیہ جمع مؤنث کو شامل ہے اور ان دونوں کا حکم مذکورہ حکم کے علاوہ ہے پس اس کا قول اور تو تثنیہ اور جمع مؤنث میں کہے اضربانّ اور اضربنانّ اس سے استثناء کے درجہ میں ہیں پس تو مثنی میں کہے اضربانّ الف کو ثابت رکھنے کے ساتھ تاکہ واحد

اس ضمیر کا یاء کا حذف کیا جانا اس وجہ سے ہوا کہ بعد کسرہ کے یاء ثقیل ہے اور نون مشددہ کے پہلے ثقیل ہے۔

قولہ وما قبلھا فیما عدا ذلک الخ اور نون تاکید کے پہلے جو حرف ہے ان کے ماسوا میں جو مذکرین کی ضمیر اور مخاطبہ کی ضمیر سے جو ذکر کئے گئے اور وہ واحد مذکر ہے خواہ غائبہ ہو یا حاضر یا واحد مؤنث غائب غرضیکہ ان صیغوں میں نون تاکید کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے خفت کو طلب کرنے کی وجہ سے معلوم ہو کہ ذلک سے اشارہ ہو رہا ہے ضمیر المذکرین اور ضمیر المخاطبۃ کی طرف وہ دو ہیں اور یہ اسم اشارہ واحد کیلئے ہے تو مفرد اسم اشارہ دو کی طرف اشارہ کس طرح درست ہوا جواب یہ ہے کہ مشار الیہ مؤول مذکور کے ساتھ ہے اور وہ مفرد ہے اس وجہ سے اشارہ درست ہوا۔ مصنف رح متکلم کے صیغوں کو ذکر نہیں کیا حالاں کہ ماعدا ذلک میں یہ بھی داخل ہیں۔ اس سے مصنف نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ ان کا وقوع استعمال میں کم ہے نہ ہونے کے مانند کیوں کہ نون تاکید صرف اس میں داخل ہوتا ہے جس میں طلب کے معنی ہوں اور شخص کا خود اپنے نفس سے طلب کرنا صحیح نہیں ہے مگر تاویل اور تغایر اعتباری کے ساتھ۔

قولہ وظاہر ان ماعدا ذلک المذکور ظاہر یہ ہے کہ ماعدا ذلک المذکور تثنیہ اور جمع مؤنث کو بھی شامل ہے حالاں کہ ان دونوں کا حکم اس کے علاوہ ہے جو ذکر کیا گیا کیونکہ ان دونوں میں نون تاکید کے پہلے الف ہے اور فتحہ نہیں اور رضی نے ان دونوں کا حکم یہ مذکور قرار دیا ہے یا تو اس لئے کہ الف اگرچہ حاجز ہے مگر یہ حاجز غیر مضبوط قلعہ کی طرح نہیں ہے یا اس لئے کہ الف فتحہ کے حکم میں ہے اور رضی نے قولہ وتقول فی التثنیۃ وجمع المؤنث الخ کو بیان قرار دیا ہے ان دونوں کے درمیان اور جمع مذکر اور واحد مؤنث مخاطبہ کے درمیان اور ظاہر وہ ہے جس کو شارح نے بیان کیا پس شارح کہتے ہیں ماعدا ذلک المذکور تثنیہ اور جمع کو بھی شامل ہے حالانکہ ان دونوں کا حکم وہ نہیں جو ذکر کیا گیا، پس مصنف کا یہ قول وتقول فی التثنیۃ وجمع المؤنث اضربانّ اور اضربنانّ اس ماعدا ذلک سے استثناء کے درجہ میں ہے اس لئے ان دونوں صورت میں نون تاکید کا ماقبل مفتوح نہیں ہے بلکہ ان دونوں صورتوں میں نون کے پہلے الف ہے پس مثنی میں اضربانّ کہو گے الف کو ثابت رکھنے کے ساتھ یعنی اضربان میں الف کو حذف نہیں کیا جائے گا اگرچہ التقاء الساکنین ہے لازم آ رہا ہے جیسا کہ اضربنّ اور اضربِنّ میں واو اور یاء کو حذف کر کے ماقبل ضمہ اور کسرہ باقی رکھا گیا کیوں کہ اگر مثنی میں الف حذف

یشتبه بالواحد واضربنان فی جمع المؤنث بزیادۃ الالف بعد نون الجمع وقبل نون التاکید لئلا یجتمع ثلث نونات متوالیات ولا تدخلهما ای التثنیة وجمع المؤنث النون الخفیفة للزوم التقاء الساکنین علی غیر حدہ خلافا لیونس فانه یجوز التقاء الساکنین علی غیر حدہ ویجعله مغتفرا کما فی الوقف ولیس بمرضی عند الاکثرین وهما ای نون الثقیلة والخفیفة فی غیرهما ای غیر التثنیة وجمع المؤنث مع الضمیر البارز ای

کے ساتھ اشتباہ نہ ہو اور اضربنان الف کی زیادتی کے ساتھ نون جمع میں نون تاکید سے پہلے تاکہ پے در پے تین نون نہ جمع ہو جائیں اور داخل نہیں ہوتا ان دونوں میں یعنی تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ التقاء ساکنین غیر حدہ لازم آنے کی وجہ سے یونس نحوی کا اختلاف ہے اس لئے کہ وہ التقاء ساکنین غیر حدہ کو جائز مانتا ہے اور اس کو معاف قرار دیتا ہے مطلقاً جیسے وقف میں حالانکہ یہ اکثر نحاۃ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور وہ دونوں یعنی نون ثقیلہ اور نون خفیفہ ان دونوں کے علاوہ میں یعنی تثنیہ اور جمع مؤنث کے علاوہ میں ضمیر بارز کے ساتھ یعنی جمع مذکر کے واو اور مخاطبہ کی یاء میں منفصل کی طرح

کریں گے تو واحد کے ساتھ التباس لازم آتا ہے کیوں کہ تاکید کا نون ان دونوں میں اس وجہ سے کسرہ دیا گیا کہ اس نون کو تثنیہ کے نون سے تشبیہ دیدی گئی کیونکہ الف کے بعد واقع ہے۔

قولہ واضربنان الخ یعنی اضربنان جمع مؤنث میں الف زیادہ کر دیا گیا۔ نون جمع مؤنث کے بعد اور نون تاکید کے پہلے باوجودیکہ دو التقاء لازم آرہا ہے باوجود التقاء ساکنین کے اضربن نہیں کیا گیا تاکہ تین نون متوالی دلگاتار) کا اجتماع لازم نہ آوے۔

قولہ ولا تدخلهما الخ یعنی تثنیہ اور جمع مؤنث ان دونوں میں نون تاکید خفیفہ داخل نہیں ہوتی ہے چوں کہ اگر ان میں نون خفیفہ لگایا جاوے تو التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے دونوں مذہبوں پر چوں کہ ثانی مدغم نہیں ہے اور اس حکم میں یونس مخالفت کرتا ہے اس کے نزدیک ان مذکور صیغوں میں بھی نون خفیفہ لگتا ہے چوں کہ وہ التقاء ساکنین علی غیر حدہ مطلقاً کو جائز رکھتا ہے اور اس کو مغفور اور بخشا ہوا قرار دیتا ہے معلوم ہو کہ شارح کا قول یجعله مغتفرا یعنی مغفور یہ شارح کا قول تکرار ہے صواب وہ ہے جو حواشی ہندیہ میں ہے کہ وہ یونس اس کو جائز رکھتا ہے اور التقاء ساکنین کو مغفور قرار دیتا ہے جب کہ ان دونوں کے اول میں حرف نہیں ہو کیوں کہ اس میں مد ہے جیسے حرکت اور بعض نے کہا نون کو کسرہ

کی حرکت دیدی جاتی ہے اور اسی پر قولہ تعالیٰ ولا تتبعان (دراں حالیکہ وہ نون کے تخفیف کے ساتھ) محمول ہے یعنی التقاء ساکنین اور اس کے نزدیک مطلقاً جائز ہے جیساکہ وقف میں التقاء ساکنین حالت وقف میں بالاتفاق معاف اور جائز ہے۔

قولہ ولیس بمرضی الخ اور اکثرین کے نزدیک التقاء ساکنین پسندیدہ اور جائز نہیں ہے ممکن ہونے کے ساتھ اور اس کے آنے کے ساتھ جیسے نافع کی

قرأۃ ومحیای وابی عمرو کی قرأۃ واللائی کیوں کہ کمال فصاحت حروف کے ظاہر کرنے اور ان کے ثابت رکھنے میں ہے اور التقاء ساکنین اس سے منافات رکھتا ہے اور حالت وقف قطع تکلم کی حالت ہے اور اس پر تکلم کی حالت کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

قولہ وهما الخ یعنی نون ثقیلہ اور نون خفیفہ ان دونوں کے غیر میں یعنی تثنیہ اور جمع مؤنث کے علاوہ میں ضمیر بارز کے ساتھ یعنی واو جمع مذکر اور یاء مخاطبہ کے ساتھ یعنی واو جمع مذکر اور یاء مخاطبہ کے ساتھ متصل کے

Marfat.com

واوجمع المذکر ویاء المخاطبۃ کالمنفصل ای کالکلمۃ المنفصلۃ
یعنی یجب ان یعامل اٰخر الفعل مع النونین معاملتہ مع
الکلمۃ المنفصلۃ بحذف الواو والیاء او تحریکہما ضماً او
کسراً وغرضہ من ھذا الکلام بیان الافعال المعتلۃ الاواخر
عند الحاق النون بہا ومعنی کلامہ ان النونین کلیہما مع
المثنی وجمع المؤنث ماذکرو مع غیرہما علیٰ ضربین اما

ہے یعنی اس کلمہ کی مانند ہے جو منفصل ہو یعنی واجب ہے کہ دونوں نونوں کیساتھ فعل کے آخر میں معاملہ کیا جائے وہ معاملہ جو دوسرے کلمہ کے ساتھ کیا جاتا ہے واو اور یاء کے حذف میں سے یا دونوں کے حرکت دینے کا ضمہ اور کسرہ کی صورت میں اور اس کی غرض اس کلام سے ان افعال کا بیان کرنا ہے جن کے آخر میں تعلیل ہوئی ہو ان کے ساتھ نون کے لاحق کرنے کے وقت اس کے کلام النونین الخ کے معنی یہ ہیں کہ مثنی اور جمع مؤنث جس کو انہوں نے ان دونوں کے علاوہ کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ دو قسم پر یا ضمیر بارز کے ساتھ ہوگا اور وہ دو چیزیں ہیں

مانند ہے یعنی منفصلہ کلمہ کے مانند ہے معلوم ہو کہ ہما مبتدا ہے اس مبتدا کی خبر کالمنفصل ہے اور فی غیرہما خبر کی اس ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہے یہ دونوں نون لیے لاحق ہونے میں فعل کے آخر میں منفصل لفظ کے مانند ہے جس وقت کہ وہ دونوں مثنی اور مجموع کے غیر میں وقت ہونے اس غیر کے ضمیر بارز اور وہ اس وجہ سے کہ اس کی انفصال کی جہت قوی ہے۔ ضمیر بارز کے توسط کی وجہ سے پس یہ دونوں نون تثنیہ اور جمع مؤنث کے غیر ضمیر بارز یعنی جمع مذکر کے واو اور مخاطبہ کی یاء کے ساتھ کلمہ منفصلہ کے مانند ہیں اس سے مصنف کی مراد یہ

ہے فعل کے آخر میں دونوں نون کے ساتھ لگنے پر ایسا معاملہ کیا جائے جیسا کہ فعل کے ساتھ کلمہ منفصلہ لگ جائے جو معاملہ کہ فعل کے آخر میں اس وقت کیا جاتا ہے وہ معاملہ نونوں کے وقت میں کیا جائے واو کے حذف کرنے اور یاء کو حذف کرنے یا ان دونوں واو اور یاء کو ضمہ اور کسرہ کی حرکت دینے سے معاملۃ کی ضمیر مضاف الیہ ضمیر بارز کی طرف راجع ہے معاملۃ منصوب بنزع الخافض ہے۔
قولہ غرضہ من ہذا الکلام شارح فرماتے ہیں اس کلام سے مصنف کی غرض افعال معتدل الاواخر کو بیان کرنا ہے جو وقت

ان کے ساتھ نون لحق ہو اور مصنف کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ مثنی اور جمع مؤنث دونوں نونوں کا حکم وہ ہے جو ذکر کیا گیا اور ان کا مثنی اور جمع مؤنث کے غیر کے ساتھ حکم دو قسم پر ہے یا ضمیر بارز کے ساتھ وہ دو شئی ہیں ایک جمع مذکر جیسے اغزوا اور ارموا اور اخشوا دوسری شئی واحد مؤنث جیسے اغزی اور ارمی اور اخشی اور یا ضمیر مستتر کے ساتھ اور وہ واحد مذکر ہے جیسے اغزو اور ارم اور اخش پس نون ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کلمہ کے مانند ہے پس تم اغزن اور ارمن یا قوم کہو گے واو کو حذف کرنے کے ساتھ جیسا کہ اغزوا الکفار اور ارموا الغرض میں واو کو حذف کیا گیا اور ایسے اغزن اور ارمن یا امرأۃ یاء کے حذف کے ساتھ جیسا کہ یاء کو اغزی الجیش اور ارمی الغرض میں حذف کی گئی۔
قولہ مع المثنی الخ یعنی مثنی اور جمع مؤنث کے ساتھ دونوں نون کا حکم وہ ہے جو ذکر کیا گیا۔ یہ حکم قولہ فی غیرہما کی تقیید سے جانا گیا اور ان دونوں کے حکم کے بیان سے تعرض نہ کرنا اس پر کفایت کرنے کی وجہ سے ہے جو صحیح میں ذکر کیا گیا یعنی الف تثنیہ الف فاصل کے بعد نون ثقیلہ مکسورہ لگایا جاتا ہے ان میں خفیفہ نہیں لگتا ہے برخلاف یونس کے اس کے نزدیک نون خفیفہ ان کے ساتھ لگتا ہے۔
قولہ مع غیرہما یہ قولہ مع المثنی پر معطوف

Marfat.com

مع ضمیر بارز وھو شیئان جمع المذکر نحو اغزوا، ارموا، اخشوا والواحد المؤنث نحو اغزی وارمی واخشی واما مع ضمیر مستتر وھو الواحد المذکر نحو اغز وارم واخش فالنون مع الضمیر البارز کالکلمۃ المنفصلۃ فتقول اغزنّ وارمنّ یا قوم بحذف الواو کما حذفت فی نحو اغزو الکفار وارموا الغرض وکذا اغزنّ وارمن یا امرأۃ بحذف الیاء کما حذفت ای اخذی الجیش

جمع مذکر جیسے اغزوا ارموا، اخشوا اور واحد مؤنث جیسے اغزی، ارمی، اخشی اور یا ضمیر مستتر کے ساتھ ہو اور وہ واحد مذکر ہے جیسے اغز۔ ارم۔ اخش پس نون ضمیر بارز کے ساتھ کلمہ منفصلہ کی مانند ہے پس تو کہے اغزن۔ ارمن یا قوم۔ واو کے حذف کے ساتھ جیسے تو نے حذف کیا ہے۔ اغزوا الکفار وارموا میں اور اسی طرح اغزن اور ارمن یا امرأۃ میں یار کے حذف کرنے کیساتھ جیسے تو نے حذف کیا ہے یعنی اخذی الجیش میں۔

ہے اور قولہ علی ضربین یہ اذکر پر معطوف ایک عامل کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ہو رہا ہے اور ضربین سے مراد ان دونوں کا منفصل کے مانند ہونا اور دونوں کا متصل کے مانند ہونا اور قولہ اما مع ضمیر بارز مع اس کے جواس پر معطوف ہے غیرہما سے حال ہے یعنی دونوں ان دونوں کا حکم وقت ہونے ان دونوں کے مثنی اور مجموع کے غیر کے ساتھ وقت ہونے اس غیر کے مقارن ضمیر بارز کے ساتھ یا ضمیر مستتر کے ساتھ دو قسمیں ہیں اور وہ قولہ اما مع ضمیر بارز اور مع ضمیر مستتر ضربین کا بیان نہیں ہے کہ اس سے یہ مستفاد ہو کہ دونوں نون یا ضمیر بارز کے ساتھ ہے یا ضمیر مستتر کے ساتھ اور قولہ وھو شیئان میں تقدیر کے تکلف احتیاج ہے یا تسامح ہے اس پر کہ وہم کیا گیا اس کے بعد معلوم ہو کہ مثنی اور مجموع کے غیر کو دو مذکور قسموں میں حصر کرنا اس پر مبنی ہے کہ شارح نے دونوں نون کے الحاق کا اعتبار امر مخاطب کے ساتھ کیا۔ کیوں کہ امر مخاطب طلب میں اصل ہے اور بواقی کو مقابلہ پر محمول کر دیا جیسا کہ مثالیں اس پر دلالت کرتی ہیں اور وہ جو ضمیر مستتر کے ساتھ ہو اس کو واحد مذکر میں محصور کر دیا واحد مؤنث کے تجاوز کرنے سے پس یہاں پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ یہاں ایک تیسری قسم ہے وہ یہ ہے کہ بالکل ضمیر کے ساتھ نہ ہو جیسے لیضربن زید۔

قولہ ارمن یا قوم مثال میں یا قوم ذکر کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا ماقبل جمع ہے اور اسی طرح یا امرأۃ کے ذکر کرنے سے اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ماقبل واحد مؤنث مخاطب ہے۔

قولہ الغرض بفتح الغین والراء نشانہ یہ مثال اور ایسے ہی اغزوا الکفار کلمہ منفصلہ ملنے کی مثال ہے۔

قولہ بحذف الواو دو ساکن کے التقاء علی غیر حدہ کی وجہ سے واو حذف ہوا کیوں کہ اول وہ ساکن واو ہے اگرچہ وہ مدہ ہے اور ثانی مدغم ہے مگر وہ دو کلموں میں ہیں کیوں کہ نون ضمیر بارز کے ساتھ ہے اس لئے کلمہ منفصلہ کا اس کے لئے حکم ہوگا۔

قولہ بحذف الیاء یعنی التقاء الساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے یاء حذف ہوگی کیوں کہ نون علیحدہ کلمہ ہے ضمیر بارز کے ساتھ حاصل یہ ہے کہ نون جمع مذکر حاضر اور واحد مؤنث حاضر میں جزء کلمہ کے حکم میں ہے اس وجہ سے واو اور یاء حذف ہو گئے۔

Marfat.com

وارمی الغرض وتضم الواو المفتوح ماقبلها نحو اخشونّ کما ضممتها مع المنفصلة نحو اخشوا الرجل وتکسر الیاء المفتوح ماقبلها لما کسرتها مع المنفصلة تقول اخشینّ کاخشی الرجل فان لم یکن ای الضمیر البارز وهو فی الواحد المذکر نحو اغز وارم واخش نکالمتصل ای فالنون کالکلمة المتصلة ویعنی بها الف التثنیة تقول اغزون وارمین واخشین برد اللامات

اور ارمی الغرض اور اس واو کو جس کا ماقبل مفتوح ہو ضمہ دیا جائے گا۔ جیسے اخشون جس طرح تم نے منفصلہ کے ساتھ اس کو ضمہ دیا ہے جیسے اخشوا الرجل اور وہ یار جس کا ماقبل مفتوح کسرہ دیا جائے گا جس طرح تم نے متصلہ کے ساتھ اس کو کسرہ دیا تھا تم کہتے ہو اخشین جیسے اخشی الرجل پس اگر نہ ہو یعنی ضمیر بارز اور وہ واحد مذکر میں ہو جیسے اغز وارم اور اخش پس متصل کی طرح یعنی پس نون اس کلمہ کی مانند ہوگا جو متصل ہو یعنی اس کے ساتھ الف تثنیہ ملا ہوا ہو۔ جیسے اغزون، ارمین اور اخشین ان لام کلمہ کو واپس لا کر اور ان

قولہ وتضم الواو الخ یعنی اس واو کو ضمہ دو جس واو کا ماقبل مفتوح ہو جیسے اخشون جسطرح کہ اس واو کو اس وقت ضمہ دیتا ہے جب کہ وہ منفصلہ کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے اخشوا الرجل اور اس واو کو کسرہ دو جس یار کا ماقبل مفتوح ہو جیسا کہ تم اس وقت کسرہ دو یعنی جب کہ منفصل کلمہ کے ساتھ ملا ہوا ہو تم کہو گے اخشین جیسے اخشی الرجل کہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تضم واحد مذکر حاضر کا صیغہ تو لہ تقول پر معطوف ہے۔ بعض حضرات نے اس کو یار جارہ اور صیغہ مصدر کے ساتھ پڑھا ہے اسکے بعد اعتراض کیا کہ شارح کیلئے مناسب ماسبق کے سیاق کی وجہ سے یہ تھا کہ اس طرح کہتا وکذا اخشون بضم الواو المفتوح قبلها واخشین بکسر الیاء المفتوح ماقبلها لیکن ان کا اس طرح پڑھنا صحیح نہیں بلکہ خطاب کے صیغہ کے ساتھ ہی پڑھنا صحیح ہے۔

قولہ فان لم یکن الخ پس اگر ضمیر بارز نہ ہو اور وہ واحد مذکر میں ہے جیسے اغزو اور ارم اور اخش پس نون اس صورت میں متصل کلمہ کے مانند ہے اور کلمہ متصل سے مصنف کی مراد الف التثنیہ ہے یعنی ان میں نون تاکید لگا دیں گے تو ان کے لام کلمہ کو لوٹا کر لگا دیں گے اور ان کو فتحہ دیں گے یعنی واو اور یار محذوف کو لوٹا کر پھر نون تاکید لگا دیں گے اور ان کو فتحہ دیں گے جیسے جب الف تثنیہ لگا دیں گے تو واو اور یار جو لام کلمے ہیں لوٹا کر الف لگا دیں گے جیسے اغزون اور ارمین اور اخشین جیسے تم کہو اغزوا اور ارمیا اور اخشیا اور ضمیر بارز نہ ہونے کی صورت میں نون تاکید کا لحوق الف تثنیہ ملانے کے مانند اس وجہ سے ہے کہ دو نون آخر الفعل میں لاحق ہونے میں اس طرح مشارک ہیں اس حرف کو حرکت کے بغیر تلفظ ممکن نہیں جو ان سے پہلے اور اس حرف کے فتحہ کے چاہنے میں مشارک ہے جو ان کے ماقبل ہے۔

قولہ ویعنی بہا الف التثنیہ" مصنف کی مراد کلمہ متصلہ سے الف ہے مقام کی معرفت اور قرائن کی قوۃ کے ذریعہ سے عام بول کر خاص مراد لیا ہے شارح یہ کہکر کہ کالمتصل سے مصنف کی مراد الف تثنیہ ہے اس اعتراض کے دفع کیطرف اشارہ کیا جو اس مقام پر کیا جاتا ہے کہ متصل صرف الف ہی نہیں ہے بلکہ واو اور یار بھی متصل ہے جیسا کہ ارضوا اور ارضی میں باوجودیکہ ان کے ساتھ لام کلمہ ثابت نہیں رہتا ہے جیسا کہ الف کے ساتھ ثابت رہتا ہے پس مصنف کا کالمتصل علی الاطلاق کہنا صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

وفتحها کما قلت اغزوا وارمیا واخشیا ومن ثم ای لاجل انه
مع غیر ضمیر البارز کالمتصل ومع الضمیر البارز کالمنفصل
قیل ھل ترینّ فی ھل تریٰ کما یقال تریان ھذا امثال
الغیر البارز الذی تحرکت لامه بالفتح کما تفتح مع المتصل
وھل ترونّ فی ھل ترون باسقاط نون الجمع والحاق
نون التاکید وضم الواو کضمھا فی لم تروا القوم ھذا
مثال لما فیه ضمیر بارز یضم لاجل النون وھل ترینّ فی
ھل ترین باثبات الیاء وکسرھا کما یقال لم تری الناس
ھذا امثال لما فیه بارز یکسر لاجل النون واغزون عطف
علیٰ ھل ترین لا علیٰ ترین ای ومن ثم قیل اغزون برد

کو فتحہ دیکر جیسے تو کہے اغزوا ور ارمیا اور اخشیا اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ ضمیر بارز کے علاوہ کے ساتھ جیسے متصل اور ضمیر بارز کے ساتھ منفصل جیسا کہا گیا ہے ھل ترینّ ہل تریٰ میں جیسا کہ کہا جاتا ہے تریان یہ اس غیر بارز کی مثال ہے جس کا لام کلمہ فتحہ کے ساتھ حرکت دیا گیا ہے جس طرح کہ فتحہ دیا جاتا ہے متصل کے ساتھ اور ہل ترونّ ہل ترون میں نون جمع کے ساقط کرنے کے ساتھ اور نون تاکید کو لاحق کرنے کیساتھ اور واو کو ضمہ دیا گیا جس طرح اس کو ضمہ دیا گیا ہے لم تروا القوم میں یہ اس کی مثال ہے جس میں نون کی وجہ سے ضمہ دیا گیا ہے۔ اور ہل ترین ہل ترین میں یاء کو ثابت رکھنے کیساتھ اور اس کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے کہا جاتا ہے لم تری الناس جس میں ضمیر بارز ہے اور نون کی وجہ سے کسرہ دیا گیا ہے اور اغزون اس کا ہل ترین پر عطف ہے ترین پر نہیں۔ یعنی اسی وجہ سے کہا گیا ہے اغزون واو....

قولہ ومن ثم الخ یعنی اس وجہ سے کہ نون تاکید ضمیر بارز کے غیر کے ساتھ متصل کے مانند ہے اور ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کے مانند ہے کہا جاویگا ہل ترینّ ہل تریٰ میں جیسا کہ تریانّ بولا جاتا ہے یہ مثال ایسے غیر بارز کی ہے جس کا لام کلمہ فتحہ کے ساتھ حرکت دیا گیا جیسا کہ متصل کے ساتھ فتحہ دیا گیا ہے۔

قولہ وہل ترون یعنی ہل ترونّ میں ھل ترون بولا جاویگا نون جمع کو ساقط کر دینے اور نون تاکید لگا دینے اور واو کو ضمہ دینے کے ساتھ جیسے لم تروا القوم میں واو کو ضمہ دیا نون جمع کو اس وجہ سے ساقط کیا کہ وہ اعراب کی علامت ہے اور نون تاکید بنا ر کو چاہتا ہے۔ یہ مثال اس کی مثال ہے جس میں ضمیر بارز ہے وہ ضمیر بارز نون کی وجہ سے ضمہ دی جاتی ہے۔ چونکہ نون تاکید ثقیلہ اپنے ماقبل حرکت چاہتا ہے ورنہ دو کلموں التقاء ساکنین لازم آوے گا اور ضمہ کی حرکت واو کی وجہ سے کی گئی۔ اور ہل ترین میں ہل ترین بولا جاویگا یاء کو ثابت رکھنے اور اس کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسا کہ لم تری الناس بولا جاتا ہے یاء کے کسرہ کے ساتھ چونکہ جب اس کے ساتھ النناس کو لگا دیا تو ساکن مل گئے پس اول کو کسرہ کی حرکت دی گئی یہ اس کی مثال ہے جس میں ضمیر بارز نون کی وجہ سے کسرہ دی جاتی ہے۔

قولہ لاجل انہ مع غیر ضمیر البارز الخ شارح نے اس کی ترتیب کو بدل دیا جو سابقاً مذکور ہے یہ ترتیب بدلنا

امثلہ کی ترتیب کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ قولہ ہل ترین اس میں الف کو یاء سے بدل دیا اور اس کو فتحہ دیا کیونکہ

Marfat.com

الواو المحذوفة كما ترد مع ضمير التثنية فی اغزوا واغزن فی اغزوا بحذف الواو المضموم ماقبلها كما قيل اغزوا القوم واغزن فی اغزی بحذف الياء المكسور ماقبلها كاغزی القوم وهذه الامثلة وقعت علی ترتيب تصريفها الواقع فی كتب التصريف بعضها لما هو مع الضمير البارز كالمنفصل وبعضها لما هو مع غير الضمير البارز كالمتصل كما اشرنا اليه والنون المخففة تحذف للساكن ای لالتقائها الساكن

محذوفہ کو واپس لانے کے ساتھ جس طرح اغزوا میں ضمیر تثنیہ کے ساتھ پس لایا گیا ہے اور اغزن اغزوا میں واو ماقبل مضموم کے حذف کے ساتھ جیسے کہا گیا ہے اغزوا القوم اور اغزن اغزی میں۔ یاء ماقبل مکسور کے حذف کے ساتھ جیسے اغزی القوم اور یہ مثالیں واقع ہیں ان کی تصریف کی ترتیب پر جو تصریف کی بعض کتابوں میں مذکور ہیں اس لئے کہ یہ ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کی طرح ہیں اور ان میں سے بعض ان کی ہیں غیر ضمیر بارز کے ساتھ ہیں متصل کی طرح جیسا کہ اس کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے۔ اور مخففہ ساکن کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے یا اس کے ساتھ اس ساکن کے التقاء

نون کا ماقبل فتح پر مبنی ہوتا ہے اور الف حرکت کو قبول نہیں کرتا ہے اس وجہ سے .... اس الف کو یاء سے بدل دیا جو کہ اس الف کی اصل ہے۔

قولہ واغزون الخ یہ ہل ترین پر معطوف ہے اور ترین پر معطوف نہیں جیسا کہ اس کی طرف اس کا وہم جاتا ہے اس لئے کہ امر پر استفہام داخل نہیں ہوتا ہے یعنی اور اسی وجہ سے کہا گیا اغزون واو محذوفہ کو لوٹانے کے ساتھ چوں کہ واو وقف کی وجہ سے حذف کیا گیا اور جب بناء کا قصد کیا گیا تو وقف باقی نہیں رہا اس وجہ سے واو لوٹ آیا جیسا کہ اغزوا ضمیر تثنیہ کے ساتھ لوٹ آیا اور اغزون اغزوا میں بولا جاوے گا اس واو کو حذف کے ساتھ جس کا ماقبل مضموم ہے جیسا کہ اغزوا القوم میں اور اغزی میں اغزن بولا جاویگا اس یاء کے حذف کے ساتھ جس کا ماقبل مکسور ہے جیسے اغزی القوم میں یاء کو حذف کر دیا گیا۔

قولہ وہذہ الامثلۃ یہ مثالیں اپنی ایسی تصریف کی ترتیب پر واقع ہوئی ہیں جو کتب تصریف میں مذکور ہیں اور وہ واحد مذکر سے ابتداء ہے پھر جمع مذکر پھر واحد مؤنث سے اگرچہ تمثیل لڑکی رعایت جمع کی تقدیم کا تقاضا کرتا ہے واحد مخاطبہ پر ان میں سے بعض مثالیں اس کی ہیں جو ضمیر بارز کے ساتھ ہے منفصل کے مانند اور بعض اس کی مثالیں ہیں جو غیر ضمیر بارز کے ساتھ ہے جیسے متصل جیسا کہ اس کی طرف ہم نے اشارہ کیا

قولہ والنون المخففۃ یعنی نون مخففہ ساکن کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے یعنی ایسے ساکن سے ملنے کی وجہ سے جو اس نون خفیفہ کے بعد مذکور ہے اور بعض نسخوں میں للساکنین ہے یعنی دو ساکن کے ملنے کی وجہ سے۔ شارحؒ نے فرمایا کہ نون خفیفہ اس ساکن التقاء کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جو ساکن کہ اس نون کے بعد ہے پس اب یضربن اور اضربن سے اعتراض نہیں ہوگا کیوں کہ ان دونوں نون خفیفہ اس ساکن سے ملا رہا ہے جو اس کے پہلے ہے اس وجہ سے حذف نہیں کیا جاوے گا اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ یہ وقف کے مقابلہ میں ہے گویا کہ یہ کہا گیا کہ نون خفیفہ وصل میں حذف کر دیا جاتا ہے ساکن کے ملنے کی وجہ سے مطلقاً خواہ بعد ضمہ ہو یا کسرہ یا فتحہ کے بعد جیسے اضربُ الرجل اور اضربِ الرجل اور اضربَ الرجل اس سے اسکی مراد اضربن اضربن اور اضربن ہے پس نون خفیفہ التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کیا گیا حرف علت کے مشابہ

Marfat.com

المذکور بعدها وفی بعض النسخ للساکنین ای لالتقاء الساکنین
کقول الشاعر شعر لا تہینَ الفقیرِ علّکَ ان ترکع یوماً
والدھر قد رفعہ ای لا تہینن حذفت النون المخففۃ
لالتقائہا اللام الساکنۃ التی بعدھا وابقیت فتحۃ
ماقبلہا لتدل علیہا والالکان الواجب ان یقول لاتہنن الفقیر

کی وجہ سے جو اس کے بعد مذکور ہے اور بعض نسخوں میں للساکنین کے الفاظ
ہیں یعنی التقاء ساکنین کی وجہ سے جیسے شاعر کا قول ہے ؎ فقیر اور کمزور کی
اہانت مت کر شاید کہ تو ایک دن جھک جائے۔ اور زمانہ اس کو بلند کر دے
یعنی لاتہینن تھا نون مخففہ کو حذف کر دیا گیا ہے لام ساکن کے اس کے ساتھ
ملنے کی وجہ سے جو کہ اس کے بعد واقع ہے اور اس کے ماقبل کا فتحہ باقی رکھا
گیا تاکہ اس پر دلالت کرے ورنہ واجب ہوتا کہ لاتہنن الفقیر کہا جائے۔

قرار دینے کے ساتھ اس لئے اس کے
واسطے حرکت سے حصہ نہیں ہے اور یہ جو
کہا گیا کہ ساکن کی وجہ سے حذف صرف
اول کا ہوتا ہے تو اس میں یہ کہا جائے
گا کہ واو جو مقول میں سے حذف کیا گیا
اس میں اختلاف کیا ہے کہ اول واو ہو یا
ثانی واو اور اس اختلاف پر تصریح کی گئی
ہے — قولہ لاتہین الخ یہ مخاطب
مذکر کا صیغہ ہے اہانۃً بمعنی ذلیل کرنا۔
اکرام کی ضد الفقیر محتاج الفقر سے ماخوذ
ہے بمعنی محتاج ہونا۔ علک اصل میں لعلک
تھا۔ لعل کے لغتوں میں سے یہ ایک ہے
یہ ترجی کے کیلئے آتا ہے اور اس میں خطاب
کیلئے ہے۔ ترکع رکوع سے بمعنی ذلیل
ہونا اصل میں معنی جھکنا ہے۔ یہاں پر مراد
اونچے درجہ سے نیچے آنا ہے
الدہر عالم کی مدت کے واسطے
آتا ہے اس کی ابتداء اس کے ختم تک
الرفع بلند کرنا، مشرف کرنا اس شعر سے
پہلا یہ ہے لا تذللن من لیس یعنی بالمال +
لانک تذلل فی زمان بعدم المال +
والدہر قد اعز لوجود المال + وقتلہ
بکل وہم من الہموم سعۃ + والمسی والصبح
لابقاء معہ + قد یجمع المال غیر اکلہ +
و یاکل المال غیر من جمعہ +
پس الہم بمعنی حزن غم اور السعۃ
بالفتح والکسر اس کی وسیع ہے مکان اور
حال اور فضل سب میں بولی جاتی ہے جیسے
انفصال اور اس کا لازم فرح خوشی ہونا
ہے المسی بالکسر والضم سے امساء۔ مسی
سے مراد اول اللیل ہے اور الصبح اول

الیوم اور طلوع فجر سے چاشت کیلئے بولا
جاتا ہے۔ البقاء پہلی حالت پر شئی کا باقی
اور ثابت رہنا فناء کی ضد المال وہ
چیز جو ذخیرہ کی جاوے ماکول اور ملبوس
وغیرہا سے۔ الاکل کھانا کھانا مراد
اختصاص تام کے طریقہ پر تصرف ہے
ترجمہ۔ مزور مت ذلیل کر تو فقیر
کو شاید کہ تو کسی دن ذلیل ہو اور زمانہ
اس کو بلند کر دے غموں میں سے ہر غم
کیلئے گنجائش ہے اور شام اور صبح اس
کے ساتھ بقاء نہیں ہے کبھی جمع کرتا
ہے مال کو اور اس کا نہ کھانے والا
اور کھاتا ہے اس مال کو وہ شخص جس
نے نہیں کیا اس کو۔
قولہ ای لاتہینن یعنی لاتہینن تھا
نون خفیفہ حذف کرد یا چوں کہ اس

کا التقاء ایسے ساکن لام سے ہو رہا ہے
جو اس کے بعد ہے اور نون سے پہلے
جو فتحہ ہے اس کو باقی رکھا گیا تاکہ وہ
فتحہ اس نون خفیفہ پر دلالت کرے
اور اگر نون خفیفہ محذوف نہ ہو تو پھر
واجب یہ تھا کہ لاتہینن الفقیر کہا جاتا
یعنی ہاء مکسورہ کے بعد نون مکسورہ کے
ساتھ بولا جاتا یعنی یہ واجب تھا کہ
نون کسرہ کے ساتھ متحرک ہوتا جیسا
کہ اس کی امثال میں ہے جیسے قولہ
تعالیٰ لم یکن الذین اور اس نون خفیفہ
کو حرکت نہیں دی جیسا کہ تنوین کو حرکت
دی جاتی ہے تاکہ ان دو نون کے درمیان
فرق حاصل ہو جاوے یعنی تنوین جب
ساکن کے پہلے واقع ہو تو تنوین کو
کسرہ کی حرکت دیتے ہیں اور اس کو

Marfat.com

ولم یحرکوھا کما یحرك التنوین فرقاً بینھما وانما لم یعکس حطا لمرتبة ما یدخل الفعل عن مرتبة ما یدخل الاسم لکون الاسم اصلا والفعل فرعاً وتحذف ایضاً النون المخففة فی حال الوقف علی ما الحقت به تخفیفاً اذا انضم اوکسر ما قبلھا کما یحذف التنوین لذلك فیرد ما حذف لاجل المخففة کما اذا الحقت المخففة باغزوا واغزی وقلت اُغزُن واَغزِن بحذف الواو والیاء فاذا وقفت علیھما وجب ان ترد المحذوف وقلت اغزوا واغزی بخلاف التنوین فانه

اور اس کو حرکت نہیں دی جیساکہ تنوین کو حرکت دی جاتی ہے دونوں کے درمیان فرق کرنے کیلئے اور اس کا عکس نہیں کیا نیچے اتارتے ہوئے مایدخل الفعل کے مرتبہ کو مایدخل فی الاسم کے مرتبہ سے اسم کے اصل ہونے اور فعل کے فرع ہونے کی وجہ سے اور نون مخففہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے وقف کی حالت میں ملحق بہ کی تخفیف کی وجہ سے جب کہ اس کے ماقبل میں ضمہ یا کسرہ دیا گیا ہو جیساکہ اس وجہ سے تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے پس ماحذف (جس کو حذف کر دیا گیا ہے) کو واپس لے آیا جاتا ہے۔ مخففہ کی وجہ سے جیسے کہ جب یہ مخففہ اغزوا یا اغزی کے ساتھ لاحق کیا گیا ہو اور قلیل ہے اُغزن اور اغزِن واو اور یاء کے حذف کے ساتھ پس جب ان دونوں پر وقف کیا جائے تو واجب ہے کہ محذوف کو واپس لایا جائے اور قلیل ہے اغزوا اور اغزی

حذف نہیں کرتے اور نون خفیفہ کو حذف کر دیا

قولہ وانما لم یعکس اور مذکور کا عکس نہیں کیا یعنی نون خفیفہ کو حرکت دیتے اور تنوین کو حذف۔ ایسا اس وجہ سے نہیں کیا کہ اس کا مرتبہ کم درجہ ہے جو فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کے مرتبہ سے جو

اسم پر داخل ہو کیونکہ اسم اصل ہے اور فعل فرع۔ اگر تنوین کو حذف اور نون خفیفہ کو حرکت دیتے تو فرع کی اصل پر مزیت لازم آتی دوسرے اس کو ترجیح دی جو لازم ہے اس پر جو غیر لازم ہے پس تنوین اسم متمکن کو لازم ہے اور لام اور اضافت نہ ہونے

کے وقت اور نون خفیفہ لازم نہیں، بلا مانع کی بھی اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے لہذا غیر لازم اولیٰ بالحذف ہے اور یونس نون کو ہمزہ سے بدل کر اس کو فتحہ دے دیتے ہیں اضربا الرجل یا رجلان بولا جاتا ہے اور اضربنا الرجل بانون بولا جاتا ہے سیبویہ نے کہا عرب اس طرح نہیں بولتے قیاس اضربا الرجل اضربنا الرجل ہے التقاء الساکنین کی وجہ سے نون کا حذف کرنا۔

قولہ وتحذف ایضاً المخففۃ الخ نون خفیفہ حالت وقف میں بھی حذف کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جس کے ساتھ یہ نون خفیفہ لاحق ہوا ہے جب کہ اس پر وقف کیا جاتا ہے تو تخفیفاً نون خفیفہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ اس نون خفیفہ کا ماقبل مضموم یا مکسور ہوتا ہے جیساکہ تنوین جب کہ اس کا ماقبل مضموم یا مکسور ہوتا ہے تو تخفیفاً تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے اذا انضم الخ اس ظرف کے ساتھ مقید کرنا والمفتوحۃ تقلب الفاً کے مقابلہ سے مستفاد ہو رہا ہے۔

قولہ فیرد ماحذف پس جو حذف کیا گیا اس کو لوٹایا جاوے گا یعنی جو نون مخففہ کی وجہ سے حذف کیا گیا جب نون خفیفہ پر وقف کیا جاویگا محذوف کو لوٹایا جاوے گا۔ مصنف کا یہ قول حذف فی حال الوقف پر متفرع ہے اس لئے کہ جو ساکنین کی وجہ سے حذف ہوتا ہے اس کا لوٹانا نہیں ہے مگر یہ کہ رد کو عام کر دیا جائے

Marfat.com

کہ وہ رد خواہ کتابت میں ہو یا تلفظ میں جیسا کہ اغزوا اور اغزی کے ساتھ نون خفیفہ لگایا گیا اغزن اور اغزن بولا جاویگا واو اور یار کے حذف کے ساتھ پس جب تو ان دونوں پر وقف کرو تو تمہارا محذوف کو لوٹانا واجب ہوگا چونکہ مانع زائل ہوگیا اور تم اغزوا اور اغزی کہوگے بخلاف تنوین چنانچہ حالت وقف میں جو تنوین کی وجہ سے حذف ہوا اس کو نہیں لوٹایا جاوے گا کیونکہ تنوین وصل میں لازم ہے تو وقف کی وجہ سے محذوف کو نہیں لوٹایا جاویگا۔ وقف وقت تنوین کی وجہ سے جیسے اس کی وجہ التقاء ساکنین کے وقت حالت وقف میں نہیں لوٹایا جاتا ہے پس قاضٍ میں حالت وقف میں قاضی یار کے ساتھ نہیں بولا جاویگا بلکہ ضاد کے سکون کے ساتھ بولا جاویگا اور نون خفیفہ لازم نہیں ہے پس جب نون خفیفہ کو حذف کیا جاویگا حالت وقف میں تو فعل سے اس نون کی وجہ سے حالت وصل میں جو واو یا یار محذوف ہو وہ لوٹ آوے گا اس بنا پر کہ وقف کی وجہ سے نون محذوفہ کو انہوں نے معدوم فرض کیا چونکہ وہ فعل کے لئے لازم نہیں ہے بخلاف تنوین کے کہ وہ لازم ہے جب کہ کوئی مانع نہ ہو بس گویا کہ وہ حذف کے پیش آنے کے وقت ثابت ہے اس وجہ سے جو لازم ہے اس کے اثر کو باقی رکھنے کے لئے اس کے لئے مزیت کردی گئی

لا یرد ما حذف لاجله لان التنوین لازم فی الوصل و المخففة لیست بلازمة فیجعل للازم مزیة بالقاء اثره علی مالیس بلازم و المخففة المفتوح ما قبلها تقلب الفا کقولک فی اضربن اضربا تشبیها لها بالتنوین فان التنوین اذا انفتح ما قبله یقلب الفا و اذا انضم او انکسر یحذف نحو اصبت خیراً و اصابنی خیرٌ و اختم لی بخیرٍ اللهم اجعل خاتمة امورنا خیرا وتلحق بنا من تبعة

بخلاف تنوین کے اس لئے کہ اس کی وجہ سے ما حذف کو واپس نہیں لایا جاتا اس لئے کہ تنوین وصل میں لازم ہے اور مخففہ لازم نہیں ہے پس لازم کو فوقیت دیدی گئی اس کے اثر کا القاء کر کے اس پر جس پر لازم نہیں ہے اور مخففہ جس کا ماقبل مفتوح ہو الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے تیرا قول اضربن میں اضربا تنوین کے ساتھ اس کی تشبیہ دیتے ہوئے پس بیشک تنوین جب کہ اس کا ماقبل مفتوح ہو الف سے بدل دیا جاتا ہے۔ اور جب ضمہ یا کسرہ ہو تو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے اصبت خیرا اور اصابنی خیر اور اختم لی بخیر۔ اے ہمارے اللہ ہمارے امور کا اختتام بخیر فرما اور لاحق فرما ہمارے ساتھ ہمارے شر کے اتباع سے

اس پر جو لازم نہیں ہے۔

قولہ المخففة المفتوح الخ یعنی نون خفیفہ کہ جس کا ماقبل مفتوح ہو وہ حالت وقف میں الف سے بدل دیا جاوے گا چنانچہ تم اضربن کے نون کو حالت وقف میں الف کر کے اضربا بولو گے الف سے بدلنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کو تنوین کے مشابہ کر لیا جاتا ہے کیونکہ جب اس کا ماقبل مفتوح ہو تو وہ حالت وقف میں الف سے بدل دی جاتی ہے اور جب ماقبل تنوین کا مضموم یا مکسور ہوتا ہے تو اس وقت تنوین حذف کر دی جاتی ہے جیسے اصبت خیرا کو حالت وقف میں اصبت خیرا بولتے ہیں اور اصابنی خیرٌ اور اختم بخیر جب وقف کیا جائے گا تو تنوین حذف کے ساتھ اصابنی خیر اور اختم لی بخیر بولیں گے غرضیکہ عند الوقف اس نون کو جس کا ماقبل مفتوح ہو الف سے بدل لیا جاوے گا اور ہر حالت میں صرف وقف کے وقت میں مصنف کا یہ قول المفتوح ما قبلها الفا

Marfat.com

شرورنا صيرًا وجعل نونات نقائصنا خفيفة كانت
او ثقيلة فى مواقف الندامة منقلبة بالف آداب
عبوديتك على نهج الاستقامة وصل على من كلمة شفاعته
فى محو ارقام الضلالات كافية وعن مضرة اسقام
الجهالات شافية وعلى آله واصحابه وعلى من تبعهم
من زمرة احبابه قد استراح من كمد الانتهاض لنقل
هذا الشرح من السواد الى البياض العبد الفقير

اس سے واپس ہونے کو. اور ہمارے نقائص کے نونات کو خفیف ہوں یا ثقیل ہوں. ندامت کے مقام پر بدل جانے والا ہزار با آداب عبودیت سے استقامت کے نہج پر اور رحمت کاملہ نازل فرما اس ذات بابرکات پر کہ جس کی شفاعت کا ایک کلمہ لکھی ہوئی گمراہیوں کے مٹا دینے کیلئے کافی ہے. اور جہالتوں کی بیماریوں کی مضرت سے شفاء دینے والی ہے اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر اور ان پر کہ جنہوں نے ان کا اتباع کیا ان کے احباب کی جماعت سے اور تحقیق راحت پائی انتہاض کی کمد سے اس شرح کے نقل کرنے کے لئے سواد سے بیاض کی طرف بندہ فقیر

اس کے قول فی الوقف سے بمنزلہ استثناء کے ہے چنانچہ اس میں نون کو اس کے ساتھ مقید نہیں کیا کہ اس کا ماقبل مضموم یا مکسور ہو معلوم ہو کہ قولہ ولیکونا من الصاغرین اور قولہ تعالیٰ لنسفعاً بالناصیۃ اسی قاعدہ میں داخل ہے.

قولہ اصبت خیراً اس تمثیل میں حسن اختتام سے جو موجود ہے وہ ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے چنانچہ یہ تمثیل متن کے اختتام کے موافقت پر ہے چنانچہ مصنف نے آخر کتاب میں نون مخففہ لایا اور الف سے تمام کیا جو کہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اس میں مشقت کے بعد استراحت کی طرف اشارہ ہے.

قولہ اختم لی بخیر الخ جب کہ شارح نے آخر اشلہ کو خیر کے ساتھ ختم کیا. تفاؤل کے طور پر تو بلیغ دعاؤں کے درپے ہوا ایں کہا اللہم اجعل خاتمۃ امورنا خیراً یعنی اے اللہ کردے تو ہمارے کاموں کا خاتمہ خیر اور مت لاحق کر تو ہمارے ساتھ ہمارے برے کاموں کے انجام سے نقصان اور ضرر.

قولہ اجعل نونات الخ نونات نون کی جمع نقائص نقیصہ کی جمع بمعنی خرابی گناہ نقائص خفیفہ صغیرہ گناہ. نقائص ثقیلہ بڑے گناہ. مواقف موقف کی جمع ٹھہرنے کی جگہ وقوف بمعنی ٹھہرنا، خبردار ہونا. ندامۃ، شرمندگی. ندم شرمندہ ہونا. منقلب بہ انقلاب سے پلٹنا آداب ادب کی جمع سلیقہ عبودیت. بندگی. نہج طریقہ. راستہ. استقامۃ سیدھا ہونا. درست ہونا. یعنی کردے تو ہمارے ہلکے اور بھاری نقائص (چھوٹے اور بڑے گناہوں) کے نونوں کو شرمندگی کی جگہ میں اپنی بندگی کے آداب کے الف کے ساتھ بدلے ہوئے استقامہ کے طریق پر شارح رح کے اس قول میں تلمیح اس امر کی طرف اعمال سیئہ جو انسان سے صادر ہوتے ہیں وسوسوں کی اعانت کے ساتھ تاکید... یعنی جو ہمارے سے نقائص مؤکدہ صادر ہوتے ہیں خواہ نقائص مؤکدات خفیفہ ہو (صغائر گناہ) خواہ ثقیلہ ہو (بڑے اور کبائر گناہ) آخرت میں معاف کر کے ان کو عبادت کی جگہ میں قائم کر کے جو ثواب کہ عبادت پر دیا جاتا ہے وہ عطا فرما دو.

قولہ صل امر تصلیہ باب تفعیل سے ماخوذ صلوٰۃ سے بمعنی درود، رحمت، محو مٹانا، ارقام رقم کی جمع لکھائی. الضلالات ضلالہ کی جمع بمعنی گمراہی. مضرۃ نقصان تکلیف، اسقام سقم کی جمع بمعنی بیماری

Marfat.com

عبد الرحمٰن الجامی وفقہ اللہ سبحانہ فی وظائف عبودیتہ للاعراض عن مطالبۃ الاعواض والاغراض ضحوۃ السبت الحادی عشر من رمضان المنتظم فی سلک شہور سنہ سبع وتسعین وثمان مائۃ۔

عبد الرحمٰن جامی نے، وافقہ بنائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی بندگی کے وظائف میں، عوضوں کے مطالبہ سے اعراض کرنے کیلئے اور اغراض سے۔ بروز شنبہ ۱۰ ر رمضان المبارک ۸۹۷ھ میں،۔

فقیر را اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج عبد الرحمٰن جامی نے، اللہ پاک ذات اپنی بندگی کے وظیفوں کی اس کو توفیق عنایت فرمادے، عوضوں اور غرضوں کے مطالبہ سے اعراض کرنے کے ساتھ (راحت پائی) ہفتہ کے دن چاشت کے وقت ایسے رمضان کی گیارہویں تاریخ کو جو آٹھ سو ستانوے سن کے مہینوں کی لڑی میں پرنے ..... والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کی مغفرت فرمائے۔ شرح جامی بحث حرف کی یہ اردو میں شرح اللہ تعالیٰ کے توفیق عطا فرمانے اور اس کے فضل واحسان سے پوری ہوگئی۔

الحمد للہ علی الغایۃ العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

تمت

قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ۔ کراچی

الجہالات جہالت کی جمع۔ شافیہ شفاء دینے والی۔ تبع پیروی کرنا۔ زمرۃ جماعت، احباب دوستوں جمع حب دوست۔ اور رحمت نازل کر تو اے اللہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کہ اس کی شفاعت کا کلمہ گمراہیوں کی لکھائیوں کے مٹانے میں کافی ہے اور نادانیوں کی بیماریوں کے نقصان سے شفاء دینے والی ہے اور ان کے آل اور ان کے ساتھیوں پر رحمت مائل کر اور ان شخصوں پر جنہوں نے ان کی پیروی کی اس کے دوستوں کی جماعت سے۔ شارح اس میں مصنف کی دو کتابوں ایک کافیہ جس کی شرح یہ شرح جامی ہے یہ علم النحو میں ہے اور دوسری شافیہ یہ کتاب علم الصرف میں ہے ان دونوں کتابوں کی بہت شرحیں ہیں۔

قولہ قد استراح الخ استراح استراحت سے بمعنی آرام پانا راحت پانا، کمد غم۔ انتہاض قائم ہونا۔ کھڑا ہونا۔ سواد، سفید اور کورا کاغذ بیاض۔ سفید لکھا ہوا کاغذ۔ وفق توفیق دینا۔ وظائف وظیفہ کی جمع بمعنی ورد عبودیت بندگی۔ اعراض منہ پھرنا، ہٹانا۔ اعواض عوض کی جمع۔ اغراض غرض کی جمع۔ ضحوۃ چاشت۔ سبت شنبہ۔ سلک لڑی۔ نظم پرونا اور انتظام پرنا۔

تحقیق کر راحت پائی کھڑے ہونے کے غم سے اس شرح کو سیاہی سے سفیدی کی طرف نقل کرنے سے بندہ

فیض سبحانی
شرح اردو
حسامی
تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی
استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم، دیوبند
جلد دوم
قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ۔ کراچی

Marfat.com

تشریحاتِ ترمذی

تالیف

حضرت مولانا کمال الدین المسترشد

خادم الاحادیث النبویہ

جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم

جلد پنجم

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ۔ کراچی

Marfat.com

برّصغیر کے مشہور مُفکّر و عالِم دین، تلمیذِ مولانا مفتی کفایت اللہؒ

مولانا محمد تقی امینیؒ کی فکر انگیز اسلامی تصانیف

اجتہاد: اجتہاد کے تاریخی پس منظر اور اصول فقہ پر ایک مستند و مفصل کتاب۔

اسلام اور جدید دور کے مسائل: جدید دور کے متعدد اجتماعی مسائل پر جامع اور مدلل بحث۔

حدیث کا درایتی معیار: حدیث کو پرکھنے کے اصولِ درایت کی مفصل وضاحت مثالوں کے ساتھ۔

فقہ اسلامی کی تاریخ اور اصولِ فقہ فقہ اسلامی کے تدریجی ارتقا اور ماخذِ شریعت قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کا تفصیلی بیان۔ اصولِ فقہ کے موضوع پر ایک جامع کتاب۔ خود مصنفؒ کا نظرثانی شدہ ایڈیشن۔

احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت: اس نازک مسئلہ پر مصنف نے انتہائی احتیاط اور بصیرت کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ اس موضوع پر ایک انقلاب انگیز کتاب۔ (زیرِ طبع)

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ۔ کراچی

Marfat.com

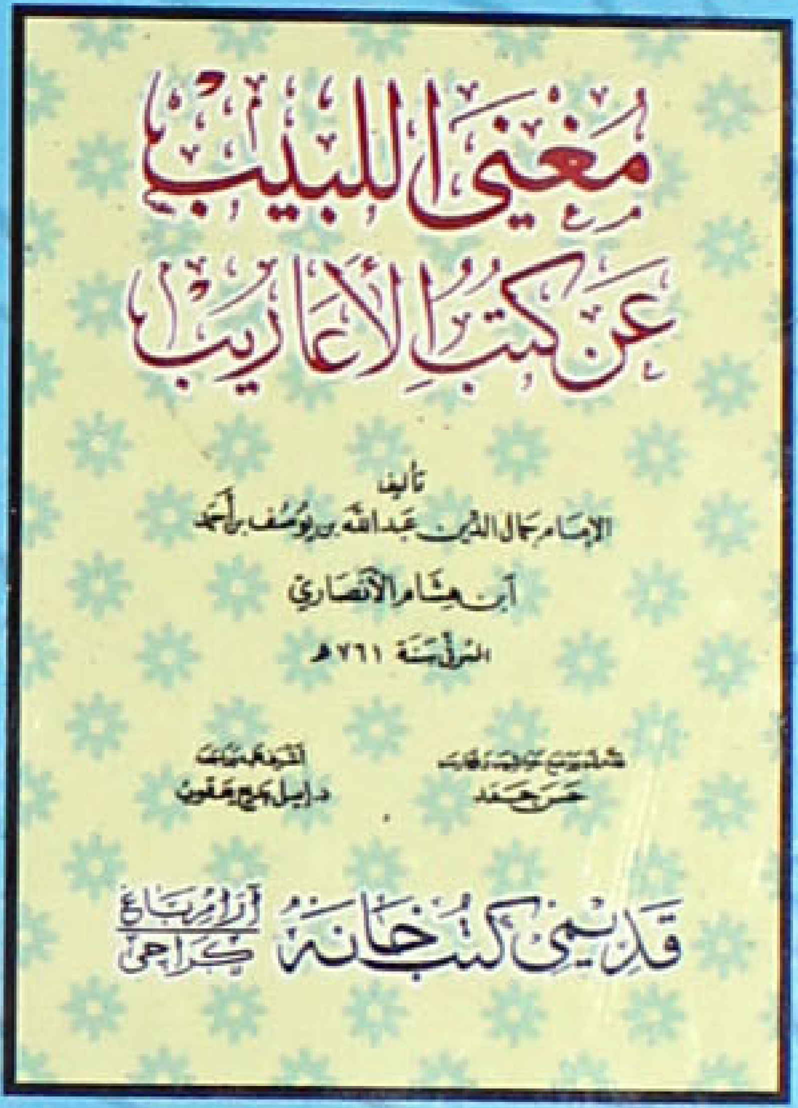
مغني اللبيب
عن كتب الأعاريب
تأليف
قديمي كتب خانة

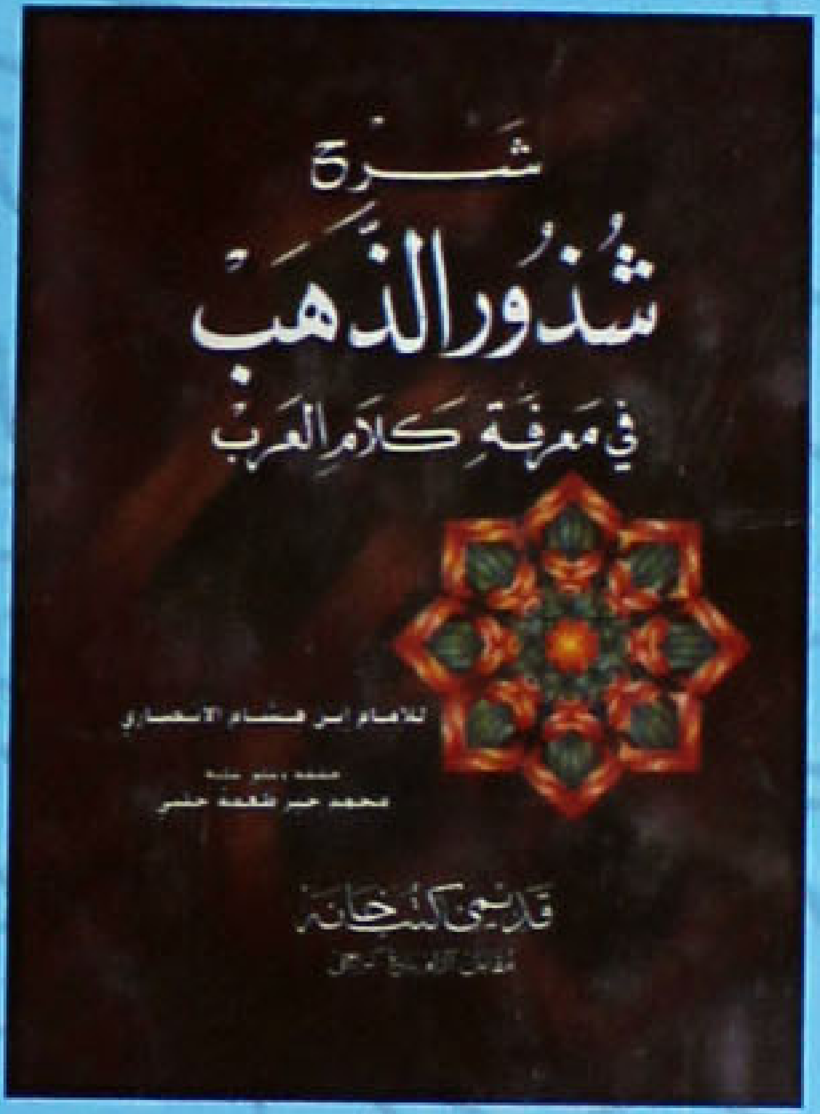
شرح
شذور الذهب
في معرفة كلام العرب
قديمي كتب خانة

المنهاج
في القواعد والإعراب
تأليف
محمد الأنطاكي
يشتمل على أهم الأبواب النحوية
قديمي كتب خانة

الفتاوى العالمكيرية
المعروفة بالفتاوى الهندية
في مذهب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان
طبعة جديدة مصححة
ومذيلة بتعليقات مفيدة
قديمي كتب خانة

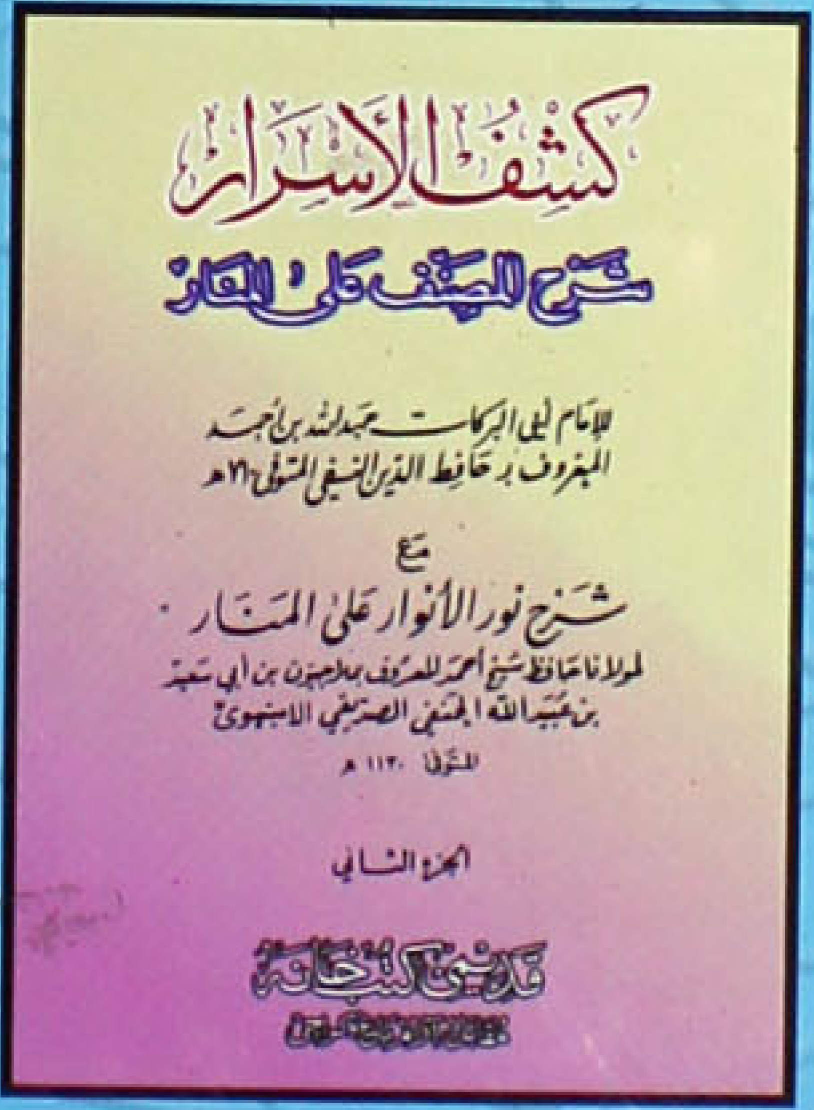
كشف الأسرار
شرح المصنف على المنار
مع
شرح نور الأنوار على المنار
قديمي كتب خانة

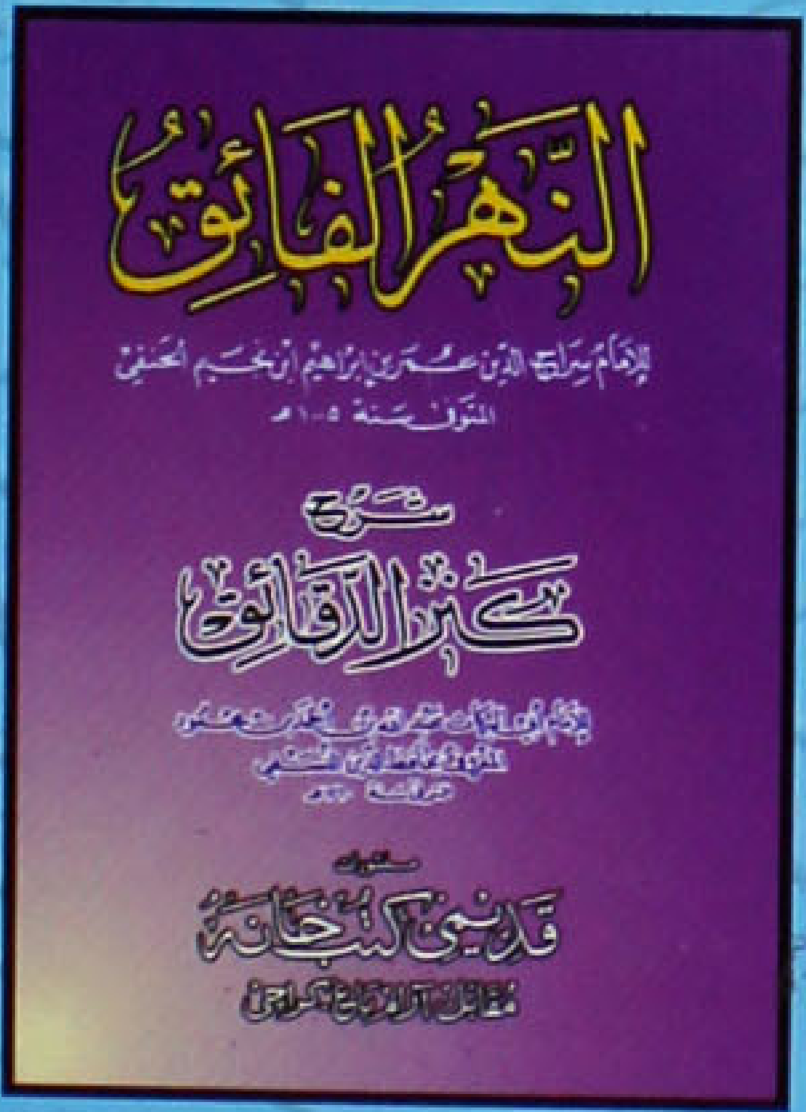
النهر الفائق
شرح
كنز الدقائق
قديمي كتب خانة

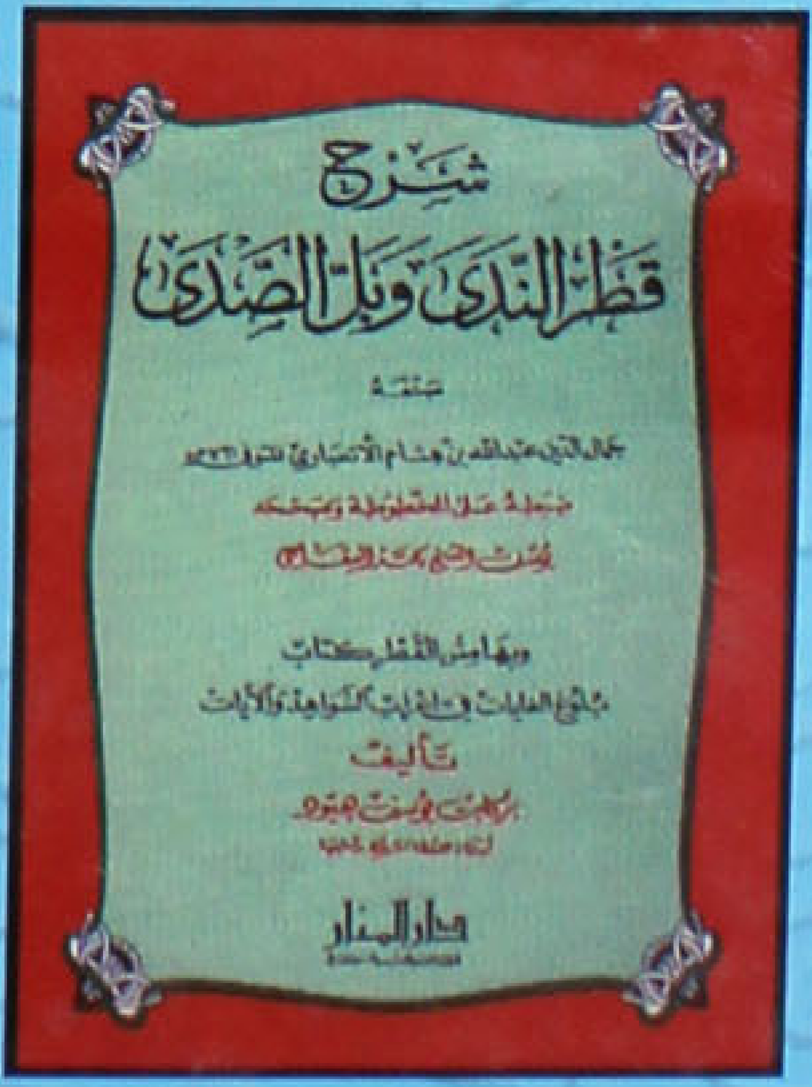
شرح
قطر الندى وبل الصدى
تأليف

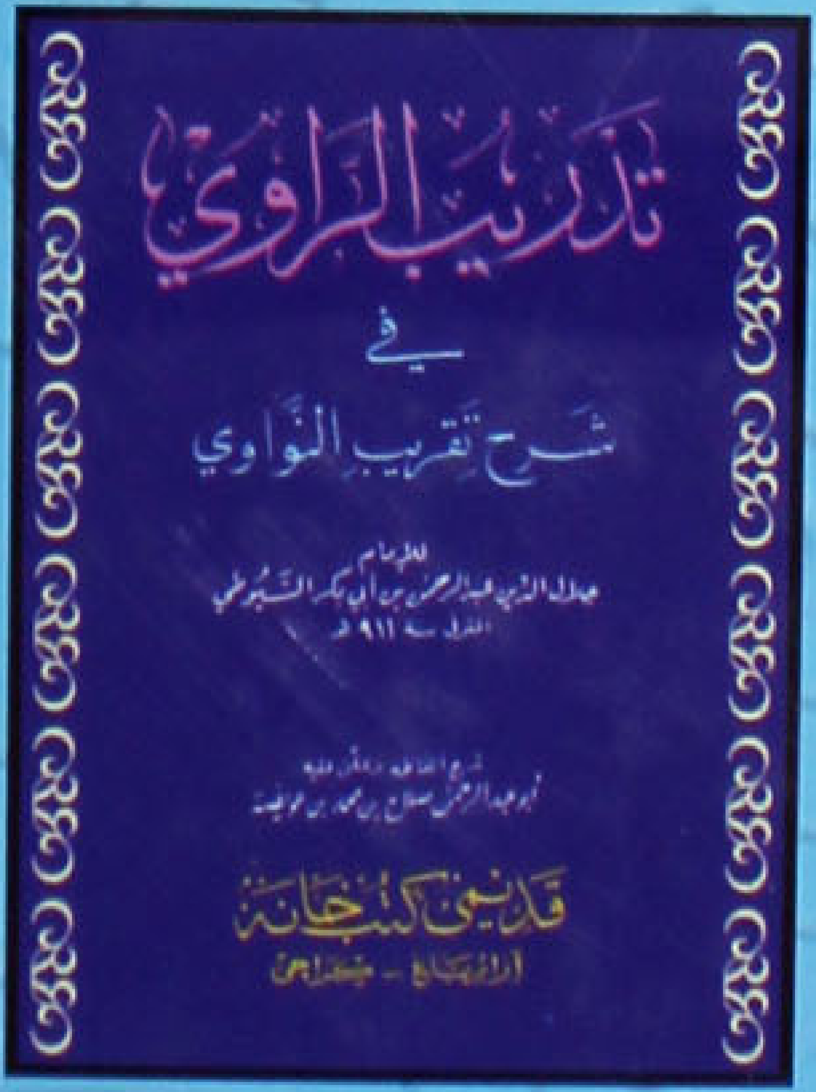
تدريب الراوي
في
شرح تقريب النواوي
قديمي كتب خانة

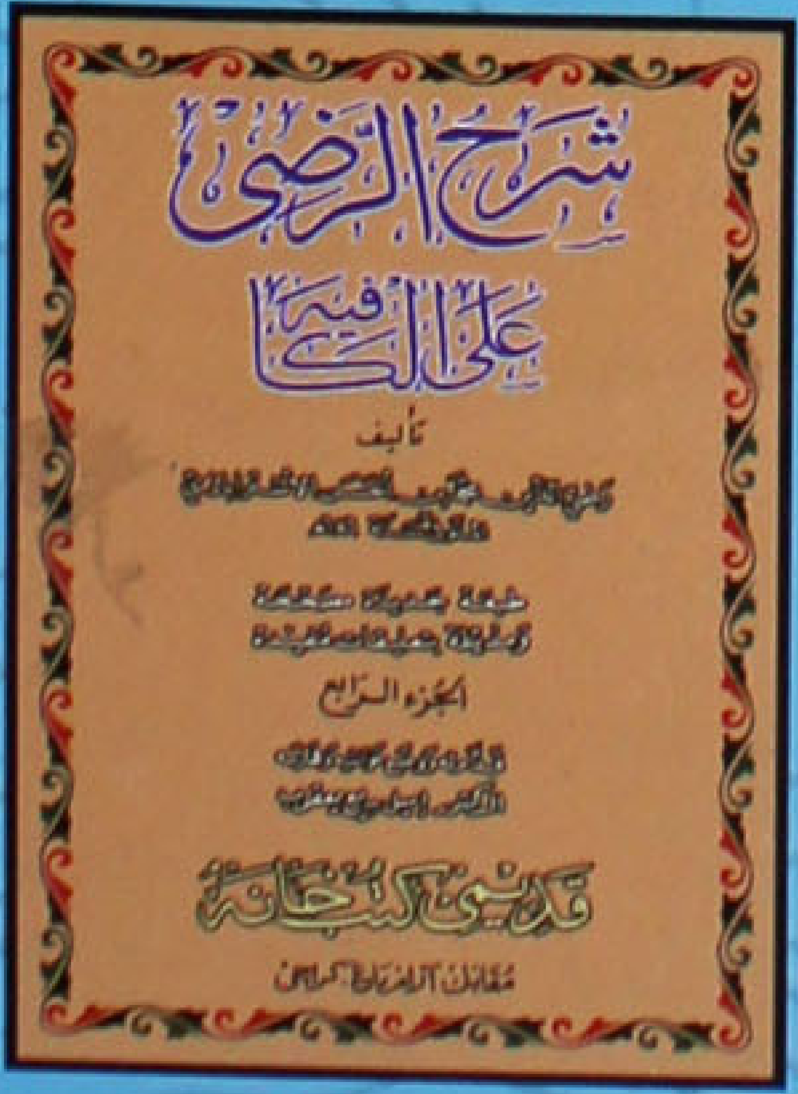
شرح الرضي
على الكافية
تأليف
قديمي كتب خانة

Marfat.com